ایک تھی مِثال

رُخسانہ نگار عدنان

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

"ببی برتھ ڈے ٹو یو..... ببی برتھ ڈے ڈیئر مثال..... ببی ببی برتھ ڈے۔" تالیوں اور آوازوں کے شور میں سات سالہ گلابی خوب صورت باربی فراک میں ملبوس مثال نے کیک کاٹا۔ بشریٰ اور عدیل نے خوب گلے لگا کر اسے پیار کیا۔ اس نے بھی دونوں کے پیار کا جواب خوب خوش ہو کر دیا۔ ذکیہ بیگم کے صبر کا پیمانہ جیسے لبریز ہو گیا۔

"ارے کیا اماں باوا ہی سارا پیار لٹا دیں گے بچی پر۔ کچھ نانی' دادی کا بھی حق ہے یا نہیں؟" ذکیہ نے کھینچ کر مثال کو سینے سے لگایا۔ پھر دادی کی باری آئی۔ پھوپھی اور ماموں کیوں پیچھے رہتے۔

مثال تو دونوں گھروں کا وہ خوب صورت کھلونا تھا' جس سے کوئی بھی سیر نہیں ہوتا تھا۔ دونوں گھروں میں بھلے ہر معاملے میں اختلاف ہوتا' مگر مثال کے نام پر سب ایک ہو جاتے تھے۔ وہ بچی تھی ہی کچھ اتنی پیاری' سمن موہنی صورت والی کہ جو کوئی دیکھتا' بے اختیار اسے پیار کرنے لگتا۔ پھر اس کی عادت اتنی اچھی تھی۔ ادب اور تمیز سے بات کرنے والی۔ نانی کے گھر جاتی۔ دادی کی برائی کرتی نہ پھوپھی کی۔ ماموں نانو کے پاس ایک رات رہ کر آئی یا پورا ہفتہ' کبھی ان کی باتیں دادی پھوپھی کے پاس گھس گھس کر نہ کہتی۔ اگرچہ نسیم بیگم کئی بار اسے ٹٹولنے کی کوشش کرتیں' مگر مثال پیاری سی شکل بنا کر فوراً "ہی کہہ دیتی۔

"نہیں دادو! نانو نے تو آپ کی اور فوزیہ پھوپھو کی ایسی کوئی بات کی ہی نہیں' بلکہ وہ مجھے کہہ رہی تھیں' پوری دادی پر ہے' خوش اخلاق اور ہنس مکھ۔"

اور دادی چاہتے ہوئے بھی کوئی برا جواب نہ دے پاتیں۔ الٹا بیٹی سے کہتیں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ذکیہ میں یہ اچھی عادت ہے' دوسرے سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو' اس کی برائی نہ پیٹھ پیچھے کرتی ہے' بلکہ اس کی اچھائیاں ہی بیان کرتی ہے۔" اور فوزیہ کا موڈ آف ہو جاتا۔

"خوب سمجھتی ہوں میں مشال کا پکا پن۔ امی! یہ کبھی نانی ماموں کی برائی نہیں کرے گی۔ ماں نے بڑا اچھا ٹرینڈ کر رکھا ہے۔ پورا تھالی کا بینگن ہے۔ جانتی ہوں میں اسے۔"

اور مشال معصوم سی شکل بنائے بڑی بڑی آنکھیں پٹپٹاتی پہلے تو نا سمجھی سے دونوں کو دیکھتی رہتی' پھر پھوپھو کے کندھے سے جھول کر بھولپن سے پوچھتی۔

"پھپھو! یہ تھالی کا بینگن کیا ہوتا ہے؟" فوزیہ جل کر کباب ہو جاتی۔

"بھئی! یہ میری مشال کے لیے سونے کی بالیاں اور پانچ سوٹ ہیں۔ ماموں نے تو بھانجی کے لیے خدا جانے کون کون سی وڈیو گیمز اور کھلونے اکٹھے کر دیے ہیں۔ ان گفٹ بکس کو خود ہی بشریٰ اور عدیل کے ساتھ کھول کر دیکھ لینا اور یہ بشریٰ اور عدیل کے جوڑے ہیں اور یہ مٹھائی بھی۔"

ذکیہ نے کیک کٹنے کے بعد تحائف کا ڈھیر میز پر رکھنا شروع کر دیا۔

بشریٰ کا چہرہ فخر سے چمکنے لگا۔

عدیل بھی سسرال سے آئے بھاری تحفوں پہ بیٹی کی خوش قسمتی کو دل میں سراہنے لگا۔ جب سے پیدا ہوئی تھی' ننھیال' ددھیال کے ہاتھ کا چھالا بنی ہوئی تھی۔ دونوں طرف سے نہ پیار میں کمی تھی' نہ اس کے لیے چیزوں میں۔

"اور یہ میری اور فوزیہ کی طرف سے گولڈ کی چین ہے۔ یہ اس کے کپڑے اور کھلونے۔ خاص فرمائش کر کے فوزیہ سے مشال نے یہ ناچنے والی باربی ڈول لی ہے اور ساتھ میں ڈول ہاؤس کا پورا سیٹ بھی۔ مشال پھوپھی سے کوئی فرمائش کرے اور فوزیہ اسے ٹال دے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تھینک یو نانو اینڈ ماموں! اور بہت سا تھینک یو دادو اور پھوپھو کے لیے اور مشال کا پیار بھی۔" مشال باری باری سب کے گلے لگ کر سب کو پیار کرنے لگی۔ اس کی یہ ہی ادائیں تو سب کو بھاتی تھیں۔

"میرے خیال میں پہلے سب کے لیے کھانا نہ لگا دیا جائے؟ چائے' کولڈ ڈرنکس بعد میں ہو جائیں گی۔" بشریٰ ساس کے پاس آ کر بولی۔

ساس نے باہر سے آئے مہمانوں اور خاندان کے لوگوں کا حساب نظروں ہی میں لگا لیا۔

"فی الحال چائے' کولڈ ڈرنک اور مٹھائی رکھو۔ یہ ادھر ادھر کے لوگ جنہوں نے پانچ پانچ سو کے لفافے دیے ہیں۔ ان کو جانے دو۔ کھانا تو خاندان والوں کو ہی پورا پڑے گا بمشکل۔"

"نہیں امی! آرڈر تو سب کے حساب سے دیا تھا عدیل نے۔ کم تو نہیں پڑے گا۔ یوں بھی بُرا لگتا ہے کہ محلے والوں کو یوں ہی جانے دیں اور بعد میں آدھے لوگوں کو کھانا کھلائیں۔" بشریٰ نے ساس سے آہستگی سے کہا۔

"تو بھابھی! پھر امی کی صلاح کیوں لے رہی ہیں؟ اپنی مرضی کریں نا جو آپ نے پہلے سے طے کر رکھا ہے۔" فوزیہ اپنے مختصر سے جسم کو ذرا سا جھلا کر بولی۔

"اور میں نے تو بی بی! مشورہ اس لیے دیا تھا کہ کچھ تو بچت ہو سکے۔ عدیل کا کوئی بانڈ تو نہیں کھل گیا جو پوری بارات کو کھانا کھلانے بٹھا دو۔ آگے تمہاری مرضی' ورنہ بعد میں عدیل سے کچھ کا کچھ بول کر ماں کو بے عقل ٹھہراؤ گی... جو تمہارا جی چاہے' وہ کرو۔" نسیم بیگم نے نروٹھے پن سے کہہ کر گویا بات ہی ختم کر دی۔

بشریٰ متذبذب سی اٹھ کر چلی گئی۔ عدیل سے مشورے کے بعد سب کو کھانا کھلا کر ہی بھیجا گیا۔

اور یہ بات نسیم بیگم اور فوزیہ دونوں ہی کو تپا گئی۔ اول تو انہیں یہ پہلے سے نہیں پتا تھا کہ سالگرہ اتنے بڑے

پیمانے پہ منائی جائے گی۔ اگرچہ تیاریاں تو بہت دنوں سے ہو رہی تھیں' مگر ہوٹل سے کھانے کا آرڈر وہ بھی تین تین ڈشز کا... بیٹے کی کمائی یوں بے دریغ لٹنے پر نسیم بیگم کیوں نہ خفا ہوتیں اور فوزیہ جس نے چند دن پہلے عدیل سے دس ہزار مانگے تھے۔ اسے امپیشن کا سیٹ پسند آ گیا تھا۔ اس نے اگلے ماہ لینے کا کہہ کر منع کر دیا تھا۔ وہ بھی دل ہی دل میں بھائی سے خفا ہو گئی کہ بیٹی کے فنکشن پر ہزاروں لٹا دیے اور بہن کے لیے صرف دس ہزار نہیں تھے ان کے پاس۔

فنکشن ہنسی خوشی ختم ہوا۔ سب سے آخر میں ذکیہ اور عمران روانہ ہوئے اور جاتے جاتے بشریٰ اور عدیل کو اگلے ویک اینڈ پر اپنے گھر آنے کی دعوت دے گئے۔ دعوت تو خیر انہوں نے نسیم بیگم اور فوزیہ کو بھی دی تھی' جسے نسیم بیگم نے تو اپنی گھٹنوں کی تکلیف اور فوزیہ نے اپنی دوست کی شادی کا بہانہ کر کے رد کر دیا۔ یوں بھی ذکیہ نے کون سا دل سے دعوت دی تھی ان دونوں کو' رسماً" یوں کہا کہ کہیں وہ بشریٰ کو باتیں نہ سنائیں یا اسے آنے سے روک نہ دیں۔ ان دونوں کے انکار پر مطمئن ہو کر چلے گئے۔

☆ ☆ ☆

عمران گھر جا کر لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا۔

"امی! ایک کپ چائے ملے گی؟" کچن کی طرف جاتی ذکیہ کی طرف دیکھ کر اس نے آواز لگائی۔

"ابھی تو پی کر آ رہے ہو بشریٰ کی طرف سے۔"

"آپ تو جانتی ہیں' آپ کے ہاتھ کی چائے پیے بغیر مجھ سے کام نہیں ہوتا۔"

ذرا دیر میں وہ دو کپ لیے اس کے پاس ہی آ بیٹھیں۔

"اب کیا کام کرنا ہے تمہیں' ٹائم تو کافی ہو گیا ہے۔" ذکیہ نے اسے مصروف دیکھ کر پوچھا۔

"ہوں! کام تو کافی ہے' مگر ایک آدھ گھنٹہ ہی کروں گا۔ کافی تھکاوٹ ہو رہی ہے۔ دیر تک نہیں بیٹھ سکوں گا اور مجھے منع کر کے آپ خود بھی چائے بنا لائیں اپنے لیے؟" وہ ماں کو ٹوک کر بولا۔

"ہاں! بس سر میں درد سا ہو رہا تھا۔ میں نے کہا کچھ سکون ملے گا اور میں تو حیران ہوں ابھی تک۔ یہ نسیم اور فوزیہ نے اتنا جھگڑا کہاں سے دکھا دیا۔ مشال کے لیے چین' وہ بھی سونے کی۔ بڑی بات ہے۔" ذکیہ کہے بغیر نہ رہ سکیں۔

"ہاں! وہ تو میں بھی حیران تھا' ورنہ ہر سال تو وہ مشال کو ہزار پانچ سو دے دیا کرتی تھیں یا ایک دو فراکوں پر ٹرخا دیا۔ آج تو واقعی کمال ہو گیا۔" عمران بھی چائے کی چسکی بھر کر بولا۔

"ظاہر ہے! بیٹے کی ترقی ہوئی ہے۔ اسے بیٹے کو خوش نہیں کرنا تھا کیا؟ معلوم تو ہے انہیں کہ عدیل کی جان تو مشال میں ہے' اس کی ہنسی اس کی خوشی تو عدیل کے لیے سب سے بڑھ کر ہے۔ یوں بھی فوزیہ کے لیے جہیز اکٹھا کرنے میں لگی ہے دن رات یہ نسیم بیگم تو بیٹے کو مٹھارنے کا اس سے اچھا موقع اور کون سا ہو گا۔ وہ سمجھتی ہیں لوگ گدھے ہیں' کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آتیں ان کی چالاکیاں' ورنہ میری بشریٰ جیسے ان کے ساتھ رہ رہی ہے ہر لڑکی نہیں رہ سکتی۔ حرفوں کی بنی ہیں دونوں ماں بیٹی۔" وہ تنفر سے بولیں۔

"فوزیہ کا رشتہ ہو گیا کہیں؟" عمران لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔ اس نے شاید ماں کی نسیم بیگم کے خلاف کوئی بات سنی بھی نہیں تھی۔

ابھی کہاں... ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی رشتہ دیکھنے چلا آتا ہے۔ کسی میں ان ماں بیٹی کو کیڑے نظر آتے ہیں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کسی کو فوزیہ بی بی اچھی نہیں لگتی۔وہ داور ملزوا لے بھی آئے تھے ایک رشتے والی کے توسط سے۔"

"اچھا واقعی!" عمران بے اختیار چونک کر بولا۔

"ہاں! تو اور نہیں۔ بڑا اونچا ہاتھ مارنے کے چکر میں ہے نسیم بیگم بیٹی کے لیے۔"

"پھر کچھ بات بنی؟"

"کہاں۔ انہوں نے تو صاف منہ پر بول دیا کہ ہمیں تو ذرا کم عمر لڑکی چاہیے۔ فوزیہ کی شکل ہی ایسی پکی ہے۔ پھر عمر بھی تو دیکھو! کم تو نہیں۔ عدیل سے سال بھر تو چھوٹی ہے۔ عدیل کی شادی کو ماشاء اللہ آٹھواں سال ہونے لگا ہے اور ان بی معصومہ کی کہیں بات ہی نہیں ٹھہر رہی۔ اب دوسرا تو بڑی عمر کا کہہ کر چلا جاتا ہے اور جلن نکالتی ہے بشریٰ پر۔"

"کیوں 'پھر کوئی جھگڑا ہوا؟" عمران کچھ چونک کر بولا۔

"یہ کون سی نئی بات ہے۔ کوئی نہ کوئی مین میخ تو ماں بیٹی نکالتی رہتی ہیں۔ میں نے بشریٰ ہی سے کہہ رکھا ہے کہ بیٹا! تحمل سے برداشت کرلیا کرو۔ دو چار مہینوں یا سال بھر میں فوزیہ بی بی کا کانٹا بھی کسی نہ کسی طرح نکل ہی جائے گا۔ ماں اتاولی تو خوب ہو رہی ہے۔" ذکیہ کن اکھیوں سے لیپ ٹاپ کی اسکرین کی سائیڈ پر آئی نیم برہنہ لڑکیوں کے اشتہاروں کی تصویروں کو دیکھ کر بولیں۔

عمران بالکل بھی متوجہ نہیں تھا۔ وہ کھڑی ہو گئیں۔ پھر کچھ یاد آگیا۔

"وہ مجھے یاد آیا۔ بشریٰ کے ہمسائے سے جو رضوی صاحب کی دونوں بیٹیاں آئی ہوئی تھیں ' ابھی مشال کے فنکشن میں بجن کی طرف میں نے اشارے بھی کر کے بتایا تھا۔ تمہیں کیسی لگیں وہ دونوں؟"

"ہوں! کچھ خاص نہیں۔ دونوں نے اتنا میک اپ تھوپ رکھا تھا کہ رنگت کا کچھ ٹھیک سے اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا اور نیلے سوٹ والی تو اچھی خاصی آنٹی لگ رہی تھی۔ ابھی سے ان کا یہ حال ہے تو شادی کے بعد کا سوچیں۔ اور دوسری بالکل سوکھی لڑکی۔ کچھ عجیب سی نہیں لگیں آپ کو؟" عمران منہ بگاڑ کر بولتا چلا گیا۔ ذکیہ کچھ مایوس سی ہو گئیں۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا' کیسے یہ معاملہ حل ہو گا بھلا۔ تمہارے بینک میں ایسی ایسی فیشن ایبل خوب صورت لڑکیاں کام کرتی ہیں ہم کیوں نہیں دیکھ لیتے کوئی اچھی فیملی کی مناسب لڑکی؟"

"امی! میں وہاں کام کرنے جاتا ہوں لڑکیاں تاڑنے نہیں۔ یوں بھی یہ بینکوں' دفتروں میں کام کرنے والی لڑکیاں ماں باپ کے ہاتھوں سے نکلی ہوتی ہیں' ان سے گھر نہیں بسا کرتے۔ شتر بے مہار سی ہوتی ہیں۔ سچی بات ہے' مجھے ایسی لڑکیاں پسند بھی نہیں۔" عمران! بغیر لگی لپٹی رکھے بولا تو ذکیہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"یہ تو ہے۔ وہ تو خالہ کلثوم بھی تین چار رشتے ایسے لے کر آئیں کہ لڑکی نوکری کرتی تھی۔ میں نے اسے منع کر دیا کہ بھئی! ان نوکری کرنے والیوں سے گھروں میں بندھ کر نہیں بیٹھا جاتا۔ ہمیں تو ایسی بہو چاہیے جو گھر کو سنبھالے' چلائے۔ اپنی سلیقہ مندی اور سگھڑپن سے شوہر اور ساس کے دل میں جگہ بنائے' نہ کہ اپنی تنخواہ اور نوکری کا رعب ہم پر جمانے لگے۔ شکر ہے' کلثوم بی بی سمجھ گئیں۔ دوبارہ ایسا رشتہ نہیں لے کر آئیں۔ چلو اللہ کچھ بہتر ہی کرے گا۔ میں پہلے عشا کی نماز پڑھ لوں۔ آج تو دیر بھی بہت ہو گئی۔ تھکاوٹ سے جی سستی کرنے لگا ہے' مگر نماز پڑھے بغیر نیند کہاں آئے گی مجھے۔ سو جانا تم بھی جلدی۔" وہ کہتے ہوئے چلی گئیں۔

☼ ☼ ☼

فوزیہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی اپنا میک اپ اتار رہی تھی۔

نسیم بیگم تسبیح ہاتھ میں لیے منہ میں پڑھتی بستر کی طرف بڑھ گئیں۔

"اپنی سمدھن صاحبہ کی شوبازی دیکھی تھی آپ نے؟" فوزیہ شیشے میں ماں کو دیکھ کر جتانے والے انداز میں بولی۔

"شروع سے عادت ہے اس کی تو کوئی نئی بات تھوڑی ہے یہ۔ کیسے پانی پڑ گیا اس پہ۔ جب ہم نے بھی ڈنکے کی چوٹ پر ٹکے دیے۔ اس کے تو وہم گمان میں نہیں تھا کہ بازی ہمارے ہاتھ جائے گی۔" نسیم بیگم اپنے سینے پہ پھونک مارنے کے بعد تسبیح مٹھی میں لپیٹ کر ٹھٹھا مار کر ہنسیں۔

"دفع کریں بار' واری' اچھا خاصا خرچ ہو گیا امی! آپ نے میری چین اٹھا کر دے دی مشال کے لیے۔ میرا تو بہت دل برا ہو رہا ہے۔"

"پاگل ہے تو تو۔ ایک آدھے تولے کی چین دے کر عدیل سے چار تولے کا سیٹ نہ اس مہینے نکلوایا تو میرا نام بدل دینا۔"

"اتنے اچھے بھیا جان... بھابھی بیگم اشارہ کریں گی تو ہی جیب کی طرف ہاتھ جاتا ہے ان کا۔" فوزیہ چڑ کر بولی۔

"بشریٰ بی بی کو جتنے بھی چلتر آتے ہوں۔ ابھی وہ عدیل کی ماں کے برابر نہیں ہو سکتی' عقل اور ذہانت میں۔" نسیم بیگم فخر سے بولیں۔

"اچھا امی... وہ کیسے؟" فوزیہ مشتاق سی ماں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"تو دیکھتی جا اور مجھے تو سچ میں آگ لگی ہے فوزیہ! عدیل کی ترقی کیا ہوئی' بشریٰ نے کیسے بیٹی کی سالگرہ کا فنکشن اٹھا لیا۔ وہ بھی اتنے کھلے ہاتھوں سے۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا' ورنہ اس عدیل کو تو میں اچھی طرح سمجھا دیتی بے وقوف کیسے اپنا نقصان کیے جا رہا ہے۔ بیوی کو سیٹ بھی لے کر دیا ہے۔ تجھے معلوم ہے؟"

"کیا؟ آپ کو کس نے بتایا؟" فوزیہ کو جیسے کرنٹ لگا۔

"جانتی تھی میں۔ کل شام میں یوں ہی بشریٰ کو چائے کا کہنے گئی تو عدیل آفس سے آیا ہی تھا اور بشریٰ کو سیٹ کھول کر دکھا رہا تھا۔ دونوں نے مجھے نہیں دیکھا' مگر میں نے سب سن لیا' کیسے وہ بیوی کے گن گاتے ہوئے اسے تحفہ دے رہا تھا جیسے قلوپطرہ ہو کہیں کی۔"

شائع ہو گئے ہیں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو	راحت جبیں	قیمت: 225 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں	فائزہ افتخار	قیمت: 500 روپے
☆ محبت بیاں نہیں	لبنیٰ جدون	قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔" فوزیہ بے حد رنج سے بولی۔
"میں خود حق دق رہ گئی تھی۔ تمہیں بتاتی تو تم اور دل برا کرتیں' بلکہ میں نے کچھ دیر بعد خود ہی جا کر دونوں کو مبارک باد دے دی۔" نسیم گہرا سانس لے کر بولیں۔
"امی!" فوزیہ جیسے ابھی رو دینے کو تھی۔
"پگلی! غم نہ کر۔۔۔ جو گڑ سے مرے' اسے زہر نہیں دیتے۔"
"کیا مطلب؟"
"ابھی ہمارا وقت ہے۔ سمجھا کر۔" نسیم اس کا ہاتھ دبا کر نرمی سے بولیں۔
"میں ابھی بھی نہیں سمجھی۔ کیا مطلب ہے آپ کی اس مصلحت پسندی کا' بلکہ بزدلی کہنا چاہیے مجھے تو۔" فوزیہ تپ کر بولی۔
"تیرا رشتہ کہیں اچھی جگہ ہو جائے۔ دونوں کو رام رکھیں گے تو تیرے رشتے کے لیے دو ڑ دھوپ کرتے رہیں گے۔ آئے دن مہمانوں کی خاطر تواضع کے علاوہ تیرے لیے اتنا اعلا جہیز بنا رہی ہوں تو اسی مصلحت پسندی کی وجہ سے۔ یہ ضروری ہے بیٹا!"
"اچھا! آپ کے خیال میں اگر آپ اس بشریٰ بی بی کے آگے پیچھے نہیں پھریں گی اس کی اور عدیل کی خوشامد نہیں کریں گی تو کیا وہ یہ سب نہیں کریں گے؟"
"کریں گے تب بھی' مگر بُرے دل اور بگڑے منہ کے ساتھ۔ اس سے آنے والوں پر اچھا اثر نہیں پڑے گا۔ اس بشریٰ کو ہی آگے بڑھ کر ملنا ہوتا ہے۔ میں کبھی بیمار کبھی کچھ۔ ایسے میں بشریٰ اور عدیل سے بنا کر رکھنا بہت ضروری ہے فوزیہ!" نسیم نے سمجھایا۔
"آپ کریں اس کی خوشامد اور منتیں۔ مجھ سے یہ سب نہیں ہو سکتا۔ کیوں کروں یہ؟ میرا حق ہے یہ سب وصولنا۔ بشریٰ بی بی کو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اس گھر میں آئے اور وہ مالکن بن جائے اور ہم نوکر تو امی! ایسا تو میں ہونے نہیں دوں گی۔" وہ غصہ میں بولتی بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ نسیم بیگم نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا' مگر پھر فوزیہ کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئیں اور لیٹ کر تسبیح پر کچھ پڑھنے لگیں۔

☆ ☆ ☆

چلو مشال! رکھو۔۔۔ باقی کے گفٹس صبح کھول کر دیکھ لینا۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ صبح پھر اٹھو گی نہیں تم جلدی۔" بشریٰ' مشال کے آگے پڑے گفٹس ہٹاتے ہوئے بولی۔
"نہیں مما! مجھے ابھی دیکھنا ہے سب۔ پلیز مجھے دیکھنے دیں نا!" مشال متجسس نظروں سے پیکٹس کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"جان! بولا ہے نا صبح دیکھ لینا۔ اب بہت ٹائم ہو گیا۔ بابا بھی تھکے ہوئے ہیں۔ ہمیں بھی آرام کرنا ہے۔" بشریٰ سمجھاتے ہوئے تحفے اٹھا کر الماری میں رکھنے لگی۔
مشال منہ بنا کر بیٹھ گئی۔
"مجھے ابھی نہیں سونا۔ آپ دونوں سو جائیں۔"
"بری بات مشال! اب تم مجھ سے ڈانٹ کھاؤ گی؟" بشریٰ ذرا سختی سے بولی۔
"کوئی میری گڑیا کو ذرا سا بھی ڈانٹ کر دکھائے۔ پاپا اچھی طرح نپٹ لیں گے اس سے۔ کیوں جان پاپا۔" عدیل باتھ روم سے نکل کر مشال کو ساتھ لپٹاتے ہوئے پیار سے بولا۔

"حد ہے عدیل! لاڈ پیار کی بھی۔ اتنا نہ اسے سر چڑھائیں کہ پھر اتارنا مشکل ہو جائے۔" بشریٰ کچھ چڑ کر بولی۔
"کیوں اتاریں گے اسے ہم۔ ہماری آنکھ کا تارا ہے ہماری بیٹی۔"
"آئی لو یو پاپا۔" مشال باپ سے چمٹ کر پیار کرتے ہوئے بولی۔
"لو یو ٹو جان!" عدیل نے بھی اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔
"بس بھی کریں اب۔ تھک گئی ہوں میں صبح پانچ بجے کی اٹھی ہوئی ہوں' بارہ بجنے کو ہیں۔" بشریٰ کو غصہ آ گیا۔
"تو بھئی' آپ لیٹ جائیں نا بیگم صاحبہ! آپ کو کس نے منع کیا ہے۔ اب ہم اپنی پیاری سی بیٹی سے دو گھڑی بات بھی نہ کریں۔" عدیل مشال کو اسی طرح ساتھ لگائے بیٹھا تھا۔
بشریٰ بیڈ پر جگہ بنا کر نیم دراز ہو گئی۔
"پاپا! دادو نے کتنی اچھی چین دی ہے۔" مشال نے باپ کو چین دکھاتے ہوئے کہا۔
"اچھا تو کیا نانو کا گفٹ اچھا نہیں تھا؟" بشریٰ نے فوراً ٹوک کر کہا۔
"وہ بھی بہت اچھا ہے' ہے نا پاپا!" مشال جلدی سے بولی۔
"ویسے عدیل! ہماری بیٹی بڑی ہو کر کہیں پالی ٹیشن (سیاست دان) تو نہیں بنے گی؟" بشریٰ نے ہنس کر کہا۔
"جی نہیں! میری گڑیا کا دل بہت بڑا ہے' سب سے پیار کرتی ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں اسے احساس ہے کہ کسی کو ہرٹ نہیں کرنا' اسی لیے تو مجھے اس پر اتنا پیار آتا ہے۔" عدیل نے مشال کو پیار کیا۔
مشال وہیں لیٹ گئی۔
"مشال! جا کر اپنے بیڈ پر لیٹو بیٹا۔ ورنہ یہیں سو جاؤ گی تو تمہیں بیڈ پر کون لٹا کر آئے گا۔" اسے آنکھیں بند کرتے دیکھ کر بشریٰ نے جلدی سے کہا۔
"میں لٹا آؤں گا۔ سونے دو اسے۔ اس کا دل چاہ رہا ہے آج پاپا کے پاس سونے کو۔" عدیل' مشال کے بال سمیٹتے ہوئے بولا۔
"پتا ہے عدیل! وہ آنٹی شاکرہ آج کیا کہہ رہی تھیں۔" بشریٰ کو ایک دم یاد آیا۔
"کیا۔" عدیل نے بے دھیانی سے کہا۔
"کہہ رہی تھیں' ان کی نند کی بیٹی نے کسی گائناکالوجسٹ کو دکھایا ہے۔ آٹھ سال ہو گئے تھے پہلے بچے کو۔ اب اس ڈاکٹر کے علاج سے دوبارہ اللہ کی رحمت ہوئی ہے۔ تم بھی اسی ڈاکٹر کو دکھاؤ جا کر۔ میں تمہیں اس کے کلینک کا بتا دوں گی اپنی نند سے پوچھ کر۔ کہہ رہی تھیں' مشال بڑی ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا بھائی تو ہونا چاہیے نا کوئی۔"
"ہوں!" عدیل نے جمائی لی۔
"تمہارا دل نہیں چاہتا اب ہمارا دوسرا بچہ بھی ہو؟"
"کیوں نہیں چاہتا یار! اب اللہ کو منظور نہیں فی الحال تو کیا کریں اور ہمیں جو اللہ نے اتنا پیارا تحفہ دے رکھا ہے' اس کی قدر کیوں نہ کریں۔"
"وہ تو ٹھیک ہے عدیل! مگر اب دوسرا بچہ ہو جانا چاہیے۔ امی بھی آتے جاتے سب کو کہتی ہیں کہ مشال کو پیدا کر کے جیسے بشریٰ نے تو دنیا فتح کر لی۔ دوسرے بچے کا نام نہیں لیتی۔ اب انہیں کیا بتاؤں میں۔ کتنا علاج کروایا ہے میں نے۔" اس کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی۔
"جان! تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔ اللہ جانتا ہے ہمارے بارے میں سب۔ ہم نے کوئی علاج چھوڑا تو نہیں۔ اب اگر اس کے گھر میں دیر ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔" عدیل اس کی آنکھیں صاف کر کے نرمی سے بولا۔
"ویسے میں نے شاکرہ آنٹی سے ان کی نند کا فون نمبر لے لیا ہے۔ کل کسی وقت فرصت میں فون کر کے ساری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تفصیل پوچھوں گی۔اب ہمیں اور دیر نہیں کرنی چاہیے' ورنہ تو بہت مشکل ہوتا جائے گا اور پتا ہے' یہ مشال. میری اسکول سے آکر جان کھاتی ہے کہ اس کی سب فرینڈز کے بہن بھائی ہیں تو میرے کیوں نہیں۔ ہر بار اسے کہتی ہوں کہ آپ بس دعا کریں اللہ تعالیٰ سے تو وہ آپ کو بہن بھائی ضرور دے گا۔اب تو الجھنے لگی ہے کہ ماما میں اتنے دنوں سے ہر وقت دعا کرتی رہتی ہوں' پھر اللہ تعالیٰ میرا بھائی کیوں نہیں دے رہا۔" بشریٰ حسرت بھرے لہجے میں بولی۔

"ہو جائے گا بچہ بھی۔ فکر نہیں کرو تم۔ایک ڈاکٹر کا مجھے سمیع نے بھی بتایا ہے۔اس سے ـــ مکمل معلوما ۔ لے کر وہاں بھی چلیں گے۔اب سو جاؤ۔ بہت وقت ہو گیا ہے۔ صبح پھر اٹھا نہیں جائے گا۔" وہ لیٹتے ہوئے بولا۔ بشریٰ خاموشی سے کچھ سوچ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کتنے پیسے چاہئیں آپ کو امی!" عدیل نے چائے کا کپ رکھتے ہوئے ماں سے پوچھا۔بشریٰ' نسیم بیگم کے آگے ناشتا رکھ رہی تھی۔

"کم از کم دس پندرہ ہزار تو ہوں۔ تمہیں تو معلوم ہے' آج کل کراکری کتنی مہنگی ہوتی ہے۔ابھی تو دو سیٹ ہی لوں گی۔باقی واٹر سیٹ' ٹی سیٹ' وغیرہ بعد میں دیکھ لوں گی۔" نسیم بیگم تفصیل بتانے لگیں۔عدیل بے چارگی سے بشریٰ کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب دیکھو نا! تھوڑا تھوڑا کر کے بنا رہی ہوں فوزیہ کے لیے میں' پھر بھی ابھی کچھ نہیں ہوا۔ تھوڑے سے بستر بنے ہیں اور کچھ برتن۔ سونا ہی اتنا مہنگا ہوا جا رہا ہے۔میں تو کہتی ہوں تم مجھے تھوڑی تھوڑی رقم دیتے جاؤ تو بس ساتھ ساتھ تھوڑا زیور بھی بناتی جاؤں گی۔ایک دم کہیں رشتہ طے ہو گیا تو فرنیچر اور دوسرے ضروری سامان کے لیے اچھی خاصی رقم چاہیے ہوتی ہے۔کھانا وغیرہ تو ایک طرف' کیوں بہو؟" نسیم نے بشریٰ سے تائید چاہی۔

"جی امی!" بشریٰ کو سر ہلانا پڑا۔

"امی! ابھی تو دس ہزار نہیں ہیں میرے پاس۔" عدیل بہت مشکل سے بولا۔

"کیوں میں نے تو پچھلے ہفتہ سے تمہیں کہہ رکھا تھا' سالگرہ سے بھی پہلے کا۔" نسیم جتاتے ہوئے انداز میں تحمل سے بولیں۔

عدیل سے فوری طور پر کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

"میں تو سمجھی تمہارے نزدیک میری بات کوئی ویلیو رکھتی ہوگی۔ تم سالگرہ کا خرچ نکال کر ماں کی کہی رقم الگ سے نکال رکھو گے' مگر شاید تم بھول گئے تھے نا!" نسیم پھر سے جتا کر بولیں۔

عدیل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"دیکھو عدیل بیٹے! برا نہیں ماننا۔ یہ سالگرہ جیسی مغربی رسمیں ہماری زندگی کا ضروری حصہ نہیں۔ اگر تم ایک سال بیٹی کی سالگرہ دھوم دھام سے نہیں مناؤ گے تو کچھ فرق نہیں پڑے گا' لیکن اگر اکلوتی بہن کو تم خالی ہاتھ بھیجو گے تو دنیا ہمیں لعن طعن کرے گی ہی' میری اس یتیم بیٹی کا جینا حرام کر دے گی۔ آج کو اس کا باپ زندہ ہوتا کیا اس کی شادی کے معمولی خرچوں کے لیے مجھے یوں تمہارے آگے ہاتھ پھیلانے پڑتے۔" نسیم بیگم کی آواز رندھ گئی۔

"تم بھی تو باپ ہو بیٹی کے۔ کس چاؤ سے ہر سال اس کی سالگرہ مناتے ہو۔ آدھا شہر تو اس دفعہ بلا لیا۔اس یتیم بچی کا باپ اگر زندہ ہوتا تو کیا اس کی خوشیاں نہ مناتا۔" وہ دوپٹا منہ کے آگے رکھ کر رونے لگیں۔بشریٰ کے چہرے

پر غصہ کے ساتھ ساتھ خجالت بھی تھی۔وہاں سے چلی گئی۔

عدیل نے والٹ نکال کر کچھ نوٹ نکالے۔

"امی! فی الحال یہ سات ہزار ہیں۔یہ رکھیں۔باقی میں شام میں دے دوں گا۔ مجھے دیر ہو رہی ہے آفس سے ۔میں اب چلوں۔"

"تم ابھی یہ بھی اپنے پاس ہی رکھو' بلکہ یوں کرو اپنی بیوی کو دے جاؤ اور اس سے کہو وہ خود جا کر نیند کے لیے تھوڑے بہت برتن لے لے۔جو اس غریب کے نصیبوں میں ہوگا' اسے مل جائے گا۔یہ نہ ہو میرا ہاتھ کھل جائے اور میں فضول خرچی کر آؤں تو تمہاری بیوی تمہیں خود سے قیمتیں بتانے لگے چیزوں کی اور تمہارا دل مجھ سے برا ہو جائے۔" نسیم نے پیسے اس کے آگے رکھ دیے۔

"امی! کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ ـــ میں بشریٰ کی باتوں میں کیوں آنے لگا اور آپ فوزیہ کو ساتھ لے جائیں۔ جو بھی خریدنا ہو' اس کی پسند کا خرید لیں۔میں کچھ دنوں میں آپ کو اور رقم بھی دوں گا۔پھر آپ کو جو خریدنا ہوگا' وہ بھی خرید لیجئے گا۔" عدیل ماں کا کندھا دبا کر رقم ان کی جھولی میں رکھتے ہوئے سعادت مندی سے بولا۔

"اور وہ جو میں نے تم سے فوزیہ کے لیے سونے کے سیٹ کا کہا تھا؟" نسیم نے موقع غنیمت جان کر یاد دہانی کروائی۔

عدیل لمحہ بھر کو سوچ میں پڑ گیا۔

"یہ سالگرہ تو اچھی خاصی مہنگی پڑ گئی۔" وہ دل میں جھلا کر رہ گیا۔"امی کو بھی سارے بھولے بسرے خرچ یاد آ رہے ہیں۔"

"وہ بھی ہو جائے گا۔ آپ بس دعا کریں فوزیہ کا اچھی جگہ رشتہ ہو جائے۔پھر دیکھیے گا' میں ہر خرچا کیسے ہنسی خوشی پورا کرتا ہوں۔ میری اکلوتی بہن کی خوشی ہے میں خیال نہیں رکھوں گا تو اور کون رکھے گا ـــ اور پلیز! آپ اس طرح کی باتیں نہیں سوچا کریں۔مجھے مشال بعد میں ہے' فوزیہ پہلے ہے۔ابا نہیں رہے تو کیا ہوا میں جو ہوں سب کچھ کرنے کے لیے۔ آپ کوئی بھی ٹینشن نہ لیں ورنہ پھر آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" وہ ماں کے پاس بیٹھ کر انہیں تسلی دیتا چلا گیا۔

اور کچن میں کام کرتی بشریٰ جل بھن کر رہ گئی۔

"ایک نمبر کی ڈرامے باز ہیں دونوں ماں بیٹی۔ مل کر بیٹے کو الو بناتی ہیں اور یہ عدیل ایسے بے وقوف بنتے ہیں جیسے ان دونوں کی چالاکیوں کو جانتے نہیں۔ دیکھ لوں گی میں بھی' کیسے یہ دونوں ماں بیٹی اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوتی ہیں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے برتن دھونے لگی۔

☼ ☼ ☼

"ٹھیک ہے امی! میں کوشش کروں گی شام میں آنے کی۔اب عدیل کے آنے پہ ہے۔اگر وہ جلدی آجاتے ہیں تو ہی میں آسکوں گی نا!" بشریٰ فون پہ ذکیہ سے کہہ رہی تھی۔

"تو بیٹا! یہ تو کوئی مسئلہ نہیں۔اگر تم کہو تو میں عمران کو بھیج دیتی ہوں۔وہ آفس سے آتے ہوئے تمہیں اور مشال کو پک کر لے گا۔رات کا کھانا میری طرف ہی کھانا۔عدیل بھی بعد میں آجائے گا۔" ذکیہ محبت سے بولیں۔

"نہیں امی! آپ کو پتا تو ہے ورکنگ ڈیز میں عدیل کو رات دیر تک باہر رہنا بہت ناپسند ہے۔پھر ان کی اماں جان ہیں یوں بولا' جائیں گی جیسے عدیل دودھ پیتا بچہ ہو اور اسے صبح اسکول جانے سے دیر ہو جائے گی۔" بشریٰ چڑے ہوئے لہجے میں بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ماں ہے نا۔ یوں محبت نہیں دکھائے گی تو کیا اس عمر میں بیٹے کو ہاتھ سے گنوائے گی۔" ذکیہ تمسخرانہ لہجے بولیں۔

"ٹھیک کہتی ہیں امی! یقین کریں جتنے پینترے یہ دونوں ماں بیٹی بدلتی ہیں عدیل کو مٹھی میں کرنے کے لیے، میں آؤں گی تو بتاؤں گی۔" بشریٰ دکھی لہجے میں بولی۔ اسے صبح والا منظر یاد آگیا تھا۔

"میری بچی! میں جانتی ہوں، تم کیسے ان دونوں چالبازوں کے درمیان گزارہ کر رہی ہو۔ یہ تمہارا صبر ہی تو ہے جو تمہیں شوہر کے دل کی ملکہ بنائے ہوئے ہے، ورنہ کوئی اور ہوتی تو دوسرے دن عدیل کو ان ماں بیٹی کا اصل چہرہ دکھا کر کہیں الگ گھر لے چکی ہوتی۔" ذکیہ بیٹی سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے بولیں۔

"پھر تم آرہی ہو ناں شام میں؟" انہیں پھر سے فون کرنے کا مقصد یاد آیا۔

"دیکھو! بڑی اچھی لڑکی ہے۔ پڑھی لکھی، گرہستن اور سب سے بڑھ کر خوب کھاتے پیتے لوگ ہیں اور خاندان بھی نیک، شریف۔ اب بتاؤ اور کیا چاہیے۔ ایسی لڑکی کو تو ہاتھ سے نہیں نکلنا چاہیے بشریٰ!"

"وہ امی! آپ کی بات ٹھیک ہے، مگر مجھے پہلے عدیل کو فون کر لینے دیں۔ پتا نہیں وہ مانتے بھی ہیں یا نہیں۔"

"اتنا بھی عدیل کی مرضی پر نہ چلو کہ تمہاری اپنی کوئی خوشی ہی نہ رہے۔ ظاہر ہے اب بھائی کے لیے تم تھوڑی دوڑ دھوپ نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا۔ ابھی تو میری ہڈیاں کچھ کام کر رہی ہیں تو میں ساتھ لگی ہوں۔ کل کو خدا نخواستہ مجھے کچھ ہو گیا تو....."

"امی! پلیز ایسی باتیں نہیں کریں۔ اللہ آپ کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ میں عدیل کو فون کر کے کہتی ہوں کہ میں عمران کے ساتھ جا رہی ہوں امی کی طرف۔ وہ رات میں مجھے آکر لے جائیں۔ ٹھیک ہے نا۔" بشریٰ کو شاید ماں کی بات بُری لگی کہ عدیل کے آگے اس کی ذرا سی بھی مرضی نہیں چلتی۔

"بالکل صحیح..... اور سنو! اپنا وہ سالگرہ والا سوٹ پہن لینا اور سیٹ بھی وہی جو عدیل نے تمہیں بنوا کر دیا ہے۔ ذرا لڑکی والوں پر اچھا امپریشن پڑے گا۔ ماشاء اللہ سالگرہ میں میری بچی اتنی پیاری لگ رہی تھی اور وہ فوزیہ..... جیسے دس سالوں کی بیاہی ہوئی۔ شکل سے ہی پکا پن جھلکنے لگا ہے اب تو۔ کہیں اس کے رشتے کی بات چلی؟" ذکیہ نے کریدا۔

"لگی تو ہوئی ہیں دونوں۔ آئے دن رشتہ کرانے والیوں کی جیبیں گرم کرتی رہتی ہیں۔ پھر بھی بات نہیں بن رہی اس کی شادی تک عدیل کو کنگال کر دیں گی دونوں۔"

"اللہ نہ کرے۔ چلو! تم تیاری کرو۔ میں عمران کو فون کر کے کہہ دیتی ہوں۔"

"مشال سو رہی ہے۔ میں اٹھاتی ہوں ابھی اللہ حافظ۔" کہہ کر فون بند کر کے وہ سوئی ہوئی مشال کو دیکھنے لگی۔

"نہیں یار! یہ بہت مشکل کام ہے۔ تمہیں پتا ہے گھر آنے کے بعد میرا کہیں اور جانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ تم آنٹی سے کہتیں کہ وہ یہ سلسلہ کسی اور دن کے لیے اٹھا رکھتیں۔" عدیل آفس میں کام کر رہا تھا، جب بشریٰ کی کال آئی تھی۔

"عدیل! میں نے پہلے ہی امی سے یہ بات کی تھی کہ آپ کو ورکنگ ڈیز میں اتنی دیر تک گھر سے باہر رہنا پسند نہیں، مگر امی بے چاری بھی مجبور ہیں۔ لڑکی بہت اچھی ہے اور رشتہ کرانے والی آنٹی بتا رہی تھیں کہ اس کے دھڑا دھڑ رشتے آرہے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ ہمیں دیر ہو جائے۔" بشریٰ نے اسے صورت حال کی سنگینی بتائی۔

"اب ایسی بھی آگ نہیں لگی کہ دو تین دن میں اس کا رشتہ ہی کہیں ہو جائے۔" عدیل بے زاری سے بولا۔

"عدیل! آپ کو میرے ساتھ نہیں چلنا تو صاف انکار کر دیں۔ ظاہر ہے، آپ کو آپ کی امی کچھ کہیں گی تو ان کو تو آپ انکار نہیں کر سکیں گے، لیکن جو میں کہوں گی، وہ ایک دم فضول، بیکار، بے معنی ہوتا ہے آپ کے نزدیک۔" بشریٰ پھٹ پڑی اور آواز بھی رندھ گئی۔

"بھئی! میرا یہ مطلب تھوڑی تھا..... چلو ٹھیک ہے! تم عمران سے کہو، وہ آکر تمہیں لے جائے۔ ورنہ مجھے آفس میں اگر دیر ہو گئی تو۔"

"آپ ٹینشن نہیں لیں۔ وہ غریب ہی مجھے واپس ڈراپ بھی کر جائے گا۔ ظاہر ہے، اس کا کام ہے تو سزا بھی وہ ہی بھگتے گا آنے جانے کی۔ آپ اپنا کام کریں۔ میں چلی جاؤں گی، اللہ حافظ۔" اس نے ناراضی سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

"میرے تو کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ ان عدیل صاحب کی نظروں میں۔" بڑبڑاتے ہوئے باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

بشریٰ نے تیار ہو کر آئینے پر نظر ڈالی اور مطمئن ہو کر مسکرائی۔ تب ہی مشال خوب صورت فراک پہنے اپنی گڑیا ہاتھ میں پکڑے چلی آئی۔

"مما! میں اسکول بیگ بھی لے لوں۔ اگر ہمیں نانو کی طرف رات رہنا ہو تو؟" وہ بھی ماں کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ارے نہیں دادی اماں! ہم رات رہنے نہیں جا رہے۔ رات میں ماموں ہمیں واپس چھوڑ جائیں گے۔" بشریٰ جلدی سے اپنا ہینڈ بیگ چیک کرنے لگی۔

"مما! یو لک سو پریٹی۔" وہ بے اختیار ماں سے لپٹ کر بولی۔

"میری جان! تھینکس..... یو ٹو ویری پریٹی مائی لو۔" بشریٰ بھی بیٹی کو پیار کرنے لگی۔

"مما! پاپا نہیں آئیں گے نانو کی طرف؟" اسے ماں کی بات یاد آئی تو پوچھنے لگی۔

"بیٹا! آپ کے بابا کا موڈ ہوا تو آجائیں گے۔ ورنہ ہمیں ماموں ڈراپ کر جائیں گے۔ تم نے ہوم ورک مکمل کر لیا تھا نا مشال؟"

"یس مام! بس ٹیسٹ واپس آکر ایک بار دہرا کر لوں گی۔ میتھس کا ٹیسٹ ہے کل۔" مشال سر ہلا کر بولی۔

"چلو! پھر تو ٹھیک ہے۔" فون بجنے پر اس نے فون اٹھاتے ہوئے کہا۔ ذکیہ کا فون تھا۔

"عمران ابھی آرہا ہے تمہیں لینے کے لیے۔ اس کا فون آیا تھا کہ امی! میں نکلنے لگا ہوں تو آپ بشریٰ آپی کو فون کر کے بتا دیں۔ تم تیار ہو گئی ہو ناں بشریٰ!"

"جی امی! میں بالکل تیار ہوں اور مشال بھی۔ مشال چلے گی نا لڑکی والوں کی طرف ہمارے ساتھ؟" اسے جیسے یاد آیا۔

"ہاں! چلی چلے گی یا دل کرے گا تو ماموں کے پاس ہی رک جائے گی۔" ذکیہ بولیں۔

"چلیں! پھر میں آتی ہوں تو بات کرتے ہیں اللہ حافظ۔" بشریٰ نے فون بند کر کے آخری بار اپنا جائزہ لیتے ہوئے دوپٹا اٹھایا۔

"ہمیں کہاں جانا ہے نانو کی طرف جا کر؟" مشال ماں کی تیاری کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھے جا رہی تھی۔

"عمران ماموں کی دلہن دیکھنے۔ چلو گی ہمارے ساتھ؟" بشریٰ اس کے گال پر ہلکی سی چٹکی کاٹ کر بولی۔

"میں تو ضرور جاؤں گی۔" وہ فوراً تیار ہو گئی۔

"اور ماموں کے پاس گھر میں نہیں رکو گی؟" بشریٰ نے کہا۔

"جی نہیں! میں دلہن دیکھنے جاؤں گی۔ اب چلیں نا مما!" وہ بے چین ہو کر بولی۔

"ہاں! چلو ماموں آتے ہی ہوں گے۔" وہ مشال کو ساتھ لے کر باہر نکلی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے! فکر کی کوئی بات نہیں۔ دو گھنٹے تو ابھی ہیں نا۔ تم انہیں کہلوا دو۔ میں سب انتظام کرلیتی ہوں۔" نسیم کسی سے فون پر بڑے انہماک سے بات کررہی تھیں۔

"اچھا۔۔۔ یہ تو اچھی بات ہے۔ تم لے آؤ انہیں۔ ہم انتظار کررہے ہیں۔" وہ پرجوش لہجے میں بولیں۔

"ہاں ہاں! فکر ہی نہ کرو۔ اس بار جو کچھ تم بتا رہی ہو۔ تمہارے منہ میں گھی شکر۔ کمی نہیں ہوگی دیکھنا! میری طرف سے کچھ بھی۔ بس تم پہنچنے کی کرو اللہ حافظ۔" نسیم نے پرجوش انداز میں فون بند کردیا۔

اور کچھ بولتے ہوئے بشریٰ کے تیار حلیے کو دیکھ کر لمحہ بھر کو جیسے گنگ سی ہوگئیں۔

"دادو! ہم ماموں کی دلہن دیکھنے جارہے ہیں۔ میں بھی جاؤں گی مما اور نانو کے ساتھ۔۔۔ میں اچھی لگ رہی ہوں نا اس فراک میں دادو!" مشال فوراً دادی کی گود میں بیٹھ کر لاڈ سے بولی۔

"دادو کی جان پری لگ رہی ہے کہیں نظر نہ لگ جائے۔" دادی فوراً پوتی کا منہ چوم کر بولیں۔

"وہ امی! میں ذرا امی کی طرف جارہی تھی۔ عمران مجھے لینے آرہا ہے۔ عمران کے لیے کوئی لڑکی دیکھنے جارہے ہیں ہم۔" بشریٰ نے سنبھلے ہوئے لہجے میں رک رک کر کہا کیونکہ نسیم کی کچھ دیر پہلے ہونے والی فون پر بات چیت اسے کچھ کھٹک سی گئی تھی۔

"کسی سے پوچھنے بتانے یا اجازت لینے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تم نے؟" نسیم کیٹیلے لہجے میں اس پر سخت نظریں گاڑ کر بولیں۔

"وہ امی! میں نے عدیل کو بتادیا تھا۔"

"تمہارے خیال میں اس گھر میں صرف عدیل رہتا ہے؟" وہ کڑے لہجے میں بولیں۔

بشریٰ کچھ لاجواب سی ہوکر رہ گئی مشال کبھی ماں کو دیکھتی کبھی دادی کو۔

"دادو آپ۔۔۔" اس نے دادی کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"جاؤ! تم اندر جاکر کمرے میں کھیلو۔" دادی نے اسے جھڑک دیا۔

مشال کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

"مشال! آپ روم میں چلو۔" بشریٰ اسے اشارہ کرکے بولی۔ وہ سست قدموں سے اندر چلی گئی اور دروازے کے پاس رک کر دیکھنے لگی۔

"امی! میں رات کو جلدی آجاؤں گی۔ عمران ہی مجھے ڈراپ کرجائے گا۔" وہ لہجے کو کچھ نرم کرکے بولی۔

"اب تم سے واپسی کی کون بات کررہا ہے؟ میں تو ابھی یہ تمہارے جانے کی بات کررہی ہوں۔ تم مجھے بتائے بغیر جارہی تھیں۔ یہ حیثیت ہے تمہاری نظر میں میری؟" نسیم کڑک کر بولیں۔

"نہیں امی! یہ بات نہیں۔ میں نے عدیل۔۔۔"

"ایک عدیل ہی تمہیں ملا؟ معصوم کاٹھ کا الو موم کی ناک جدھر چاہتی ہو گھما لیتی ہو۔ ہم تو بھیا نہ تین میں نہ تیرہ میں۔ تم ہمیں کیوں نہ جوتے کی نوک پر رکھو گی۔ خصم کے سر چڑھو ساس نند جائے جہنم میں۔" نسیم تو بھڑک ہی اٹھیں۔

بشریٰ گھبرا گئی۔ اسے ساس کے اتنے سخت ردِعمل کی توقع نہیں تھی بلکہ اسے یقین تھا کہ عدیل پہلے سے فون کرکے ماں کو اس کے جانے کا بتا چکا ہوگا۔

"امی! یقین کریں میں نے عدیل سے پوچھا اور یہ بھی کہا کہ آپ سے اجازت لے لیتی ہوں تو وہ کہنے لگے کہ امی سے میں خود بات کرلیتا ہوں۔ تم چلی جاؤ۔" اس نے اپنے دفاع کے لیے فراٹے سے جھوٹ گھڑا۔

"امی مٹی کی مادھو اللہ میاں کی گائے جس کو نہ بیٹا کسی شمار میں سمجھے نہ بہو کسی گنتی میں رکھے۔ اٹھے چھیلے

تیار ہوئے ——— کپڑے جھمکے چوڑیاں چڑھائیں۔ میک اپ تھوپا۔ اور منہ اٹھا کر چل پڑے۔ گھر نہ ہوگیا سرائے ہوگیا۔ جس کا نہ کوئی طور طریقہ نہ قانون۔" نسیم نے جیسے آج ہی سارے بدلے لینے کی ٹھان لی تھی۔ بشریٰ کو صاف نظر آگیا اس کا گھر سے جانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

"امی! میں جاؤں پھر پارلر؟ میں نے شفق کو فون کرکے بلوالیا ہے۔ وہ آرہی ہے میرے ساتھ جانے کے لیے۔ اسے بھی کچھ کام کروانا ہے اپنی اسکن کا۔" فوزیہ تیار حلیے میں عجلت بھرے انداز میں ماں کے پاس آکر بیگ کندھوں پر ڈالتے ہوئے بولی۔

"دو گھنٹے میں آرہے ہیں وہ لوگ۔ تمہیں اس سے پہلے گھر پہنچنا ہوگا۔" نسیم لہجہ بدل کر بیٹی سے متفکر لہجے میں بولیں۔

"امی! فکر نہ کریں 'مائی لک' والی شفق کی دوست ہے۔ وہ پہلے میرا ہی فیشل کرے گی۔ شفق نے اس سے بات کرلی ہے۔" فوزیہ ماں کو تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"اور یہ جھاڑ جھنکار سے بال بھی سیٹ کروالینا مگر ٹائم کا خیال رکھنا۔ ثریا انہیں دو گھنٹے میں لے کر پہنچ جائے گی۔ تم یوں کرو ناں اپنے کپڑے بھی ساتھ لے جاؤ۔ وہیں سے تیار ہوکر آجانا۔" نسیم کو خیال آیا۔

"ہاں! کپڑے تو میں نے رکھ لیے ہیں۔ وہیں سے تیار ہوآؤں گی۔ آپ مجھے پیسے تو دے دیں جلدی سے۔" وہ کچھ کوفت سے بولی۔ اس دوران میں اس نے بشریٰ کی طرف ایک بار بھی نظر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت کی نہ اسے درخور اعتنا ہی سمجھا۔

بشریٰ کسی مجرم کی طرح سزا کی منتظر دونوں کی گفتگو ختم ہونے کے انتظار میں کھڑی تھی۔

نسیم نے صبح والے عدیل کے دیے نوٹوں میں سے چار ہزار نکال کر فوزیہ کو دیے۔

"کافی ہیں نا یہ؟" نسیم بیٹی کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"امی! احتیاطاً پانچ ہی دے دیں۔ آج کل روز تو ہر چیز کا ریٹ بڑھا ہوتا ہے۔"

ماں نے سر ہلا کر ہزار روپیہ اور تھما دیا۔ تب ہی باہر ہارن بجا۔

"عدیل اس وقت گھر آگیا کیا؟" نسیم کچھ تشویش سے بولیں۔

"وہ امی! عمران ہے۔ مجھے اور مشال کو لینے آیا ہے۔"

"تو جاؤ! کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو میرا۔" وہ کرختگی سے بولیں۔

"وہ امی۔۔۔ آپ کی اجازت ہے نا؟"

"جوتی اٹھا کر میرے سر پر مارو۔ میری کیا مجال تمہیں روک سکوں۔" نسیم زور سے بولیں۔ "میں بیوہ میری بچی یتیم۔ تم میاں بیوی کے ٹکڑوں پر پڑے ہیں۔ اللہ نے خوشی کا موقع دکھایا۔ میری بچی کا رشتہ ہونے جارہا ہے اور بھاوج صاحبہ بن ٹھن کر بھیا کے لیے لڑکی پسند کرنے جارہی ہیں۔ انہیں اس یتیم نند کے رشتے کی کیا پروا۔ دو گھنٹے بعد مہمان آنے والے ہیں۔ میں بڑھیا خود ہی اٹھوں گی اور چائے چڑھا لوں گی۔ وہ ہی خالی رکھ دوں گی ان کے آگے۔ اس کے بعد میری بچی کے نصیب۔ رشتہ ہوتا ہے یا نہیں۔ تم جاؤ بی بی! تمہارے ہاتھ سے بھیا کا رشتہ نہ نکل جائے۔" نسیم دوپٹے کے پلو سے آنکھیں مسلنے لگیں۔

☆ ☆ ☆

"کتنی باتیں سنائی ہیں مجھے عمران نے گھر آکر۔ غریب وفتر سے جلدی اٹھ کر تمہیں لینے گیا۔ رستے میں زمانے بھر کی ٹریفک دھول مٹی کھاتا گیا اور تم نے دروازے ہی سے اسے موڑ دیا۔ شاباش بھئی! اچھا کیا بہت۔" ذکیہ فون

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پر غصے میں بشریٰ کو سنا رہی تھیں۔

"آپ بھی مجھے ہی سنائیے گا نسیم آنٹی نے جو کسر چھوڑ دی وہ آپ پوری کر دیں۔ آج انہوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے۔ اگر میں آجاتی آپ کی طرف تو امی! وہ مجھے ہمیشہ کے لیے آپ کے گھر بٹھا دیتیں۔ اتنے غصے اور طیش میں میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔" بشریٰ روہانسی ہو کر بولی۔

"بس یوں ہی چوہیا بن کر سسرال والوں کی جوتیاں سیدھی کرتی رہنا۔ مجھے کس شرمندگی سے لڑکی والوں کو منع کروانا پڑا۔ عمران کی باتیں سنیں۔ ماں کی عزت کی کوئی پروا نہیں تمہیں۔"

"امی! بس کریں' میں پاگل ہو جاؤں گی۔ پہلے ساس صاحبہ نے بھگو بھگو کر جوتیاں ماریں مجھے اور اب آپ شروع ہو گئی ہیں۔ ابھی وہ عدیل صاحب آئیں گے تو امی ان کے کان بھریں گی اور وہ آکر مجھ پر چلانا شروع کر دیں گے۔ میں تو جیسے انسان ہی نہیں ہوں۔ نہ میری کوئی عزت' نہ عزت نفس جس کا جو جی چاہتا ہے' سنا ڈالتا ہے۔ آپ کو جلدی ہے تو عمران کو لے جائیں ساتھ اور اسی کو لڑکی پسند کروالیں۔ شادی بھی تو اسی کی ہوتی ہے۔ اسے ہی لڑکی پسند کروائیں۔ خدا حافظ۔" اس نے روتے ہوئے فون بند کر دیا۔

"مما! دادو کہہ رہی ہیں' کچن کون دیکھے گا آکر۔ مہمان آنے والے ہیں۔" مشال اندر آکر ماں سے بولی۔

وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے روتی رہی۔

"مما! آپ رو رہی ہیں؟" مشال سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"نہیں! قہقہے لگا رہی ہوں۔ اندھی ہو' نظر نہیں آتا تمہیں؟" وہ الٹا اسے جھڑک کر بولی۔ مشال اور بھی سہم گئی۔

"مما۔۔۔ آپ مجھ سے غصہ ہیں؟" وہ بڑی بڑی سنہری آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی۔

مما کی جان! میں۔۔۔ آپ سے غصہ نہیں ہوں۔ اپنے نصیبوں کو رو رہی ہوں۔ اپنی جان سے میں کیوں غصہ ہوں گی۔ مت روئیں آپ۔" وہ فوراً" تڑپ کر مشال کو اپنے ساتھ لگا کر بولی۔

"آپ بھی تو رو رہی ہیں۔ دادو نے آپ کو ڈانٹا ہے نا اس لیے۔" مشال چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے ماں کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"میں پاپا کو بتاؤں گی کہ دادو نے آپ کو نانو کی طرف نہیں جانے دیا۔"

"تمہارے پتھر دل باپ پر کیا اثر ہونا ہے۔ وہ پہلے کون سا راضی تھے کہ میں ادھر جاؤں۔ انہیں تو خوش ہی ہونا ہے کہ نہیں گئی۔ اس گھر کے لیے میں اپنی جان بھی دے دوں تو بھی انہیں احساس نہیں ہوگا۔ یہ ہی کہیں گے میری نیت میں کھوٹ ہے۔"

"کیا ہوا بھئی؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ بن بادل ساون کیوں برس رہا ہے؟" عدیل خوش گوار موڈ میں کمرے میں داخل ہوا۔ بشریٰ کو روتے دیکھ کر ہنس کر بولا۔

"ارے! تم تو واقعی رو رہی ہو۔ کیا ہوا بشریٰ؟" وہ پاس آکر اس کا ہاتھ تھام کر تشویش سے بولا۔

بشریٰ نے اس کا ہاتھ جھٹکا اور باہر نکل گئی۔

"مشال جانو! ما کو کیا ہوا؟" عدیل پریشان ہو کر بولا۔

"دادو نے ڈانٹا ہے۔" مشال کچھ ڈر کر بولی۔

"وہ کیوں؟ لڑائی ہوئی ہے؟" عدیل چونکا۔

"نہیں! مما نے تو لڑائی نہیں کی۔ ہم تو تیار ہو کر نانو کی طرف جا رہے تھے' ماموں کی دلہن دیکھنے۔ ماموں ہمیں لینے بھی آگئے تھے۔"

"پھر گئے نہیں تم لوگ؟"

"دادو نے مما کو زور زور سے ڈانٹا اور کہا کہ بے شک چلی جاؤ۔ واپس بھی اپنی مرضی سے آنا اور پتا نہیں کیا کہا۔" وہ رک رک کر بولی۔

عدیل گم صم سا ہو گیا۔

"پاپا! اب ہم نانو کی طرف نہیں جائیں گے کیا؟" وہ باپ کا کندھا ہلا کر بولی۔

"نانو کا فون آیا تھا؟"

"ہاں! مما فون پر بات کرتے ہوئے رونے لگیں کہ سب ان ہی کو ڈانٹ رہے ہیں۔ نانو بھی اور دادو بھی۔ سب مما کو کیوں ڈانٹ رہے ہیں پاپا؟" وہ باپ کی پریشان شکل دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"نہیں بیٹا! کوئی نہیں ڈانٹ رہا انہیں۔"

"پاپا! آپ پریشان ہیں؟"

"نہیں میری جان! میں کیوں پریشان ہوں گا۔ پھوپھو کہاں ہے تمہاری؟" وہ یوں ہی مسکرا کر بولا۔

"پتا نہیں! شاید اپنی کسی دوست کے ساتھ گئی ہیں۔ تیار ہونے کا کہہ رہی تھیں۔"

عدیل گم صم سے انداز میں جھک کر جوتے اتارنے لگا۔

☆ ☆ ☆

اس بار آنے والے مہمان واقعی مبارک ثابت ہوئے تھے۔

انہوں نے فوزیہ کو پسند کر لیا۔

کمال شاید فوزیہ کے خوب اچھے سے تیار ہونے کا تھا یا واقعی وہ انہیں اچھی لگی تھی۔ فوزیہ کی ہونے والی ساس اور بیاہی نند محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھیں۔

"یہ شگن کے پیسے ہیں' بہن جی! انکار نہیں کیجیے گا۔" انہوں نے دو ہزار روپیہ فوزیہ کے ہاتھ پر بخوشی رکھ دیا۔

نسیم اور عدیل پر تو جیسے شادیٔ مرگ طاری ہو گیا۔

کہاں پانچ' چھ سالوں سے فوزیہ کا رشتہ ہی نہیں ہو رہا تھا اور کہاں ایک دم سے۔۔۔ نسیم کی سمجھ میں نہ آیا کہ فوراً" کیا بولیں۔

"نہیں بہن جی! یہ ابھی رہنے دیں۔ ہم آئیں گے نا تو۔۔۔" وہ بدقت کانپتی آواز میں بولیں۔

"آپ آئیں گی تو تب اپنی خوشی پوری کیجیے گا' لیکن ہمیں نہیں روکیں۔ ہمیں تو آپ کی بیٹی پیاری ہی اتنی لگی ہے کہ جی چاہتا ہے' ابھی اسے اپنے گھر لے جائیں ہمیشہ کے لیے۔" فوزیہ کی ہونے والی ساس اسے ساتھ لپٹا کر بولیں۔ فوزیہ اور نسیم کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔

"پھر آپ کب آرہی ہیں ہماری طرف؟" انہوں نے نسیم سے پوچھا۔

"جب آپ کہیں۔ اس ویک اینڈ پر ٹھیک رہے گا عدیل۔۔۔ بشریٰ؟"

ایک دم نسیم کو خیال آیا کہ بہو بیٹے کی شمولیت تو اس معاملے میں سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جس کا نروٹھا چہرہ آج سب کو بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر بھلا ہو فوزیہ کی ساس کی کمزور نظر کا یا اسے فوزیہ کے آگے اور کچھ نظر ہی نہیں آیا کہ اس نے بشریٰ کے خفا چہرے کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔

"ٹھیک ہے امی! جیسے آپ کہیں۔" عدیل فوراً" بولا۔

"ماشاءاللہ بہن جی! بہت سعادت مند بیٹا اور بہو ہے میری۔ میری تو دعا ہے اللہ سے سب کو ایسی سعادت مند

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اولاد دے۔ ایسی نیک طبیعت میری فوزیہ کی بھی ہے۔ سارا وقت یا تو گھرداری کرتی رہے یا پھر نماز' قرآن' تیر کوئی شغل ہے ہی نہیں اس کا۔ نہ ٹی وی کے بے ہودہ ڈرامے' نہ کوئی فیشن کی بیماری۔ میرا تو سمجھو! سارا گھر ا بچی نے سنبھال رکھا ہے۔ بھاوج اور اس میں ایسا دوستانہ ہے۔ بہن! کوئی غیر آئے تو وہ دیکھ کر مانے ہی نہ کہ یہ بھاوج ہیں جیسے دو سہیلیاں ہوں یا دو بہنیں۔ ایسی بھلی مانس طبیعت ہے میری بہو اور بیٹی کی۔" نسیم نے ایک سے دو شکار کیے بلکہ تین شکار۔

بشریٰ کا دل جیتنے کی ناکام کوشش کہ ابھی تو وہ فوری طور پر ساس کے اس دورخے رویے سے سخت بددل تھی' شوہر کی وجہ سے بہت سنبھلی ہوئی بیٹھی تھی اور فوزیہ اس کی دوست' سہیلی' بہن۔

اس کا جی چاہا' زور زور سے ہنسنے لگے۔ اس کی ساس سمجھتی ہے کہ ساری دنیا کی آنکھیں خراب ہیں یا ان میں موتیا اترا ہوا ہے' جو انہیں اس نند بھاوج کے رشتے میں ایسا پیار دکھے۔

"ہونہہ! دوغلی عورت کے۔" بشریٰ کے دل میں کھولن بڑھتی جارہی تھی۔ دوسری طرف فوزیہ کی ہونے والی ساس تو جیسے فوزیہ پر اور بھی والہ و شیدا ہونے لگیں۔ لپٹ لپٹ کر اسے خوب پیار کرنے لگیں۔

"منافق عورتیں۔" وہ کڑھتی ہوئی اٹھ کر چائے کے برتن سمیٹنے لگی۔

نسیم اور فوزیہ کی ساس کے درمیان اگلی تفصیلات طے ہونے لگیں۔

رشتہ کرانے والی کے چہرے پر بھی خوشی کے مارے جیسے ہزار واٹ کا بلب جگمگا اٹھا تھا۔ اس کی سات سالوں محنت بر آنے لگی تھی۔ دونوں طرف سے خوب ملنے کی آس جو بندھ گئی تھی۔

" اور میرے بھائی کی خوشیاں کیسے اس عورت نے خاک میں ملا دیں۔ ہم لڑکی دیکھنے بھی نہ جاسکے۔ مطلبی' خود غرض' بے حس لوگ۔" وہ کچن میں برتن پٹخ پٹخ کر رکھنے لگی۔ مشال ذرا ذرا دیر بعد کبھی آکر ماں کو دیکھ جاتی اور کبھی ڈرائنگ روم میں باپ کے پاس جاکر گود میں چڑھ جاتی۔

"دادی اور پھوپھی کا موڈ خوش گوار ہوتے ہی پاپا بھی کیسے چہکنے لگتے ہیں۔" وہ باپ کی خوشی میں کھنکتی آواز پر شوق انداز میں سننے لگی اور کبھی ٹکٹکی جما کر باپ کا چہرہ دیکھنے لگتی۔ اسے اپنے باپ کو دیکھنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"پاپا ایسے بات کرتے کتنے اچھے لگتے ہیں۔ ہنس بھی نہیں رہے اور لگ رہا ہے' جیسے ابھی ہنس پڑیں گے۔ اتنے خوش تو وہ صرف مما کے ساتھ ہوتے ہیں' جب دونوں رات کو ویک اینڈ پر فارغ ہو کر خوش گوار موڈ میں باتیں کرتے ہیں' مگر آج تو لگتا ہے دونوں میں خوب لڑائی ہوگی۔ مما کا موڈ سخت آف ہے۔ وہ آسانی سے تو پاپا سے بات نہیں کریں گی' لیکن پاپا کو بھی انہیں منانا آتا ہے۔ میں پاپا کا ساتھ دوں گی۔ ہم دونوں جلدی سے مما کو راضی کرلیں گے۔" وہ باپ کے چہرے کو دیکھ کر سوچتی چلی گئی۔

"اب غصہ جانے دو بشریٰ! یقین کرو۔ میں ان کو فون کرکے بتانے ہی والا تھا تمہارے جانے کے بارے میں کہ باس نے اچانک اپنے کمرے میں بلالیا۔ وہیں گھنٹے بھر کی میٹنگ ہوگئی اور باہر نکلا ہوں تو آف ہونے ہی والا تھا۔ یقین کرو! میں تو تمہیں لینے کے لیے آنے والا تھا۔" عدیل مسلسل اس کی منتیں کیے جارہا تھا۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔ پلیز! مجھے تنگ نہیں کریں۔ سونا ہے مجھے۔"

"اچھا! سو جانا' مگر پہلے مجھ سے بات تو کرو۔" عدیل اس کے اوپر سے چادر کھینچ کر بولا۔

"بات کر تو رہی ہوں اور کیسے بات کروں۔" وہ پھر سے چادر کھینچ کر غصہ میں بولی۔

"اس طرح بات کرتے ہیں کیا؟"

"اور کس طرح بات کرتے ہیں؟ اب آپ بات کرنا سکھائیں گے مجھے؟ آپ کی والدہ صاحبہ نے جی بھر کر میری کلاس لی۔ اب آپ مجھے پڑھائیں۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔" وہ پھر سے چادر کھینچنے لگی۔

"اچھا! اگر کل میں آفس سے آف کرلوں اور تمہیں صبح ہی آنٹی کی طرف لے چلوں' پھر تو راضی ہو جاؤگی نا؟" عدیل نے آخری حربہ آزمایا۔

"مجھے اب کہیں نہیں جانا۔ امی کی طرف تو اب کبھی نہیں۔ آپ کو چھٹی کرنی ہے تو سو بار کریں' مگر میری خاطر نہیں۔ میں کہیں نہیں جانے والی اور پلیز! اب مجھے سونے دیں۔ سارا دن نوکروں کی طرح کام کیا ہے میں نے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی' اگر مجھے اب تھوڑا آرام کرلینے دیں گے تو۔" بشریٰ کے موڈ سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ کسی بھی صورت راضی نہیں ہوگی۔

"مما! پلیز مان جائیں نا۔ دیکھیں تو بابا کتنے پریشان ہیں۔" مشال ماں سے بولی۔

"تم سوئیں نہیں ابھی تک؟ معلوم ہے نا! صبح اسکول جانا ہے۔" بشریٰ اسے جھڑک کر بولی۔

"جب تک آپ مانیں گی نہیں' نہ میں سوؤں گی' نہ پاپا اور صبح نہ میں اسکول جاؤں گی' نہ پاپا آفس جائیں گے۔ کیوں پاپا؟" مشال باپ کی شہ پاکر چہکتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آف کورس میری جان!" عدیل اسے ساتھ لپٹا کر بولا۔

"تو پھر بہتر ہے' میں اٹھ کر کہیں اور چلی جاتی ہوں۔ یہاں مجھے کوئی سونے نہیں دے گا۔" وہ تکیہ اٹھا کر جانے لگی۔

"تم جہاں جاؤگی' ہم وہیں تمہارے پیچھے آجائیں گے۔ کیوں مشی جان؟" عدیل اسے روک کر بولا۔

"عدیل! چھوڑیں نا مجھے۔" وہ زچ آکر بولی۔

"اتنی آسانی سے تو چھوڑ نہیں سکتا آپ کو ڈارلنگ!" وہ چھیڑ کر بولا۔

"مشال ہے' کچھ تو خیال کریں۔" وہ کچھ جھینپ کر شوہر کو گھور کر بولی۔

"مما! میں نے آئیز کلوز کرلی تھیں۔ پلیز! اب آپ ہنس دیں۔" مشال معصومیت سے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بے ساختہ بولی تو عدیل اور بشریٰ اپنی ہنسی روک نہیں سکے۔

"بھئی! جو کام ہم نہیں کرسکے' ہماری مشال نے کر دکھایا۔ مشال ڈیئر! تھینکس۔" عدیل اسے پیار کرکے بولا۔

"پاپا! خالی تھینکس نہیں چلے گا۔" وہ دونوں کے درمیان بیٹھ کر اٹھلا کر بولی۔

"تو پھر کیا چلے گا جانو!"

"کل کی چھٹی اور مزے۔ مما کو ڈھیر ساری شاپنگ۔۔۔ مما اور کیا کنڈیشن لگاؤں' جلدی سے بتادیں۔ اس وقت پاپا سب کچھ مان لیں گے۔" وہ ماں سے رازداری سے بولی تو دونوں ہنسنے لگے۔

"آپ زیادہ بلی جمالو نہیں بنیں۔ ہمیں اپنی ٹرمز اور کنڈیشنز طے کرنی آتی ہیں۔" عدیل اس کے ریشمی بال بکھرا کر بولا۔

"آپ خوش نہیں ہوں مما! ابھی مانیں نہیں۔۔۔ ہے نا مما؟" وہ جلدی سے بولی تو بشریٰ نے اثبات میں سرہلا دیا۔

"تو پھر کیسے مانیں گی آپ کی مما؟" عدیل بشریٰ کو شریر نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"ہم تو جانتے ہیں' یہ کیسے مانیں گی۔"

بشریٰ نے عدیل کو زور سے چٹکی کاٹی۔۔۔ اور مشال کو کھینچتے ہوئے لے جانے لگی۔

"کچھ پتا نہیں کہ صبح اسکول بھی جانا ہے۔ دیر سے سوؤگی تو اٹھوگی کیسے صبح؟"

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ سچ کہہ رہی ہیں امی۔" عدیل ابھی آفس سے آیا تھا۔ بیگ رکھا ہی تھا کہ ماں کی بات سن کر بے یقینی سے دیکھنے لگا۔

"لو تو اتنی بڑی بات میں کیا جھوٹ بولوں گی۔ بشریٰ بیٹی! آکر ذرا بتاؤ تو عدیل کو کہ آیا تھا نا۔ ابھی فوزیہ کی ساس کا فون؟"

بشریٰ مسکراتے ہوئے کچن سے نکل کر آگئی۔

"جی! امی ٹھیک کہہ رہی ہیں عدیل۔ آنٹی تو اتنی بے قرار ہیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آج ہی بارات کر آجائیں۔ امی نے جب انہیں فون کر کے بتایا کہ ہمیں آپ کا بیٹا بہت اچھا لگا ہے اور واقعی ظہیر میں ایسی کوئی بات ہے بھی نہیں کہ بندہ انکار کر سکتا۔ فیملی بھی اچھی ہے جاب بھی ٹھیک ہے اس کی پھر اپنی فوزیہ کا رشتہ اتنی چاہ سے مانگ رہے ہیں تو اور کیا چاہیے۔ آپ بتائیں کیا کہتے ہیں؟" بشریٰ ساس کے پاس جا کر بشاش لہجے میں بتانے لگی۔

عدیل کچھ متذبذب سا ہوا۔

"کیوں عدیل! چپ کیوں ہو گئے؟" نسیم بیٹے کو دیکھ کر کچھ پریشان ہو کر بولیں۔

"نہیں امی! ایسی بات نہیں۔ اگر آپ کو یہ رشتہ پسند ہے۔۔۔۔"

"تجھے پسند نہیں کیا؟ لڑکے کے بارے میں ساری معلومات بھی تو تو نے ہی کرائی ہیں۔" نسیم پریشان سی ہو گئیں۔

"نہیں امی! وہ سب ٹھیک ہے لیکن خالی نکاح کرنا۔۔۔ میرا مطلب تھا ہماری تیاری ہے تو سہی۔۔۔ تو کیوں نہ انہیں کہیں کہ مہینے دو مہینے میں شادی رکھ لیتے ہیں۔" عدیل بیوی کی طرف دیکھ کر بولا۔ بشریٰ کی منشا بھی یہ ہی تھی کہ رخصتی بھی ہو جائے۔

"میں نے بھی یہ ہی بات کی تھی تو نسرین بہن کہنے لگیں کہ انہیں گھر میں کنسٹرکشن کچھ کا کام کروانا ہے۔ اس میں کافی ٹائم لگے گا اور انہوں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ان کی نند اپنی بیٹی دینا چاہ رہی ہے اپنے بیٹے کو تو اس چخ چخ سے بچنے کے لیے وہ نکاح کرنا چاہ رہی ہیں۔" نسیم نے تفصیل سے بتایا۔

"تو بس ٹھیک ہے پھر آپ انہیں کہہ دیں اور بیٹھ کر نکاح کی کوئی تاریخ طے کر لیتے ہیں۔" عدیل سر ہلا کر بولا۔

"لا بشریٰ! فون دے۔ میں انہیں بتا دوں۔ بے صبری سے انتظار کر رہی ہوں گی۔" نسیم فوراً" ہی بولیں۔ بشریٰ نے اٹھ کر ساس کو فون دیا۔ وہ نمبر ملا کر بات کرنے لگیں۔ بشریٰ اور عدیل بھی وہیں بیٹھے رہے۔

☆ ☆ ☆

فوزیہ دلہن بنی بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ اگرچہ اس کے نقوش بہت عام سے تھے مگر دلہنا نے کا روپ تو عام سے چہرے کو بھی خاص بنا دیتا ہے نکاح ہوتے ہی سب ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ یوں بھی زیادہ لوگ نہیں تھے۔ صرف سترہ لوگ لڑکے والوں کی طرف سے اور ان کے بھی قریبی عزیز ہی مدعو تھے۔

ظہیر کو فوزیہ کے ساتھ لا کر بٹھا دیا گیا۔ سب دونوں کو دیکھنے لگے۔ بشریٰ ظہیر کو دیکھتے ہوئے کچھ ٹھٹک سی گئی۔

(باقی آئندہ)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مسز

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران، بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال، ذکیہ بیگم کی نواسی ہے اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ فوزیہ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو" سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ذکیہ بیگم اپنے بیٹے عمران کے لیے بھی لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بالآخر فوزیہ کا ایک جگہ نکاح طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

۲
دوسری قسط

اسے لگا اس نے ظہیر کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ کہیں بہت قریب سے..... کہاں اسے بہت سوچنے پر بھی یاد نہیں آرہا تھا۔

نکاح ہو چکا تھا۔ اب اسٹیج پر قریبی عزیزوں کے ساتھ تصویریں بنوائی جا رہی تھیں۔ بشریٰ کی طبیعت کچھ بوجھل سی تھی شاید تھکاوٹ کی وجہ سے یا کچھ اور.....

وہ سب سے ہٹ کر ایک طرف آکر بیٹھ گئی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مثال سب کے درمیان خوش خوش پھر رہی تھی۔
بشریٰ اسے دیکھتے ہوئے خود بخود مسکرانے لگی۔اس کی ساری تھکن جیسے اترنے لگی۔اسی وقت عدیل نے بھی اسے دیکھا۔وہ بشریٰ کو یوں بیٹھے دیکھ کر کچھ متفکر سا ہوا۔بشریٰ ابھی تو فوزیہ کے ساتھ بیٹھی تصویر بنوا رہی تھی اور اب یوں سب سے الگ تھلگ!
وہ دوسرے ہی لمحے اس کے پاس آکر فکر مند لہجے میں اس سے پوچھنے لگا۔
"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا بشریٰ؟"
"ہاں ٹھیک ہوں۔ آپ کیوں آگئے وہاں سے۔امی خفا ہوں گی۔سب کے درمیان جاکر بیٹھیں۔اچھا نہیں لگتا ہم دونوں ہی اس طرح الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جائیں۔" بشریٰ کو فوراً" نسیم بیگم متلاشی نظریں پریشان کرنے لگیں۔وہ یقیناً" بشریٰ اور عدیل ہی کو تلاش کر رہی تھیں۔
"فکر نہیں کرو میں ابھی وہیں سے تو آرہا ہوں۔ تم مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہیں۔"
"ہاں! بس ایسے ہی طبیعت بوجھل سی ہو رہی تھی شاید تھکاوٹ کی وجہ سے" وہ سر دبا کر تھکے تھکے لہجے میں بولی۔
"تو تم جاکر آرام کرو۔فنکشن تو تقریباً" ختم ہی ہو گیا ہے۔" عدیل تشویش سے بولا۔اسے بھی بشریٰ کا رنگ کچھ زرد سا لگ رہا تھا۔
"کیسی باتیں کر رہے ہیں عدیل! امی کا پتا ہے نا آپ کو۔ابھی ہم دونوں کو غائب دیکھیں گی تو مہمانوں کا لحاظ کیے بغیر مجھے بولنا شروع ہو جائیں گی۔ پلیز جائیں آپ وہاں بیٹھیں سب کے درمیان" بشریٰ کچھ گھبراہٹ سے بولی تسیم اب واقعی متلاشی نظروں سے دونوں کو ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔
عدیل نے بھی ماں کی طرف دیکھا تو گہرا سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔
"میں تو یہی کہہ رہا تھا امی سے کہ اچھا بھلا خرچ ہو گیا۔اس سے تو اچھا تھا ساتھ ہی رخصتی کر دیتے۔کیا فائدہ اتنا پیسہ لگا کر بھی شادی کی ساری رسومات اسی طرح سر پر کھڑی ہیں۔" عدیل کو واقعی کوفت ہو رہی تھی۔ نسیم بیگم نے دل کھول کر اس موقع پر خرچ کیا تھا۔کچھ یہی حال فوزیہ کا تھا۔
بشریٰ نے عدیل کے کہنے پر اپنے لیے نئے کپڑے نہیں بنوائے تھے۔اس بار خرچ کو کنٹرول کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا۔
"مثال سے بھی کہیں۔اب کچھ دیر کو آرام سے بیٹھ جائے۔ مسلسل پھرے جا رہی ہے' تھک کر خدانخواستہ کہیں بیمار نہ پڑ جائے۔" عدیل کو جاتے دیکھ کر بشریٰ پیچھے سے بولی۔
عدیل کچھ جواب دیے بغیر چلا گیا۔
بشریٰ ہولے ہولے اپنی کنپٹی دبانے لگی پھر سے اس کی نظریں ظہیر کے چہرے پر رک گئیں اور دوسرے لمحے وہ چونک کر رہ گئی۔
اسے یاد آگیا تھا کہ اس نے ظہیر کو کہاں دیکھا تھا۔
نہ صرف دیکھا تھا۔اس کے ساتھ بشریٰ کا مختصر سہی تعلق بھی رہ چکا تھا۔
وہ ایک دم سے ٹھٹک کر رہ گئی تھی مگر اب اس کو یہ سب یاد آنا بے محل اور بے فائدہ تھا۔کاش اسے ذرا پہلے یاد آجاتا۔
وہ یک ٹک ظہیر کو دیکھے جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

عاصمہ تینوں بچوں کو ہوم ورک کروا رہی تھی۔چھوٹی دردانہ پاس ہی پرام میں بیٹھی غوں غاں کر رہی تھی جب فاروق صاحب عفان کے ساتھ گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے تمتماتے چہرے کے ساتھ کچھ تحائف لیے اندر داخل ہوئے۔
عفان نے ہاتھ میں پکڑی مٹھائی اور دوسرے تحفے ایک طرف میز پہ رکھے۔
"آگئے ابا جی!" عاصمہ مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔
"آگئے..... ایک لمبے سفر سے واپس۔" بظاہر مسکراتے ہوئے مگر مغموم سے لہجے میں فاروق صاحب نے کہا۔ چہرے پر مسکراہٹ کے باوجود ہلکی ہلکی اداسی آنکھوں میں ہلکورے لے رہی تھی۔
عفان بھی باپ کا ساتھ دینے کو ذرا سا مسکرایا۔
"تو اچھا ہے نا ابا جی! آزاد ہو گئے خوامخواہ کے آزار سے۔اب اپنی مرضی سے اٹھیں گے۔جی چاہا تو سوتے رہیں گے رات دیر تک اپنی پسند کے ٹاک شوز دیکھیں گے آزادی تو پھر آزادی ہوتی ہے۔" عاصمہ نے ان کو بہلانے کی کوشش کی۔
"ہاں! یہ تو ہے۔"
"مما! دادا ابو کیا جج کر کے آئے ہیں؟" منجھلی اریشہ نے دادا کے گلے میں پڑے پھولوں کے ہار دیکھ کر اشتیاق سے پوچھا۔
"ان شاء اللہ میری جان! وہ بھی کرنے جائیں گے۔ابھی تو سمجھو دنیا کے جج سے فارغ ہوئے ہیں۔" فاروق صاحب اریشہ کو پیار کر کے بولے۔
"سب لوگ ابا جی کی تعریفیں کر رہے تھے۔ابا جی کی ایمان داری اصول پسندی اور سب سے بڑھ کر وقت کی پابندی۔ابا جی! آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔ آپ کی شاندار سروسز کا سب نہ صرف اعتراف کر رہے تھے بلکہ یہ دیکھیں جو سب نے تحائف دیے اور تعریفی اسناد بھی۔" عفان نے باپ کو فخریہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"دادا ابا! ان گفٹ پیکس میں کیا ہے؟" گیارہ سالہ واثق نے آگے بڑھ کر میز پر پڑے تحفوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"یہ دفتر کے کچھ دوستوں نے اپنے طور پر دیے ہیں اور کچھ سب نے مل کر۔" فاروق صاحب کا لہجہ اب تھکا تھکا سا تھا۔
"عاصمہ! جلدی سے چائے لے آؤ بھئی۔ابا جی تھک گئے ہیں۔چائے پی کر کچھ دیر آرام کر لیں گے۔"
"نہیں بیٹی! چائے رہنے دو۔ابھی کافی کچھ کھا کر آرہے ہیں۔میں کچھ دیر آرام کروں گا۔" فاروق صاحب اٹھ کر جانے لگے۔
"دادا ابو! میں آپ کا سر دبا دوں؟" اریبہ دادا کا ہاتھ پکڑ کر معصومیت سے بولی۔
"دادا کی جان! آپ پڑھو اگر ہمارے سر میں درد ہوا تو ہم اپنی گڑیا کو خود سے آواز دے لیں گے۔" وہ اسے جھک کر پیار کرنے لگے۔
اریبہ مسکرا کر پھر سے بیٹھ کر اپنا ہوم ورک کرنے لگی۔
"ابا جی! کھانے میں کیا لیں گے؟ آج رات کو..... کیا بنا لوں؟" عاصمہ پیچھے سے بولی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"عفان سے پوچھ لو۔ مجھے تو شاید ہی بھوک لگے۔" فاروق صاحب کہہ کر باہر نکل گئے۔ دونوں کچھ دیر خاموش رہ گئے۔

"یہ ابا جی کچھ زیادہ ہی اداس نہیں ہو رہے آج؟" عاصمہ آہستگی سے بولی۔

"ظاہر ہے اتنے سالوں کی روٹین ایک دم سے ختم ہو گئی۔ اداس تو ہوں گے ہی۔ خیر ہو جائیں گے آہستہ آہستہ عادی۔ تم مجھے تو ایک کپ چائے کا بنا دو۔" عفان واٹ کی کاپیاں چیک کرنے لگا۔

"عفان! ابا جی کو پینشن کتنی ملا کرے گی؟" عاصمہ جاتے ہوئے رک کر پوچھنے لگی۔

عفان فوری طور پر کچھ بول نہیں سکا۔

"وہ ان کی تنخواہ سے اچھا خاصا گھر کا خرچ نکلتا تھا۔ تینوں بچوں کو اتنے اچھے سکولوں میں داخل کرا رکھا ہے ہم نے ورنہ اکیلے آپ کی تنخواہ میں کہاں گزارہ ہو گا۔" وہ اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں مجھے ٹھیک سے اندازہ نہیں ہے۔" عفان بتانا نہیں چاہ رہا تھا عاصمہ کو کچھ ایسا ہی لگا۔

"پھر بھی کچھ تو اندازہ ہو گا۔" وہ اصرار سے بولی۔

"یار! جاؤ تم چائے لے کر آؤ میرے لیے۔ سر میں درد ہے اب تم تحقیق شروع کر دو۔" عفان کچھ اکتا کر بولا تو عاصمہ مزید اصرار نہیں کر سکی۔

"ہاں بھئی! کیسی جا رہی ہے اسٹڈیز آپ لوگوں کی۔" عفان تینوں کی کاپیاں چیک کرنے لگا۔

"کہہ تو عاصمہ ٹھیک رہی ہے ابا جی کی نوکری ختم ہونے سے فرق تو بہت پڑے گا۔"

کاپیاں چیک کرتے ہوئے عفان رک کر سوچنے لگا۔

☆ ☆ ☆

بشریٰ کمرے میں آ کر بیٹھی ہی تھی کہ ذکیہ بھی آ گئیں۔ ابھی ابھی لڑکے والے رخصت ہو کر گئے تھے۔ فوزیہ اپنے کمرے میں کپڑے تبدیل کر رہی تھی۔ مثال اس کے ساتھ تھی۔ بشریٰ تھوڑی کمر ٹکانے کے خیال سے کمرے میں آ گئی۔

"لو دیکھو یوں تو بڑی سیانی بنتی ہیں یہ نسیم بیگم اور رشتہ کہاں جوڑا بیٹی کا۔" ذکیہ بیڈ کے اوپر پیر رکھ کر ہولے ہولے اپنے پاؤں اپنے ہاتھوں سے دباتے ہوئے نخوت سے بولیں۔

بشریٰ نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

"تو امی کو بھی یاد آ گیا۔" اس نے دل میں سوچا۔

"تمہیں کچھ یاد نہیں آیا بشریٰ!" وہ بشریٰ کو خاموش بیٹھے دیکھ کر بولیں۔

"کیا امی؟" وہ انجان بنتے ہوئے سرسری لہجے میں بولی۔

ذکیہ لمحہ بھر کو خاموش ہو گئیں جیسے بولنے کے لیے الفاظ کا انتخاب کر رہی ہوں۔

"امی! ایک بات کہوں۔" بشریٰ نے ان کی خاموشی کو غنیمت جانتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا۔

"کون سی بات؟" ذکیہ کچھ چونکیں۔

"اب تو نکاح ہو گیا ہے نا۔" بشریٰ ہولے سے بولی۔ "اچھا نہیں لگے گا اگر یہ سب۔ میرا مطلب ہے عدیل کی امی یا فوزیہ کو پتا چلے گا یوں بھی وہ تو ایک سرسری معاملہ تھا کون سا کوئی ایسا رشتہ جڑا تھا ہمارا۔۔۔۔ پھر شاید عدیل کو بھی یہ بات اچھی نہ لگے۔" بشریٰ رک رک کر یوں بولی جیسے خود کو بھی سمجھا رہی ہو۔

"اتنے سال گزر گئے۔ میں تو یہ حیران ہوں ظہیر۔ اس وقت بھی اس کی عمر کوئی ایسی کم تو نہ تھی۔ کون سا بیس بائیس کا تھا اس وقت بھی تیس پینتیس کا تو ہو گا اب تو۔" سوچتے ہوئے ذکیہ اپنی انگلیوں پر گننے لگیں۔

بشریٰ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ جانتی تھی۔ ماں کو اب روکنا یا خاموش کرانا آسان نہیں ہو گا۔

"لو آٹھ سالوں میں تیس کا بھی رہا ہو کم سے کم تو اب اڑتیس انتالیس کا سمجھو۔ یوں تو یہ فوزیہ بی بی بھی کم سن نہیں۔ کب سے نسیم بیگم اس کا رشتہ تلاش رہی تھیں اور دیکھو جوڑ کا ملا بھی تو کون؟" وہ ٹھٹھا سا لگا کر ہنسیں۔

بشریٰ نے ناگواری سے ماں کو دیکھا مگر ذکیہ کا دھیان تو اس کی طرف تھا ہی نہیں۔

"جب تمہارے لیے یہ ظہیر کی ماں ہماری دہلیز اپنی جوتیوں سے گھس رہی تھی اس وقت بھی مجھے یہ لوگ کچھ اتنا بھائے نہیں تھے پھر بھی اچھا گھر بار اور خاندان دیکھ کر میں نے ہامی بھر لی تھی مگر چند ہی دنوں میں جو انہوں نے پر پرزے نکالے یاد ہے تمہیں وہ سب بشریٰ۔"

ذکیہ جیسے صورت حال کا پورا تجزیہ کرنے پر تلی ہوئی تھیں مزا سا لے کر بولیں۔

"امی! خدا کے لیے چپ کر جائیں۔ گھر میں اس وقت مہمان اکٹھے ہیں جو کسی نے کچھ سن لیا تو۔" بشریٰ دہل کر بولی۔

"تو سن لے ایسا کون سا میں کوئی من گھڑت افسانہ سنا رہی ہوں۔" ذکیہ نڈر ہو کر بولیں۔

بشریٰ تلملا کر رہ گئی۔

"آج امی کوئی نہ کوئی تماشا کروا کے جائیں گی۔" وہ بول بھی نہ سکی۔

"آئے دن ان کا فرمائشی پروگرام چلنے لگا تھا اور دیکھو مزے کی بات ظہیر کی ماں یوں تو خاصی بھولی بھالی خود کو ظاہر کر رہی تھی نسیم بہن کے سامنے مگر مجھے دیکھتے ہی جیسے اس پر پانی سا پڑ گیا۔ دائیں بائیں دیکھنے لگی جیسے بھاگنے کو راستہ ڈھونڈ رہی ہو۔" خود ہی ہنسنے لگیں۔

"اور بشریٰ! میں جو نسیم سے کچھ بول دیتی۔"

"امی! بس کر دیں خدا کے لیے۔ یوں بھی یہاں صرف رشتہ جڑنے والا سرسری معاملہ نہیں۔ باقاعدہ نکاح ہوا ہے اب اگر اس بات کی بھنک امی کو یا عدیل کو ہو گئی یا فوزیہ کو پتا چل گیا۔ ظہیر اس کی فیملی کو تو کیا کسی نے برا سمجھنا۔ الٹا میری شامت آ جائے گی کہ میری پہلے بھی کہیں منگنی ہوئی تھی اور ہم نے چھپایا۔" بشریٰ نے ماں کو سنگین حالات کا احساس دلانا چاہا۔

"اے لو منگنی کہاں تھی وہ۔ خالی منہ زبانی کی بات تھی اور بس۔ میں پہلے ہی ان کی بدنیتی کو جان گئی تھی تو۔۔۔۔"

"امی! چائے پئیں گی آپ؟" بشریٰ کنپٹی دبائی کھڑی ہو گئی یوں تو ذکیہ بیگم کو چپ کرانا مشکل تھا۔ بشریٰ نے اٹھ کر چلے جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

"تم لیٹی رہو۔ تمہاری طبیعت کون سی اچھی ہے بلکہ میں تو کہتی ہوں عدیل کے ساتھ جا کر ڈاکٹر کو دکھا آؤ یا میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔"

"نہیں! ٹھیک ہوں میں۔ یوں بھی ابھی گھر میں مہمان ہیں۔ امی بولیں گی کہ کیسے کمرے میں گھس کر بیٹھ گئی' میں دیکھوں ذرا باہر جا کر۔"

"بشریٰ دیکھنے بھالنے کا۔۔۔۔ نوکرانی تو نہیں ہو تم ان کی۔" ذکیہ پھر اپنی ناگواری چھپا نہ سکیں تو بولنے لگیں۔

"امی! اپنے گھر میں کام کرنے سے کوئی نوکر نہیں بن جاتا۔" بشریٰ کو ماں کی بات اچھی نہیں لگی تو فوراً بول اٹھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پھر عدیل میرے ساتھ اتنے اچھے ہیں۔ میرا اتنا خیال رکھتے ہیں' کبھی انہوں نے میری کسی خواہش کو رد نہیں کیا تو اگر میں ان کی ماں بہن کا خیال رکھتی ہوں یا گھر کے کام کرلیتی ہوں تو کیا فرق پڑتا ہے امی!" بشریٰ تحمل سے ماں کو سمجھانے والے انداز میں بولی اگرچہ جانتی تھی ذکیہ سے اس موضوع پر بات کرنا فضول ہے۔

"تمہاری الٹی منطق۔ وہ ماں بیٹی تمہیں جوتی پر رکھیں اور تم ان کی دلداری کرتی رہو۔" وہ اسے اور اشتعال دلاتے بولیں۔

بشریٰ تاسف سے ماں کو دیکھتی باہر جانے لگی۔

"ہاں امی! وہ جو لڑکی آپ کو پسند آئی تھی۔ شام میں مجھے دکھا رہی تھیں عمران کے لیے۔ کچھ اتا پتا لیا آپ نے اس کا۔" بشریٰ کو جاتے جاتے یاد آیا تو رک کر پوچھنے لگی۔

"اونہوں دفع کرو اسی بہروپیے ظہیر کی خالہ زاد ہے بھئی۔ میں نے تو اس دو نمبر خاندان میں کوئی رشتہ نہیں جوڑنا۔ لڑکی تو خاصی تیز طرار تھی میرے اتا پتا پوچھنے پر ہی جھٹ سے سمجھ گئی۔ شرما شرما کر ادائیں دکھانے لگی۔ میں تو اٹھ کر آگئی۔" ذکیہ نے تفصیلاً جواب دیا تو بشریٰ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"اس طرح تو امی! عمران کا رشتہ ڈھونڈنا اور بھی مشکل ہوتا جائے گا۔ آخر کوئی نہ کوئی تو پسند کرنا ہوگی نا!"

"کوئی نہ کوئی کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ کسی کو بھی بہو بنا کر لے آؤں' جو دل کو' آنکھوں کو بھائے گی' اس کے بارے میں سوچیں گے تم ذرا فارغ ہو لو تو میرے ساتھ چلنا۔ اس بار بوا نے جس لڑکی کا بتایا ہے وہ اچھے لوگ لگ رہے ہیں لڑکی بھی بہت خوب صورت ہے۔"

"آپ نے دیکھ لی لڑکی؟" بشریٰ نے کچھ اچنبھے سے پوچھا۔

"نہیں! تمہارے بغیر تو نہیں دیکھ سکتی تھی نا۔ تصویر دکھائی تھی بوا نے۔ اچھی خاصی خوش شکل لڑکی ہے اور تو اور عمران کا بھی دل ٹک سا گیا تصویر دیکھ کر۔" وہ خوش ہو کر بولیں۔

"چلیں' یہ تو اچھا ہو گیا' میں فارغ ہوتی ہوں تو پھر چکر لگا آئیں گے اور ان لوگوں سے کہیے گا کہ زیادہ اہتمام نہ کریں۔ اچھا نہیں لگتا کہ صرف جا کر دیکھنا ہوتا ہے لڑکی کو اور اتنی مدارت کرائیں۔"

"لو یہ تو دنیا کا دستور ہے وہ الگ کرتے ہیں یاد نہیں تمہاری بار مجھے بھی ہر بار یونہی میز بھر کر سجانا پڑتی تھی میں نے تو کبھی ناک منہ نہ چڑھایا اور نہ کسی لڑکے والے نے منع کیا تو پھر ہم کیوں کریں ایسا۔"

بشریٰ تاسف بھری نظروں سے ماں کو دیکھ کر خاموشی سے باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

فاروق صاحب ٹیرس پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ ان کے کمرے میں کتاب کی بڑی بڑی دو الماریاں تھیں گورنمنٹ سروس میں رہنے کے باوجود انہیں کتاب بینی کا خصوصی شوق تھا۔

"ابا جی! کھانا تو کھالیں آکر۔ کافی ٹائم ہو گیا ہے اب تو۔" عاصمہ اندر آکر نرمی سے مسکرا کر بولی۔

انہوں نے مسکرا کر کتاب بند کرتے ہوئے عینک اتاری۔

"آج تو جیسے ہر ذمہ داری سے آزاد ہو کر ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں میں اور دل چاہ رہا ہے کسی بھی روٹین کی پابندی نہ کی جائے۔" وہ خوشی بھرے لہجے میں بولے۔

"ابا جی! کھانا تو آپ کو کھانا ہی پڑے گا کیونکہ عفان کو آپ جانتے ہیں' وہ آپ کے بغیر ایک لقمہ نہیں لیں گے اور بچے بھی انتظار میں بیٹھے ہیں اب آپ آہی جائیں۔" عاصمہ ان کے ہاتھ سے کتاب لے کر الماری میں رکھتے

ہوئے بولی۔

"عاصمہ بیٹی! اسے الماری میں نہیں رکھو۔ میرے بیڈ کے سرہانے رکھو بہت دلچسپ کتاب ہے' رات میں یہی پڑھوں گا۔" وہ اسے ٹوک کر بولے۔

"میں سوچ رہا تھا۔ گاؤں کا ایک چکر لگا آؤں۔"

"وہ کس لیے۔ ابھی تو موسم خاصا سرد ہے۔" عاصمہ بولی۔

وہ جیسے وجہ بتانے کے لیے کچھ سوچنے لگے۔

"مجھے اسلم بھائی کا فون آیا تھا۔ ہماری زرعی زمین پچھلے دو سالوں سے سیم تھور کا شکار ہو کر رہ گئی ہے بلکہ بے کار ہی سمجھو۔ وہ چاہ رہا تھا میں ایک چکر لگا لوں گاؤں کا' سڑک کے نزدیک ہونے کی وجہ سے اس زمین کے اچھے دام مل سکتے ہیں۔" وہ سوچ سوچ کر بولے۔

"تو آپ زمین بیچ دیں گے؟" عاصمہ کچھ حیرانی سے بولی۔ فاروق صاحب کو اپنی اس آبائی زمین سے بہت پیار تھا۔

"بیٹا! گورنمنٹ سروس میں رہتے ہوئے کوشش کے باوجود میں تم لوگوں کے لیے اپنا گھر نہیں بنا سکا۔ اب عفان کی جاب بھی کچھ اتنی شان دار نہیں کہ وہ یہ کام کرلے پھر ماشاء اللہ سے بچوں کے اخراجات ہیں اور مہنگائی دن بدن کم ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی ہے۔ ایسے میں گھر کہاں چلے گا اور یہ کرائے کا گھر جیسے تیسے تاریخ بھاگی چلی آتی ہے۔"

وہ رک رک کر گہری آواز میں بول رہے تھے۔

عاصمہ کو شک ہوا جیسے انہوں نے عاصمہ اور عفان کی پینشن والی بات سن لی ہو۔

"یوں بھی وہ بنجر زمین تین چار سالوں سے ہمیں کچھ نہیں دے رہی بلکہ مجھے اسلم بھائی کہہ رہے تھے کہ کوئی خانہ بدوش کنبہ اس پر خیمے گاڑے پچھلے دو ماہ سے بیٹھا ہے' یہ نہ ہو کہ قبضہ ہی ہو جائے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولے۔

اپنے گھر کی حسرت تو کوئی عاصمہ کے دل سے پوچھتا۔

عفان تو اتنے سالوں سے اسے سوائے اگلے سال' اگلے سال کے دلاسے کے اور کچھ نہیں دے سکا تھا مگر ابا جی جتنے مزاج اور طبیعت کے اچھے تھے۔ دل کے بھی اتنے ہی اچھے تھے بلکہ عاصمہ کے مزاج اور خواہش کو جتنا وہ سمجھتے تھے اتنا تو عفان بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

"پھر تو ابا جی! آپ کو وہ زمین نکال ہی دینی چاہیے یہ نہ ہو کوئی قبضہ گروپ قابض ہو کر بیٹھ جائے تو پھر مسئلہ ہو جائے۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" وہ سر ہلا کر بولے۔

"اور ادھر بھی کسی ڈیلر سے کہہ چھوڑیں۔ کوئی اچھا سا گھر مناسب دام میں نظر میں رکھے۔" عاصمہ زیادہ دیر اپنے دل کی بے چینی کو چھپا نہیں سکی تھی بول پڑی۔

"جانتا ہوں۔ میری بچی کو اپنے گھر کی کتنی خواہش ہے بلکہ مجھے تو دکھ ہوتا ہے کہ ہم تمہیں اپنی چھت بھی نہ دے سکے۔ ہر لڑکی کے دل کی خوشی ہوتی ہے اور تم اتنے سالوں میں بھی اس سے محروم رہی ہو۔"

"اونہوں ابا جی! میں خوش ہوں بہت۔ آپ بہت اچھے ہیں' عفان اتنا خیال رکھتے ہیں۔ اللہ نے اتنے پیارے پیارے بچے دیے ہیں اور ایک آدھ کمی تو ہر ایک کی زندگی میں ہوتی ہی ہے نا۔ ان شاء اللہ وہ بھی دور ہو جائے گی آپ پریشان نہیں ہوں۔" وہ باپ جیسی شفقت رکھنے والے فاروق صاحب کو دیکھتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے میری بچی! میں دو تین دن میں گاؤں جا رہا ہوں وہاں جو بھی صورت حال ہوگی' دیکھ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عفان کو بلالوں گا اگر زمین کے اچھے دام مل رہے ہوئے تو پھر ہم دیر نہیں کریں گے اور واپس آتے ہی ان شاء اللہ گھر لے لیں گے۔ صبح ہی الیاس ایجنٹ سے گھر کے لیے بھی بولتا ہوں۔" وہ جلدی جلدی بولے جیسے انہیں یہ سب کہنے کے لیے اپنی ریٹائرمنٹ کے دن کا ہی انتظار تھا۔ عاصمہ کا دل لمحہ بھر کو خوف زدہ سا ہوا۔

"ابا جی یہ سب کچھ اتنی جلدی جلدی کرنا چاہ رہے ہیں۔ کہیں خدانخواستہ وہ ہم سے بچھڑنے والے تو نہیں..... اللہ نہ کرے۔" وہ خود ہی دہلتی باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"امی! مجھے تو حنا بہت پسند آئی ہے۔ اور عمران کے ساتھ جچے گی بھی خوب۔" بشریٰ عمران کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

ذکیہ تیز نظروں سے بشریٰ کو دیکھنے لگیں۔

"کیا ہوا امی ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" بشریٰ کچھ ڈر کر بولی۔

"عمران تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔ جانتی ہو ناں بشریٰ؟"

"امی!" بشریٰ پریشان ہو گئی۔

"قدر دیکھا تھا تم نے اس حنا بیگم کا۔"

"امی! اتنا بھی چھوٹا نہیں تھا۔" بشریٰ دبے لہجے میں بولی جبکہ عمران کا یہ سنتے ہی موڈ آف سا ہو گیا تھا۔ اس نے ناگواری سے منہ ٹی وی کی طرف پھیر لیا تھا۔

"دیکھو بشریٰ! اب تم ڈنڈی مار رہی ہو۔ وہ ناٹی سی چھوٹی سی لڑکی بھلا کیا جچے گی اپنے عمران کے ساتھ۔ کہاں میرا گبھرو عمران اور کہاں وہ۔ بس رہنے دو۔ یوں تعریفیں کر کے میرا جی نہیں جلاؤ۔"

ذکیہ بیگم نے گویا بات ہی ختم کر دی۔

بشریٰ کو ایک دم سے ڈھیر سارا غصہ آ گیا۔

"اب ایسی بھی کیا خود غرضی اگر ان کی اپنی بیٹی کا اللہ نے اچھی جگہ رشتہ کر دیا ہے تو وہ کسی اور کی بیٹی کا ہونے ہی نہیں دیں گی۔"

"امی! اگر آپ اس طرح لڑکیاں ریجیکٹ کرتی رہیں پھر تو خدانخواستہ عمران کی شادی کیسے ہو گی۔ میرا مطلب ہے۔"

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ میں اپنے بچے کا گھر نہیں بسانا چاہتی۔" وہ فوراً بولیں۔

"خدا کے لیے امی! اب میری بات کا الٹا سیدھا مطلب مت نکالیے گا دو تین سال سے ہم لڑکیاں دیکھ رہے ہیں اور سچی بات ہے مجھے تو اب آئے روز گھر گھر جا کر یوں لڑکیاں دیکھنا بہت برا لگ رہا ہے۔"

"تو ٹھیک ہے تم اگلی بار مت جانا۔ یہ بڑھیا جو ہے خوار ہونے کے لیے۔ گھٹنے گھسانے کے لیے۔" ذکیہ برا مان کر بولیں۔

بشریٰ بے بسی سے عمران کو دیکھ کر رہ گئی۔

"عمران! میں تمہارے لیے چائے لاؤں۔" وہ اٹھ کر جانے لگی تو اسے بے اختیار چکر سا آ گیا۔ اس نے سنبھلنے کے لیے دیوار کا سہارا لیا۔

"کیا بات ہے بشریٰ! ٹھیک تو ہو ناں تم؟" ذکیہ دیکھ رہی تھیں۔ فوراً سے بولیں۔

"ٹھیک ہوں امی! ویسے ہی چکر سا آ گیا تھا آپ پئیں گی چائے؟"

"تم رہنے دو میں آواز دیتی ہوں پروین کو وہ بنا دے گی۔" ذکیہ نے اسے بیٹھنے کو کہا۔

"اور تم گئیں نہیں ڈاکٹر کو دکھانے۔ میں نے تمہیں اس روز بھی کہا تھا۔"

"امی! میں ٹھیک ہوں۔ یونہی ویک نیس ہے اور یہ مشال کہاں ہے عمران؟"

"کمرے میں گیم کھیل رہی تھی کمپیوٹر میں۔"

"میں پروین کو چائے کا کہہ کر آتی ہوں۔ خود سے تو اس پروین کو ہوش نہیں کہ آ کر چائے پانی کا پوچھ لے کسی سے۔" ذکیہ بولتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

بشریٰ عمران کو دیکھنے لگی۔

"عمران! تم امی کو سمجھاؤ نا۔" عمران کے متوجہ نہ ہونے پر اسے کہنا پڑا۔

"کیا..... کیا سمجھاؤں؟" عمران چونک کر بولا۔

"اچھی بھلی تھی لڑکی جو ہم ابھی دیکھ کر آئے ہیں۔ پتا نہیں امی کسی ایک ذرا سی بات پر بھی کمپرومائز نہیں کر رہیں ایسے تو نہیں ہوتا نا کہ آدمی کو سب کچھ ہی مکمل اور بے عیب ملے۔" بشریٰ سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"مگر آپی! اب امی بھی تو غلط نہیں ہیں نا!" عمران کچھ ناگواری سے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ ساتھ گئی تھیں۔ معلوم تو ہے آپ کو کہ لڑکی کا قد چھوٹا ہے تو پھر بھی۔" وہ جتا کر بولا تو بشریٰ کو بہت برا لگا اور وہ فوراً کہہ بھی نہ سکی کہ اگر یہ سب مین میخ تمہاری بہن میں نکالی جاتی تو۔

"ایسا چھوٹا قد نہیں تھا حنا کا۔" وہ ذرا دیر بعد پھر سے ہمت نہ ہارتے ہوئے بولی۔

"آپی! میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر مجھ سے ٹھگنی لڑکیاں نہیں برداشت ہوتیں۔ ریلی یوں جیسے زمین پر کچھ تلاش کر رہی ہوں ابھی جھک کر ڈھونڈنے لگیں اور پھر میرے ساتھ۔ آپ نے میری ہائیٹ کو دیکھا ہے نا۔ سوری امی کا ایزیجکشن صحیح سا ہے۔"

عمران نے صفحہ ہی لپیٹ دیا۔ بشریٰ اپنے غصے کو دبا کر بیٹھ گئی۔

"مشال کو بلاؤ اور مجھے گھر چھوڑ آؤ۔" وہ کچھ دیر بعد بیزاری سے بولی۔

"رات کو چلی جائیے گا نا کھانا کھا کر۔" وہ بے نیازی سے بولا۔

"نہیں! میں گھر میں کہہ کر آئی تھی۔ شام میں آجاؤں گی۔ خواہ مخواہ امی ناراض ہوں گی۔ میں دیکھتی ہوں مشال کو۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

"عفان! مجھے یقین نہیں آ رہا قسم سے۔" عاصمہ خوشی سے بے قابو ہوتے لہجے میں بولی۔

"بھئی ابھی تم اتنی خوش نہیں ہو ابھی تو مجھے گاؤں جانے دو پھر وہاں جا کر پتا چلے گا کہ کتنے میں بھاؤ طے ہوا ہے زمین کا۔ کہیں ابا جی یوں ہی کوڑیوں کے مول تو نہیں پھینک رہے سب کچھ جبکہ وہ زمین سڑک کے کنارے ہے اب تو۔" عفان اپنا ضروری سامان سوٹ کیس میں رکھتے ہوئے بولا۔

"نہیں، ابا جی ایسے ناتجربہ کار تو نہیں اور پھر زمین داری کا جتنا تجربہ انہیں ہے۔ اتنا تو آپ کو بھی نہیں۔" عاصمہ وثوق سے بولی۔

"چلو دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔" عفان موضوع سمیٹتے ہوئے بولا۔

"ویسے بائی دا وے ہماری بیگم صاحبہ اتنی خوش کیوں ہیں اس زمین کے بکنے پر۔ پوچھ سکتا ہوں۔" عفان اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شوخ نظروں سے دیکھ کر بولا۔
"خیر' یہ تو آپ جانتے ہیں۔ انجان بن رہے ہیں تو الگ بات ہے۔" وہ بھی کچھ شوخی سے بولی۔
"عاصمہ! میں بہت شرمندہ ہوں تم سے۔" عفان ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا۔ عاصمہ کچھ پریشان سی ہو گئی۔
"کیا ہو گیا ہے عفان! سفر پر جاتے ہوئے ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں اور خدانخواستہ آپ مجھ سے کیوں شرمندہ ہونے لگے۔" وہ عفان کا ہاتھ تھام کر فکر مندی سے بولی۔ دونوں میں شادی کے اتنے سالوں بعد پیار و محبت کوئی جتانے والی چیز نہیں رہ گئی تھی مگر پھر بھی دونوں کے دل ایک ہی انداز میں سوچتے' ایک ہی انداز میں دھڑکتے تھے اور دونوں کو اس کی خبر بھی تھی۔
"تمہیں شادی کے بارہ سالوں میں بھی اپنی چھت نہیں لے کر دے سکا۔" عفان گہری آواز میں بولا۔
"عفان پلیز۔ ایسی باتیں نہیں کریں۔ گھر تو وہ ہوتا ہے جس میں لوگ محبت سے پیار سے رہیں خواہ وہ اپنا ہو یا کرائے کا۔ اتنے سالوں میں آپ نے ابا جی نے مجھے جتنی محبت' پیار' توجہ دی یقین جانیں۔ اس دوران تین بار گھر بدلے مجھے کبھی اس محرومی کا احساس نہیں ہوا۔ ہم سب اکٹھے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ ایک دوسرے کے احساسات کو سمجھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر گھر کو جوڑنے والے اور کیا جذبات ہوتے ہیں۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ عفان اسے تشکر بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔
"آپ نے ڈیلر سے گھر دیکھ رکھنے کے لیے کہہ دیا ہے نا؟" اسے پھر سے یاد آیا تو مشتاق لہجے میں پوچھنے لگی۔
"پگلی! پہلے کچھ رقم ہاتھ میں تو آجائے پھر گھر بھی دیکھ لیں گے۔ پیسے جیب میں ہوں گے تو گھر تو ہم مہینہ بھر میں خرید لیں گے ان شاء اللہ!" عفان اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ کر بولا۔
"پتا ہے عفان مجھے پرانے گھر' پرانی کوٹھیاں جن کے برآمدوں کے باہر بیلیں ہوں یا اونچے اونچے درخت بہت اچھے لگتے ہیں۔" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔
"پرانے گھر..... ہم کیا پرانا گھر خریدیں گے..... اور بھئی عورتوں کو تو چمکتی ٹائلوں اور پھسلتے پتھروں والے نئے گھر اچھے لگتے ہیں تمہاری الٹی منطق ہے۔" وہ ہنس کر بولا۔
"پتا ہے عفان! پرانے گھر دیکھ کر پتا چلتا ہے' اس گھر کے مکین اس سے کتنی محبت کرتے ہیں کہ وہ اسے بیچنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور ان کے گھر کے پتے بھی بار بار نہیں بدلتے۔" وہ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف چھپا کر بولی۔
عفان اسے دیکھ کر رہ گیا۔
"اور ابھی تم کہہ رہی تھیں کہ کرائے کے گھر بدلنے سے تمہیں کچھ فرق نہیں پڑتا۔" وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ جما کر بولا۔
"آپ کو دیر نہیں ہو رہی' ابا جی انتظار کر رہے ہوں گے۔" وہ کچھ جھینپ کر بولی۔ وہ اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔
"بچوں کا بہت خیال رکھنا عاصمہ!" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"آپ صرف تین دن کے لیے جا رہے ہیں' خدانخواستہ سال بھر کے لیے تو نہیں۔" وہ جتا کر بولی۔
"کیوں تمہیں اچھا نہیں لگ رہا کہ ہم اتنے عرصے کے بعد یوں فرصت سے ایک دوسرے کے اتنے پاس کھڑے ہیں۔" وہ اسی طرح بہت مشتاق نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔
"ماشاء اللہ کیا فرصت ہے' جناب کو سفر پر روانہ ہونا ہے۔ بھول رہے ہیں۔" عاصمہ چھیڑ کر بولی۔
"ہاں یار! نکلتا ہوں اب ورنہ راستے میں رات ہو جائے گی کافی۔ ابا جی نے تاکید سے کہا تھا کہ دن کی روشنی میں گاؤں آجاؤں تو اچھا ہے۔" عفان کو بھی دیر ہو جانے کا احساس ہوا تو گہرا سانس لے کر سوٹ کیس اٹھا کر باہر کی

طرف چل پڑا۔
عاصمہ بھی اس کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئی۔ دونوں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ عاصمہ دروازے سے باہر دور تک انہیں جاتا دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

"فوزیہ! ایسے کیوں پڑی ہو اور یہ تصویریں یوں کیوں پھینک رکھی ہیں سنبھال کر انہیں البم میں لگا دینا تھا نا۔" نسیم کمرے میں آئیں تو فوزیہ کو بیڈ پر آڑے ترچھے لیٹے دیکھ کر کچھ خفگی سے بولیں۔
نکاح کی تصویریں بستر پر ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ وہ ایک ایک کر کے تصویریں اکٹھا کرنے لگیں۔
فوزیہ اسی طرح بے حس پڑی رہی۔
"کیا ہوا ایسے کیوں لیٹی ہو؟" نسیم کچھ تشویش سے بولیں۔
"یونہی!" فوزیہ بے دلی سے بولی۔
نسیم کچھ جانچتی نظروں سے بیٹی کو دیکھنے لگیں اور پھر تصویریں ایک ایک کر کے دیکھنے لگیں۔
"میری بیٹی حور لگ رہی ہے۔" وہ پیار سے تصویریں دیکھ کر بولیں۔
"حور کی بغل میں لنگور۔" فوزیہ اونچی آواز میں بڑبڑائی۔
نسیم بیگم بری طرح سے چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔
"کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ ایسے کیوں بول رہی ہو۔" وہ کچھ ناراضی سے بولیں" اچھی بھلی تو ہیں۔ ماشاء اللہ ظہیر اچھا تو لگ رہا ہے اتنا۔"
"انکل ظہیر بولیں تو زیادہ صحیح رہے گا۔" فوزیہ بھرائے ہوئے لہجے میں جیسے پھٹ کر بولی۔
نسیم بیگم جیسے بری طرح سے چونکیں۔
"کیا بک رہی ہو۔" غصے میں یہی نکل سکا منہ سے۔
"میں نہیں۔ وہ ارم کہہ کر گئی ہے۔ خوب میرا ریکارڈ لگا رہی تھی اور مذاق بھی۔"
"دماغ خراب ہو گیا ہے اس ارم کی بچی کا۔ خود کا تین جگہ رشتہ ٹوٹ چکا ہے ہو ہو کر..... ایسی حور تھی تو اس کے نصیب میں تو یہ ماڈل بھی نہ ہوا..... اے فوزیہ تو ایسے کچے کانوں کی کب سے ہونے لگی' جو جس نے کہا مان کر دل برا کر کے بیٹھ گئی۔ پاگل ہوئی ہے کیا۔ میری طرف دیکھ ذرا۔" نسیم اس کی دلجوئی کرنے کو آخر میں ذرا نرم لہجے میں بولیں۔
"امی! اس وقت مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔ بس آپ جائیں۔" فوزیہ ماں کا ہاتھ جھٹک کر بولی۔
نسیم کا جی تو چاہا کھینچ کر اسے ایک تھپڑ لگائیں۔ خدا خدا کر کے تو بیٹی کو رخصت کرنے کی کوئی صورت بنی تھی اور یہ ناشکری؟
"پاگل ہو گئی ہے کیا اور تو اتنا بھی نہیں سمجھتی کمبخت' وہ جلتی ہے تجھ سے' اور وہ رشتے والی نسرین بتا رہی تھی مجھے کہ اس نے تو ارم کی ماں کو صاف جواب دے دیا ہے کہ اب وہ ارم کے لیے کوئی رشتہ نہیں لائے گی۔ سارے میں تو مشہور ہو گئی ہے۔ اس کی تین بار منگنی ٹوٹ چکی ہے اب وہ دل کے پھپھولے یہ تصویریں دیکھ کر نہیں پھوڑے گی تو اور کیا کرے گی اور تو اس کی باتوں میں آگئی ہے۔" نسیم بولتے ہی بیٹی کو بہلانے لگیں فوزیہ اس بار کچھ نہ بولی۔ یوں جیسے ماں کی بات اس کے دل کو لگی ہو۔
اس نے سیدھے ہو کر ماں کو دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تصویریں اس کے آگے کرتے پھر سے دکھاتے ہوئے نسیم کی آنکھوں میں فخر سا تھا۔

"دیکھ تو کیسے چاند سورج کی جوڑی ہے جو دیکھے گا کمبخت حسد حرص سے جل مرے گا بڑی ہی ناشکری ہے فوزیہ تو۔۔۔" نسیم بیٹی کو سمجھاتے ہوئے اس کے جذباتی پن کو نشانہ بنا رہی تھیں۔

کن اکھیوں سے تصویروں کو دیکھتی فوزیہ کو بھی ظہیر اتنی عمر کا تو نہیں لگا جتنا کمبخت یہ ارم بول رہی تھی۔

"انہیں ترتیب سے البم میں رکھ اور اب کوئی ضرورت نہیں ان حسد کی ماری سہیلیوں کو دکھانے کی۔ ایسا مہنگا جوڑا۔ اتنا اچھا سونے کا بھاری سیٹ نکاح میں اتنا کچھ لے آئے سسرال والے تو کیا شادی میں کم کریں گے اب نہ کوئی الٹی سیدھی بات سوچنا۔ میں دیکھوں جا کر کچن میں بشریٰ نے کھانا بنا لیا یا نواب زادی پلنگ توڑ رہی ہے۔" وہ کہتے ہوئے باہر نکل گئیں فوزیہ بڑے پیار سے تصویریں البم میں لگانے لگی اور رک رک کر بار بار ظہیر کی تصویروں کی طرف بھی دیکھتی جاتی تھی خود بخود اس کے دل میں انوکھے جذبے بیدار ہونے لگے تھے۔

☼ ☼ ☼

"ارے صحیح کہہ رہے ہیں آپ!" بشریٰ بے یقینی سے عدیل کی طرف دیکھنے لگی۔

"لو اب اس میں جھوٹ کیا ہو گا بھلا۔" وہ دل نشیں مسکراہٹ سے بولا۔

"کتنے دنوں کے لیے جائیں گے؟" بشریٰ خوش ہو کر بولی۔

"ایک ہفتے کے لیے۔" عدیل مسکرا کر بولا۔

"رئیلی! مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا عدیل!" وہ بے تحاشا خوش تھی۔

"یار! لگی بندھی روٹین سے دل بیزار ہو گیا تھا۔ بس کافی دنوں سے دل چاہ رہا تھا کہ کہیں آؤٹنگ پر چلا جائے۔ مثال کے ایگزام بھی ہو گئے ہیں فوزیہ کا مسئلہ بھی حل سمجھو دو تین ماہ میں اس کی شادی ہو جائے گی تو پھر ہمارا نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا گھر سے۔"

"آپ کتنے اچھے ہیں عدیل!" وہ بہت خوش تھی۔ اتنے عرصے کے بعد وہ دونوں اکٹھے کہیں آؤٹ اسٹیشن جا رہے تھے۔

"امی مان جائیں گی؟" اسے وسوسہ ستایا۔

"میں نے ان سے بات کر لی ہے۔"

"کیا۔۔۔ واقعی؟" عدیل تو اسے آج حیران ہی کیے جا رہا تھا۔

"ہاں یار! میں نے یہی سوچا تھا کہ میں تمہیں سرپرائز بعد میں دوں گا اور اس سرپرائز کا مزہ بھی تب ہی آتا جب امی سے میں اجازت لے چکا ہوتا ورنہ ان کے انکار پر تو کوئی فائدہ نہیں تھا تمہیں بتانے کا۔ خوامخواہ ہم دونوں میں جھگڑا ہو جاتا۔" عدیل اسے تفصیل بتانے لگا۔

"ارے واہ! آپ تو بہت عقل مند ہو گئے ہیں۔" وہ خوش ہو کر بولی۔

"دیکھ لو پھر بھی تم کہتی ہو کہ مجھے تمہارا خیال نہیں۔"

"عدیل! کبھی کبھی مجھے ڈر لگتا ہے۔" وہ رک کر بولی۔

"اب کس بات سے ڈر لگتا ہے میں تو سمجھ رہا تھا آج کل تم سے زیادہ خوش اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔"

"کیا مطلب۔۔۔ وہ کس لیے؟" بشریٰ نا سمجھی سے بولی۔

"بھئی فوزیہ کا رشتہ ہو جانے سے تم جتنی خوش ہو اتنی تو شاید فوزیہ بھی نہیں ہو گی۔" وہ اسے چھیڑ کر بولا۔

"آپ جو مرضی آج بول لیں میرا لڑنے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔" عدیل اس کی بات پر ہنس پڑا۔

بشریٰ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اتنے دنوں بعد دونوں اتنے خوشگوار موڈ میں یوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

درمیان میں سوئی مثال نے باپ کے قہقہے کی آواز پر ذرا سی آنکھیں کھول کر دونوں کو دیکھا۔ انہیں خوش دیکھ کر پھر سے آنکھیں موندتے ہوئے عدیل کی کمر کے گرد اپنے بازو لپیٹ دیے۔

وہ بھی اسے جھک کر پیار کرنے لگا۔

"اور مثال کتنا خوش ہو گی جب صبح صبح اسے پتا چلے گا کہ ہم اسلام آباد اور مری جا رہے ہیں۔" بشریٰ بیٹی کو دیکھ کر بولی۔

"اور تم مجھ سے شرط لگا لو یہ دادی اماں ابھی بھی جاگ رہی ہے۔"

"جی نہیں مثال سو رہی ہے۔" بشریٰ اسے سوتے دیکھ کر بولی۔

"مثال جاگ رہی ہے جانو! آپ جاگ رہی ہو نا!"

"نہیں بابا۔۔۔ میں سو رہی ہوں۔" وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے بولی تو دونوں ہنس پڑے۔

"اور پلیز تم کل تک ساری پیکنگ کر لینا پرسوں ارلی مارننگ ہمیں نکلنا ہے مطلب رات کو جلدی سونا ہے۔" عدیل اسے تاکید کرتے بولا۔

"عدیل! مجھے اپنی اور مثال کی تھوڑی بہت شاپنگ تو کرنا ہو گی۔ ادھر تو آج کل سنو فال ہو رہی ہے نا۔"

"میں شام میں آفس سے تو لے چلوں گا شاپنگ کے لیے۔ تم باقی کی پیکنگ کر لینا۔"

"ہاں! وہ میں کر لوں گی اس کی آپ فکر نہ کریں۔"

"بشریٰ! وہ عمران کے رشتے کا کیا بنا بھئی۔ تم تو لڑکی کو پسند کر آئی تھیں نا۔"

"ہوں کچھ بھی نہیں امی اور عمران کو لڑکی کا قد چھوٹا لگا۔" بشریٰ کچھ افسردگی سے بولی۔

"اور مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔ پتا نہیں کیوں پہلے لوگ مجھے ریجیکٹ کرتے تھے تو امی بہت دکھی ہوتی تھیں مگر اب بیٹے کے لیے وہ دوہرا معیار اپنائے ہوئے ہیں۔ بہت دل برا ہوا میرا اس بار شاید اس لیے کہ میں خود ایک بیٹی کی ماں ہوں۔" وہ مثال کو پیار کرتے ہوئے افسردگی سے بولی۔

"ہماری مثال کی قسمت تو ان شاء اللہ اتنی خوب صورت ہو گی کہ لوگ مثال دیں گے کہ ان کی بیٹیوں کی قسمت بھی مثال جیسی ہو۔" عدیل فخر سے بولا تو بشریٰ نے آہستگی سے آمین کہتے ہوئے ایک بار پھر گہری نیند سوتی مثال کو پیار کیا۔

دونوں اس کی نیند خراب نہ ہونے کے خیال سے آہستہ آواز میں باتیں کرنے لگے۔

☼ ☼ ☼

"مبارک ہو عاصمہ! زمین کا سودا ہو گیا ہے اور ہمیں کل پیمنٹ ہو جائے گی۔" عفان نے فون پر عاصمہ کو خوش خبری سنائی تو اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آیا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں عفان؟"

"لو ابا جی سے خود بات کر لو۔ تمہیں یقین آجائے گا پھر تو۔"

عفان نے فون ابا جی کو تھما دیا۔

اور عاصمہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مارے خوشی کے اس سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔

ابا جی نے خود ہی اسے سب کچھ بتا کر فون بند کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور وہ کتنی دیر تک اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔

"اب ہمارا اپنا ایک ذاتی گھر ہوگا۔ میرا اپنا گھر۔ میرے بچوں کا گھر۔۔۔ گھر کے باہر میں خوب صورت سی نیم پلیٹ لگواؤں گی جس پر ابا جی کا اور عفان کا نام لکھا ہوگا اور نیچے چھوٹا سا واثق بھی لکھا ہوگا۔"

سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں خوامخواہ آنسو آئے چلے جارہے تھے۔ وہ بار بار آنکھیں صاف کررہی تھی۔

"مما! کیوں رو رہی ہیں آپ؟" واثق ابھی کرکٹ کھیل کر آیا تھا' ماں کو روتے دیکھ کر پریشان سا ہوگیا۔

"میری جان! یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔" وہ بے اختیار واثق کو ساتھ لپٹا کر بولی۔

"کیا مطلب؟" وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔

"تمہارے دادا کی زمین تھی نا۔ اس کا سودا ہوگیا ہے۔" وہ خوشی سے کانپتی آواز میں بولی۔

"تو پھر۔۔۔ کیا ملا؟" وہ ابھی بھی کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔

"میری جان! اب ہم اپنا گھر لیں گے۔ اپنا خوب صورت سا گھر جس میں تم لوگوں کا الگ سے کمرہ ہوگا اور کھیلنے کے لیے کھلا صحن اور۔۔۔ اور بہت سے پھول پودے اور درخت ہم مل کر لگائیں گے۔" وہ پھر سے رونے لگی تھی۔

"تو مما! آپ رو کیوں رہی ہیں؟" واثق ابھی بھی پریشان تھا۔

"بالکل بھی نہیں۔ میں تو ہنس رہی ہوں۔" وہ روتے ہوئے ہنسنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"امی میں عدیل کے ساتھ ذرا شاپنگ کے لیے جارہی تھی۔" بشریٰ تیار حلیے میں بولتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئی اور بے اختیار ٹھٹک کر رک گئی۔

سامنے فوزیہ کی ساس زاہدہ بہت بے تکلف انداز میں صوفے پہ آلتی پالتی مارے بیٹھی تھیں اور نسیم بیگم سے خوش گوار موڈ میں باتیں کررہی تھیں۔

بشریٰ کو اس لمحے شاپنگ پر جانے کا معاملہ کھٹائی میں پڑتا نظر آنے لگا۔ اس نے سست لہجے میں سلام کیا اور صوفے کے کنارے ٹک کر بیٹھ گئی۔ زاہدہ اس کا خوب تنقیدی نظروں سے جائزہ لے رہی تھیں جن میں طنز اور تضحیک کا عنصر زیادہ نمایاں تھا۔ بشریٰ کو خوامخواہ اپنی ہتک کا احساس ہونے لگا۔

"کچھ چائے وغیرہ لے آؤ پہلے زاہدہ بہن کے لیے پھر چلی جانا۔" نسیم بیگم نے حتی الامکان لہجے کو میٹھا بنانے کی کوشش میں کامیاب رہیں۔

"کسی خاص شاپنگ کے لیے جارہی ہے بہن! آپ کی بہو؟" زاہدہ نے بطور خاص بہن پر زور دے کر پوچھا۔

"ہاں وہ صبح عدیل اور بشریٰ اسلام آباد اور مری جارہے ہیں نا عدیل کو اسلام آباد میں آفس کا کوئی کام تھا تو سوچا بیوی بچوں کو ساتھ لے جائے۔"

نسیم نے وضاحت سے جواب دیا اگرچہ بشریٰ کو یہ اچھا نہیں لگا کہ اتنی تفصیل سے محترمہ کو آگاہ کیا جائے۔

"بچوں کو۔۔۔ کتنے بچے ہیں خیر سے عدیل میاں کے؟" زاہدہ ہونٹوں کو گول کرکے بولیں۔

"کتنی فسادی عورت ہے؟" بشریٰ دل میں تلملائی۔

"کہاں بہن! ایک بچی ہے۔ آٹھ سالوں میں بہو بیگم نے ایک پوتی دے کر ہری جھنڈی دکھادی ہے۔" نسیم بیگم کی دکھتی رگ پر اس عورت نے کس ہوشیاری سے ہاتھ رکھا تھا۔

"کیوں خدانخواستہ کوئی مسئلہ ہے؟" وہ بھولپن سے پوچھنے لگیں۔

"اللہ جانے۔ علاج تو بہت کرائے مگر ڈاکٹرز کہتے ہیں دونوں ٹھیک ہیں۔ بس اللہ کی طرف سے دیر ہے۔" نسیم

بیگم نے سرد آہ بھر کر نظریں بشریٰ پر جمائیں۔

"چچ چچ۔ پھر تو صاف جادو ٹونے کا معاملہ لگتا ہے۔" زاہدہ لہجے میں مقدور بھر ہمدردی سمو کر بولیں۔

"اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم تو سمجھیں ناامید ہو چلے اب تو۔" نسیم بیگم کچھ بے زاری سے بولی تھیں۔ بشریٰ کو بہت برا لگا۔

"میں جاؤں پھر امی؟" وہ اور نہیں بیٹھ سکی۔

"کہاں ناں کچھ کھانے پینے کو تو لے آؤ پھر چلی جانا۔ واپسی تو تم لوگوں کی یوں بھی رات سے پہلے کہاں ہوگی؟" نسیم اب کے لحاظ مروت ہٹا کر بولیں۔

"جی میں لاتی ہوں۔" وہ مرے ہوئے لہجے میں کہہ کر جانے لگی۔

"بیٹی! برا نہیں ماننا۔ ساس بھی ماں کے برابر ہوتی ہے۔ اس کا کہا تو یوں بھی حق جانو کہ وہ تمہارے شوہر کی ماں ہوتی ہے۔ شوہر جسے خدا نے بھی مجازی خدا کہا ہے۔ خدا کے بعد اگر جسے سجدے کا حکم دیا جاسکتا تھا۔ اس عورت کی اطاعت اور فرماں برداری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھنی چاہیے۔

بہن! میں ذرا پرانے خیالات کی ہوں۔ جی توڑ کر میں نے اپنی ساس کی خدمت کی تھی۔ بستر پر لٹا کر اسے چھ سال سمجھو ہاتھوں پر اٹھائے رکھا تھا۔ میں نے تو خوامخواہ آج کل کی لڑکیوں کو ساس سے ایسے اکھڑے لہجے میں بات کرتے دیکھتی ہوں تو بہت دل دکھ سا جاتا ہے۔" وہ بولے بغیر رہ نہیں سکی تھیں۔

بشریٰ کا جی چاہا اس فراڈ عورت کو یہیں کھڑے کھڑے چھ آٹھ اچھی اچھی سنائے جو کس صفائی سے دوسروں کو بے وقوف بنا رہی تھی۔

"نہیں بہن! آپ کچھ غلط نہیں۔ اصل میں تو آج کل ماؤں کی تربیت ہی کچھ ایسی ہے۔ بیٹیوں کو اگلے گھروں کے بارے میں تو کچھ بتاتی نہیں' صرف ادب تمیز اپنے ماں باپ کے لیے ہوتی ہے ان لڑکیوں کی نظر میں۔ خیر ہمیں تو عادت ہوگئی ہے اب سب کچھ برداشت کرنے کی۔"

نسیم بیگم یوں ٹھنڈی سانس بھر کر بولیں جیسے پتا نہیں بہو کے ہاتھوں کتنے جبر سہہ چکی ہیں۔

"میری فوزیہ کی گھٹی میں اللہ کے فضل سے ایسا ادب تمیز لحاظ بھرا ہے۔ میں تو میں محلے کی کوئی خالہ جان بھی آجائے تو اس کے آگے بھی ایسے بچھی جاتی ہے۔ بہت ہی عاجزی ہے میری فوزیہ کی طبیعت میں۔"

اب بشریٰ سے مزید رکنا محال ہوگیا۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے باہر نکل آئی۔

"ویسے بہن! برا نہیں ماننا۔ شادی کے آٹھ سال بعد بھلا کیا تک بنتی ہے ہنی مون پہ جانے کی۔" بشریٰ کے قدم اس عورت کی بات پر وہیں رک گئے۔

"ہنی مون؟" بے چاری نسیم بشریٰ کی نظر میں کتنی بھی تیز طرار تھیں' مگر زاہدہ کے آگے اس وقت وہ بھی پانی بھرتی نظر آئیں۔

"اور نہیں تو کیا؟"

"میں سمجھی نہیں۔۔۔ وہ تو عدیل کو دفتر کا کام تھا تو۔۔۔" نسیم بیگم نے پھر سے وہ سبق دہرانا چاہا۔

"اے بہن! بہت ہی سادہ ہیں آپ تو' سچ جھوٹ کو نہیں پرکھ سکیں۔"

نسیم بیگم کچھ بول ہی نہ سکیں۔

"سب ڈراما ہے دفتر کے کام کا' مجھ سے لکھوالو۔ دونوں نے مل کر گھومنے پھرنے کا پروگرام پہلے سے بنا رکھا تھا۔ دفتری کام کا بہانہ بنا کر تمہیں بس بے وقوف بنا رہے ہو اور کچھ بھی نہیں۔"

"ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اس رشتے داری کو قائم ہوئے اور۔۔۔ فسادی عورت۔۔۔ فوزیہ بی بی! تم اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خیر مناؤ۔" بشریٰ مڑ کر جانے لگی۔

"اور دیکھو بہن! کل کو تم نے بیٹی بیاہنی ہے پھر اس کے لیے کتنے اخراجات ہوتے ہیں' بہو' بیٹاپوں سیر سپاٹوں پر رقمیں اڑاتے رہے تو آخر میں تمہیں ہی پریشان ہونا پڑے گا۔" وہ تو جیسے آج بشریٰ اور عدیل کا سیر سپاٹا منسوخ کرا کے ہی جانے والی تھیں۔

"اور صاف کہوں بہن!" تم نے اپنی بہو اور بیٹے کو بہت چھوٹ دے رکھی ہے۔ تمہارا عدیل تو اس بشریٰ کی مٹھی میں ہے' کل کو فوزیہ بیٹی اپنے گھر چلی جائے گی تو سوچو' یہ بشریٰ کیا تمہیں عزت دے گی اس گھر میں؟"

"ہاں! یہ تو میں بھی جب سوچتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ کیا کروں آخر میں تو اپنا راج پاٹ گھر بار سب کچھ ان غیر لڑکیوں کو سونپنا ہی پڑتا ہے۔" نسیم بیگم گلوگیر آواز میں بولیں۔

"طریقے اور ہوشیاری سے چلو تو بہت کچھ اپنے پاس رکھ کر انہیں قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔"

"کیسے زاہدہ بہن!" نسیم بیگم ہوشیار ہو کر بولیں۔

"بہت سادہ ہیں نسیم بہن آپ۔ سنیے۔" وہ آہستہ آواز میں نسیم بیگم سے کچھ کہنے لگیں تو بشریٰ غصے میں پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

فوزیہ کو اپنی ساس کو چائے دینے کا کہہ کر وہ عدیل کے ساتھ خود ہی گھر سے نکل آئی۔

☼ ☼ ☼

"بھاڑ میں جائے منحوس عورت۔ میں کیوں اس کی خاطر مدارت کروں۔ ایسی مکار عورتیں کسی عزت کے لائق نہیں ہوتیں۔" وہ گاڑی میں بیٹھ کر بھی کڑھتی رہی۔

"مما! آپ کو غصہ آرہا ہے۔" مثال پیچھے سے اس پر جھک کر بولی۔ بشریٰ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"بھئی سوری! میں تو ٹائم پر نکل آیا تھا آفس سے مگر رستے میں اتنا رش تھا اور تمہارے سامنے میں تو اندر ہی نہیں آیا کہ مزید لیٹ نہ ہو جائیں' پھر بھی تمہارا موڈ آف ہے۔" وہ صفائی دیتے ہوئے بولا۔

"نہیں! موڈ کب آف ہے۔ وہ فوزیہ کی ساس آگئی تھیں۔" اسے بتانا ہی پڑا۔

"کیا۔ اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔" عدیل ایک دم پریشان سا ہو گیا۔ "امی ناراض ہوں گی کہ میں ان سے ملے بغیر باہر ہی سے تمہیں لے کر چلا آیا۔"

"نہیں ہوں گی۔ امی کو بتا آئی تھی۔" بشریٰ جلدی سے بولی کہ کہیں عدیل واپسی کے لیے گاڑی نہ موڑ لے۔

"اور یوں بھی وہ تھوڑی دیر کے لیے آئی تھیں۔ زیادہ بیٹھیں گی نہیں۔" بشریٰ عدیل کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر پھر سے بولی۔

"یار! تمہیں مجھے اندر تو آنے دینا تھا۔ کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔" عدیل کو نئی فکر ستانے لگی۔

"کچھ نہیں ہوتا' میں مل تو آئی تھی ان سے اور انہیں بتا بھی آئی تھی کہ ہم جا رہے ہیں اور ہمیں دیر بھی ہو چکی ہے۔" بشریٰ دل میں پچھتا رہی تھی کہ عدیل کو کیوں بتایا۔

"عدیل! صبح ہم کتنے بجے نکلیں' جانے کے لیے۔" اس نے عدیل کا دھیان بٹانا چاہا۔ وہ کچھ دیر بول ہی نہیں سکا۔

"یوں کریں لعنت بھیجیں شاپنگ پر' گھر واپس چلتے ہیں۔ پہلے آپ اچھی طرح ان خاتون سے مل لیں۔ کورنش بجا لائیں۔ پھر اگر ٹائم بچا تو شاپنگ کے لیے نکل چلیں گے۔ یوں بھی شاپنگ کچھ اتنی ضروری نہیں ہے۔ چلیں واپس۔" بشریٰ کو بھی ایک دم سے غصہ آگیا۔

"ہم واپس جا رہے ہیں گھر ماما؟" مثال فوراً بے چین ہو کر بولی۔

"تم چپ کر کے بیٹھو۔" بشریٰ نے اسے بھی جھڑک دیا۔

وہ سہم کر آرام سے بیٹھ گئی۔

"اس کو خواہ مخواہ کیوں جھڑک رہی ہو۔" عدیل خفگی سے بولا۔

"آپ واپس چلیں بس۔" وہ ہٹیلے پن سے بولی۔ پہلے اس عورت نے بکواس کر کے موڈ خراب کیا اور اب یہ عدیل۔ اسے جیسے رونا ہی آنے لگا تھا۔

"اچھا خواہ مخواہ موڈ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی نہیں واپس جا رہا۔ میں گھر جا کر امی سے بات کر لوں گا۔ یوں بھی ہم نے کون سی لمبی چوڑی شاپنگ کرنی ہے۔ وقت پر گھر پہنچ جائیں گے۔ موڈ ٹھیک کرو اپنا پلیز۔" عدیل اس کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھ کر قدرے نرمی سے بولا۔

"ٹھیک ہے میرا موڈ مگر عدیل! بہتر ہے ہم گھر واپس چلیں۔"

وہ پھر بولی۔ عدیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔

☼ ☼ ☼

"امی! یوں سمجھیں ہماری کوئی نیکی کام آگئی' جو اللہ نے ہمیں ظہیر اور اس کی ماں سے بچا لیا۔"

واپسی پر عدیل کے نہ ماننے کے باوجود بشریٰ اصرار کر کے ذکیہ سے ملنے کے لیے آگئی تھی۔

"عدیل سفر پر جانے سے پہلے میں کم از کم امی سے کھڑے کھڑے تو مل لوں۔ یقین کریں زیادہ ٹائم نہیں لگاؤں گی۔" اس نے بدقت عدیل کو منا ہی لیا تھا اور یہ عدیل کی خوبی تھی۔ بشریٰ کی کوئی بات ٹالتا نہیں تھا۔

"ہاں اور نہیں تو کیا۔ میں نے تو جب اِدھر اُدھر سے کچھ ایسی ویسی باتیں ان ماں بیٹے کے بارے میں سنیں' تب ہی میں کھٹک گئی تھی۔ اگرچہ تین مہینے کچا پکا ہی سہی رشتہ قائم رہا تھا تمہارا اور ظہیر کا۔" ذکیہ سر ہلا کر بولیں۔

"اور کمال دیکھیں۔ میں ظہیر کو اور اس کی ماں کو فوزیہ کے رشتہ کے دوران پہچان ہی نہیں سکی۔"

"اور امی! یہ زاہدہ آنٹی بہت تیز ہیں۔ انہیں سب یاد آچکا ہے۔" صاف لگ رہا ہے اس وقت رشتہ نہ ہو سکنے کا بدلہ لے رہی ہیں امی کے کان بھر بھر کر۔"

"بھرلے جتنے مرضی' آخر کو کیا ہاتھ آئے گا۔ وہ اگر سیر ہیں محترمہ تو ان کی ہونے والی بہو سوا سیر ہے۔ دیکھنا کہ کیا کیا تماشے نہیں ہوں گے۔ ذرا فوزیہ کو اس کے گھر پہنچ تو لینے دو۔" ذکیہ ٹھٹھا لگا کر بولیں۔

"ہاں امی! یہ منظر تو واقعی دیکھنے والا ہو گا' اور وہ جو شام کو امی کے کان بھر رہی تھیں کہ تمہارا بیٹا تو اس چلتر بشریٰ کی مٹھی میں ہے۔ دیکھوں گی شادی کے بعد اپنے بیٹے کو کیسے قابو میں رکھیں گی خاتون۔" بشریٰ بھی مزا لے کر بولی۔ اسی وقت عدیل دیر ہو جانے کے خیال سے اسے بلانے کے لیے چلا آیا۔

"عدیل کو تو پتا نہیں چلا کہ تمہارا اور ظہیر کا پہلے رشتہ طے ہو گیا تھا؟" ذکیہ بیگم کو کچھ یاد آیا تو پوچھنے لگیں۔

"توبہ کریں امی! میں نے اپنی شامت لانی ہے۔ لاکھ عدیل مجھ پر جان چھڑکتے ہوں مگر اس طرح کی بات اگر انہیں پتا چل جائے۔ یہ مرد بہت شکی مزاج ہوتے ہیں باقی کی خالی تصویر کے خاکے میں خود سے رنگ بھر لیتے ہیں۔ میں تو۔" وہ بولتے ہوئے مڑی اور پھر ٹھٹک کر رہ گئی۔ اس کے سامنے عدیل کھڑا اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

بشریٰ عجلت میں ماں کو خدا حافظ کیے بغیر ہی گھر سے نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن عفان! آپ تو کہہ رہے تھے کل آجائیں گے۔ آج کا بھی سارا دن گزر گیا۔ آپ کا انتظار کرتے اب تو رات ہوگئی ہے۔" عاصمہ متفکر سی فون پر عفان سے بات کررہی تھی۔

"ہاں کہا تو تھا مگر دیکھو! ان کاموں میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔ ابھی تو شاید کل کا دن بھی لگ جائے۔" عفان نے جواب دیا۔

"یہ نہ کہیں خدا کے لیے! میں اکیلی تھک گئی ہوں۔ گھر بچوں کو سنبھالتے سنبھالتے۔" عاصمہ بے حد تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مگر یہ بھی تو دیکھو نا زندگی بھر کا آرام بھی تو تمہیں ہی ملنے والا ہے۔ دو تین ملازم بھی رکھ لینا۔ شان دار سا گھر، گاڑی۔" عفان اسے لالچ دینے کو بولا۔

"خیر اب ایسا بھی نہیں، زندگی بھر خود ہی کام کیا ہے اپنے گھر اور بچوں کا۔ کام کرنا تو مجھے کبھی بھی نہیں دکھا مگر عفان! یوں اکیلا رہنا بہت تکلیف دہ ہے۔ آپ اور ابا جی کے بغیر رہنا۔" عاصمہ افسردگی سے بولی۔

"یوں لگتا ہے جیسے سارا گھر خالی ہو۔ بچے بھی اتنے چپ ہیں نہ شرارتیں نہ ضدیں۔ وہ آپ دونوں کے سامنے ہی تنگ کرتے تھے مجھے۔"

"پھر تو اچھی بات ہے۔ تم مزے میں ہو۔ نہ ہماری ٹینشن نہ بچوں کی پریشانی یار! مزے کرو۔" وہ اسے چھیڑ کر بولا۔

"خدا کے لیے عفان! میں اب رو پڑوں گی۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"اچھا بابا! کل آجائیں گے ہم۔ شام سے پہلے گھر ہوں گے۔ تم پریشان نہیں ہو اور سنو! رات میں گھر کے لاک، دروازے اچھی طرح بند کر کے سویا کرو۔" عفان نے تاکیداً کہا۔

"کرتی ہوں۔ ہر بار یہ ہی نصیحت کرتے ہیں۔ آپ سے زیادہ مجھے اس بات کا خیال رہتا ہے پھر بچے بھی تو ہیں مما! وہ دروازہ بند کریں۔ مما چھت کا دروازہ لاک کیا۔ باہر کی کھڑکیاں بند کریں۔ تینوں کی طبیعت آپ پہ گئی ہے۔ احتیاط ہی احتیاط۔" وہ چڑ کر بولی۔

"تو یار! اچھی بات ہے نا احتیاط تو۔"

"عفان! وہ ایجنٹ ہے نا جسے آپ گھر دیکھ رکھنے کا کہہ گئے تھے، وہ آج آیا تھا۔ کہہ رہا تھا اس نے بہت زبردست تین گھر دیکھے ہیں ہمارے لیے۔" وہ ذرا پرجوش ہو کر بتانے لگی۔

"یار! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بس ہم آتے ہیں تو ان شاء اللہ پہلا کام یہ ہی کریں گے۔ تم بھی بس تیاری رکھو۔ موٹی موٹی پیکنگ شروع کردو ہم نے تو بنا بنایا گھر لینا ہے۔ ٹرک کروا کے، سامان لدوایا اور بس شفٹ ہو گئے۔"

"ان شاء اللہ میں جتنی بے چینی سے اس گھڑی کا انتظار کررہی ہوں، کوئی میرے دل سے پوچھے۔ بچے بھی بار بار پوچھتے ہیں۔ مما! نئے گھر میں کب جائیں گے۔" وہ اشتیاق سے بتانے لگی۔

"ان شاء اللہ بہت جلد۔ اب تم آرام کرو کل ہم نکلنے سے پہلے تمہیں فون کردیں گے۔" عفان نے فون بند کرنا چاہا۔

"عفان! ابا جی سے تو آپ نے بات کرائی نہیں میری۔"

"وہ سو گئے ہیں۔ تھک جاتے ہیں۔ دن بھر نہ جانے کہاں کہاں سے بچپن کے یار دوست ان سے ملنے آتے ہیں تو انہیں آرام کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔"

"وہ اپنی میڈیسن تو لے رہے ہیں نا باقاعدگی سے۔" وہ فکر مندی سے پوچھنے لگی۔ "ابا جی دوا لینے کے معاملے

میں بہت لاپرواہیں آپ تو خیال کرتے ہیں نا!"

"ڈاکٹر صاحب! بالکل خیال کرتا ہوں اور پابندی سے انہیں ٹائم پر دے رہا ہوں۔ تم فکر نہیں کرو۔" عفان نے اسے تسلی دی۔ "اب تم سو جاؤ۔ صبح بچوں کو اسکول بھجوانا ہوگا تم نے۔" عفان نے اسے یاد دلایا۔ "میں بھی کافی تھک گیا ہوں۔ آرام کروں گا۔ یہاں تو یوں بھی صبح منہ اندھیرے ہی ہو جاتی ہے سب اٹھ جاتے ہیں۔"

"چلیں پھر آپ اپنا خیال رکھیے گا اور پلیز کل ضرور آجائیں۔ بہت اداس ہو گئی ہوں میں آپ کے بغیر کبھی اتنے دن اکیلے رہی بھی نہیں۔" عاصمہ پھر بے قراری سے بولی۔

"میں کب ۔ رہا ہوں تمہارے بغیر۔ بہت عجیب سا لگ رہا ہے جیسے خالی خالی سا ہو گیا ہوں۔" عفان نے آہستگی سے کہا تو عاصمہ کو بہت خوشی سی محسوس ہوئی جدائی کا دکھ ان کا دل بھی تو سہہ رہا ہے۔ اس کڑی دھوپ میں صرف میں تو نہیں جل رہی۔ اس کی ساری اداسی ساری تھکن جیسے غائب ہو گئی اس نے مسکراتے ہوئے فون بند کرتے ہی وردہ کو گود میں اٹھا لیا اور عفان کو سوچ کر مسکرانے لگی۔

☆ ☆ ☆

"ظہیر کے ساتھ ___ تمہارا کیا تعلق تھا؟"

بشریٰ کو قطعاً "توقع نہیں تھی کہ عدیل کے خراب موڈ کا نتیجہ گھر جاتے ہی یہ جملہ نکلے گا۔ فوری طور پر تو وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکی بس یوں ہی خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ اس نے تو گھر آکر نسیم بیگم کے طعنوں تشنوں کی بھی پروا نہیں کی تھی، جوان کے گھر آتے ہی بولنا شروع ہو گئی تھیں۔

اور یہ پہلی بار تھا کہ عدیل ماں سے کوئی بھی بات کیے بغیر، فوزیہ کے خراب موڈ کا سبب جانے بغیر خاموشی سے اپنے بیڈ روم میں چلا آیا تھا۔

"بیوی نے اپنا دم چھلا بنا لیا ہے امی! جتنا مرضی آپ چیختی چلاتی رہیں، وہ حضرت کب سن رہے ہیں۔ ان کے کانوں میں آپ کی کوئی آواز نہیں پڑ رہی۔"

فوزیہ نے دونوں کو آگے پیچھے کمرے میں جاتے دیکھ کر جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ نسیم بیگم کے بولنے میں اور بھی تیزی آگئی۔ مگر اب وہاں سننے کے لیے کوئی نہیں تھا۔ بشریٰ نے فق چہرے کے ساتھ کچھ بولنے کی کوشش کی۔

"خبردار! ایک لفظ جھوٹ تمہارے منہ سے نہیں نکلنا چاہیے بشریٰ! ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم میری کون ہو اور ___ میں تمہارا کون؟"

اتنا سخت رویہ ___ ایسے ظالم ردعمل کی توقع کم از کم بشریٰ کو عدیل سے نہیں تھی۔ اس کا حلق جیسے کانٹوں سے بھر گیا۔ وہ کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں پائی۔ آنکھوں میں ایک دم ہی ڈھیر سارا پانی اکٹھا ہو گیا۔

"میری سامنے کوئی ڈراما کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے یہ آنسو اس وقت ___ اس وقت مجھ پر کچھ اثر نہیں کریں گے انڈر اسٹینڈ!" وہ پھر سے گرج کر بولا تو بشریٰ نے تیزی سے آنسو صاف کر کے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر زبان تو اس کی جیسے جکڑی گئی تھی۔

"کیا تعلق تھا تمہارا اور ظہیر کا؟" اس نے اپنا سوال دہرایا۔

"کوئی تعلق ___ کوئی تعلق نہیں تھا ___ ہمارا اور خدانخواستہ کیوں ہونے لگا۔" اس نے گلے میں پھنسی ہوئی آواز نکالی مگر پھر بھی جسم ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا اور آواز کی کپکپاہٹ تو اور بھی نمایاں تھی۔

"کیوں اتنا برا شخص ہے وہ کہ تمہیں اس سے تعلق رکھنے پر بھی شرم آنے لگی؟" عدیل طنز سے بولا اور ان آٹھ سالوں میں وہ پہلی بار نسیم بیگم کا بیٹا لگا تھا۔ وہ اس سے ڈری بھی پہلی بار ہی تھی اس طرح۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"عدیل! جس طرح آپ کا پروپوزل آیا تھا میرے لیے' اسی طرح آپ سے پہلے ظہیر کا بھی آیا تھا اور کچھ دن بات کچی پکی چلتی رہی تھی۔" اسے احساس ہوا کہ اب اگر اس نے سنبھل کر ٹھیک ٹھیک جواب نہ دیے تو پھر عمر بھر خود کو کوستی رہے گی' اس لیے اب کے قدرے مضبوط لہجے میں بولی۔

"کچی پکی... یا پکی۔" وہ جتا کر بولا۔

"ایسا کچھ ہوتا تو ہم کیوں آپ سے کچھ چھپاتے۔" وہ بھی ڈٹ کر بولی۔

"ہم..." وہ زور دے کر بولا۔

"تم جب یہ سب جانتی تھیں تو جب فوزیہ کے لیے ظہیر کا رشتہ آیا' اس وقت تم نے یہ بات کیوں نہیں کی۔"

"عدیل!" وہ تڑپ کر رہ گئی۔

"تمہارے دل میں چور تھا نا۔"

"عدیل!" اسے خود بھی پتا نہیں چلا کہ اس کی آواز باہر تک گئی۔

"سچی بات پر اتنا واویلا؟" وہ بھی مزے سے بولا۔

وہ جیسے ایک دم نڈھال سی ہو گئی۔

"ذرا سی معمولی بات کو آپ نے کیا رنگ دے ڈالا ہے۔" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مجھ پر تو شاید آپ کو یقین نہیں۔ مگر اللہ کی قسم یہ تو آپ کو یقین آئے گا نا۔ میں کبھی قسم نہیں کھاتی... مگر آج اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہی ہوں اور عدیل! آپ کو یقین کرنا پڑے گا۔ مجھے بالکل بھی ظہیر یاد نہیں تھا۔ اس کا چہرہ نہ پروپوزل والی بات عین نکاح والے دن مجھے احساس ہوا کہ میں ظہیر سے پہلے بھی مل چکی ہوں۔ مطلب دیکھ چکی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تم لوگوں نے یہ رشتہ کیوں چھوڑا تھا۔" بہت دیر کی خاموشی کے بعد وہ اس پر نظر جما کر بولا۔ بشریٰ فوری طور پر کوئی جواب نہ دے سکی۔

"تم لوگوں نے رشتہ چھوڑا تھا یا انہوں نے جواب دیا تھا؟" وہ پھر سے بولا۔

"ہم... ہم نے جواب دیا تھا۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"کیوں؟" وہ پھر سے دہرا کر بولا۔

"ہمیں پتا چلا تھا کہ وہ... یہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔" وہ سر جھکا اعتراف کر کے بولی۔ عدیل اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"میری بہن نے کبھی تمہارے ساتھ اتنا برا تو نہیں کیا کہ تم اس طرح بدلہ لیتیں۔" وہ سخت آواز میں بولا۔

"نہیں... خدا کے لیے میں بتا چکی ہوں۔ مجھے یاد نہیں تھا۔"

"تو اپنی اماں جان سے پوچھ لیتیں۔ انہیں تو اس صدی کے شروع میں ہونے والے چھوٹے بڑے سب واقعے یاد ہوتے ہیں۔" وہ طنز سے بولا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

وہ جیسے نڈھال ہو کر سر تھام کر بیٹھ گیا۔ وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئی اور آہستگی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کچھ بولنے لگی تھی کہ اس نے زور سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"عدیل پلیز... یہ تو قسمت کے کھیل ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ رشتہ میرے نصیب میں نہیں تھا۔ خدا گواہ ہے۔ اگر مجھے یاد آجاتا تو میں ضرور آپ کو بتاتی اور فوزیہ سے مجھے خدانخواستہ کوئی دشمنی کیوں ہونے لگے گی۔ میری کوئی بہن نہیں میں نے ہمیشہ اپنی بہن..."

"بس کرو یہ جھوٹ سچ ملانا۔ سو جاؤ۔ میرے سر میں پہلے ہی بہت درد ہو رہا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر تکیہ

سیدھا کر کے لیٹ گیا۔ بشریٰ بے بس نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

وہ کچھ دیر یوں ہی بیٹھی رہی۔

ان کی شاپنگ بھی یوں ہی پڑی تھی کچھ مشال کے کپڑے بھی رکھنے والے تھے۔ اب پتا نہیں صبح انہوں نے جانا تھا یا نہیں... وہ بیٹھی لب چباتی رہی۔ اتنی ہمت ہی نہیں ہو سکی کہ وہ جو آنکھوں پر بازو رکھے یوں اجنبی بنا لیٹا ہے اس سے پوچھ ہی لے۔

"سو جاؤ' کیوں میرے سر پر سوار ہو کر کیا بیٹھ گئی ہو۔ نہیں نیند آرہی تو باہر چلی جاؤ اور لائٹ آف کر دو۔" وہ کروٹ لیتے ہوئے کرختگی سے بولا تو وہ آہستگی سے اٹھی اور لائٹ آف کر کے اس کے برابر آکر لیٹ گئی۔

کتنی دیر تک اسے نیند نہیں آئی کہ اس جرم کی سزا جو نہ اس سے سرزد ہوا نہ جس کے وقوع ہونے میں ہی اس کا کوئی ہاتھ تھا۔ اس کے سر پر لگا دیا گیا تھا۔

وہ آنکھوں میں آئی نمی کو مسل کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"ارے مگر آپ نے تو بتایا ہی نہیں کہ آپ اتنی جلدی آجائیں گے۔ ابا جی کہاں ہیں۔ اکیلے آئے ہیں کیا؟" عاصمہ دروازہ کھول کر کچھ پریشان سی عفان کے ساتھ آتے ہوئے بولی۔

"بہت ایمرجنسی میں آیا ہوں۔ سب کچھ ریڈی تھا صرف ابا جی کے اور دوسری پارٹی کے سائن تھے۔ وکیل پٹواری گواہ سب موجود اور ابا جی کے اوریجنل ڈاکومنٹس ندارد۔" عفان جھلائے ہوئے انداز میں کہتا سیدھا ابا جی کے کمرے میں بنی الماری کی طرف بڑھا۔

"افوہ! سانس تو لے لیں۔ میں پانی لے کر آتی ہوں آپ کے لیے۔ سفر سے آئے ہیں بیٹھ تو جائیں۔" عاصمہ جلدی سے پانی لاتے ہوئے بولی۔

"ایمان سے ایک ہفتہ غارت ہو گیا۔ اب تمہیں پتا ہے مزید چھٹی بھی نہیں مل سکتی اور کل میری آخری چھٹی ہے۔ ابا جی بھی حد کرتے ہیں سب سے ضروری کاغذ ہی لے جانا بھول گئے۔ اب گاؤں کوئی ساتھ کی گلی میں تو ہے نہیں۔" عفان پانی کا پورا گلاس چڑھا کر جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اچھا چلیں ہو جاتا ہے ایسا۔ اب ان کی عمر ایسی ہے۔ کہاں سب کچھ یاد رہتا ہے۔ آپ تسلی سے کاغذ نکالیں۔ میں کھانا بنا رہی ہوں کھا کر جائیں گے اب آپ۔" وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"نہیں یار! بہت دیر ہو جائے گی۔" عفان الماری سے مختلف فائلیں نکالتے ہوئے بولا۔

"کوئی دیر نہیں ہوتی ذرا دیر میں بچے بھی آنے والے ہیں۔ اتنے اداس ہو رہے ہیں آپ کے بغیر مل کر جائیے گا۔"

"لو مل گئے۔ یہ پیپرز تھے۔ ذرا سے کام کے لیے اتنی دور آنا پڑا۔" وہ فائل میں سے پیپرز نکالتے ہوئے باقی کی چیزیں احتیاط سے الماری میں رکھنے لگا۔

"کیا پکا رہی ہو آج عاصمہ؟" وہ فارغ ہو کر کچن ہی میں آگیا۔

"گوبھی گوشت ہے آپ کی پسند کا۔ میں نے سوچا آج تو آپ نے آجانا ہے تو۔" عاصمہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی۔

"ہاں دیکھو ابھی نکلوں گا تو واپسی ظاہر ہے... ادھر بھی ساری قانونی کارروائی میں وقت تو لگے گا۔ مجھے تو لگتا ہے آج بھی واپسی مشکل ہے۔" وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گیا۔ عاصمہ جلدی جلدی سالن بھوننے لگی۔ فریج سے آٹا نکال

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر رکھا اور دوسری طرف توا چولہے پر رکھا۔
"آپ کوشش تو کیجئے گا واپسی کی۔"
"یار! میں تو خود تنگ آگیا ہوں۔ ابا جی بھی بے زار ہوئے پڑے ہیں۔ اب ایک اور دن کی مشکل تو ہے۔" عفان سلاد کاٹنے لگا۔
"عفان! کتنے میں سودا ہوا ہے۔ یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں۔" بہت دنوں سے دل میں مچلتا سوال آخر اس کے لبوں پر آ ہی گیا۔
"اچھا میں نے تمہیں نہیں بتایا۔" وہ کچھ حیران سا ہوا۔
"کب؟ میں تو منتظر ہوں کہ آپ بتائیں گے۔" وہ جتا کر بولی۔
"تمہارے خوابوں میں سمجھو سارے رنگ بھرنے والے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔
"اب بتا بھی دیں مجھ سے اور صبر نہیں ہوتا۔" وہ بے صبری سے بولی۔
"اچھا تو گیس کرو! کتنے میں زمین نکلی ہوگی۔"
"عفان..... میں نے کبھی کسی چیز کا بھی سودا نہیں کیا۔ یقین کریں مجھے بالکل آئیڈیا نہیں..... اب خود سے بتا دیں نا!" وہ بہت منت سے بولی۔
"بہت بھولی ہیں بھئی ہماری بیگم۔" وہ مسکرا کر بولا "ڈیڑھ کروڑ میں ڈن ہوا ہے اور پتا ہے؟ اچھی کمہ لو یا بری بات یہ ہے کہ وہ لوگ پیمنٹ کیش کی شکل میں کر رہے ہیں' حالانکہ میں اس چیز کے حق میں نہیں تھا۔ وہ چیک بنا دیتے یا ڈرافٹ مگر ابا جی نہیں مانے کہ اس میں فراڈ کا چانس ہو سکتا ہے مگر اس میں رسک بھی بہت ہے اور فائدہ بھی کہ آتے ہی گھر کا سودا کرلیں گے۔"
"یہ تو اچھی بات ہے۔ آپ کے پاس اگر ٹائم ہوتا تو آپ ظفر بھائی کے ساتھ جا کر ایک دو گھر ہی دیکھ آتے۔" اس نے پھرتی سے روٹی توے سے اتار کر عفان کے آگے کھانا لگا دیا۔
"نہیں یار ——— بالکل بھی ٹائم نہیں۔ اب جو بھی ہوگا واپسی پر ان شاء اللہ۔" وہ جلدی جلدی کھانا کھانے لگا۔
عاصمہ روٹیاں پکا کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی اور اس سے باتیں کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"اب کیا باقی کا رستہ اسی طرح کٹے گا؟" عدیل کو سنجیدگی سے گاڑی چلاتے دیکھ کر بشریٰ بول ہی پڑی مثال دونوں کو وقتاً "فوقتاً" دیکھ رہی تھی۔
مما پاپا کی لڑائی ہوئی ہے۔ وہ قیاس تو کر چکی تھی مگر دونوں کے خراب موڈ کو دیکھ کر پوچھنے کا حوصلہ نہیں ہوا تھا۔
"کیوں کیا ہوا ہے؟" عدیل اسی سنجیدگی سے بولا۔
بشریٰ شکر کر رہی تھی کہ صبح اٹھ کر عدیل نے پروگرام ملتوی نہیں کیا۔ صرف اتنا ہوا کہ وہ لوگ پروگرام سے ایک گھنٹہ لیٹ گھر سے نکلے۔ نسیم بیگم اور فوزیہ کے موڈ اسی طرح برہم تھے۔
عدیل کچھ دیر کے لیے ماں کے کمرے میں گیا تھا۔ انہیں دفتر کے کام کی مجبوری کا کہہ کر شاید ان کا موڈ کچھ نارمل کر آیا تھا کیونکہ بشریٰ جب مثال کو لے کر ملنے گئی تو نسیم بیگم نے کچھ خاص سخت رویہ اختیار نہیں کیا۔ اگرچہ فوزیہ نے اس کے سلام کا جواب دیا نہ مثال کے گلے لگنے پر اسے پیار کیا۔

وہ مثال کو لے کر خاموشی سے نکل آئی۔
"آپ کوئی بات نہیں کریں گے؟" وہ پھر سے بولی۔
"تم کرو میں سن رہا ہوں۔" وہ پھر سے اسی لہجے میں بولا۔
"عدیل! اس سارے قصے میں میرا کیا قصور ہے؟ میری تو سمجھ میں نہیں آرہا۔"
"بشریٰ! وہ چیپٹر میں نے کلوز کر دیا ہے۔ اب اس پر کوئی بات نہیں ہوگی اور ہاں!" وہ رک کر مثال کو دیکھنے لگا جو اپنی گڑیا سے باتیں کر رہی تھی۔
"تم امی یا فوزیہ سے بھی کوئی ذکر نہیں کرو گی کہ پہلے تمہارا....."
"میں جانتی ہوں عدیل! لیکن وہ زاہدہ آنٹی۔ اگر انہوں نے خود سے کچھ بتا دیا۔ کل بھی وہ امی سے ایسی باتیں کر رہی تھیں جس سے امی کا دل میری طرف سے کھٹا کر سکیں۔ بہت غلط غلط باتیں کیں انہوں نے لیکن میں خاموش رہی۔"
"تمہیں آئندہ بھی خاموش رہنا ہوگا تمہارا تو کچا پکا معاملہ تھا۔ ٹوٹا اور بات آئی گئی ہوگئی۔" وہ جتا کر بولا۔
"لیکن میری بہن کا نکاح ہوا ہے۔ تم سمجھ رہی ہو نا اس بات کو؟"
"میں جانتی ہوں عدیل! اور خدا نہ کرے کہ اب کچھ ایسا ہو جو اس رشتے کو خراب کرے۔ آپ فکر نہیں کریں' میں پوری کوشش کروں گی کہ کم از کم میری طرف سے کچھ نہ ہو۔ آپ ٹینشن نہیں لیں۔ مجھے یقین ہے زاہدہ آنٹی بھی اس معاملے کو بگاڑنا نہیں چاہیں گی۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔
"ہوں! ایسا ہی ہو اللہ کرے۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔
"مما! اگر آپ دونوں کی صلح ہوگئی تو پلیز کوئی اور اچھی بات کرلیں۔" مثال آگے کو جھک کر بولی تو دونوں ہنس پڑے۔

☆ ☆ ☆

انہیں اسلام آباد میں بہت اچھا ہوٹل ملا تھا۔ انہیں تین دن یہاں ٹھہرنا اور تین دن مری میں۔ پہلا دن تو یوں ہی گھومتے ہوئے گزر گیا۔ بشریٰ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اتنے سالوں بعد دونوں کو یوں اکٹھے ساتھ رہنے اور گھومنے پھرنے کا موقع ملا تھا۔
عدیل کا موڈ بھی بہت خوش گوار تھا۔ وہ اس رات والی تلخی کو قطعاً "بھلا چکا تھا اور بشریٰ کا بھی اسے یاد کرانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔
"عدیل! آج تھوڑی شاپنگ کرلیں امی اور فوزیہ کے لیے۔ میں چاہ رہی ہوں کہ ہم فوزیہ کے جہیز کے لیے کچھ زبردست سے آئٹم خرید لیں۔ جو اس کو بہت پسند آئیں۔" وہ شوہر کی دل جوئی کو بولی اور یہ سچ بھی تھا کہ اسے بہرحال فوزیہ کی شادی کی خوشی تھی۔
دونوں کے تعلقات شادی کے بعد سے اب تک کچھ اتنے خوش گوار بھی نہیں رہے تھے۔ فوزیہ' بشریٰ کو کچھ خاص پسند نہیں کرتی تھی۔ وہی نند بھاوج والی چپقلش پہلے دن سے جاری تھی۔ جس میں کبھی کمی آجاتی اور کبھی شدت۔ فوزیہ اگر اچھی نند نہیں تھی تو بشریٰ بھی ذرا الگ تھلگ سی رہتی تھی۔ پھر بھی دونوں میں روبرو لڑائی والی بات کبھی نہیں ہوئی تھی۔
بشریٰ دل میں خوش تھی کہ کم از کم فوزیہ کی رخصتی کا امکان پیدا ہو ہی چکا تھا تو وہ خوش خوش اپنے گھر جائے۔
"یہ تو اچھی بات ہے۔ امی نے بھی مجھ سے کہا تھا۔ لیکن میں نے کہا تھا کہ ہم اتنی زیادہ شاپنگ نہیں کر سکتے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ظاہر ہے گاڑی میں سب کچھ کہاں آسکتا ہے۔" عدیل بولا۔
"رکھ لیں گے پیچھے ڈگی بھی تو ہے۔" بشریٰ مصر رہی۔
اور اس نے واقعی فوزیہ کے جہیز کے لیے بہت زبردست کراکری اور کچھ قیمتی کپڑے بھی خرید لیے۔ مثال کی پسند کے کھلونے اور کچھ دوسری چیزیں خریدیں' کل ان کا مری جانے کا ارادہ تھا۔
جیسے ہی وہ ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوئے۔ بشریٰ سنبھلتے سنبھلتے بھی بری طرح سے چکرا کر بیڈ پر گری۔ عدیل اور مثال اسے پکارتے رہ گئے۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"مما! پاپا اور دادا کل آجائیں گے نا؟" اریبہ اور واثق اس کے ساتھ مل کر دھلے ہوئے کپڑے رسی سے اتار کر اندر لائے تھے۔ وہ انہیں بیٹھ کر تہ کرنے لگی۔
"ان شاء اللہ بیٹا! ابھی پاپا کا فون آیا تھا۔ سب کام ہو گئے۔ امید ہے وہ کل صبح ہی نکل پڑیں گے۔ تم بس دعا کرنا وہ ساتھ خیریت کے گھر آجائیں۔"
عاصمہ بہت خوش تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو عفان کا فون آیا تھا کہ ساری ڈیل بخیریت ہو گئی ہے۔ رقم انہیں مل گئی ہے۔
ابا جی نے بھی عاصمہ سے بات کرتے ہوئے اسے دل سے مبارک باد دی تھی۔ ان کی آواز اسے کچھ کمزور لگی تھی مگر خوش وہ بہت تھے۔
عاصمہ ان سے زیادہ خوش تھی کہ انہوں نے جاتے ہوئے اس سے جو وعدہ کیا تھا' وہ پورا کیا تھا۔
وہ اسے اس کی چھت دلانے جا رہے تھے۔
اس نے جب رندھی آواز میں ابا جی کا شکریہ ادا کیا تو وہ برا مان گئے۔
"نہیں شکریہ تو ہمیں تمہارا ادا کرنا چاہیے۔ اتنے سال تم نے زبان پر کوئی گلہ' شکوہ لائے بغیر گزار دیا۔ اب ہماری باری ہے تمہارا اور بچوں کا حق ادا کرنے کی۔"
وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔
"مما! میری فرینڈ ہے رملہ! اس نے اپنا گھر لیا ہے۔ اتنا شان دار ہے' اس کے گھر میں لان بھی ہے اور سوئمنگ پول بھی۔" اریبہ اسے بتانے لگی۔
"اب ہم اتنا ہی بڑا گھر نہیں لیں گے۔ سارے پیسے گھر لینے میں تو نہیں لگا دینے نا۔ ہے نا مما!" واثق عقل مندی سے بولا۔
"جی مما کی جان! اب دیکھو یہ فیصلہ تو تمہارے پاپا اور دادا ہی کریں گے کہ ہمیں کتنے میں گھر لینا ہے اور باقی رقم کا کیا کرنا ہے۔" یہ بات تو اس نے سوچی بھی نہیں تھی۔ نہ عفان سے پوچھی تھی۔
اسے بے اختیار اپنے کم سن بیٹے پر پیار آیا۔ دور کی کوڑی لایا تھا۔
"اچھا مگر گھر میں لان تو ہونا چاہیے نا اور درخت بھی جس پر جھولا لگائیں گے۔" اریبہ ٹھنک کر بولی۔
"ان شاء اللہ ضرور چھوٹے موٹے لان والا گھر ہی لیں گے۔" عاصمہ اسے پیار کر کے بولی۔

☆ ☆ ☆

"مبارک ہو عدیل صاحب! آپ کی مسز ایکس پیکٹڈ ہیں۔" ڈاکٹر بشریٰ کو چیک کرنے کے بعد یقینی لہجے میں مسکراتے ہوئے بولی تو دونوں بے یقینی سے اسے دیکھنے لگے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں آپ... کیا آپ کو یقین نہیں آرہا؟" ڈاکٹر بھی دونوں کے تاثرات دیکھ کر مسکرائی۔
"ڈاکٹر صاحبہ... ہم تو... بالکل ناامید ہو چکے تھے۔" عدیل کپکپاتی آواز میں بولا۔
"اونہوں... ناامیدی تو کفر ہے عدیل صاحب اور آپ کی تو ماشاء اللہ سے ایک بیٹی بھی ہے پہلے سے۔ اکثر کیسز میں دیر ہو جاتی ہے۔ باقی تو اللہ کے کام ہیں۔ بہرحال آپ کو مبارک ہو۔ ابھی انہیں کسی میڈیسن کی ضرورت نہیں' انہیں کمزوری ہے۔ پھل' دودھ اور جوس دیں۔ پندرہ دن بعد دوبارہ چیک کرائیں تو انہیں کچھ میڈیسن اسٹارٹ کرائی جائیں گی۔" وہ انہیں دیکھ کر بولی۔
"مگر ڈاکٹر صاحبہ کل تو ہم مری جا رہے تھے۔" بشریٰ کو یاد آیا۔
"اب آپ کو گھر جا کر کچھ دن صرف ریسٹ کرنا ہے۔ کیونکہ آپ کافی عرصہ بعد دوبارہ پریگننٹ ہوئی ہیں اس لیے احتیاط ضروری ہے۔" ڈاکٹر نے فوراً" کہا تو دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔
"لیکن ہمیں گھر جانے کے لیے بھی تو سفر کرنا پڑے گا ڈاکٹر صاحبہ!" عدیل نے توقف سے کہا۔
"وہ آپ کریں مگر احتیاط سے۔ جو باتیں میں نے کہی ہیں ان پر عمل کریں۔ انہیں ہر قسم کی ٹینشن سے دور رکھیں۔ خوش رہیں اور اچھی صحت مند خوراک دیں اور کچھ دن بیڈ ریسٹ' اوکے!"
"جی ڈاکٹر صاحبہ! بہت شکریہ۔" دونوں خوش خوش باہر آگئے۔
"مجھے یقین نہیں آرہا عدیل!" بشریٰ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔
"تو مجھے کون سا یقین آرہا ہے۔ بشریٰ! اتنے سالوں بعد... اتنے علاج کرائے ہم نے اور اب دیکھو بغیر کسی گمان خیال کے۔"
"اللہ بہت مہربان ہے۔" بشریٰ رندھے گلے سے بولی۔
"بہت مہربان۔ بہت زیادہ۔ ہم ہی اسے بھول جاتے ہیں۔ مثال کو بتا دیں ہوٹل جا کر۔" وہ شرارت سے بولا۔
"اونہوں... بالکل نہیں' ابھی اسے ان باتوں کی کیا سمجھ۔" اس نے گھورا۔
"اچھا بھئی۔ امی کو تو جلدی سے فون کر کے یہ خوش خبری سناؤں۔" وہ موبائل پر نمبر ملانے لگا۔
بشریٰ مسرور سی اسے دیکھنے لگی۔ اسے فوزیہ کی ساس کے طعنے یاد آنے لگے تو اس نے سر جھٹک دیا۔

☆ ☆ ☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں
☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے
خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر
منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رات بہت اندھیری تھی۔ ایک تو بار بار لائٹ جا رہی تھی۔ دوسرے سردی بھی بہت تھی۔ آدھی رات کے بعد جو لائٹ گئی تو پھر آنا ہی بھول گئی۔

عاصمہ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر بچوں کے کمرے میں ایمرجنسی لائٹ جلائی اور پھر صحن کی طرف آ گئی۔

آسمان کا رنگ عجیب مٹیالا سا ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی آندھی رکی ہوئی ہو۔

"بھلا اس موسم میں کب آندھیاں آتی ہیں۔"

وہ خود ہی دل میں ہنسی مگر اس ہنسی میں عجیب سی بے چینی تھی۔

"شاید میں بھی اتنے دن اکیلی جو نہیں رہی اس لیے دل گھبرا رہا ہے۔" وہ خود ہی تاویل گھڑنے لگی۔

زور زور سے شائیں شائیں ہوا چلنے لگی۔ ہمسائے کے گھر میں لگے اونچے درخت کے پتے زور زور سے شور مچانے لگے۔

سردی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے شال اپنے کندھوں کے گرد لپیٹی۔

"پتا نہیں گاؤں میں موسم کیسا ہو گا۔ عفان تو کہہ رہے تھے وہ صبح نماز پڑھنے کے بعد نکل آئیں گے۔ اگر بارش ہو گئی تو کہیں انہیں دیر سے نکلنا نہ پڑے۔ یا اللہ! موسم بالکل ٹھیک رہے۔ کچھ بھی نہ ہو اب تو وہ دونوں صبح جلدی آ جائیں تو میرا جی ٹھہرے۔ کیسی فضا میں اداسی سی ہے۔ بچوں نے کھانا ٹھیک سے کھایا نہ میں نے دل ہی نہیں کر رہا تھا۔"

وہ انگلیوں پر ان کے جانے کے دن گننے لگی۔

"کل جب آئیں گے تو بس شام میں ہی گھر دیکھنے چلیں گے۔ یہ کرائے کا ٹوٹا پھوٹا گھر، جس پر مالک مکان ایک روپیہ مرمت کے نام پر لگانے کو تیار نہیں۔ اب یہاں اور رہنے کو جی نہیں کرتا۔ اللہ کرے ہمارا بھی نیا لش پش کرتی ٹائلوں والا گھر ہو جسے میں سجاؤں سنواروں اور خوب صاف ستھرا رکھوں۔

وہ دل میں بہت سارے منصوبے بنانے لگی۔

"اور وہ جو میں نے چھوٹی کمیٹی ڈال رکھی ہے اس سے اپنے بیڈ روم کا نیا فرنیچر لاؤں گی اور ساتھ میں میچنگ پردے بھی اور....."

یہاں تک ہی سوچ پائی تھی کہ پھر گھبرا کر بے کل سی اٹھ کھڑی ہوئی اور اندر بچوں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ ذرا دیر میں بارش ہونے لگی۔

عاصمہ کو جانے کب آڑے ترچھے ہو کر بیٹھے بیٹھے نیند سی آ گئی۔ وہ گہری نیند سو گئی۔ صبح آنکھ بھی دیر سے کھلی۔ ستم پیشتر بچوں کو تیار کر کے اسکول بھیجا تھا۔ پھر موبائل پر فون کیا مگر فون بند تھا۔

"سرپرائز دینا چاہتے ہوں گے۔" وہ مسکرا کر جلدی جلدی صفائی میں جت گئی۔ کچھ دیر میں فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے تیزی سے کال ریسیو کی اور کال ریسیو کرنے کے بعد اسے لگا گردش وقت اور دنیا سب کچھ تھم کر رہ گیا۔ کاش اس نے یہ کال کبھی ریسیو نہ کی ہوتی۔

وہ کسی پتھر کے بت کی طرح ساکت تھی۔ سیل فون اس کے ہاتھ سے پھسل کر کب زمین پر گرا۔ سیل کی بیٹری سم سب نکل کر فرش پر بکھر گئے۔ مگر وہ تو جیسے ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

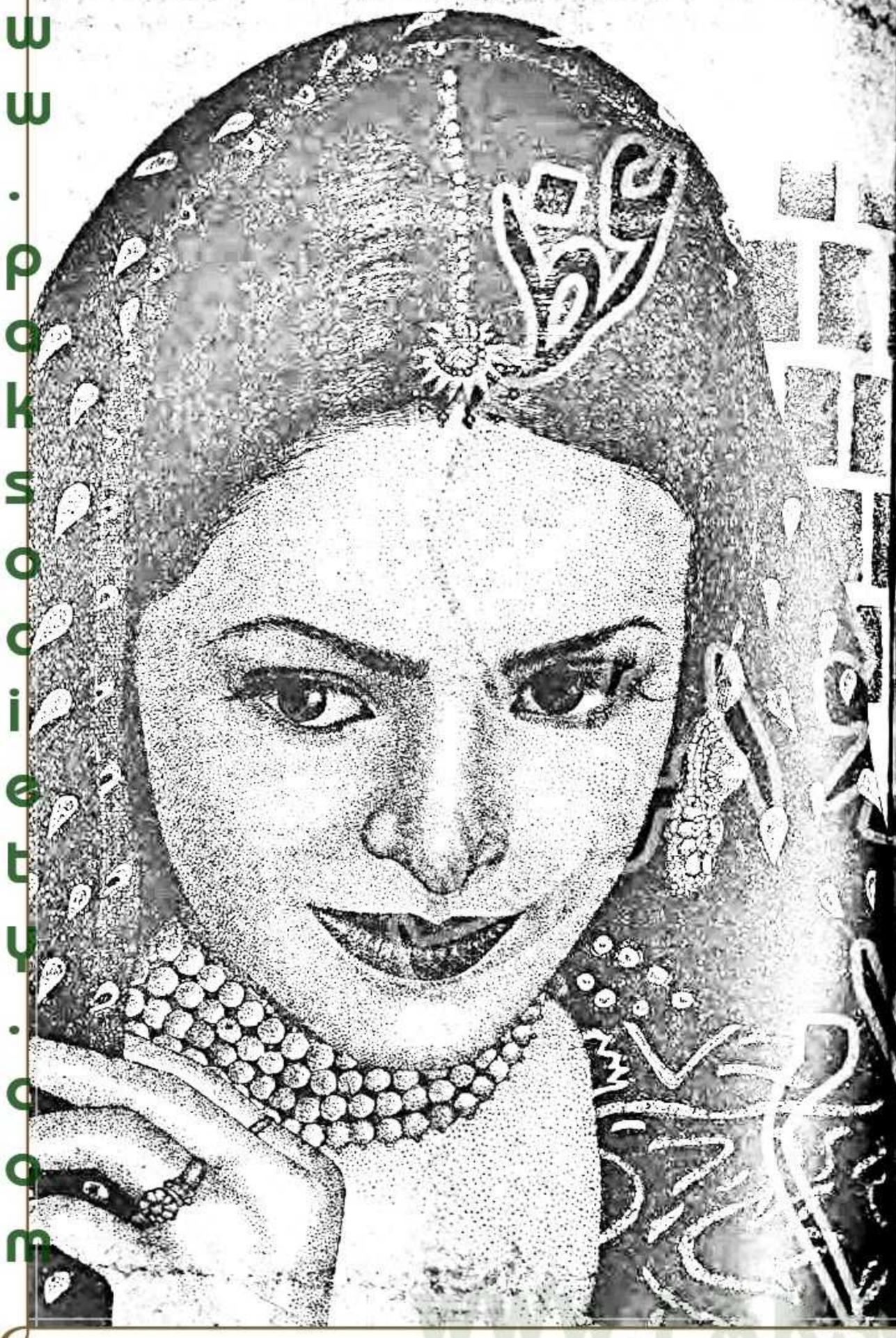

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال بھی بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو" لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ذکیہ بیگم اپنے بیٹے عمران کے لیے بھی لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا پیغام ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کرتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

تیسری قسط

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں زاہدہ بہن!" نسیم بیگم کے تو جیسے ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے۔
کتنی دیر تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکی تھیں حواس جیسے گم سے ہو کر رہ گئے تھے۔
یہ جملہ تو بہ وقت ان کے منہ سے اس وقت نکلا جب زبیدہ نے پھر سے اپنی بات دہرائی تھی۔
نسیم بیگم کو خود بھی اپنی آواز کی کپکپاہٹ واضح طور پر محسوس ہوئی تھی۔
دوسری طرف سجے سنورے حلیے میں ہلکا سا میک اپ کیے موو کلر کا سوٹ پہنے فوزیہ چائے کے ساتھ ڈھیروں لوازمات کی ٹرالی لیے چلی آرہی تھی۔ ماں کی کانپتی آواز سن کر جیسے وہیں گرسی گئی۔
"نسیم بہن! اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہیں آپ۔ خدانخواستہ میں نے کچھ ایسی غلط بات تو نہیں بول دی۔" زبیدہ نے نسیم کی اڑی رنگت دیکھی تو گویا انہیں دلاسا دینے کو کہا۔
ان کا کہنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس طرح کی معمولی اور عام باتیں عموماً" کرتی ہی رہتی ہیں۔
"میں اصل میں..... میں سمجھ نہیں سکی کہ آپ کس لیے مطلب..... کیوں یہ بات کر رہی ہیں۔" نسیم بیگم پسینے میں بھیگتی ہتھیلیاں آپس میں جکڑ کر بے ربطگی سے بولیں۔ ایسا جملہ جس کا کوئی بھی مطلب نہیں تھا۔
"کیوں..... بھئی ظاہر ہے اب ہم رشتہ دار ہیں۔ دکھ کی سکھ کی ہر بات تو ہم ایک دوسرے سے ہی کریں گے نا۔ اب خدانخواستہ یہ بات میں جا کر اپنے محلے داروں سے یا تمہارے رشتہ داروں سے تو نہیں کر سکتی۔" زاہدہ بیگم نے اپنائیت کا فلسفہ پیش کر دیا۔
اور نسیم بیگم نے کچھ ایسی بے چارگی سے انہیں دیکھا جیسے کٹنے کو تیار بکری قصائی کی چھری کے نیچے پڑی ہو اور وہ قصائی اس سے پیار جتانے والی اپنائیت کی کوئی بات کرے۔
"مجھ سے تو ظہیر نے کہا تھا۔ امی جا کر کرنے والی تو بات ہی نہیں۔ آپ خالہ جان کو بس فون کر دیں۔ عدیل بھائی کے ہاتھوں خود ہی رقم بھجوا دیں گی۔" زاہدہ نے گویا ایک پھلجڑی چھوڑی۔
اب کے نسیم بیگم کو بے چارگی اور بے بسی کے بجائے شدید غصہ کسی ابال کی طرح اپنی شریانوں میں دوڑتا محسوس ہوا۔
"فون کی بھی کیا ضرورت تھی بہن؟ کسی راہ چلتے ہرکارے سے کہلوا بھیجتیں۔ ہم تو گویا رقم ہتھیلی پر لیے دروازے میں کھڑے تھے اسی کے ہاتھ روانہ کر دیتے۔" وہ زیادہ دیر تک خوف، مروت اور لحاظ کا بوجھ اٹھا نہیں سکیں۔ تڑخ کر بول ہی اٹھیں۔
زاہدہ نے نسیم کے بدلے انداز پر ذرا سا ٹھٹک کر انہیں دیکھا۔
"ہاں تو اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔ ایسا ہی تو ہوتا ہے۔" وہ پھر بھی ڈھٹائی سے بولیں۔
اور نسیم بیگم کا جی چاہا اس عورت کو کرسی سمیت اٹھا کر گلی کیا بلکہ مین روڈ پر ڈال آئیں۔ زمانے بھر کی ٹریفک اس عورت کا قیمہ بنا جاتی تو بھی انہیں ٹھنڈ نہ پڑتی۔
"ایسا نہیں ہوتا بہن، معاف کرنا۔" اب کے انہوں نے لحاظ، مروت، خوش اخلاقی سب کو اٹھا کر طاق پر رکھا اور بے لحاظ لہجے میں بولیں۔ زاہدہ تو لحہ بھر کو کچھ بول نہ سکیں بس نسیم کے چہرے کی طرف دیکھ کر رہ گئیں۔
"میں سمجھی نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہو نسیم بہن؟" اب کے لہجے میں زمانے بھر کی معصومیت اور شرافت سمو کر نرمی سے بولیں مگر نسیم بیگم دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر چکی تھیں۔
"ایسی کوئی مشکل بات نہیں بولی میں نے آپ کی طرح۔" وہی کٹھور لہجہ اور بدلی ہوئی نظریں۔
"یعنی میں کیا سمجھوں..... اس بات کا مطلب؟" زاہدہ کے لہجے میں اب کے کچھ دھمکی سی تھی۔
نسیم بیگم کی نظریں ایک دم سامنے دروازے کے باہر تیار حلیے میں کھڑی فوزیہ پر پڑیں جو ٹرالی کے ساتھ یوں بے بسی کی تصویر بن کھڑی تھی کہ نسیم بیگم اگلا جملہ ہی بولنا بھول گئیں۔
ان کی نظروں کے سامنے وہ منظر آگیا جب فوزیہ، ظہیر کی دلہن بنی نکاح نامے پر دستخط کر رہی تھی۔
بے اختیار ان کا جی چاہا دھاڑیں مار کر رونے لگیں یا کہیں سے گزرے وقت کی لگامیں ان کے ہاتھ آجائیں تو وہ اس ظالم وقت کو واپس لے آئیں..... مگر اب جیسے ان کے ہاتھوں میں کچھ تھا ہی نہیں۔ نہ گزرے وقت کی لگامیں نہ آنے والے وقت کی شقاوت۔
انہیں بہت بڑا اور صاف صاف نظر آنے لگا تھا۔
"اتنی بڑی رقم..... بیس لاکھ کم تو نہیں ہوتے بہن اور ہم تو سفید پوش لوگ ہیں، جن کا اللہ نے بھرم رکھا ہوا ہے۔ میں بیوہ عورت، جو کچھ بھی ہے میرا بیٹا..... اللہ اس کی لمبی عمر کرے، بال بچے دار ہے۔ ہم ماں بیٹی کا بوجھ بھی اسی نے اٹھا رکھا ہے تو ایسے میں یہ رقم۔ ہم۔ میں تو بالکل بھی انتظام نہیں کر سکتی۔"
نسیم بیگم کو پتا بھی نہیں چلا۔ کب ان کی آواز آنسوؤں میں بھیگتی چلی گئی۔ لاکھ ضبط کرنے کی کوشش کی کہ خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا مگر بے بسی، بے کسی کی انتہا تھی۔ آنسو بہنے لگے۔
زاہدہ بیگم نے ایک ملامتی نظر اس آنسو بہاتی ماں پر ڈالی۔
"سنا ہے، بہن! بلکہ بیتی ہے یہ جگ بیتی نہیں آپ بیتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کی مائیں ان کے پیدا ہوتے ہی جوڑ توڑ شروع کر دیتی ہیں۔ جوڑا، کپڑا، بستر، برتن، روپیہ پیسہ، سونا چاندی جو جڑ سکے۔ خود میں نے تین بیٹیاں ایسے ہی بیاہی ہیں۔" زاہدہ تو جیسے بجلی کے ریڈیو کی طرح چل پڑیں۔
"وہ بات ٹھیک ہے مگر اتنی رقم....." نسیم بیگم نے جب اپنے آنسو بے اثر دیکھے تو زور سے آنکھیں رگڑ کر دلیل سے بات کرنے کی کوشش کی۔
"خود میں نے..... تیسری والی بیٹی بیاہی..... بیاہی کیا، بات ہی طے کی تھی کہ داماد بے روزگار بیٹھ گیا گھر میں..... اپنا زیور بیچ کر پہلے اسے کاروبار کرایا جب اس کا کاروبار جم گیا تو پھر بیٹی کو اس کے گھر رخصت کیا اور یہ نہیں کہ نوید کو گھر والوں سے توڑ لیا۔ خیر سے ابھی تک میری تینوں بیٹیاں اپنی ساس نندوں کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ بہن! میری تربیت ایسی نہیں کہ بچیاں جاتے ہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ سے بنا کر بیٹھنے لگیں۔" وہ تو جیسے جلال میں آگئیں فوزیہ وہ تو جیسے کھڑے کھڑے تھک گئی۔
اندر آکر آہستگی سے سلام کر کے چائے کی ٹرالی ان کے آگے کھسکا کر ماں کی طرف دیکھنے لگی۔ ماں نے بھی آنکھوں سے فی الحال ٹلنے کا اشارہ دیا۔
"چولہے پر دودھ رکھا ہے ابلنے کو، دیکھ کر آتی ہوں۔" کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ اگرچہ زاہدہ کو یہ بات بھی بری لگی تھی مگر فی الحال وہ اس سے بڑی اور اہم بات سے دو دو ہاتھ کر رہی تھی سو جانے دیا۔
"آپ کی سب باتیں ٹھیک سولہ آنے بہن..... مگر میں۔ ہم۔ اتنی بڑی رقم یہ تو ہمارے لیے ناممکن ہے۔" رک رک کر نسیم بیگم نے دوٹوک انداز میں نہ سہی، معذرت خواہانہ انداز میں کہہ ہی ڈالا کیونکہ وہ جانتی تھیں عدیل تو یہ سن کر ہی بھڑک اٹھے گا۔
زاہدہ کو جیسے کسی نے کھینچ کر پتھر مار دیا ہو۔
تڑپ کر نسیم کی طرف دیکھا۔
"آپ جانتی ہو نسیم بہن! جو کہہ رہی ہو آپ؟" وہ صاف دھمکانے والے انداز میں بولیں۔
"میں نے سوچ سمجھ کر ہی آپ سے یہ بات کی ہے، بہن!" نسیم نرمی سے بولیں۔
"اور میں نے تو جیسے یوں ہی بول دیا سب۔" وہ تپ کر بولیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھیں۔
اور نسیم بیگم کو ان کی سدا سہاگن' والی دعا ایک خوفناک دھمکی لگ رہی تھی مگر وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھیں جیسے ان کی زبان پتھر کی ہو گئی ہو۔

☆ ☆ ☆

"کیا بات ہے عدیل! آگے کس بات کا رش ہے' سڑک بلاک ہے کیا؟" بشریٰ نے آکر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے عدیل سے بے چینی اور تھکن بھرے لہجے میں پوچھا۔ وہ لوگ مین روڈ پر تھے اور آگے لوگوں کا ہجوم ہی ہجوم تھا۔ گاڑی آگے نہیں جا سکتی تھی۔
عدیل نے کچھ دیر انتظار کیا پھر آگے جا کر پتا کر کے آیا تھا۔
"بہت ظلم ہو رہا ہے اس دنیا میں۔ بہت ظلم۔" عدیل کے چہرے پہ خوف دکھ اور وحشت سی تھی۔
"کیا ہوا۔۔۔ خیریت تو ہے نا!" بشریٰ گھبرا کر بولی۔
"راستہ فی الحال بلاک ہے۔ یہ دائیں طرف سے ایک چھوٹی ذیلی سڑک جاتی ہے۔ ہمیں وہاں سے جانا پڑے گا آگے۔" عدیل کے چہرے پہ بہت سنجیدگی تھی جیسے وہ مزید بات کرنا نہیں چاہتا۔
"عدیل پلیز۔ بتایئے نا' میرا دل گھبرا رہا ہے۔" وہ اس کی مسلسل چپ پر بولی۔ اسے واقعی گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔ عدیل ایسے کبھی چپ نہیں ہوا تھا دونوں جب ساتھ ہوتے تھے تو ان سے خاموش رہا ہی نہیں جاتا تھا۔
"قتل۔۔۔ دو قتل ہوئے ہیں۔" وہ بہت مشکل سے بولا تھا۔
"کیا؟" بشریٰ کا دل جیسے بند ہونے لگا' وہ مڑ کر خوف زدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔
"اسی لیے میں تمہیں نہیں بتا رہا تھا۔ تم پلیز پریشان نہیں ہو۔" عدیل اس کی اڑی رنگت دیکھ کر بولا۔
"ک۔۔۔ کیسے ہوئے قتل؟" اس کی رنگت زرد ہوتی جا رہی تھی۔
"ڈکیتی کا معاملہ ہے۔ دونوں شاید باپ بیٹے تھے۔ رقم تھی کافی بڑی ان کے پاس اس کے لیے۔ رقم بھی لے گئے اور دونوں کو۔"
وہ بولتے ہوئے چپ ہو گیا۔ مزید اس سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔
"ابھی تو پولیس آئی ہے پوسٹ مارٹم ہو گا۔ پتا نہیں ان کے گھر والوں کو کسی نے اطلاع دی یا نہیں۔ کیا بیتے گی ان پر جب اچانک خبر۔۔۔ کتنے ظالم ہوتے ہیں یہ لوگ۔۔۔" عدیل کی آواز بھرا گئی اور بشریٰ تو جیسے ساکت سی ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

دل کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔
اور عاصمہ کا دل۔۔۔ جس بے ربطگی سے ان چھتیس گھنٹوں میں دھڑکا تھا جب عفان اس سے مل کر دور جا رہا تھا اور اس کی آخری اطلاع آنے تک وہ جس بے چینی کا شکار رہی تھی' چاہتی بھی تو اسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی تھی۔
زندگی میں پہلی بار دل کی معتبر گواہی۔۔۔ حوادث کے آخری پہر جب وہ تن تنہا سرخ آنچل کے بیچ صحن میں بیٹھی تھی۔۔۔ کاش وہ گواہی جھوٹی ہوتی۔
اس کے گرد بیٹھی عورتیں رو رہی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

مگر عاصمہ تو جیسے ہوش و خرد سے بیگانہ تھی۔
اس کے دل و دماغ میں وہ رات کا آخری پہر ٹھہر سا گیا تھا۔
فاروق اور عفان کے آنے میں کتنے گھنٹے ہیں' وہ بار بار وقفے وقفے سے انگلیوں کی پوروں پر گننے لگتی۔
"مما۔۔۔ مما دیکھیں نا۔ بابا اور دادا سب کہہ رہے ہیں' وہ ہمیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔" واثق جوان کا سب سے سمجھ دار بیٹا تھا اس وقت جیسے کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ کبھی پتھر کا بت بنا ماں کی طرف دیکھتا اور کبھی روتے دھوتے ہجوم کی طرف۔
اور اس کی نگاہیں ان دو مردہ جسموں پر آکر پتھرا جاتیں' جو کل تک ان کا سب کچھ تھے۔ ان کی آس۔ ان کی امید' ان کا انتظار۔
اردگرد کے ہمسائیوں اور کچھ دور پرے کے رشتہ داروں نے رسمی انداز میں پولیس کی کارروائی نپٹائی اور دونوں کو آخری سفر پر روانہ کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔
عاصمہ کی بیگانگی ہنوز قائم تھی۔
"اسے رونا چاہیے۔۔۔ ان دونوں کے ہمیشہ کے لیے چلے جانے کی خبر اسے ہونا چاہیے' ہاجرہ خالہ اسے رلائیں۔" مالک مکان کا بیٹا ہمدردانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو چارپائی کی پٹی سے گال ٹکائے بے سدھ تھی۔
چھوٹی وردہ تو ساتھ والی ہمسائی کی گود میں تھی۔
تینوں بڑے بچے ماں کے ساتھ لگے بیٹھے تھے۔
آخری وقت آگیا۔ عاصمہ کی آنکھوں میں آنسو نہیں آسکے۔
کچھ دیر کے لیے عاصمہ کے آگے دونوں کے چہروں سے کفن ہٹا کر دکھائے گئے کہ شاید اس پر کچھ اثر ہوسکے مگر وہ اسی طرح بے حس حرکت بیٹھی رہی۔
جیسے ہی دونوں کو کلمہ پڑھتے ہوئے لے جایا جانے لگا تو ساتھ کی ہمسائی نے زور زور سے عاصمہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔
"عفان بھائی جا رہے ہیں۔ خالو جی کے ساتھ عاصمہ۔۔۔! تمہیں اور بچوں کو اکیلا چھوڑ کر۔۔۔ عاصمہ! دیکھو ان دونوں کی سنگ دلی۔۔۔ انہوں نے تمہارا اور بچوں کا ذرا خیال نہیں کیا۔"
اور عاصمہ کو جیسے کسی نے پتھر کھینچ مارا۔
وہ دھاڑیں مار کر ان کے مردہ جسموں سے لپٹ کر ایسے روئی کہ پتھروں کے بھی آنسو نکل پڑے۔ کم از کم اس نے یہ نہیں سوچا تھا۔
وہ تو بڑی صابر شاکر بہت مطمئن رہنے والی روح تھی۔
اس سے یہ کڑا امتحان کیوں لیا گیا۔
عفان اور فاروق کو لے گئے اور عاصمہ کی زندگی ان چار بچوں کے ہوتے ہوئے بھی جیسے بالکل خالی ہوگئی۔ چٹیل ویران صحرا کی طرح۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ امی؟ دماغ تو نہیں خراب ہوگیا ان لوگوں کا۔" عدیل تو سنتے ہی جیسے ہتھے سے اکھڑ گیا۔
نسیم بیگم تو ان چند گھنٹوں میں نچڑ کر رہ گئی تھیں۔
نم آنکھوں میں زمانے بھر کی لاچاری سمو کر بیٹے کو دیکھنے لگیں۔
وہ زبان جو ہر وقت کسی نہ کسی بات پہ کوئی نہ کوئی تبصرہ ضرور کرتی تھی اب جیسے گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

[illegible]

بولے جارہا تھا۔

اس کا غصہ لحہ بہ لحہ بڑھتا جارہا تھا۔

بشریٰ خود پریشان نظروں سے ساس اور شوہر کو دیکھتے ہوئے اپنے ڈوبتے دل کو جیسے سنبھال رہی تھی۔

ابھی تو سفر کی تھکان نہیں اتری تھی کہ یہ افتاد؟

پھر اسے تو امید تھی کہ گھر جاتے ہی شاندار استقبال ہوگا۔ اتنی اچھی خبر سننے کے بعد فوزیہ اور امی کا موڈ بہت اچھا ہوگا۔

"مگر یہاں تو جیسے کسی کو وہ "بریکنگ نیوز۔" یاد بھی نہیں رہی تھی۔ فوزیہ کونے میں بکھرے بالوں کے ساتھ گم صم بیٹھی تھی۔

"آپ کو ان سے بات کرنی چاہیے تھی۔ صاف منع کر دینا چاہیے تھا۔ منہ پر انکار کر دیتیں بلکہ انہیں سناتیں کہ انہوں نے ایسی بات کی بھی کیسے۔ حد ہو گئی ڈھٹائی کی اور بے شرمی کی۔" وہ اب مٹھیاں بھینچے کمرے میں بے چین سا ٹہلنے لگا تھا۔

"پاپا! میری ڈول نہیں مل رہی جو آپ نے مجھے اسلام آباد سے لے کر دی تھی۔" مشال اپنی پریشانی شیئر کرنے کو آنکھوں میں آنسو لیے باپ کے پاس آئی۔

"جاؤ یہاں سے، وہیں ہوگی دیکھو جا کر۔" عدیل زور سے اس کا ہاتھ جھٹک کر غصے سے بولا۔

بشریٰ کے دل پر جیسے ہاتھ سا پڑا۔

"پاپا!" مشال آنکھوں میں آنسو لے آئی۔

"بیٹا! وہیں ہوگی گاڑی میں یا پھر سامان میں جا کر دیکھو۔۔۔ بشریٰ تم جاؤ، جا کر اسے ڈول ڈھونڈ دو۔" اسے مڑ کر کہتے ہوئے عدیل کی نظر بشریٰ کے تھکے ہوئے چہرے پر پڑی تو اسے کچھ بھولا ہوا یاد آیا۔

"اور تم جا کر اندر کمرے میں آرام کرو۔ اتنے لمبے سفر سے تھک کر آئی ہو۔" عدیل فکرمندی سے بولا۔

"فوزیہ! تم بشریٰ کو جوس دو، یہ پی لے تو تھوڑا ریسٹ کر لے۔" وہ مڑ کر تحکم سے بولا تو فوزیہ جیسے ششدر سی رہ گئی۔

اس غم کی گھڑی میں جب فوزیہ کی زندگی داؤ پر لگی تھی۔ بھائی اسے ایسی خدمت گاری کا حکم دے سکتا ہے فوزیہ نے کبھی سوچا نہیں تھا۔ تڑپ کے رہ گئی۔

کچھ ایسی ہی کیفیت نسیم کی بھی تھی۔

مگر بے بسی ایسی تھی کہ پلٹ کر نہ تو جواب دے سکتی تھی نہ غصے کا اظہار کر سکتی تھیں۔

"ہاں فوزیہ! جاؤ بیٹا! بشریٰ کو آرام کرنا چاہیے تم اسے جوس بنا دو یا جو یہ کھانے کے لیے کہے اگر بھوک لگی ہو تو کھانا گرم کر دو۔ مشال سے بھی پوچھ لینا۔"

بجائے ماں فوزیہ کی دل جوئی کرتیں۔ اسے اس آفت سے نکل جانے کا کوئی مژدہ سناتیں الٹا اسے جا کر آرام کرنے کو کہا جا رہا تھا۔ یہاں بھابھی صاحبہ کی خدمت کے مشورے دیے جا رہے تھے۔

وہ پیر پٹختی اٹھ کر چلی گئی۔

"مما! چلیں نا۔ میری گڑیا مجھے تلاش کر کے دیں۔" مشال ماں کو یونہی بیٹھے دیکھ کر مچل کر بولی۔

"بشریٰ! جاؤ لے جاؤ اسے، قرار نہ سکے گا۔" عدیل جیسے زچ آ کر بولا تو بشریٰ مشال کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے گئی۔

"پھر اب؟" نسیم بیگم نے بیٹے کے چہرے پر یوں نظریں گاڑ کر پوچھا جیسے اس کے پاس جادو کا چراغ ہے جس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ظالموں نے صرف ان کی جانیں نہیں لی تھیں۔ ان کی عمر بھر کی کمائی ان کے خواب، ان کی خواہشیں، ان کے بچوں کے مستقبل، ان کی چھت سب کچھ چھین لیا تھا۔ وہ روتی، فریاد کرتی، چیختی چلاتی اب کچھ بھی واپس نہیں لا سکتا تھا۔

عاصمہ کی آنکھیں رو رو کر سوکھ چکی تھیں۔

وہ تو جیسے خود میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ ایک بھائی تھا بیوی بچوں سمیت ملک سے باہر۔ اتنے سالوں میں اس نے کبھی پلٹ کر خبر نہ لی اب بھی اس کو کسی نے اطلاع بھیجی یا نہیں۔ اسے کچھ پتا نہیں تھا۔

وہ تو اب بھری دنیا میں اکیلی ہی تھی۔

دن میں ہمسائیاں آتی جاتی رہتیں۔ بچوں کو اور اس کو زبردستی کچھ کھلا پلا جاتیں مگر رات..... کالی لمبی سیاہ رات کسی سیاہ ناگ کی طرح پھن پھیلائے یوں اس کی طرف دیکھتی کہ وہ دیواروں میں سمٹتی جاتی۔

"مما! بھوک لگی ہے۔" چھوٹی اریشہ جانے کس وقت آکر اس کے گھٹنے سے چمٹی تھی۔

عاصمہ نے چونک کر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ تو بالکل فراموش کر چکی تھی کہ اس کے ساتھ جڑی چار جانیں اور بھی تو ہیں۔ اس کی طرح برباد ہوئی ہیں۔ ان کی زندگی اپنے سب سے قیمتی اور پیارے رشتوں سے محروم ہو چکی ہے۔

"مما! مجھے بھی بھوک لگی ہے۔" اریبہ بھی دوسری طرف آکر بیٹھ گئی۔

واثق ان سے بڑے بالکل خاموش کسی سمجھ دار بچے کی طرح بیٹھا تھا مگر اس کے چہرے سے لگ رہا تھا۔ اسے بھی بھوک لگی ہے لیکن اسے اپنی خواہش پہ بند باندھنا آگیا ہے۔

"ابھی سے۔ نہیں نہیں۔ ابھی میرے بچے کی عمر ہی کیا ہے۔ فقط گیارہ سال پانچ ماہ سترہ دن۔ اتنی عمر میں اسے غم کی بھٹی میں جھونک دوں۔ ضبط اور صبر کے امتحان میں ڈال دوں۔ نہیں نہیں۔"

وہ تڑپ کر اٹھی تھی۔ اسے اریبہ اور اریشہ کی بھوک نے نہیں تڑپایا تھا واثق کی چپ نے جیسے کرنٹ سا لگا دیا تھا۔

"واثق میری جان! ایسے کیوں بیٹھے ہو؟" وہ بے اختیار اسے ساتھ لپٹا کر تڑپ کر بولی۔

"تمہیں بھوک نہیں لگی؟" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر بولی۔

"نہیں مما..... مجھے بھوک نہیں۔ میں ان دونوں کے لیے کچن سے کچھ لے کر آتا ہوں۔ آپ پریشان نہیں ہوں۔" وہ یکدم جیسے جوان ہو گیا۔ گیارہ سال کے بچے سے بیس سال کے جوان کی طرح۔

"واثق!" وہ اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"مما!" وہ ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے بولا۔

اور وہ جیسے کسی فرد کے سہارے کی تلاش میں تھی اس کی ٹانگوں سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مما! دیکھیں یہ دونوں بھی رونے لگی ہیں۔ آپ کو اب حوصلہ کرنا ہو گا..... آپ کو سب کچھ سنبھالنا ہو گا مما!"

وہ واقعی بہت بڑا ہو گیا تھا۔

اس حادثے نے واثق کے بچپن کو نگل لیا تھا اور عاصمہ جیسی مضبوط عورت کو کمزور اور ڈرپوک بنا دیا تھا۔

"واثق! میں بہت کمزور ہو گئی ہوں..... تمہارے پاپا اور دادا نے بے وفائی کی ہمارے ساتھ۔ ہمیں اکیلا چھوڑ گئے..... میں کیا کروں میں کچھ نہیں کر سکتی۔"

وہ یوں بلک بلک کر رو رہی تھی جیسے واثق کوئی دانا بزرگ ہو۔

واثق ماں کے پاس ہی زمین پر بیٹھ گیا۔

"مما! یہ سب تو اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ آپ خود ہمیں سمجھایا کرتی تھیں نا کہ کچھ بھی خود بخود نہیں ہوتا۔ سب کچھ اللہ کے حکم پر ہوتا ہے۔"

"واثق!" وہ رونا دھونا بھول کر ایک چھوٹے سے بچے کے منہ سے اتنی بڑی بات، اتنی سامنے کی بات جو خود اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی، سن کر حق دق سی رہ گئی۔

اس سے جیسے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ اسے پتا بھی نہیں چلا کب وہ آہستگی سے اپنے آنسو خود اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگی۔

"مما..... مجھے اچھا نہیں لگتا۔ ہم ہر روز دوسروں کے گھروں سے پک کر آنے والا کھانا کھائیں۔" واثق نے اسے دوسرا جھٹکا لگایا تھا۔

"واثق!" وہ اسے بس دیکھے جا رہی تھی۔

"مما! آج چوتھا دن ہے اور کتنے دن ہم دوسروں کے اوپر بوجھ بنے رہیں گے؟" وہ اب بہت نرمی سے ماں کے بال سلجھا رہا تھا۔

"مما! مجھے شرم آتی ہے جب ساتھ والی آنٹی ہمیں اپنے گھر سے تھوڑا تھوڑا کھانا لا کر دیتی ہیں۔"

"میں نے تو آج صرف آدھی روٹی کھائی۔" اریبہ آگے آکر بولی۔

"میں نے بھی۔" اریشہ بھی ساتھ آبیٹھی۔

"اور میں..... مما! صبح سے کچھ نہیں کھایا..... مجھ سے کھایا جاتا ہی نہیں۔ مما! اچھا نہیں لگتا۔ نوالے حلق میں پھنستے ہیں۔"

واثق اسے حیران کیے جا رہا تھا۔

یقیناً" اس نے بہت دھیان سے بچوں کی پرورش کی تھی۔

مکان کی بنیادیں بہت دھیان سے اٹھائی جاتی ہیں۔ اس میں روڑے پتھر اینٹیں سیمنٹ گارا سب کچھ ڈالا جاتا ہے۔ کچھ ٹھیک سے اندازہ نہیں ہوتا کہ مکان کیسا بنے گا لیکن اگر بنیاد مضبوط ہو تو..... پھر مکان جیسا بھی ہو، اسے کوئی آسانی سے گرا نہیں سکتا اور عاصمہ کو بھی آج اندازہ ہوا عفان اور فاروق صاحب اسے اکیلا چھوڑ کر نہیں گئے تھے۔

وہ واثق کی بنیادوں میں اپنی مضبوطی، اپنی غیرت اور خودداری چھوڑ گئے تھے تو پھر وہ اکیلی کیسے تھی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم نے کچھ نہیں کھایا صبح سے۔" وہ بولی تو بالکل پہلے جیسی عاصمہ تھی۔ صرف بچوں کی فکر کرنے والی۔ اپنی ذمہ داریاں پوری تن دہی سے ادا کرنے والی۔

وہ ایک دم سے کھڑی ہو گئی۔

"اچھا کیا کھاؤ گے تم لوگ۔ کیا بناؤں میں تمہارے لیے؟" وہ پہلے کی طرح بالکل نارمل انداز میں، بہت فکر مندی سے پوچھ رہی تھی۔

واثق نے دونوں بہنوں کی طرف دیکھا۔

"مما! مجھے بریانی کھانی ہے۔" اریبہ لاڈ سے بولی۔

"اور مجھے چکن فرائی کیا ہوا۔" اریشہ بولی۔

"ٹھیک ہے اور واثق! تم کیا کھاؤ گے؟"

واثق کچھ نہیں بولا اور اٹھ کر ماں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"اریبہ، اریشہ! اس وقت رات کافی ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں صرف چائے یا دودھ کے ساتھ سلائس لے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

[illegible] کتنی دیا کر بولی۔

"عدیل تو اتنے ٹینس ہیں کہ سمجھ میں نہیں آ رہا کیا کریں۔"

"تم دونوں کو ٹینشن لینے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ان ماں بیٹی کا مسئلہ ہے۔ وہ جانیں۔" وہ کٹھور پن سے بولیں۔

بشریٰ کو ان سے توقع نہیں تھی۔

"نہیں امی ۔۔۔ ہم دونوں ان سے الگ تو نہیں ہیں۔"

"پاگل ہوئی ہو بشریٰ! اب خدا نے اپنی رحمت کی ہے تو تم خوامخواہ کی پریشانیاں گلے ڈال کر ناشکرا پن کر رہی ہو۔" وہ ڈانٹ کر بولیں۔

"امی! اب میں ان کے گھر میں رہتی ہوں۔ ان کے مسائل سے کٹ تو نہیں سکتی نا۔" بشریٰ عاجزی سے بولی۔

"بھاڑ میں جائیں ان کے مسائل۔ تم یہ دیکھو خدا نے کتنے سالوں بعد اپنا فضل کیا ہے تم پر ۔۔۔ بشریٰ! میری مانو تو جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو جاتا، میری بچی تم ادھر ہی رہو۔" وہ پیار سے بولیں۔

"نہیں امی!" وہ ایک دم گھبرا گئی۔

"میں خود عدیل سے بات کرتی ہوں۔" وہ پختہ ارادے سے بولیں۔

"اور مجھے پتا ہے عدیل انکار نہیں کرے گا۔ اسے خود دوسرے بچے کی کتنی چاہ تھی، میں جانتی ہوں۔ وہ اپنے بچے کے لیے اتنا تو کر ہی سکتا ہے نا۔"

"امی! عدیل تو خود مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں آپ کی طرف آ کر رہنے لگوں مگر۔"

"مگر کیا ۔۔۔ بشریٰ! ابھی شروع کے دن ہیں۔ خدانخواستہ ذرا اونچ نیچ ہو گئی تو کہیں عمر بھر کے پچھتاوے نہ رہ جائیں۔ سوچ لو ۔۔۔ اور پھر کل کو باتیں کرنے کو تمہاری یہی ساس اور نند آگے آگے ہوں گی۔ لکھ لو میری بات۔" وہ زور دے کر بولیں تو بشریٰ گم صم سی ہو کر رہ گئی۔

"امی!" بشریٰ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ماں کی اس دلیل کا کیا جواب دے کہ بات میں واقعی وزن تھا۔ اس بچے کے ہونے سے پہلے ان سات سالوں میں جس طرح ان دونوں نے اسے طعنے دے دے کر ناک میں دم کیا تھا۔ اگر واقعی ایسا ویسا کچھ ہو گیا تو وہی دونوں سارا الزام بشریٰ پہ رکھ دیں گی۔

"دیکھ میری بچی! میں جانتی ہوں تیرا دل کتنا حساس ہے۔ ہونا بھی چاہیے۔ جیسی بھی بری بھلی ہیں تو وہ عدیل کی ماں بہن ناں۔ تم بھلے عدیل کی خاطر ہر طرح سے ان کا ساتھ دو مگر اس وقت تمہیں تھوڑی سی خود غرضی دکھانا ہو گی اپنے لیے، اپنے بچے کے لیے، اپنے آنے والے کل کے لیے۔" وہ اس کو دیکھتی جا رہی تھیں۔

"دیکھو! یہ فوزیہ والا مسئلہ کسی نہ کسی طرح حل ہو جائے گا۔ نہ بھی حل ہوا تو بھی اس کا کچھ حل تو موجود ہے نا۔ سال دو سال، پانچ سال میں فوزیہ کا گھر کسی نہ کسی طرح بس ہی جائے گا لیکن اللہ نہ کرے تمہارے ساتھ کچھ گڑبڑ ہو گئی تو بیٹا! پھر بہت مشکل ہو جائے گی۔"

[illegible] بس ماں کی نیت پہ شک کیے بغیر کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

"ان سات سالوں میں تم نے کون سا علاج، کون سا دوا دارو نہیں کیا۔ حتیٰ کہ میں ایک دو اللہ والے بندوں کے پاس بھی تمہیں دم درود کے لیے لے کر گئی مگر کچھ بھی نہیں ہو سکا۔"

"امی! یہ تو ٹھیک ہے مگر میری ساس کو آپ بھی جانتی ہیں۔ اس وقت یوں میں الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گئی تو مجھے ساری زندگی معاف نہیں کریں گی۔"

"معاف تو وہ تمہیں خدا نہ کرے بچے کو کچھ ہو گیا تو بھی نہیں کریں گی۔ یہ میری بات تم لکھ لو۔" وہ ہاتھ پر ہاتھ

[illegible] ابھی زیادہ تاکم نہیں [illegible] ایک [illegible] سے [illegible]

[illegible] کر بولی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

[illegible] گھر کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔

سامان سمیٹ کر ایک کمرے میں [illegible] کے بیٹھنے کی جگہ بن گئے۔

[illegible] اس کے پیر کی [illegible]

[illegible] پھر سے گر گئی۔

اس کے کانوں میں عورتوں کے بین [illegible] ایک قدم بھی [illegible] تھی۔

[illegible]

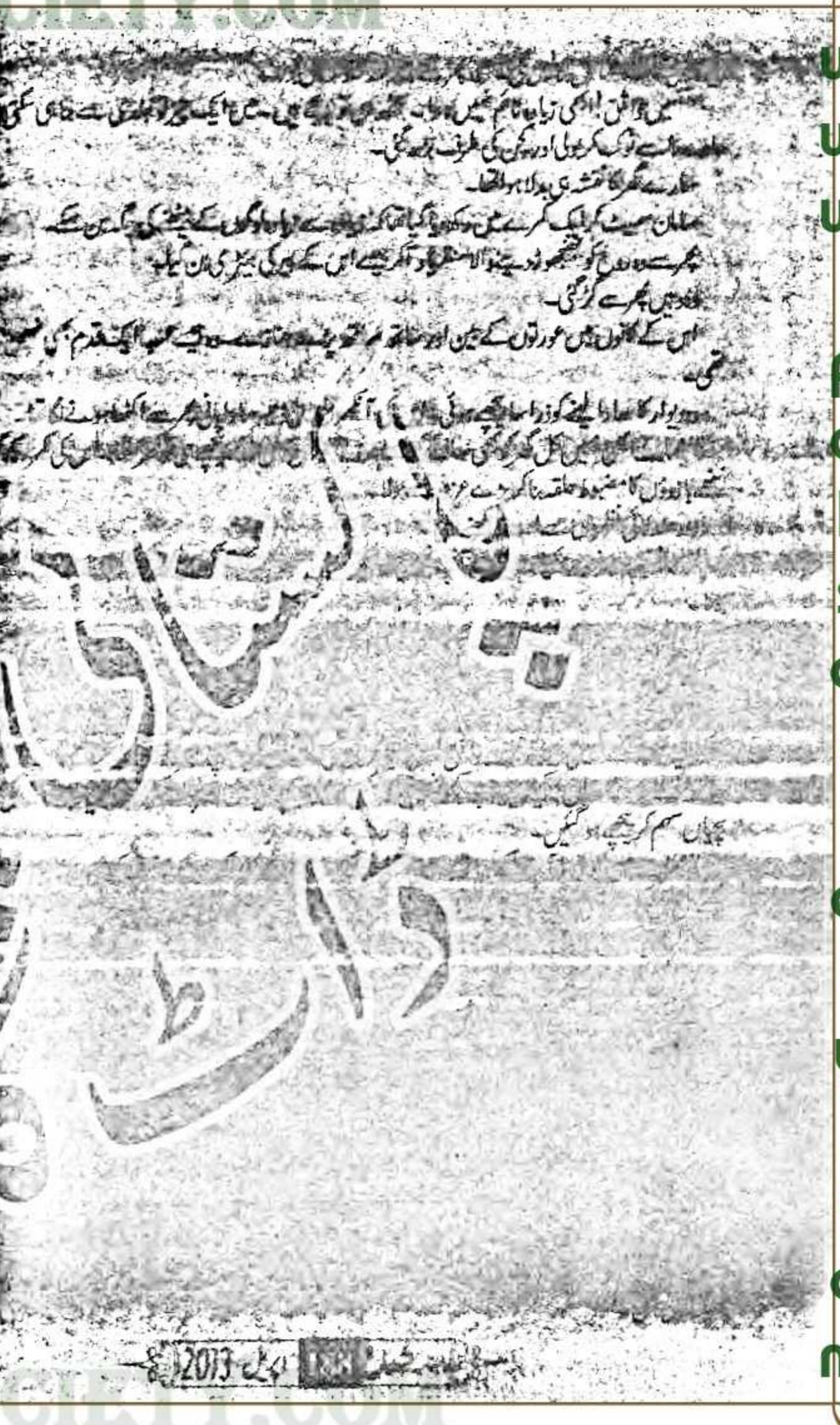

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مار کر بولیں۔

"تو پھر کیا کروں آپ ہی بتائیں۔" بشریٰ نے ہتھیار ڈال دیے۔

"بتا تو چکی ہوں۔ ہفتے دس دن طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے یہاں بیٹھو' ہو سکتا ہے اس دوران یہ مسئلہ حل ہی جائے۔"

وہ ترکیبیں بتانے میں تو یوں بھی ماہر تھیں۔ جھٹ بولیں۔

"اگر حل نہ ہوا تو۔"

"ڈاکٹر نے اسے بیڈ ریسٹ کا کہا ہے بھئی! میرا اپنا کوئی لالچ نہیں نسیم بہن! تمہاری نسل کی حفاظت کی فکر مجھے تو' ورنہ تم سو بار رکھوانی بہو کو اپنے گھر۔۔۔ کہہ دوں گی خود جا کر۔" ذکیہ جھٹ سے بول اٹھیں۔

بشریٰ گم صم سی سوچنے لگی۔

"جتنا سوچو گی اتنا پریشان ہو گی۔ یوں بھی ان دنوں تمہیں خود کو ہر طرح کی فضول سوچوں سے بچانا ہے۔"

"امی! عدیل کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ہو جاتے ہیں۔" اسے ایک اور خیال ستایا۔ تو وہ ظہیر سے شناسائی والی بات ماں سے شیئر نہیں کر سکی تھی۔

اس رات عدیل کا جو اتنا مختلف رویہ اس کے ساتھ تھا۔ اس کو تو وہیں سے ڈر سا لگ گیا تھا۔ کتنا بھی چاہنے والا شوہر کیوں نہ ہو' اس کے دماغ میں بیوی کی کوئی کمزوری آجائے تو پھر وہ سارا پیار' محبت بھول جاتا ہے۔

وہ ایسا دوسرا موقع عدیل کو دینا نہیں چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم رہ لو دو چار دن آنٹی کی طرف۔ میں ان سے خود بات کر لوں گا۔ یوں بھی گھر میں تو اس وقت صرف پریشانی چل رہی ہے۔ تم آ کر کون سا کوئی مسئلہ حل کر دو گی۔"

وہ اتنی آسانی سے مان جائے گا' بشریٰ کو یہ بھی اندازہ نہیں تھا۔ اس نے ذکیہ کے کہنے پر ڈرتے ڈرتے عدیل کو فون کیا تھا اور ماں کے خدشے نرم زبان میں بیان کیے تھے۔

اسے تو ویسے بھی اس ماحول میں بشریٰ کا رہنا کھٹک رہا تھا کہ کہیں کوئی اونچ نیچ نہ ہو جائے۔ بشریٰ کے بات کرتے ہی وہ راضی ہو گیا۔ یوں بھی آج کل نسیم بیگم کا دم خم ختم ہوا پڑا تھا۔ بجھے ہوئے کوئلے کی طرح ہو رہی تھیں وہ۔ عدیل کو پتا تھا وہ اعتراض نہیں کریں گی۔ مگر عدیل کی دردسری تو موجود تھی کہ زاہدہ بیگم اور ظہیر اپنے مطالبے سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھے۔ عدیل نسیم بیگم کے مجبور کرنے پر ان کے گھر گیا تھا ملنے مگر ان کی وہی ایک رٹ رہی کہ بیس لاکھ ملیں گے تو ہی ظہیر کی زندگی سیٹ ہو گی اور اس کی وجہ سے فوزیہ عیش و آرام سے رہ سکے گی جبکہ وہ دونوں ماں بیٹا بار بار فوزیہ کے ایسے کسی بھی مطالبے کی نفی کر رہے تھے مگر زاہدہ بیٹے کے ساتھ یوں ثابت قدم تھیں جیسے ان کی ڈیمانڈ پوری نہیں ہوئی تو وہ کسی بھی انتہا پر جا سکتے ہیں۔ عدیل نے تھکے ہوئے انداز میں فون بند کر کے بے دلی سے آفس کا کام کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ ٹائم ختم ہو چکا تھا لیکن اس کا گھر جانے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔

یوں ہی بیٹھا پریشان سوچوں میں الجھتا رہا۔

☆ ☆ ☆

وہ بار بار گنتی جا رہی تھی اور رقم جیسے سکڑتی جا رہی تھی۔

واثق اسی مدبرانہ انداز میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔

"مما آپ کتنی بار گنیں گی ان پیسوں کو۔۔۔ بس کریں نا!" وہ نرمی سے بولا تو عاصمہ تھکن بھرے انداز میں بولیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"واثق! ہمارا گزارہ کیسے ہوگا۔ ہم کیا کریں گے بیٹا؟" وہ پھر سے رونے لگی تھی۔

"مما! انکل زبیر آرہے ہیں شام میں آج۔ انہوں نے پاپا کے آفس میں بات کی ہوگی تو کچھ نہ کچھ تو وہاں سے ملے گا۔" وہ اب ہر معاملے میں ماں کے ساتھ ساتھ تھا۔

"کتنا ہوگا۔ مستقل تو کچھ بھی نہیں نا۔" وہ بہت پریشان تھی۔ اس کی راتوں کی نیند غارت ہو چکی تھی۔ اس کا خواب بھی بکھر چکا تھا۔ اب روزمرہ کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ بچوں کے اسکول کے ڈیوز گھر کا اور دوسری ضروریات۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ شل ہوا جارہا تھا۔ پھر کچھ خیال آنے پر اس نے اپنا جیولری باکس نکالا۔

زیور کے نام پر ایک سیٹ اور چار چوڑیاں ہی تو تھیں۔ اس کے علاوہ واثق کی چھوٹی سی انگوٹھی' ایک عدد انگوٹھی اور اریبہ کی چھوٹی سی چین۔ وہ ایک ایک چیز کو جیسے تول رہی تھی۔

"فی الحال یہ جو رقم ہے۔ اس سے کچن کا کچھ ضروری سامان منگوالیں۔ باقی چیزیں بعد میں دیکھ لیں گے۔" واثق نے ماں کے ہاتھ میں پکڑے سترہ ہزار کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں تمہارے دادا کے گریجویٹی فنڈ میں سے دیکھو ہمیں کیا کچھ ملتا ہے۔ ویسے اب وہ لوگ کسی قسم کی کوئی نہیں کریں گے لیکن پھر بھی وقت تو جیسے کوئی انتقام لینے کھڑا ہے۔" وہ بہت تھک سی گئی تھی۔ چند دنوں میں وہ جیسے کئی سال آگے چلی گئی تھی۔ اس کا چند دن کا اکیلے رہنے کا تجربہ آئندہ کی پوری زندگی کے لیے نقدیر بن گیا تھا۔

اب واثق کی یاد دہانی کے بغیر بھی وہ رات کو سونے سے پہلے سارے گھر کی کھڑکیاں دروازے سب چیک کرتی رات کو اٹھ کر بچوں کو دیکھتی۔ سیڑھیاں چڑھ کر چھت کا دروازہ دیکھتی۔ دن بھر بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیتی اگر وہ کہیں دور نکل گئے تو کون ان کو ڈھونڈنے جائے گا۔

سعودی عرب سے اس کے بھائی کا فون آگیا تھا۔ اسے عاصمہ کے ساتھ بیت جانے والے سانحے کا بے حد دکھ تھا۔ مگر وہ ابھی آنہیں سکتا تھا۔ دو تین مہینوں بعد چکر لگانے کا کہہ رہا تھا۔ عاصمہ کیا کہتی۔ اب تو اس کا جیسے بالکل زور ہی نہیں رہا تھا۔ اس نے اللہ حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

مالک مکان نے یکم تاریخ آجانے کے باوجود ابھی کرایہ نہیں مانگا تھا لیکن ظاہر ہے وہ ہمیشہ تو خاموش نہیں رہے گا۔

چند دن پہلے یہ سب کچھ کتنا مختلف تھا۔ پہلے تو صرف دونوں کی تنخواہوں میں مہینے بھر کے اخراجات پورے کرنے کی فکر ہوتی تھی اور اب یہ پریشانی ہے کہ آمدنی کے نام پر کہیں سے بھی کیا آئے گا کیسے آئے گا اور اپنی چھت۔ اکیلی عورت اتنے چھوٹے بچوں کے ساتھ اس معاشرے میں کیسے رہتی ہے۔ عاصمہ کو اندازہ ہی نہیں تھا۔

بڑے بڑے سوال جیسے بھوت بن کر اسے ڈرانے لگے تھے۔

وہ اندر ہی اندر سہمتی جارہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ممی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔" عدیل نے ابھی آفس کا بیگ کندھے سے اتار کر رکھا بھی نہیں تھا کہ بیگم کی بات سن کر وہ بیٹھتے بیٹھتے پھر کھڑا ہو گیا تھا۔

نسیم بیگم نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ فوزیہ پچھلے صوفے پر منہ دوسری طرف کیے بیٹھی تھی۔ یقیناً

WWW.PAKSOCIETY.COM

تماشا نہ بنتی۔۔۔ اپنی ہی نظروں میں یوں نہ گرتی۔ کوئی نہیں ہے میرا۔۔۔ نہ ماں نہ باپ نہ بھائی۔۔۔ آپ کی بھتیجی چاہتی تھی نا کہ میں عمر بھر یونہی بن بیاہی یہیں بیٹھی رہوں تو جا کر اسے مبارک باد دیجیے گا' اس کی ساری حسرتیں پوری ہو گئیں۔۔۔ گھر بیٹھے طلاق کا ایوارڈ مل جائے گا مجھے' خوش ہو جائے وہ۔"

وہ روتے ہوئے پھٹی آواز میں بولتی چیزوں سے ٹکراتی عدیل کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکتی باہر نکل گئی۔

اس نے جس زور سے جا کر اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا' عدیل کو یقین ہو گیا' اب وہ کل سے پہلے تو یہ نہیں کھولے گی۔ عدیل بے چارگی سے ماں کو دیکھنے گا۔

"آہ!" وہ پھر سے نڈھال ہو کر بیٹھ گیا۔

نسیم بیگم نے زور سے اس کا ہاتھ پرے ہٹایا تو وہ اور جھنجلا گیا۔

"بتائیں کہاں سے کروں میں اتنی بڑی رقم کا بندوبست۔۔۔ جمع جتھا نکالوں۔ اِدھر اُدھر سے ادھار بھی لوں تو بھی پانچ لاکھ سے اوپر نہیں کر سکتا۔ آپ انہیں بتاتی کیوں نہیں اپنی مجبوریاں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میں جان بوجھ کر تمہیں پریشان کر رہی ہوں۔ ماں ہوں۔ مجھے تمہاری پریشانی کا احساس نہیں ہے کیا؟" وہ تڑخ کر بولیں۔

"نہیں امی! مجھے پتا ہے لیکن انہیں کہیں اگر میں پانچ لاکھ دے دوں تو۔۔۔"

"بات کی تھی میں نے۔ تمہاری پر آنے کی بات کرتے ہو' وہ بیس لاکھ سے انیس پر بھی نہیں آ رہی ہیں۔ بتاؤ اب میں کیا کروں؟" نسیم بیگم نے جس طرح کہا۔ عدیل سے مزید کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ دونوں یوں چپ ہوئے جیسے اب کبھی نہیں بولیں گے۔

"آئیں نہیں بشریٰ بیگم تمہارے ساتھ؟" بہت دیر بعد وہ طنز سے بولیں۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں بھی بہت تھک سا گیا تھا' خود ہی آ جائے گی ایک دو دن میں عمران کے ساتھ۔" وہ لہجے میں بے زاری سمو کر بولا کہ کہیں ماں کو یہ شک نہ ہو جائے کہ وہ خود اسے وہیں رہنے کا کہہ آیا ہے۔

"ہاں! معلوم تھا مجھے۔ اسے ہمارے دکھ درد اور پریشانی کا کیا احساس ہو گا۔ اس کی ماں تو خوشی سے بغلیں بجا رہی ہو گی۔ جانتی ہوں میں اس عورت کی فطرت کو۔" وہ زہر بھرے لہجے میں بولیں۔

"امی! میرے واقعی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔ بہت سوں سے قرضے کی بات کی ہے مگر آج کل کے دور میں جب لوگوں کے روزمرہ کے اخراجات پورے نہیں ہوتے' لمبی چوڑی بچت کس کے پاس ہوتی ہے۔ بیس تیس ہزار سے اوپر کوئی بھی دینے پر راضی نہیں۔" وہ بے چارگی سے بولا۔

"ایک طریقہ ہے جس سے تم بغیر قرض لیے آدھی رقم کا تو بندوبست کر ہی سکتے ہو۔" نسیم نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ ماں کو دیکھنے لگا۔

☼ ☼ ☼

عاصمہ چادر میں منہ چھپائے صوفے پر سمٹ کر بیٹھی تھی۔ واثق بڑے چوکنا انداز میں جیسے بہت کچھ جان لینا چاہتا ہو' ماں کے دوسری طرف انکل زبیر کے بالمقابل بیٹھا تھا۔

زبیر عفان کا قریبی دوست بھی تھا اور دونوں گھروں میں آنا جانا بھی تھا۔ زبیر کو اگلے ماہ اپنے آبائی شہر چلے جانا تھا۔ اس کی فیملی کے کچھ مسائل چل رہے تھے۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ یہ سب کچھ زبیر کے سامنے ہوا اور دفتری کام اس کی وجہ سے بلا کسی تعطل یا تاخیر کے ہو گئے تھے۔ وہ فاروق صاحب کے آفس کے معاملات بھی نپٹا کر آیا تھا۔

"بھابھی! یہ تین لاکھ کا چیک ہے' جو دس تاریخ کو کیش ہو سکے گا۔ عفان کے ڈھائی لاکھ کے ڈیوز تھے۔ باقی کے پچاس ہزار آفس نے خود ہی ایڈ کر دیے ہیں۔ واثق بیٹا میٹرک کر چکا ہوتا تو یقیناً" وہ اس کی کسی نہ کسی طرح آفس میں جگہ بنا دیتے مگر ابھی۔"

واثق نے یوں شرمندگی سے سر جھکایا جیسے اس میں اس کا قصور ہو۔ کمرے میں کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ذرا دیر بعد زبیر نے دوسری فائل کھولی۔ کچھ دیر کچھ ورق الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔

"آفس کے گریجویٹی فنڈ سے دس لاکھ تو وہ عفان کے چھوٹے بھائی جمشید کے علاج کے لیے پہلے ہی نکلوا چکے تھے۔ آپ کو یاد ہے نا؟" عاصمہ نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔ اب وقت کی اس ستم ظریفی کو کیا کہے کہ پانچ سال پہلے جمشید کو اچانک کینسر تشخیص ہوا اور فاروق صاحب نے اس کے علاج پر پانی کی طرح پیسہ بہایا۔ مگر اس کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ اب وہ دس لاکھ کا خسارہ بھی ان کی تقدیر پہ ثبت ہو گیا۔

"اب یہ سات لاکھ ہیں۔ پندرہ تاریخ کو آپ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائیں گے۔ باقی جو کچھ بھی ان فائلوں میں لکھا ہے' آپ فارغ ٹائم میں دیکھ لیجیے گا۔" وہ جیسے سب کچھ بول کر ایک دم سے خاموش ہو گیا۔ کمرے میں پھر جامد خاموشی تھی۔

"آپ نے آگے کیا سوچا ہے بھابھی؟" وہ بہت دیر بعد بولا۔

"ابھی تو کچھ بھی نہیں۔۔۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا زبیر بھائی۔۔۔"

"کاش! وہ گاؤں جاتے ہی نہیں۔۔۔ منحوس زمین بکتی نہیں اور اس رقم کی وجہ سے انسانی جانیں نہ جاتیں۔۔ آہ!" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سسک اٹھی۔

"میں آپ کی پریشانی سمجھ سکتا ہوں۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔ "مستقل آمدنی کے لیے یہی ہو سکتا ہے کہ آپ یہ ساری رقم بینک میں جمع کروا دیں' اس کے پرافٹ پر گزارہ کر لیں۔" وہ ذرا دیر بعد بولا۔

"ابا جی! آپ کو جو گریجویٹی کی رقم ملے گی' اسے بینک میں پڑا رہنے دیجیے گا۔ اچھی بھلی ماہانہ آمدنی آنے لگے گی پرافٹ کی شکل میں۔" وہ ابا جی کے جمعہ کے لیے سفید کپڑے کلف لگا کر استری کر رہی تھی' جب اس نے فاروق صاحب کو مشورہ دیا تھا۔

"نہ بیٹا! عمر بھر بری بھلی ہمیشہ کوشش کی کہ حلال کھاؤں اور بچوں کو بھی حلال کھلاؤں۔ اب اس عمر میں آ کر حرام کھلا دوں؟ سب کچھ غارت کر دوں؟" وہ نفی میں سر ہلا کر بولے۔

"کیا مطلب ابا جی؟" وہ جز بز سا ہوئی تھی۔

"بیٹا! سود ہمارے مذہب میں حرام ہے اور یہ پرافٹ سود کے زمرے میں آتا ہے۔ ایسا آئندہ کبھی سوچنا بھی نہیں۔" وہ اسے تنبیہہ کرتے ہوئے بولے تو عاصمہ سر ہلا کر ان سے متفق ہو گئی۔ وہ تو یوں بھی ان کی ہر بات پر راضی ہو جایا کرتی تھی۔ یہ بات تو بہت بڑی تھی۔ وہ کیسے بھول جاتی۔

"بہت شکریہ زبیر بھائی! میں یہ دیکھ لوں گی۔" وہ آہستگی سے دونوں فائلیں اپنے آگے کرتے ہوئے بولی۔

"تو ٹھیک ہے بھابھی! میں ابھی دس دن ادھر ہی ہوں۔ آپ کی رقم ٹرانسفر ہو جائے گی تو بس پھر میں جاؤں گا۔ آپ کو جو بھی مسئلہ ہو مجھ سے کہہ دیجیے گا۔" وہ فوراً" ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ضرور۔" وہ سر ہلا کر بولی۔

واثق بھی ساتھ کھڑا ہو گیا اور زبیر انکل کے ساتھ چلتے ہوئے باہر نکل گیا۔

عاصمہ دونوں فائلوں کو خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے اب جو کچھ بھی سوچنا تھا' ان دس لاکھ روپوں سے سوچنا تھا کہ زندگی بار بار اس کو ایسے مواقع نہیں دے گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کچھ ایسا کروں کہ یہ رقم ضائع بھی نہیں ہو اور محفوظ بھی ہو جائے۔" اس کا ذہن اب تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"یوں تو ہر مہینے ایک لگی بندھی رقم چاہیے ہوگی۔ اگر اس مد میں ان دس لاکھ روپوں کو وہ خرچ کرے گی تو یہ سال ڈیڑھ سال میں ختم ہو جائیں گے اور اس کے بعد۔۔۔" اس کے بعد کا خوفناک سوالیہ نشان اسے دہلا گیا۔

"کیا ہونا چاہیے اس رقم کا مصرف۔" وہ رات کا کھانا بناتے ہوئے مسلسل سوچے جا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں عدیل؟" بشریٰ کے سر پر جیسے کسی نے بم پھوڑ دیا تھا۔ وہ ششدر سی ہونٹ بھینچے عدیل کو دیکھتے ہوئے برافروختہ ہو کر بولی۔

عدیل نے کڑی نظروں سے بشریٰ کو دیکھا مگر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"عدیل! آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ مجھے ابھی امی کی طرف رہنا چاہیے کم از کم اس مسئلے کے حل ہو جانے تک۔" وہ پھر سے پہلی بات کو نظر انداز کر کے بولی۔ شاید وہ بات عدیل کے منہ سے غلطی سے نکل گئی ہوگی۔

"اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے بھی تو کچھ کرنا ہوگا اور تم جانتی ہو اسے صرف میں ہی حل کر سکتا ہوں۔" وہ ترشی سے بولا۔

"میں سمجھی نہیں آپ کی بات۔"

"میں ہی کمانے والا ہوں نا اس گھر کا۔ تو مجھے ہی اسے ہینڈل کرنا ہوگا۔"

"لیکن عدیل! یہ تو غلط بات ہے نا کہ ان لوگوں کی ایسی بے جا ڈیمانڈ پوری کی جائے۔" وہ تیزی سے بولی۔ اس کے لیے تو یہ بات ہی بہت حیران کن تھی کہ عدیل ان لوگوں کو رقم دینے کے لیے راضی ہو گیا۔

اور یہ یقیناً "فوزیہ اور نسیم بیگم کے واویلا کی بدولت ممکن ہوا ہوگا' ورنہ پہلے تو عدیل اس معاملے میں کوئی بات نہیں سننا چاہتا تھا۔ اسے گھر سے جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ مگر اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"تو تم کیا چاہتی ہو میں اپنی بہن کو طلاق دلوا کر ہمیشہ کے لیے گھر بٹھا لوں؟" وہ یوں اجنبی لہجے میں بولا جیسے بشریٰ کو اس سے کوئی مطلب نہ ہو۔

"عدیل مگر۔" وہ بوکھلا کر رہ گئی۔ اس رات والا عدیل پھر اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"بشریٰ! ان لوگوں کا مطالبہ غلط یا صحیح' ہمارے پاس اس کو مان لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔"

"واٹ۔۔۔ آپ کہاں سے کریں گے بیس لاکھ کا انتظام۔۔۔ سوچا ہے آپ نے؟" وہ تو بھڑک اٹھی۔ عدیل نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی اور لمحہ بھر خاموش رہا۔

"عدیل! میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

"سوچ لیا ہے میں نے سب کچھ تو تم کیوں چیخ رہی ہو۔" وہ اسی اجنبی لہجے میں کٹھور پن سے بولا۔ بشریٰ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں رات میں تمہیں واپس آنٹی کی طرف چھوڑ جاؤں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہے تو بہت گھٹیا سی بات مگر مجبوری ہے۔ تم آنٹی سے دو تین لاکھ روپے ادھار کے طور پر لو گی۔" وہ بے لچک لہجے میں بولا۔

"عدیل!" یہ دھماکا پہلے سے بھی زیادہ زوردار تھا۔

"پانچ لاکھ کا انتظام میں کسی طرح کر لوں گا۔ تین لاکھ کا عمران اور آنٹی کر دیں گی۔ سات آٹھ لاکھ کا تمہارا زیور

بک جائے گا اور دو تین لاکھ کا امی کا۔۔۔ اس طرح مل ملا کر بیس لاکھ کے قریب ہو ہی جائے گا۔ کم از کم میری بہن کی زندگی اجڑنے سے بچ جائے گی تو یہ رقم بہت بڑی نہیں۔"

اور بشریٰ کسی بت کی طرح اسے دیکھے جا رہی تھی جو اپنی دھن میں بار بار دہراتے ہوئے گویا خود کو تسلی دیے جا رہا تھا۔

"اور اگر میں انکار کر دوں؟" بشریٰ بہت دیر بعد سرد لہجے میں بولی تھی۔

گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرائے تھے۔ عدیل کے لیے یہ بات بالکل غیر متوقع تھی۔

اس نے گاڑی ایک طرف روکی اور تیز نظروں سے بشریٰ کو دیکھنے لگا۔

"تم کہنا چاہتی ہو کہ تمہیں اپنا زیور اور اپنی ماں سے لیا جانے والا قرض میری عزت سے زیادہ پیارا ہے۔" وہ رک رک کر یوں بول رہا تھا جیسے لفظوں کو تول رہا ہو۔

"بات آپ کی عزت کی ہے عدیل! تو میں بھی آپ کی عزت ہوں۔ وہ زیور آدھا آپ لوگوں کی طرف سے تھا بے شک' مگر عدیل صاحب تحفہ کسی کو دینے کے بعد اس سے چھینا جائے تو اسے کیا کہتے ہیں؟" وہ طنز سے بولی اور عدیل کا چہرہ لمحہ بھر میں جیسے لال بھبھوکا ہو گیا۔

اس نے بغیر کچھ کہے گاڑی اسٹارٹ کی اور اندھا دھند دوڑانا شروع کر دی۔ گاڑی جس رفتار سے جا رہی تھی' لگتا تھا آج وہ دونوں زندہ سلامت گھر نہیں پہنچ سکیں گے میری مثال۔۔۔ بشریٰ کو آنکھیں بند کر کے بس آخری یہی خیال آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"بیٹا! پوچھ کر بلاتے ہیں کسی کو۔ یونہی اٹھا کر تم کسی کو بھی لے آؤ اور ڈرائنگ روم میں بٹھا دو۔ اچھی بات نہیں۔ مجھے بتاتے تو۔" وہ واثق سے سختی سے بولتی اس کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف آئی۔

"سوری مما! وہ انکل کہنے لگے کہ آپ کی مما انہیں جانتی ہیں بلکہ دادا ابو بھی جانتے تھے تو میں نے انہیں بٹھا دیا۔" عاصمہ ڈرائنگ کے دروازے پر ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.paksociety.com

رُخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً ”بیٹا بہو“ لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ذکیہ بیگم اپنے بیٹے عمران کے لیے بھی لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کرپائی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسلم چچا نے کیا جواب دیا تھا' وہ اپنے ساتھ ہونے والی خود کلامی میں سن ہی نہ سکی۔

"یہ لو بیٹا تمہاری امانت۔" وہ ان کی آواز پر بری طرح سے چونکی۔ انہوں نے سفید رنگ کا لفافہ اس کے آگے کھسکا دیا تھا جو خاصا پھولا ہوا تھا۔

عاصمہ لفافے کو ہاتھ لگائے بغیر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"شاید اللہ کو یہ سب کچھ ایسے ہی ہونا منظور تھا۔" وہ گہرا سانس لے کر بولے۔ عاصمہ ان کی بات کا مطلب سمجھ کر کچھ بول ہی نہ سکی۔ ابھی تو زخم اتنا کچا تھا کہ بغیر ٹھیس کے بھی اس میں سے ٹیسیں اٹھتی ہی رہتی تھیں۔

"میری بیٹی کی شادی تھی۔ میں نے فاروق سے یونہی ذکر کیا کہ اس بار فصل ٹھیک نہیں ہوئی۔ سائرہ کی شادی کا ارادہ اگلے سال کے لیے اٹھا دیا تھا کہ لڑکے والوں نے ایک دم سے اصرار شروع کر دیا۔ وہ بھی کچھ ایسے کہ شادی کیے بغیر چارہ نہیں۔

میں نے فاروق سے نہ کوئی سوال کیا تھا نہ جی کا حال سنایا تھا پھر بھی ایسا محبت کرنے والا اچھی نیک طبیعت کا انسان تھا جیسے ہی زمین کا سودا ہوا اس نے رات میں مجھے خاموشی سے یہ چار لاکھ روپے لا کر دے دیے۔

اسلم چچا بے خوف ہو کر سائرہ کی شادی کے دن رکھیں۔" میں نے لینے سے صاف انکار کر دیا تو کہنے لگا۔ "چلیں اسے ادھار سمجھ کر رکھ لیں جب بھی سہولت ہو' لوٹا دیجیے گا۔" وہ رک کر اپنے ڈگمگاتے لہجے کو سنبھالنے لگے۔ آنکھوں کے سامنے رشتے کے بھتیجے کی تصویر بجی تھی جیسے وہ ابھی تک ان کے سامنے بیٹھا محبت بھری باتیں کر رہا تھا۔

"اور یہ خوفناک واقعہ ہو گیا۔ تمہیں تو شاید اس رقم کا علم بھی نہیں ہو گا بیٹی!" وہ اس طرح چپ بیٹھی رہی۔

"سائرہ کے بھائی نے بحرین سے دو لاکھ روپے بھیج دیے۔ اتنی رقم میں میں اپنی بچی کی عزت سے رخصتی کر سکتا ہوں تو میرے ضمیر نے گوارا نہیں کیا کہ میں یہ چار لاکھ استعمال میں لے آؤں جبکہ ان روپوں کی جتنی ضرورت تمہیں اور تمہارے بچوں کو ہے' کسی کو بھی نہیں ہو گی۔ اگر وہ ظالم رقم لے جاتے' ان دونوں کی جان بخش جاتے تو بھی میں شاید اتنی جلدی رقم نہیں لوٹا تا مگر اب بیٹی! تم یہ رکھ لو۔ میرے سینے پر بہت بوجھ ہے۔ کئی راتوں سے اس کی وجہ سے سو نہیں پایا۔ رب نے بشر کے ساتھ ابلیس کو یونہی نہیں لگایا۔ وہ لحہ' موقع کی تاک میں رہتا ہے۔ اب جانے کب میری نیت میں فتور آ جائے اور میں مکر ہی جاؤں۔ تم یہ رکھ لو بیٹی۔"

انہوں نے یوں ڈرے ہوئے انداز میں لفافہ مزید عاصمہ کے آگے کھسکایا جیسے وہ اٹھائے گی نہیں تو وہ مکر ہی جائیں گے۔

"اگر آپ کو ضرورت ہے چچا! تو آپ بے شک رکھ لیں۔ ابا جی نے آپ کو دی تھی یہ رقم تو۔" اسے ایک بار تو مروتاً" کہنا ہی تھا اور یہ بھی کہ معلوم تھا کہ انہیں رقم کی واقعی ضرورت ہے۔ وہ دو لاکھ کا انتظام ہو جانے کی بات خود سے بنا کر لائے ہوں۔

"نہیں میری بچی! اللہ تیری مشکلیں کم کرے۔ تیری ضرورتوں کے آگے تو میری ہر ضرورت چھوٹی اور جھوٹی ہے۔ تیرے گھر کے چھپر چھاؤں چلے گئے۔ تجھے اپنی ہمت' اپنی طاقت سے اب اپنے بچوں کے لیے چھپر بھی ڈالنا ہے اور ان کی چھاؤں بھی بننا ہے۔" وہ گلوگیر آواز میں بولے اور عاصمہ کی آنکھوں سے ضبط کرتے کرتے بھی آنسو پھوٹ نکلے۔

"بہت مان سے کہہ رہا تھا فاروق مجھ سے چچا! اب اپنا بہت اچھا سا گھر لینا ہے۔ ان پیسوں سے جا کر پھر میں گاؤں سے آپ سب کو بلواؤں گا اور شان دار سی دعوت ہو گی۔ اپنے گھر کی کیا بات ہے۔ اس کا اندازہ تو وہی کر سکتا ہے جو کچھ عرصے پرائے گھروں میں رہ چکا ہو۔ میری بہو کی بڑی خواہش ہے اپنے گھر کی اللہ کا شکر ہے کہ میں بچوں کو اپنی چار دیواری دے کر جاؤں گا۔ اور دیکھو اس کی یہ حسرت۔۔۔ حسرت ہی رہ گئی۔" وہ آہ سی بھر کر بولے۔

"یہ بڑا بچہ ہے تمہارا؟" وہ واثق کو دیکھ کر بولے۔

"جی!"

"اور کتنے بچے ہیں؟"

"تین چھوٹی بیٹیاں ہیں۔ واثق بڑا ہے ان تینوں سے۔"

"ظالموں کو اللہ دنیا اور آخرت میں رسوا اور برباد کرے جنہوں نے تھوڑے سے پیسوں کی خاطر اپنی گور کالی کی۔ ان معصوموں کے سر سے باپ دادا کا سایہ چھینا۔"

عاصمہ نے آہستگی سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ اب تو اس کا دل ان کو بد عائیں دینے پر بھی راضی نہیں تھا۔ اس نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا یقیناً" اللہ سے بڑھ کر کوئی انصاف کرنے والا نہیں۔

"پولیس کو کچھ پتا نہیں چلا ان کا؟"

عاصمہ نے نفی میں سر ہلا دیا تو وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"چچا! کھانا کھا کر جائیے گا نا۔ کھانا تیار ہے۔" عاصمہ اصرار سے بولی۔

"اللہ تمہارے گھر کا چولہا ہمیشہ جلتا رکھے۔ آباد رہو۔ اپنے بچوں کے سر پر سلامت رہو۔ ہر مشکل میں اللہ تمہاری رہنمائی کرے بیٹی! یہ میرا فون نمبر ہے۔ گھر کا نمبر ہے' جب بھی جو بھی پریشانی یا مسئلہ ہو' بلا جھجک مجھے فون کر لینا۔ میں تمہارے لیے فاروق کی طرح ہی تو ہوں بیٹی! باپ سمجھ کر اپنی پریشانی کہہ دینا۔"

"ضرور چچا! لیکن آپ بیٹھیے تو کھانا کھا کر جائیں سب تیار ہے۔"

"خوش رہو آباد رہو۔ میرا فون نمبر سنبھال کر رکھنا۔ اللہ حافظ!"

وہ شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر چلے گئے۔

واثق اس لفافے سے رقم نکال کر ماں کو دکھاتے ہوئے گننے لگا۔

"ابا جی! میں آپ کو کہاں کہاں یاد کروں۔ ابھی تک جتنی رقم کا انتظام ہو سکا۔ وہ سب آپ کی وجہ سے۔۔۔ مگر یہ اکیلا پن۔۔۔ میں کیسے آپ دونوں کے بغیر رہنا سیکھوں گی۔"

"مما! کاؤنٹ کریں نا کتنی رقم ہے۔ کتنی کہہ رہے تھے انکل؟" واثق نے ہاتھ ہلا کر اسے متوجہ کیا۔ شاید نوٹوں کی تعداد دیکھ کر اس سے گننا مشکل ہو رہا تھا۔

"واثق! شاید اب ہم اپنا گھر لے ہی سکیں۔"

"کیا واقعی مما! ایسا ہو سکتا ہے' اتنے پیسوں میں گھر لے سکتے ہیں ہم۔"

"دعا کرو ایسا ہو جائے۔" وہ رقم گنتے ہوئے بولی۔

☆ ☆ ☆

بشریٰ حسرت بھرے انداز میں اپنے آگے پڑے زیورات کے خالی ڈبے دیکھ رہی تھی۔ ایک انگوٹھی تک عدیل نے اس کے پاس نہیں چھوڑی تھی۔ صرف اس کے گلے کی چین تھی جو بشریٰ کی رونمائی کا تحفہ تھی۔ جسے نہ بشریٰ دینے کے لیے مانی' نہ عدیل نے ہی اصرار کیا۔

"باقی سب تو چلا گیا نا!" اس کی آنکھوں میں بار بار آنسو آئے جا رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مما! آپ کی جیولری کہاں گئی۔ آپ نے یہ سارے باکس خالی کیوں کر دیے۔ کیا نانو کے گھر لے کر جائیں گی۔" مثال اپنی اسکول کی کتاب لیے بشریٰ سے کچھ پوچھنے کے لیے آئی تھی کہ بیڈ پر بکھرے ان سرخ جاذب مخملیں ڈبوں کو دیکھ کر متجسس انداز میں کھول کر دیکھنے لگی۔ ایک کے بعد ایک سارے ڈبے خالی تھے تو وہ ماں سے پوچھنے لگی۔

"اٹھا کر رکھ دو انہیں ایک طرف۔" وہ چڑچڑے انداز میں بولی۔

مثال نے بمشکل تمام ڈبے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیے۔

"مما! آپ رو رہی ہیں؟" وہ ماں کا ہاتھ پکڑ کر ہمدردی سے بولی۔

"نہیں میری جان! میں کیوں روؤں گی۔" بشریٰ آنکھیں رگڑ کر بولی۔ وہ ماں کو غور سے دیکھنے لگی۔

"پھپھو اور دادو بھی رو رہی تھیں۔ میں ان کے پاس جاتی ہوں تو وہ مجھے ڈانٹنے لگتی ہیں۔"

"تو جان! آپ ان کے پاس مت جاؤ۔ اپنے روم میں رہو بس۔" بشریٰ اسے ساتھ لگا کر بولی۔

"بابا بھی اب مجھے پیار نہیں کرتے۔ سب پیسوں کی بات کرتے ہیں مما! اگر بابا کو پیسے چاہئیں تو میرے بینک میں اتنے سارے پیسے ہیں۔ میں نے جمع کر رکھے ہیں۔ میں وہ بابا کو دے دوں پھر تو وہ خوش ہو جائیں گے؟" مثال ماں کی طرف دیکھ کر معصومیت سے بولی۔

"میری جان کتنی حساس ہے۔ بیٹا! بابا پریشان ہیں۔ آپ بس اللہ میاں سے دعا کرو کہ ان کی پریشانی دور ہو جائے۔"

"میں دعا کروں گی اور نانو نے کہا تھا ڈھیر ساری دعا اپنے بھائی کے لیے بھی مانگنا۔ تمہارا بھائی آنے والا ہے۔ مما! نانو ٹھیک کہہ رہی ہیں؟"

وہ ماں کا چہرہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں لے کر اشتیاق بھری خوشی سے پوچھنے لگی۔

"ہاں جان! نانو ٹھیک کہتی ہیں۔ آپ بس اللہ تعالیٰ سے ڈھیر ساری دعا کرو کہ پیارا سا بھائی آپ کو مل جائے اور بابا کی ساری پریشانیاں بھی دور ہو جائیں۔" بات کرتے ہوئے وہ کھو سی گئی۔

"اگر سارا زیور بیچ کر بھی مطلوبہ رقم نہ مل سکی تو۔۔۔

عدیل نے اب تک کی گئی ساری بچت بھی اس جوئے میں جھونک دی ہے۔ انہوں نے تو نہ کچھ ہمارے بارے میں سوچا ہے نہ آنے والے بچے کے بارے میں۔ سب کچھ تو ان چڑیلوں نے داؤ پر لگوا دیا ہے۔ اتنا سارا زیور دوبارہ کبھی بھی نہیں بن سکتا۔ میری مثال کے لیے تو ایک چھلا نہیں بچا۔" وہ چاہتے ہوئے بھی اس تکلیف دہ احساس سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی' حالانکہ عدیل نے اس سے بہت دعوے کیے تھے کہ وہ اس سال کے آخر تک لازمی اسے دو چوڑیاں اور ایک لاکٹ سیٹ بنوا دے گا مگر اس کے بے قرار دل کو قرار مل ہی نہیں رہا تھا۔

اس کا سیل فون کافی دیر سے بج رہا تھا۔

"مما! نانو کا فون ہے۔ آپ سن کیوں نہیں رہیں۔" مثال ہوم ورک کرتے ہوئے اپنے کمرے سے اٹھ کر آئی اور ایک طرف پڑا فون اٹھا کر اسے دیا۔ بشریٰ گہرا سانس لے کر فون سننے لگی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں امی آپ!" بشریٰ ان کی بات سن کر ایک دم سے پریشان ہو گئی۔

"بیٹا! میں نے اور عمران نے تو بہتیری کوشش کی۔ صرف ستر ہزار روپے ہیں میرے پاس بینک میں۔ وہ بھی میں نے عمران کی شادی کے لیے اٹھا رکھے ہیں۔ اصل میں عمران نے جس شخص کو ڈھائی لاکھ ادھار دے رکھا تھا۔ یقین کرو میرا بچہ آدھی رات تک اس کمینے کے گھر بیٹھا رہا۔ اس نے اگلے مہینے کا کہہ کر ٹال دیا۔ اب بتاؤ کیا کریں

بھابی! ایک دم سے تین لاکھ کا انتظام نہیں ہو سکتا نا۔"

لہجے میں زمانے بھر کی مظلومیت سمو کر بولیں۔ بشریٰ سے تو کچھ دیر بولا ہی نہیں گیا۔

"میرا زیور بکنا تو بے کار جائے گا۔ اگر امی کی طرف سے تین لاکھ کا انتظام نہیں ہو گا اور عدیل نے زیور تو بیچ بھی دیا ہو گا شاید ابھی نہ بیچا ہو میں جلدی سے انہیں فون کر کے بتا دیتی ہوں کہ امی نے انکار کر دیا ہے۔"

اس نے جلدی سے ذکیہ کی کال کاٹ کر عدیل کا نمبر ملایا۔

تین بار کال کرنے کے باوجود عدیل نے فون نہیں اٹھایا۔

"شاید میری قسمت ہی خراب ہے' زیور بک کر ہی رہے گا۔" اس نے تھک کر فون ایک طرف ڈال دیا۔

خواہ مخواہ ہی جی بھر بھر آ رہا تھا۔

اس کی ساس نند نے کبھی اس سے محبت بھرا سلوک نہیں کیا۔ کبھی بشریٰ کو دل سے قبول نہیں کیا۔ اگرچہ وہ خود اسے عدیل کے لیے بیاہ کر لے کر لائی تھیں مگر پھر بھی آج بشریٰ کو ان دونوں کی وجہ سے اتنی بڑی قربانی دینا پڑی۔

"وہ ایسی بدلحاظ ہیں ان کے سامنے عدیل سارا زیور سمیٹ کر لے گیا پھر بھی کسی سے توفیق نہیں ہو سکی کہ آکر میری دل جوئی ہی کر دیں۔ اللہ ان ظالموں کو دکھا بھی رہا ہے۔ ان کے کرتوتوں کی سزا دے بھی رہا ہے پھر بھی یہ نہیں سمجھتیں۔"

وہ جلے دل کے ساتھ بہت برا سوچتی چلی گئی۔

✡ ✡ ✡

"زبیر بھائی! کیا یہ ممکن ہے؟" عاصمہ کو اپنی ہی آواز کانپتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

واثق بھی زبیر کے کچھ اور قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

"بھابھی! اس دنیا میں سب ہی کچھ ممکن ہے۔ بس جیب میں پیسہ ہونا چاہیے' ہر چیز مل سکتی ہے۔" زبیر متانت سے بولا۔

"زبیر بھائی! صرف پندرہ سولہ لاکھ میں گھر۔۔۔ وہ بھی اپنا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں نا؟" وہ بہت بے یقین سی ہو رہی تھی۔

"اصل میں بھابھی! وہ شخص گھر جلدی میں بیچ کر ملک سے باہر سیٹل ہو رہا ہے۔ اسے منہ مانگے سے جتنے بھی کم نرخوں' ملیں گے' وہ لے لے گا۔ یوں بھی گھر کوئی زیادہ بڑا نہیں۔ دو کمرے نیچے دو اوپر ہیں۔ ایک برآمدہ کچن اور گھر کچھ اتنا نیا بھی نہیں بنا ہوا علاقہ بھی بس گزارہ سمجھیں۔ مگر ان سب کا پلس پوائنٹ یہی ہے کہ آپ کو اپنی چھت مل جائے گی۔ بچوں کو ایک جگہ لے کر بیٹھ جائیں گی۔"

زبیر آہستہ آہستہ نرمی سے سب بتانے لگا تو عاصمہ کی آنکھوں میں رکے ہوئے آنسو بہہ نکلے۔

"مما پلیز۔۔۔" واثق تو اب ہر لمحہ ماں کے چہرے پر نظریں جمائے رکھتا تھا۔ اسے روتے دیکھ کر آہستگی سے ماں سے بولا تو وہ جلدی سے سنبھل گئی۔

"لیکن بھابھی! ایک مسئلہ ہے؟" زبیر کچھ دیر بعد بولا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا وہ گھر ہمیں نہیں مل سکتا؟" پاس آتی خوشی ایک دم سے جیسے ہاتھ چھڑا کر دور جا کھڑی ہوئی تھی۔

عاصمہ کو ایسا ہی لگا۔ قسمت آج کل اس کے ساتھ یہی کھیل تو کھیل رہی تھی۔ ادھر خوشی محسوس کرتے وہ تیاری کر رہی ہوتی کہ ایک خوفناک غم۔۔۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اللہ نہ کرے۔" اس نے دہل کر اپنی اذیت ناک سوچ سے ہاتھ چھڑایا۔

"اگر آپ ساری رقم میں گھر خرید لیں گی تو پھر بعد میں کیا کریں گی۔ میرا مطلب ہے' روزمرہ کے اخراجات' بچوں کا اسکول' ان کی تعلیم' دوسرے بے شمار اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔"

زبیر رک رک کر بولا' جیسے وہ خود ان مسئلوں پر بہت دنوں سے سوچ رہا ہو۔

"اللہ بڑا کرم کرنے والا ہے زبیر بھائی! اس نے اتنی بڑی مشکل میں ڈالا ہے تو وہی ہمیں اس آزمائش سے نکالے گا۔" اسے خود بھی پتا نہیں چلا کب وہ اتنے مضبوط لہجے میں بات کرنے کے قابل ہوئی تھی اور بہت دنوں بعد ایسا ہو سکا تھا کہ ایک مکمل جملہ بولتے ہوئے نہ تو آنسو اس کے لہجے میں گھلے نہ آنکھ سے نکلے۔

"پھر بھی بھابی!" وہ متذبذب سا تھا۔

"آپ کے ذہن میں کچھ ہے ایسا زبیر بھائی؟" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگی۔

"آپ کی کوالیفکیشن کتنی ہے؟" وہ سوچ کر بولا۔

عاصمہ لمحہ بھر کو کچھ بول نہیں سکی۔

"انٹر!" وہ آہستگی سے یوں بولی جیسے اپنی کم تعلیم کو کوتاہی سمجھ کر چھپانا چاہ رہی ہو۔

"چھوٹے بچوں کو تو پڑھا ہی سکتی ہیں نا؟"

عاصمہ فوری طور پر کچھ نہیں بول سکی۔

"ظاہر ہے اپنے بچوں کو بھی تو آپ خود ہی پڑھاتی ہوں گی۔" وہ پھر سے بولا تو عاصمہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"میتھس اور انگلش انہیں عفان پڑھا دیا کرتے تھے۔ باقی سبجیکٹس میں دیکھ لیتی تھی۔" وہ افسردگی سے بولی۔

"چلیں پھر تو کچھ ہو سکتا ہے۔ میرے ایک جاننے والے کا چھوٹا سا اسکول ہے۔ میں وہاں آپ کے لیے بات کر سکتا ہوں۔" وہ رک کر بولا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہو جائے گی..... مگر نہیں زبیر بھائی! ورہ ابھی بہت چھوٹی ہے' اسے چھوڑ کر..." وہ اگلی سوچ سے پریشان ہو کر بولی۔

"وہ بھی دیکھ لیں گے۔ آپ ارادہ تو باندھیں۔ میں بات کر لیتا ہوں اپنے دوست سے تو آپ عدت کے بعد وہاں جوائن کر لیں۔"

"اور گھر کا۔"

"ہاں ایسا ہے کہ آپ آج..... مگر آپ کیسے جائیں گی عدت کی وجہ سے..... آپ گھر دیکھیں گی تو ہی معاملہ آگے بڑھے گا۔" وہ پریشان ہو کر بولا۔

یہ بات تو عاصمہ نے بھی نہیں سوچی تھی۔

"چلیں میں پھر کسی عالم دین سے اس کی کوئی گنجائش پوچھتا ہوں کیونکہ وہ شخص گھر جلد سے جلد بیچنا چاہتا ہے' یہ نہ ہو کہ ہم ذرا دیر کریں اور اتنا اچھا موقع ہاتھ سے نکل جائے۔"

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد کھڑے ہو کر بولا۔

"اور اس گھر کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اس کے اوپر والے پورشن کی سیڑھیاں بیرونی گیٹ سے ہیں یعنی اوپر والا پورشن آسانی سے کرائے پر دیا جا سکتا ہے۔ آپ کی آمدنی کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ میں اس لیے بھی یہ گھر ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتا۔"

عاصمہ اس شخص کے خلوص پر شکریہ بھی نہیں بول سکی۔ وہ جتنا بے لوث ہو کر اس کے کام آ رہا تھا' صرف شکریے سے اس کے احسانوں کا بدلہ نہیں چکایا جا سکتا تھا۔

"اچھا بھابی! میں ان شاء اللہ کل آؤں گا تو پھر جو بھی صورت ہو گی' اس کے مطابق دیکھ لیں گے۔" وہ جاتے ہوئے بولا۔

"زبیر بھائی! مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔ اگر میں گھر دیکھنے نہ جا سکی تو واثق آپ کے ساتھ چلا جائے گا۔ اگر اسے گھر پسند آ جاتا ہے تو آپ بے شک سودا کر لیجیے گا۔" وہ اس کام میں مزید تاخیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"واثق!" زبیر نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر ہنس پڑا۔

"ہاں بھئی۔ اب یہی تو اس گھر کا جوان ہے۔ اچھی بات ہے آپ ابھی سے اسے اتنا اعتماد دے رہی ہیں گڈ!" وہ دائیں سے واثق کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

عاصمہ دونوں کو جاتا دیکھ کر بے اختیار عفان کو سوچنے لگی۔

وہ بھی بالکل اسی طرح واثق کو ساتھ لگا کر باتیں کرتے ہوئے باہر لے کر جاتا تھا۔

"دیکھو تو بھئی عاصمہ! واثق کا قد میرے کندھوں کے برابر آ رہا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے میرا بیٹا مجھ سے بھی اچھا قد نکالے گا۔ میں اس دن کتنا خوش ہوں گا جب واثق مجھ سے اونچا ہو جائے گا۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتیں۔"

"ہاں عفان! اب تو میں بالکل بھی اندازہ نہیں لگا سکتی۔ میں نے مستقبل کے لیے بھی اندازے لگانے چھوڑ دیے ہیں۔ ہمارے اندازے' ہمارے ارادے' ہماری خواہش' ہمارے خواب کتنے بودے کتنے کمزور ہوتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ مجھ سے بڑھ کر اور کون لگا سکتا ہے۔" وہ افسردہ ہو گئی۔

"آج سترہ تاریخ ہے۔" اسے ایک دم سے خیال آیا۔ "زبیر بھائی تو کہہ رہے تھے کہ وہ دس تاریخ کو جا رہے ہیں انہیں گیارہ کو اپنے شہر میں جا کر آفس میں جوائننگ دینی ہے تو پھر... اتنے دن اوپر ہو گئے مجھے بھی خیال نہیں آیا نہ میں نے پوچھا۔ شاید بے چارے ہماری وجہ سے رک گئے ہیں۔ اللہ کرے وہ ابھی نہ جائیں۔ ہمیں گھر دلا کر ہی جائیں۔ ورنہ میں اکیلی عورت کیا کر سکوں گی۔ میرا تو ان کے سوا کوئی سہارا بھی نہیں۔" بے خیالی میں وہ بہت غلط بات سوچ گئی تھی۔ جس کا اندازہ اسے خود بھی نہ ہو سکا تھا ورنہ وہ کم از کم توبہ تو کر لیتی کہ اس نے کتنی بڑی بات سوچی ہے۔

وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ ابھی رات کے لیے کھانا بھی بنانا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یہ سارا کیا دھرا تمہاری ساس کا ہے۔ وہ چاہتی ہی نہیں کہ میری بچی کا سلسلہ کسی اچھی جگہ ہو جائے۔" نسیم بیگم تڑپ کر غصے میں چلائیں۔

بشریٰ نے طیش کی اٹھتی لہر بمشکل دبائی تھی۔

"یہ جتنی اچھی جگہ آپ کر رہی ہیں فوزیہ کا اس سے تو میرے خیال میں کوئی احمق ہی جلے گا۔" عدیل' بشریٰ کے غصے سے تو بے خبر تھا مگر اس کے غصے کی ترجمانی ضرور کر گیا۔

"اور میں تو اس دن کو رو رہا ہوں جب ہم ان لالچی حریص کتوں میں پھنسے جنہیں صرف ہڈی نہیں' پورا بکرا چاہیے سالم۔ سارے گھر کا زیور امی! شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ میں نے کبھی آپ کے' بشریٰ کے زیور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا اور آج ان ذلیل لوگوں کے لیے مجھے جا کر سارا زیور بیچنا پڑا اور معلوم ہے آپ کو کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مل رہا ہے' سارے زیورات کا؟" عدیل بہت غصے میں تھا۔ آج اسے فوزیہ کی روتی صورت پر ترس آرہا تھا۔ کے واویلے پہ۔

عدیل کے اتنا اونچا بولنے پر نسیم بیگم ایک دم سے چہرے پہ ڈھیر ساری مظلومیت لیے یوں بیٹھ گئیں جیسے ہمیشہ سے بیٹے کا غصہ سہتی آئی ہیں۔

ساڑھے بارہ لاکھ.... تین لاکھ ادھر ادھر سے مانگ تانگ کر کیا ہے۔ اب بتائیں.... باقی کے ساڑھے چار لاکھ کہاں سے پورے کروں۔" عدیل کا غصہ 'کوفت' جھنجلاہٹ سب عروج پہ تھے۔

"کس ٹھگ سنار کے پاس چلے گئے تھے تم؟" نسیم بیگم اپنی فطرت سے مجبور تھیں بولنے سے رہ نہ سکیں۔ عدیل نے تیز نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"وہی تو میں کہہ رہی ہوں اگر ذکیہ بہن کسی طرح تین چار لاکھ کا انتظام کر دیتیں تو ہمیں اتنی پریشانی تو نہ اٹھانی پڑتی۔" وہ ایک دم یوں نرم اور التجائیہ لہجے میں بولیں جیسے بہت اچھے مراسم ہوں ان کے ذکیہ بہن کے ساتھ۔

"امی! خدانخواستہ اگر ذکیہ آنٹی پر ایسا وقت آیا تو کیا آپ دے دیتیں انہیں چار لاکھ.... آسانی سے۔" عدیل کا غصہ ٹھنڈا ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

"عدیل! اس وقت فضول مثالوں اور مفروضوں سے کچھ نہیں ہونے والا۔ تم خود بھی پریشان ہو رہے ہو اور مجھے بھی کر رہے ہو۔" نسیم بیگم نے فضول کے مفروضے پر یوں ہاتھ ہلایا جیسے مکھی کان سے ہٹائی ہو۔

"ہاں مجھے تو کالے کتے نے کاٹا ہے نا' جو خوامخواہ پریشان ہو رہا ہوں۔" وہ بھی آج کوئی ادھار رکھنے پر تیار نہیں تھا۔

"اب کرنا کیا ہے؟" نسیم بیگم اسے پٹڑی پہ لانے کے لیے آج ہر ممکن جتن کرنے پر تیار تھیں۔

"یہ بھی آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں کہ کرنا کیا ہے۔" وہ کٹیلے لہجے میں بولا۔

دونوں کے مباحثے کے درمیان فوزیہ کونے میں یوں سمٹی بیٹھی تھی جیسے اسے اس مناظرے میں جج مقرر کیا گیا ہو۔ آخری فیصلہ بہرحال اسے ہی سنانا ہوگا۔ یا قسمت اسے سنائے۔ آنکھیں بھر بھر آرہی تھیں جنہیں وہ بار بار مسل رہی تھی۔ آج کل سارا طمطراق' چالاکی' ہوشیاری' فتنہ پروری سب اڑن چھو ہو چکے تھے۔ بس ایک خوف کا عالم تھا۔ ایک تلوار سی سر پر لٹکی تھی دن رات کہ اب سر پر گری کہ تب۔ اسے زندگی میں پہلی بار پتا چلا تھا کہ آنکھوں میں رات کاٹنا کسے کہتے ہیں۔ دکھ' کرب' ذلت' رسوائی' جگ ہنسائی کون سا تکلیف دہ احساس نہیں تھا جو اسے رات بھر کروٹیں لینے پہ مجبور نہیں کرتا تھا۔

ان درد بھرے لمحوں میں بھی اسے خیال تھا تو صرف اپنا' اپنی ذلت رسوائی اور خدانخواستہ گھر بیٹھ جانے کا خوف.... بھائی کی ذہنی تکلیف اور پریشانی کا اسے ایک بار بھی بھولے سے خیال نہیں آیا تھا۔ ہاں یہ احساس وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ غصے میں بدلتا جا رہا تھا کہ بھائی جان بوجھ کر رقم اکٹھی کرنے میں دیر کر رہا ہے اور یہ سب بشریٰ کی سازش ہے۔

"ان لوگوں کو صاف بتادیں کہ ہم پندرہ لاکھ سے زیادہ کا انتظام نہیں کر سکے۔ دیٹس آل۔" عدیل بے لچک لہجے میں ماں سے بولا۔

"پندرہ لاکھ۔" نسیم کی آواز گلے میں ہی گھٹ گئی۔

"امی! کیا ہم ان کے قرض دار ہیں؟ بس بہت ہو گیا۔ اتنا ڈر خوف جیسے وہ ہمیں پھاڑ کھائیں گے.... میں انہیں فون کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں آپ کو صاف بتا رہا ہوں۔ میں مزید کسی کے آگے جھولی نہیں پھیلاؤں گا۔"

غصے میں بولتے ہوئے وہ سیل پر زاہدہ کا نمبر ملانے لگا۔

"تم ٹھہر جاؤ۔ رکو! میں خود بات کرتی ہوں۔ آرام تحمل سے۔ جب اتنی تکلیف اٹھالی تو پھر یوں عجلت میں بات بگاڑنے کا فائدہ۔ تم نہا دھو کر' تازم دم ہو۔ میں اتنے میں فون کر لیتی ہوں۔ تم ٹھیک کہتے ہو' اب تو انہیں ہٹ دھرمی نہیں دکھانی چاہیے۔ جاؤ میرا بیٹا شاباش۔ فوزیہ! اٹھ بھائی کے لیے چائے بنا کر لا۔" نسیم عدیل کو پیار سے کہتے ہوئے بولیں تو اس نے بھی مزید اصرار نہیں کیا۔ یوں بھی وہ زاہدہ جیسی لالچی حریص اور گھٹیا عورت سے بات کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اتنی رقم کا انتظام ہو جانے کے بعد بھی اس کا دل ان لوگوں کی طرف سے بہت کھٹا ہو گیا تھا۔

"یہ رشتہ دار تو نہ ہوئے' یہ تو قصائی ہوئے چھری پھیرنے والے۔" وہ جھنجلا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

نسیم نے سوچ سوچ کر زاہدہ کا نمبر ملا ہی لیا۔

"اللہ اس عورت کے دل میں رحم ڈال دے۔" وہ فون کان سے لگائے دعا مانگنے لگیں جس کے قبول ہونے کی امید انہیں بھی کم ہی تھی۔

☼ ☼ ☼

شام کے پانچ بج رہے تھے' جب وہ تھکا ہارا کمرے میں داخل ہوا۔ کیلنڈر پر سولہ تاریخ سرخ رنگ میں مسکرا رہی تھی۔

اس کی ساری تھکن جیسے اڑن چھو ہو گئی۔

اس نے جوتے بھی نہیں اتارے اور تیزی سے آگے بڑھ کر کھڑکی کھول دی اور جیسے ساری کائنات کی گردش ایک دم سے تھم گئی۔

وہ سامنے ہی تو بیٹھی تھی۔

سرمئی لباس میں سرمئی اڑتے بادلوں کے ٹکڑوں کے درمیان اسی منظر کا کوئی حصہ بنے اردگرد سے بے خبر' کسی گہری سوچ میں گم اس کے سیاہ بالوں کی آوارہ لٹیں ادھر ادھر ہوا سے سرگوشیاں کر رہی تھیں مگر وہ تو کسی پتھر کے مجسمے کی طرح یوں ساکت بیٹھی تھی جیسے اب صدیوں تک ہل نہیں سکے گی۔

لیکن نہیں.... وہ جانتا تھا وہ یہاں صرف سترہ منٹ کے لیے بیٹھی تھی۔

اگر وہ چلی گئی تو....

اس احساس نے اس کے اندر بجلی سی بھر دی۔

اس نے جلدی سے اپنے ٹیبل سے اسکیچ پیپر اور پنسل اٹھائی اور پورے انہماک سے اس منظر میں کھوئی اس انجان لڑکی کا اسکیچ بنانے لگا۔

سرمئی بادل اور گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

اس کا حسین چہرہ کچھ دھندلاتا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے ہاتھ چلانے میں مگن تھا۔

اس نے سر اٹھایا اور سناٹے میں رہ گیا۔

وہ خوب صورت شام ایک دم سے ویران ہو گئی تھی۔ اس کی وینس جا چکی تھی۔ ہمیشہ ایسے ہی ہوتا تھا۔ وہ اسکیچ بنانے میں مگن ہوتا تھا۔ اسے پتا بھی نہیں چلتا تھا کب وہ خاموشی سے اٹھ کر چلی جاتی تھی۔

وہ خوب صورت شام' سرمئی اڈے بادلوں کے ٹکڑے اور مست ہوا کے جھونکے سب بے معنی سے ہو کر رہ گئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے ہاتھ یوں ست پڑے کہ بالآخر اس نے پنسل اسکیچ پر ہی رکھ دی۔

"یہ کیا ہے؟" وہ ہربار اپنی اس دیوانگی کے بارے میں سوال ضرور کرتا تھا اور ہربار اسے کوئی جواب نہیں ملتا تھا۔

"مجھے اس سے ملنا چاہیے۔" اس کے دل نے مچل کر کہا۔

"کیا کروں گا مل کر..... وہ میرے پاس ہی ہے۔ اتنے پاس کہ....." وہ مسکرا کر گود میں پڑے اس کے اسکیچ کو دیکھنے لگا۔ سیاہ بالوں کی لٹوں میں چھپا چاند سا چہرہ۔

اس کی ساری تھکاوٹ ختم ہو چکی تھی۔ وہ بے خود سا کسی اور ہی دنیا میں تھا۔

☼ ☼ ☼

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں خالہ جان!" عاصمہ حیران سی انہیں دیکھے گئی۔

"بیٹا! تم سمجھ دار ہو پھر بہت اچھے خاندان کی۔ فاروق بھائی کی شرافت اور نیکی کی تو لوگ مثالیں دیتے ہیں۔ ان کا بیٹا عفان سمجھو' ہماری گودوں میں کھیل کر بڑا ہوا۔ اتنا شریف' نیک محبت کرنے والا' ہمدرد انسان میرا جی نہیں چاہا کہ ادھر ادھر سے تم کوئی الٹی سیدھی بات سنو۔ تمہارا دل تو یوں بھی آج کل درد کا پھپھولا بنا ہوگا۔ ذرا سی بات پر پھوٹ پڑے گا۔" وہ زمانے بھر کی ہمدردی اور احساس اپنے منتخب کردہ جملوں میں سمو کر بول رہی تھیں۔

مگر عاصمہ کو ان کا ایک ایک جملہ جیسے چبھ رہا تھا۔ وہ بس یک ٹک انہیں دیکھتی جا رہی تھی جیسے فاروق اور عفان کی شرارت و نیکی کی مثال دے کر اسے بہت کچھ سمجھا جا رہا ہے کہ وہ ان کی اتنی قریبی ہوتے ہوئے بھی ان دونوں جیسی نہیں۔

عاصمہ کے اندر جیسے ابال سے اٹھنے لگے۔

"تم عدت میں ہو' پھر خیر سے جوان ہو' کون سی کوئی بوڑھی یا عمر رسیدہ ہو۔ ایسے میں تو ارد گرد والے' محلے والے اور بھی آنکھیں' کان کھلے رکھتے ہیں۔" وہ اب اس بات کی طرف آ رہی تھیں مگر عاصمہ کے صبر کا پیمانہ جیسے لبریز ہو چلا تھا۔

"آپ بتائیں گی خالہ! آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟" وہ ضبط کر کے بول ہی اٹھی۔

"میری بیٹی کی طرح ہو تم' پھر برسوں کا ساتھ ہے۔ تم پہ کوئی انگلی اٹھائے یا کچھ ایسا ویسا کہے تو مجھے اچھا تو نہیں لگے گا؟" وہ پھر بھی تمہید باندھے جا رہی تھیں۔

"لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں خالہ جان!" وہ تحمل سے بولی کیونکہ وہ جانتی تھی اب آئندہ کی زندگی میں اس کا تحمل اور لوگوں کی باتیں ساتھ ساتھ چلیں گی۔

"وہ آدمی لاکھ عفان کے ساتھ دفتر میں کام کرنے والا ہو' لاکھ وہ تمہارے مرحوم شوہر اور سسر کے دفتری معاملات کو دیکھنے والا ہو مگر میری بچی! وہ جوان جہان ہے۔ اس کا تمہارے گھر یوں بار بار آنا اور گھنٹوں بیٹھے رہنا۔ اب تو یوں سمجھو کم از کم عدت تک سب کی نظریں تمہاری چوکھٹ سے لگی ہیں۔ کچھ تو اس خیال سے نہ جانے تم کب' کس ضرورت کے تحت کسی کو آواز دے لو اور کچھ کی اس نیت سے' دیکھیں تو مرحوم عفان کی بیوہ خود کو کیسے سنبھالتی ہے۔" وہ رک رک کر اسے صاف لفظوں میں بہت کچھ سمجھا گئیں۔

"سمجھ رہی ہو ناں عاصمہ بیٹی! میری بات؟" وہ اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگیں۔

"تو کون کرے یہ سارے کام خالہ! مجھے اتنا بھی سمجھا دیں۔"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لہجے کو نم ہونے سے نہ بچا سکی۔

"بھلے وہ کرے مگر اسے دروازے کے باہر تک رکھو یا زیادہ سے زیادہ صحن میں بٹھا لو۔ پھر یوں بھی تم کرائے کے گھر میں رہتی ہو۔ نظر رکھنے کو مالک مکان ہی بہت ہے۔" وہ پھر سے اسے جتا گئیں۔

"میں ایسا کچھ غلط نہیں کر رہی اور میں جو کچھ کر رہی ہوں۔ مجھے اس کا احساس بھی ہے اور خیال بھی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی تلخ سی ہو گئی۔

"میرا مقصد تمہارا جی دکھانا نہیں تھا۔" وہ اس کی تلخی پر بولیں۔ "آگے تم خود سمجھ دار ہو بال بچے والی ہو۔ ابھی سے کسی کو موقع نہیں دو گی تو کسی کی جرأت نہیں ہو سکے گی کہ خوامخواہ تم پر انگلی اٹھا سکے۔" وہ جانے اسے کیا سمجھانا چاہ رہی تھیں۔

"خالہ جان! میں اکیلی نہیں ہوتی۔ میرا بیٹا میرے ساتھ ہوتا ہے۔" حمیدہ کو شاید اس کے منہ سے ایسی بچکانہ بات کی توقع نہیں تھی پھر بھی انہوں نے جتایا نہیں۔

"اللہ اسے تمہارے ساتھ رکھے۔ تمہارا سہارا بنائے۔ بہرحال میں تمہیں سمجھانے آئی تھی۔ اگر وہ عفان کا دوست بھی ہے تو ظاہر ہے شادی شدہ بال بچے والا بھی ہوگا۔ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر آیا کرے اتنا ضروری کام ہوتا ہے تو پھر بھلا کون بات کرے گا۔ تم سمجھ رہی ہو ناں؟"

وہ سر بھی نہ ہلا سکی۔ اب وہ یہ بات زبیر سے تو نہیں کہہ سکتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"امی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" بشریٰ کچھ بوکھلا سی گئی۔ نسیم بیگم جواب میں ایک دم سے رونے لگیں۔

بشریٰ پریشان ہو کر ساس کو دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ انہیں کیسے چپ کرائے۔

"امی! پلیز یوں نہیں روئیں۔ کیا ہوا ہے۔ مجھے بتائیں۔" وہ نرمی سے انہیں اپنے ساتھ لگا کر بولی۔

نسیم بیگم نے ایک دم سے بشریٰ کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ وہ ششدر رہ گئی۔ ایسا تو اس نے کبھی سوچا تھا' نہ چاہا تھا۔

"امی پلیز یوں مجھے گناہ گار تو نہیں کریں۔ پلیز آپ خود کو سنبھالیں۔" اس نے اٹھ کر انہیں پانی کا گلاس تھمایا۔ دو گھونٹ پانی پی کر نسیم بیگم کا جی کچھ سنبھلا۔

"تم اپنی ماں کی منت کرو۔ کسی بھی طرح سے وہ تین لاکھ کا انتظام کر دیں۔ دو لاکھ میں خود کر لوں گی۔ ان کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ تم بات کرو اپنی ماں سے' عمران بیٹے سے۔" وہ ملتجی لہجے میں کہہ رہی تھیں جس میں کچھ بھی بناوٹ' ڈراما یا دوغلا پن نہیں تھا۔ صرف ایک ماں کی التجا' اس کی پریشانی تھی کہ کسی طرح ادھ بیاہی بیٹی بیاہ کر اپنے گھر چلی جائے نہ کہ گھر بیٹھے اسے کسی طرح کا داغ لگ جائے۔ بشریٰ کو ان پر بہت ترس آیا۔

"اچھا! آپ پریشان نہیں ہوں۔ میں ابھی امی سے بات کرتی ہوں۔ خود عمران کی منت کروں گی۔ وہ کہیں سے بھی مجھے کچھ مہینوں کے ادھار پہ رقم لا دے۔ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی مت روئیں اس طرح۔ میں بات کرتی ہوں۔" بشریٰ کو پہلی بار نسیم بیگم اپنی ماں کی طرح لگی تھیں۔ ایک دکھی ماں جو اس کے آگے رو رہی تھی۔

بشریٰ کا دل پسیج گیا۔

"اس گھٹیا عورت نے صاف انکار کر دیا ہے کہ وہ پندرہ لاکھ نہیں لیں گے۔ اب بتاؤ میں عدیل سے یہ بات کر سکتی ہوں۔ تب ہی تو عدیل سے بہانہ کر دیا کہ وہ گھر پر نہیں تھی تو میری بات نہیں ہو سکی مگر ظاہر ہے میں اسے چھپا تو نہیں سکتی۔" وہ اپنی پریشانی کی وجہ بتانے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن امی! اگر وہ لوگ ایسے ضدی ہیں تو۔۔۔"

"سب سمجھ رہی ہوں بیٹی! یہ بہت بڑا جوا ہے۔ اندھا کنواں ہے۔ جس میں فوزیہ کو دھکا دینے جا رہی ہوں مگر دل پر ہاتھ رکھ کر کہو اگر اللہ نہ کرے میری بچی پر گھر بیٹھے طلاق کا ٹیکہ لگ گیا تو کیا ہو گا۔ بس یہی خیال مجھے کمزور کیے دے رہا ہے ورنہ میں ایسے لوگوں کے سامنے جھکتی منت کرتی ،کبھی نہیں۔۔۔ یہ تو میری مجبوری مجھے یہاں تک لے آئی کہ اب پیچھے کنواں ہے اور آگے کھائی۔"

"اب تو صرف اللہ عزت رکھنے والا ہے۔" بشریٰ انہیں دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"بھابھی! میں شام میں آؤں گا۔ میری ایک مفتی صاحب سے بات ہو گئی تھی عدت میں گھر سے نکلنے کے سلسلے میں۔" وہ پریشان سی بیٹھی تھی۔ خالہ حمیدہ کی باتوں پر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سب کی نظریں اس پر جمی ہیں۔ وہ آج سارا دن دروازے میں بھی نہیں گئی تھی مگر پھر بھی عجیب سا احساس تھا۔ اس نے دن بھر چادریوں لپیٹے رکھی جیسے بازار جا رہی ہو۔

"جی!" وہ آہستگی سے بولی۔

"آپ انتہائی ضروری کام سے اچھی طرح پردہ کر کے نکل سکتی ہیں۔" وہ رک کر بولا۔

"اپنجو-یلی گھر بہت اچھا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہاتھ سے نکل جائے۔ آپ ایک نظر دیکھ لیں گی تو پھر باقی کے کام میں خود ہی نپٹا لوں گا۔" اس کے لہجے میں کچھ بھی ایسا نہیں تھا جسے عاصمہ پکڑتی یا وہ اسے بدنیت لگتا۔

"سب حمیدہ خالہ کے ذہن کا فتور ہے۔ خود تو چسکے لینے کے لیے گھر گھر پھرتی رہتی تھیں۔ دوسروں پر انگلی اٹھانا ان کا مشغلہ ہے۔" اسے حمیدہ خالہ پر جی بھر کر غصہ آیا۔

"میں شام میں گاڑی لے آؤں گا۔ آپ واثق کو بھی تیار رکھیے گا۔ ہمارے ساتھ جائے گا۔ بہت سمجھ دار بیٹا ہے آپ کا۔" اس کے دل میں کوئی کھوٹ ہوتا تو وہ ایسا کیوں کہتا۔

"بھائی۔۔۔ بھابھی کو بھی لے آئیے گا آپ۔ وہ بھی گھر دیکھ لیں گی تو دو رائے ہو جائیں گی۔" اس نے کچھ جھجک کر اصل بات کہہ ہی دی۔

وہ سب تو پچھلے مہینے جا چکے ہیں گھر۔ میں صرف آپ کے کاموں کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔ آفس سے بھی میں نے آف لے لی ہے۔ بس یہ گھر والا معاملہ نبٹ جائے پھر میں چلا جاؤں گا۔" وہ بتا رہا تھا اور عاصمہ جی میں خوب شرمندہ ہو رہی تھی۔ کیسے اچھے انسان پر وہ شک کرنے جا رہی تھی۔ اس نے خود کو لتاڑا۔

"اوکے بھابھی! میں شام میں آؤں گا۔ آپ کو کچھ منگوانا تو نہیں۔"

"نہیں بھائی! ایسا کچھ نہیں منگوانا۔ آپ کا بہت شکریہ۔" اس نے نرمی سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

واثق اسکول سے آیا تو تیز بخار میں پھنک رہا تھا۔ عاصمہ کے تو ہاتھ پیر پھول گئے۔ اسے جلدی سے یونیفارم تبدیل کروا کے تھوڑا سا دودھ دیا اور بخار کی دوائی دے کر سلا دیا۔

"اگر شام کو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا پڑ گیا تو؟" وہ اسے سلاتے ہوئے سوچنے لگی۔

یوں بھی شام تو ہو ہی چلی تھی۔ چھ بجنے کو تھے۔ زبیر نے چھ سات کے درمیان آنا تھا۔

"واثق کیسے جائے گا میرے ساتھ۔" وہ بے چین سی ہو گئی۔

جلدی سے اریبہ کو خالہ حمیدہ کو بلانے بھیج دیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔
✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
We Are Anti Waiting WebSite
واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے
ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں
ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں
اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں
WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان ہی کو ساتھ لے جاؤں گی۔ یہ ٹھیک رہے گا۔" وہ سادہ سے کپڑے پہنے بڑی سی چادر اوڑھے جانے کے لیے تیار تھی۔

"مما! وہ آنٹی کہہ رہی ہیں۔ خالہ اپنی بیٹی کی طرف گئی ہیں۔ کل آئیں گی۔" اریبہ نے آکر بتایا تو وہ حقیقتاً پریشان ہو گئی۔

"اب کیا کروں گی۔ رات ہونے کو ہے۔ اکیلی میں نہیں جاؤں گی مگر۔ واثق کو بھی نہیں لے جا سکتی۔" وہ بے چین سی ادھر ادھر ٹہلنے جا رہی تھی۔

ساڑھے سات ہونے والے تھے۔

ہو سکتا ہے زبیر بھائی کا ارادہ بدل گیا ہو۔" وہ خود ہی کچھ مطمئن سی ہو گئی۔ "اگر آ بھی گئے تو میں فی الحال منع کر دوں گی۔ کل چلی جاؤں گی واثق اور حمیدہ خالہ کو لے کر۔"

وہ سوچ رہی تھی کہ باہر گاڑی کا ہارن بجا۔

وہ وہیں ٹھٹک کر رک گئی۔ "اب کیا بہانہ کروں؟"

"بھابھی! آپ اریبہ کو لے چلیں ساتھ پلیز تھوڑی دیر کا کام ہے۔ آپ نے گھر ہی دیکھنا ہے۔ میں بھی دو تین ضروری کاموں میں پھنس گیا نکلتے نکلتے اتنا ٹائم ہو گیا دیکھیں! اب پلیز اس کام کو اور ڈیلے نہیں کریں۔ میں آفس سے مزید چھٹی نہیں لے سکتا۔"

ساتھ والی ہمسائی کو بچوں کا خیال رکھنے کا کہہ کر وہ اریبہ کا ہاتھ پکڑ کر پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ گاڑی روانہ ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

"امی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" بشریٰ کو دھچکا سا لگا۔

"جو میں تم سے کہہ رہی ہوں ہم صرف وہ کرو۔" وہ اس کی حیرانی کی پروا کیے بغیر بولیں۔

"امی! آپ جانتی ہیں اس وقت میرے گھر میں کیا چل رہا ہے۔" وہ احساس دلانے کو بولی۔

"کون سی نئی بات ہے۔ کان پک گئے ہیں یہ سن سن کر اور تم سے میں نے کہا بھی تھا کہ مثال کو لے کر میری طرف آجاؤ۔ وہاں تم صرف ٹینشن کھاؤ گی۔ جو تمہارے لیے بھی نقصان دہ ہے اور تمہارے ہونے والے بچے کے لیے بھی۔ تمہیں یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"اچھا امی! آپ صرف مجھے یہ بتائیں "آپ مجھے رقم کا بندوبست کر کے دے رہی ہیں یا نہیں؟" وہ ماں کی تکرار سے زچ آکر بولی۔

"نہیں۔ کیونکہ میں تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہوں۔" ذکیہ دو ٹوک لہجے میں بولیں تو بشریٰ کچھ دیر بول ہی نہ سکی۔

"میری گارنٹی پر بھی نہیں جبکہ میں جانتی ہوں آپ کے پاس۔" بشریٰ نرم لہجے میں ماں سے کہنے لگی۔

"تم جو بھی کہو۔ نہ میرے پاس اتنی رقم ہے نہ میں تمہیں دوں گی۔ بہتر ہے تم خود بھی جتنا بے وقوف بن چکی ہو اپنا سارا زیور لٹا کر اس کو کافی سمجھو اور ہاں! میری یہ بات لکھ لو جس چکر میں یہ ماں بیٹا سب کچھ داؤ پر لگا رہے ہیں وہ کام پھر بھی نہیں ہونا۔" ذکیہ باوثوق لہجے میں بولیں۔ بشریٰ نے اکتا کر فون بند کر دیا۔

اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کرے ماں کے مشورے پہ کان دھرے یا ساس کی التجاؤں پہ۔

اس نے کچھ سوچ کر عمران کو فون کیا۔ شاید ذکیہ اور عمران میں پہلے ہی اس سلسلے میں ساری بات چیت ہو گئی تھی۔ تب ہی اس نے صاف کہہ دیا کہ اس نے کسی دوست کو ادھار دیے تھے۔ وہ اب ملک سے باہر چلا گیا ہے۔

اس نے تھک کر پھر فون بند کر دیا۔

"اگر امی کی بات درست نکلی۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ لوگ فوزیہ کو رخصت کرانے پر آمادہ نہ ہوئے تو؟" وہ بھی سوچ میں پڑ گئی۔

"یہ عدیل کہاں ہیں۔" اسے بہت دیر بعد خیال آیا تو فون کرنے لگی۔

"میں گھر ہی آرہا ہوں۔ آکر بات کرتا ہوں۔" عدیل نے کہہ کر فون بند کر لیا۔

"پتا نہیں اب یہ کیا بات کریں گے مجھ سے۔" وہ پریشان ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

"نہیں امی! وہ لوگ نہیں مان رہے۔ ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے ماں بیٹے نے کہ بیس لاکھ ملیں گے تو ہی ان کا کام ہو گا۔ میں نے جب زیادہ کہا تو کہنے لگے۔ پھر دو ماہ بعد کے لیے پانچ لاکھ کا چیک لکھ دوں۔ دو ماہ بعد وہ کیش ہو جائے گا تو وہ شادی کی تاریخ رکھ دیں گے۔ عجیب کاروباری سا انداز تھا ان کا۔ سچ امی! ہم فوزیہ کو بہت غلط جگہ بھیج رہے ہیں۔ یہ بات لکھ لیں آپ۔" وہ سخت اکتاہٹ کا شکار تھا۔ تھکن اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

"پھر کیا کہہ کر آئے ہو تم ان سے؟" نسیم بیگم بھی کچھ مایوس سی ہو گئی تھیں۔ بہت دیر بعد بولیں۔

"یہی کہ ہمارے پاس صرف یہ پندرہ لاکھ ہیں اس سے اوپر ایک پائی نہیں۔ آگے ان سے جو ہوتا ہے کر لیں۔"

"عدیل!" نسیم تشویش سے بولیں۔

"امی! آپ فکر نہیں کریں دیکھیے گا۔ یہی پندرہ لاکھ لینے کیسے آئیں گے کل صبح سے پہلے یہ لالچی لوگ۔ میں اب کچھ دیر آرام کروں گا۔ بہت تھک گیا ہوں۔" وہ اٹھ کر جانے لگا۔

"تم کہو تو میں بات کروں زاہدہ سے۔" نسیم بیگم آخری امید کے طور پر بولیں۔

"خبردار امی! آپ نے اب ادھر ذرا بھی فون کیا۔ ان کا دماغ تو پہلے ہی بہت خراب ہے اور سر پہ چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" وہ جاتے ہوئے سخت لہجے میں ماں کو تاکید کر گیا۔

نسیم بیگم جواب میں کچھ بول ہی نہ سکیں۔ آج تو فوزیہ بھی بہت مایوس بہت مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔

دونوں پاس بیٹھی تھیں اور چپ تھیں کوئی تیسرا دیکھتا تو یقین نہ کرتا مگر کیا کیا جائے کہ وقت سدا ایک سا نہیں رہتا۔ اس وقت نسیم بیگم پر بھی بڑا بھاری وقت پڑا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"واثق! ہمارا گزارہ کیسے ہوگا۔ ہم کیا کریں گے بیٹا؟" وہ پھر سے رونے لگی تھی۔

"مما! انکل زبیر آرہے ہیں شام میں آج۔ انہوں نے پاپا کے آفس میں بات کی ہوگی تو کچھ نہ کچھ تو وہاں سے ملے گا۔" وہ اب ہر معاملے میں ماں کے ساتھ ساتھ تھا۔

"کتنا ہوگا۔ مستقل تو کچھ بھی نہیں نا۔" وہ بہت پریشان تھی۔ اس کی راتوں کی نیند غارت ہو چکی تھی۔ اس کا خواب بھی بکھر چکا تھا۔ اب روزمرہ کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ بچوں کے اسکول کے ڈیوز گھر کا اور دوسری ضروریات۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ شل ہوا جارہا تھا۔ پھر کچھ خیال آنے پر اس نے اپنا جیولری باکس نکالا۔

زیور کے نام پر ایک سیٹ اور چار چوڑیاں ہی تو تھیں۔ اس کے علاوہ واثق کی چھوٹی سی انگوٹھی' ایک عدد انگوٹھی اور اریبہ کی چھوٹی سی چین۔ وہ ایک ایک چیز کو جیسے تول رہی تھی۔

"فی الحال یہ جو رقم ہے۔ اس سے کچن کا کچھ ضروری سامان منگوالیں۔ باقی چیزیں بعد میں دیکھ لیں گے۔" واثق نے ماں کے ہاتھ میں پکڑے سترہ ہزار کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں تمہارے دادا کے گریجویٹی فنڈ میں سے دیکھو ہمیں کیا کچھ ملتا ہے۔ ویسے اب وہ لوگ کسی قسم کی کوئی نہیں کریں گے لیکن پھر بھی وقت تو جیسے کوئی انتقام لینے کھڑا ہے۔" وہ بہت تھک سی گئی تھی۔ چند دنوں میں وہ جیسے کئی سال آگے چلی گئی تھی۔ اس کا چند دن کا اکیلے رہنے کا تجربہ آئندہ کی پوری زندگی کے لیے نقدیر بن گیا تھا۔

اب واثق کی یاد دہانی کے بغیر بھی وہ رات کو سونے سے پہلے سارے گھر کی کھڑکیاں دروازے سب چیک کرتی رات کو اٹھ کر بچوں کو دیکھتی۔ سیڑھیاں چڑھ کر چھت کا دروازہ دیکھتی۔ دن بھر بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیتی اگر وہ کہیں دور نکل گئے تو کون ان کو ڈھونڈنے جائے گا۔

سعودی عرب سے اس کے بھائی کا فون آگیا تھا۔ اسے عاصمہ کے ساتھ بیت جانے والے سانحے کا بے حد دکھ تھا۔ مگر وہ ابھی آنہیں سکتا تھا۔ دو تین مہینوں بعد چکر لگانے کا کہہ رہا تھا۔ عاصمہ کیا کہتی۔ اب تو اس کا جیسے بالکل زور ہی نہیں رہا تھا۔ اس نے اللہ حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

مالک مکان نے یکم تاریخ آجانے کے باوجود ابھی کرایہ نہیں مانگا تھا لیکن ظاہر ہے وہ ہمیشہ تو خاموش نہیں رہے گا۔

چند دن پہلے یہ سب کچھ کتنا مختلف تھا۔ پہلے تو صرف دونوں کی تنخواہوں میں مہینے بھر کے اخراجات پورے کرنے کی فکر ہوتی تھی اور اب یہ پریشانی ہے کہ آمدنی کے نام پر کہیں سے بھی کیا آئے گا کیسے آئے گا اور اپنی چھت۔ اکیلی عورت اتنے چھوٹے بچوں کے ساتھ اس معاشرے میں کیسے رہتی ہے۔ عاصمہ کو اندازہ ہی نہیں تھا۔

بڑے بڑے سوال جیسے بھوت بن کر اسے ڈرانے لگے تھے۔

وہ اندر ہی اندر سہمتی جارہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ممی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔" عدیل نے ابھی آفس کا بیگ کندھے سے اتار کر رکھا بھی نہیں تھا کہ بیگم کی بات سن کر وہ بیٹھتے بیٹھتے پھر کھڑا ہو گیا تھا۔

نسیم بیگم نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ فوزیہ پچھلے صوفے پر منہ دوسری طرف کیے بیٹھی تھی۔ یقیناً

WWW.PAKSOCIETY.COM

تماشا نہ بنتی۔۔۔ اپنی ہی نظروں میں یوں نہ گرتی۔ کوئی نہیں ہے میرا۔۔۔ نہ ماں نہ باپ نہ بھائی۔۔۔ آپ کی بھتیجی چاہتی تھی نا کہ میں عمر بھر یونہی بن بیاہی یہیں بیٹھی رہوں تو جا کر اسے مبارک باد دیجیے گا' اس کی ساری حسرتیں پوری ہو گئیں۔۔۔ گھر بیٹھے طلاق کا ایوارڈ مل جائے گا مجھے' خوش ہو جائے وہ۔"

وہ روتے ہوئے پھٹی آواز میں بولتی چیزوں سے ٹکراتی عدیل کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکتی باہر نکل گئی۔

اس نے جس زور سے جا کر اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا' عدیل کو یقین ہو گیا' اب وہ کل سے پہلے تو یہ نہیں کھولے گی۔ عدیل بے چارگی سے ماں کو دیکھنے گا۔

"آہ!" وہ پھر سے نڈھال ہو کر بیٹھ گیا۔

نسیم بیگم نے زور سے اس کا ہاتھ پرے ہٹایا تو وہ اور جھنجلا گیا۔

"بتائیں کہاں سے کروں میں اتنی بڑی رقم کا بندوبست۔۔۔ جمع جتھا نکالوں۔ اِدھر اُدھر سے ادھار بھی لوں تو بھی پانچ لاکھ سے اوپر نہیں کر سکتا۔ آپ انہیں بتاتی کیوں نہیں اپنی مجبوریاں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میں جان بوجھ کر تمہیں پریشان کر رہی ہوں۔ ماں ہوں۔ مجھے تمہاری پریشانی کا احساس نہیں ہے کیا؟" وہ تڑخ کر بولیں۔

"نہیں امی! مجھے پتا ہے لیکن انہیں کہیں اگر میں پانچ لاکھ دے دوں تو۔۔۔"

"بات کی تھی میں نے۔ تمہاری پر آنے کی بات کرتے ہو' وہ بیس لاکھ سے انیس پر بھی نہیں آ رہی ہیں۔ بتاؤ اب میں کیا کروں؟" نسیم بیگم نے جس طرح کہا۔ عدیل سے مزید کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ دونوں یوں چپ ہوئے جیسے اب کبھی نہیں بولیں گے۔

"آئیں نہیں بشریٰ بیگم تمہارے ساتھ؟" بہت دیر بعد وہ طنز سے بولیں۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں بھی بہت تھک سا گیا تھا' خود ہی آ جائے گی ایک دو دن میں عمران کے ساتھ۔" وہ لہجے میں بے زاری سمو کر بولا کہ کہیں ماں کو یہ شک نہ ہو جائے کہ وہ خود اسے وہیں رہنے کا کہہ آیا ہے۔

"ہاں! معلوم تھا مجھے۔ اسے ہمارے دکھ درد اور پریشانی کا کیا احساس ہو گا۔ اس کی ماں تو خوشی سے بغلیں بجا رہی ہو گی۔ جانتی ہوں میں اس عورت کی فطرت کو۔" وہ زہر بھرے لہجے میں بولیں۔

"امی! میرے واقعی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔ بہت سوں سے قرضے کی بات کی ہے مگر آج کل کے دور میں جب لوگوں کے روزمرہ کے اخراجات پورے نہیں ہوتے' لمبی چوڑی بچت کس کے پاس ہوتی ہے۔ بیس تیس ہزار سے اوپر کوئی بھی دینے پر راضی نہیں۔" وہ بے چارگی سے بولا۔

"ایک طریقہ ہے جس سے تم بغیر قرض لیے آدھی رقم کا تو بندوبست کر ہی سکتے ہو۔" نسیم نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ ماں کو دیکھنے لگا۔

☼ ☼ ☼

عاصمہ چادر میں منہ چھپائے صوفے پر سمٹ کر بیٹھی تھی۔ واثق بڑے چوکنا انداز میں جیسے بہت کچھ جان لینا چاہتا ہو' ماں کے دوسری طرف انکل زبیر کے بالمقابل بیٹھا تھا۔

زبیر عفان کا قریبی دوست بھی تھا اور دونوں گھروں میں آنا جانا بھی تھا۔ زبیر کو اگلے ماہ اپنے آبائی شہر چلے جانا تھا۔ اس کی فیملی کے کچھ مسائل چل رہے تھے۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ یہ سب کچھ زبیر کے سامنے ہوا اور دفتری کام اس کی وجہ سے بلا کسی تعطل یا تاخیر کے ہو گئے تھے۔ وہ فاروق صاحب کے آفس کے معاملات بھی نپٹا کر آیا تھا۔

"بھابھی! یہ تین لاکھ کا چیک ہے' جو دس تاریخ کو کیش ہو سکے گا۔ عفان کے ڈھائی لاکھ کے ڈیوز تھے۔ باقی کے پچاس ہزار آفس نے خود ہی ایڈ کر دیے ہیں۔ واثق بیٹا میٹرک کر چکا ہوتا تو یقیناً" وہ اس کی کسی نہ کسی طرح آفس میں جگہ بنا دیتے مگر ابھی۔"

واثق نے یوں شرمندگی سے سر جھکایا جیسے اس میں اس کا قصور ہو۔ کمرے میں کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ ذرا دیر بعد زبیر نے دوسری فائل کھولی۔ کچھ دیر کچھ ورق الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔

"آفس کے گریجویٹی فنڈ سے دس لاکھ تو وہ عفان کے چھوٹے بھائی جمشید کے علاج کے لیے پہلے ہی نکلوا چکے تھے۔ آپ کو یاد ہے نا؟" عاصمہ نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا۔ اب وقت کی اس ستم ظریفی کو کیا کہے کہ پانچ سال پہلے جمشید کو اچانک کینسر تشخیص ہوا اور فاروق صاحب نے اس کے علاج پر پانی کی طرح پیسہ بہایا۔ مگر اس کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ اب وہ دس لاکھ کا خسارہ بھی ان کی تقدیر پہ ثبت ہو گیا۔

"اب یہ سات لاکھ ہیں۔ پندرہ تاریخ کو آپ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جائیں گے۔ باقی جو کچھ بھی ان فائلوں میں لکھا ہے' آپ فارغ ٹائم میں دیکھ لیجیے گا۔" وہ جیسے سب کچھ بول کر ایک دم سے خاموش ہو گیا۔ کمرے میں پھر جامد خاموشی تھی۔

"آپ نے آگے کیا سوچا ہے بھابھی؟" وہ بہت دیر بعد بولا۔

"ابھی تو کچھ بھی نہیں۔۔۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا زبیر بھائی۔۔۔"

"کاش! وہ گاؤں جاتے ہی نہیں۔۔۔ منحوس زمین بکتی نہیں اور اس رقم کی وجہ سے انسانی جانیں نہ جاتیں۔۔ آہ!" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سسک اٹھی۔

"میں آپ کی پریشانی سمجھ سکتا ہوں۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔ "مستقل آمدنی کے لیے یہی ہو سکتا ہے کہ آپ یہ ساری رقم بینک میں جمع کروا دیں' اس کے پرافٹ پر گزارہ کر لیں۔" وہ ذرا دیر بعد بولا۔

"ابا جی! آپ کو جو گریجویٹی کی رقم ملے گی' اسے بینک میں پڑا رہنے دیجیے گا۔ اچھی بھلی ماہانہ آمدنی آنے لگے گی پرافٹ کی شکل میں۔" وہ ابا جی کے جمعہ کے لیے سفید کپڑے کلف لگا کر استری کر رہی تھی' جب اس نے فاروق صاحب کو مشورہ دیا تھا۔

"نہ بیٹا! عمر بھر بری بھلی ہمیشہ کوشش کی کہ حلال کھاؤں اور بچوں کو بھی حلال کھلاؤں۔ اب اس عمر میں آ کر حرام کھلا دوں؟ سب کچھ غارت کر دوں؟" وہ نفی میں سر ہلا کر بولے۔

"کیا مطلب ابا جی؟" وہ جز بز سا ہوئی تھی۔

"بیٹا! سود ہمارے مذہب میں حرام ہے اور یہ پرافٹ سود کے زمرے میں آتا ہے۔ ایسا آئندہ کبھی سوچنا بھی نہیں۔" وہ اسے تنبیہہ کرتے ہوئے بولے تو عاصمہ سر ہلا کر ان سے متفق ہو گئی۔ وہ تو یوں بھی ان کی ہر بات پر راضی ہو جایا کرتی تھی۔ یہ بات تو بہت بڑی تھی۔ وہ کیسے بھول جاتی۔

"بہت شکریہ زبیر بھائی! میں یہ دیکھ لوں گی۔" وہ آہستگی سے دونوں فائلیں اپنے آگے کرتے ہوئے بولی۔

"تو ٹھیک ہے بھابھی! میں ابھی دس دن ادھر ہی ہوں۔ آپ کی رقم ٹرانسفر ہو جائے گی تو بس پھر میں جاؤں گا۔ آپ کو جو بھی مسئلہ ہو مجھ سے کہہ دیجیے گا۔" وہ فوراً" ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ضرور۔" وہ سر ہلا کر بولی۔

واثق بھی ساتھ کھڑا ہو گیا اور زبیر انکل کے ساتھ چلتے ہوئے باہر نکل گیا۔

عاصمہ دونوں فائلوں کو خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی۔ اسے اب جو کچھ بھی سوچنا تھا' ان دس لاکھ روپوں سے سوچنا تھا کہ زندگی بار بار اس کو ایسے مواقع نہیں دے گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کچھ ایسا کروں کہ یہ رقم ضائع بھی نہیں ہو اور محفوظ بھی ہو جائے۔" اس کا ذہن اب تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"یوں تو ہر مہینے ایک لگی بندھی رقم چاہیے ہوگی۔ اگر اس مد میں ان دس لاکھ روپوں کو وہ خرچ کرے گی تو یہ سال ڈیڑھ سال میں ختم ہو جائیں گے اور اس کے بعد۔۔۔" اس کے بعد کا خوفناک سوالیہ نشان اسے دہلا گیا۔

"کیا ہونا چاہیے اس رقم کا مصرف۔" وہ رات کا کھانا بناتے ہوئے مسلسل سوچے جا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں عدیل؟" بشریٰ کے سر پر جیسے کسی نے بم پھوڑ دیا تھا۔ وہ ششدر سی ہونٹ بھینچے عدیل کو دیکھتے ہوئے برافروختہ ہو کر بولی۔

عدیل نے کڑی نظروں سے بشریٰ کو دیکھا مگر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"عدیل! آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ مجھے ابھی امی کی طرف رہنا چاہیے کم از کم اس مسئلے کے حل ہو جانے تک۔" وہ پھر سے پہلی بات کو نظر انداز کر کے بولی۔ شاید وہ بات عدیل کے منہ سے غلطی سے نکل گئی ہوگی۔

"اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے بھی تو کچھ کرنا ہوگا اور تم جانتی ہو اسے صرف میں ہی حل کر سکتا ہوں۔" وہ ترشی سے بولا۔

"میں سمجھی نہیں آپ کی بات۔"

"میں ہی کمانے والا ہوں نا اس گھر کا۔ تو مجھے ہی اسے ہینڈل کرنا ہوگا۔"

"لیکن عدیل! یہ تو غلط بات ہے نا کہ ان لوگوں کی ایسی بے جا ڈیمانڈ پوری کی جائے۔" وہ تیزی سے بولی۔ اس کے لیے تو یہ بات ہی بہت حیران کن تھی کہ عدیل ان لوگوں کو رقم دینے کے لیے راضی ہو گیا۔

اور یہ یقیناً "فوزیہ اور نسیم بیگم کے واویلا کی بدولت ممکن ہوا ہوگا' ورنہ پہلے تو عدیل اس معاملے میں کوئی بات نہیں سننا چاہتا تھا۔ اسے گھر سے جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ مگر اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"تو تم کیا چاہتی ہو میں اپنی بہن کو طلاق دلوا کر ہمیشہ کے لیے گھر بٹھا لوں؟" وہ یوں اجنبی لہجے میں بولا جیسے بشریٰ کو اس سے کوئی مطلب نہ ہو۔

"عدیل مگر۔" وہ بوکھلا کر رہ گئی۔ اس رات والا عدیل پھر اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"بشریٰ! ان لوگوں کا مطالبہ غلط یا صحیح' ہمارے پاس اس کو مان لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔"

"واٹ۔۔۔ آپ کہاں سے کریں گے بیس لاکھ کا انتظام۔۔۔ سوچا ہے آپ نے؟" وہ تو بھڑک اٹھی۔ عدیل نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی اور لمحہ بھر خاموش رہا۔

"عدیل! میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

"سوچ لیا ہے میں نے سب کچھ تو تم کیوں چیخ رہی ہو۔" وہ اسی اجنبی لہجے میں کٹھور پن سے بولا۔ بشریٰ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں رات میں تمہیں واپس آنٹی کی طرف چھوڑ جاؤں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہے تو بہت گھٹیا سی بات مگر مجبوری ہے۔ تم آنٹی سے دو تین لاکھ روپے ادھار کے طور پر لو گی۔" وہ بے لچک لہجے میں بولا۔

"عدیل!" یہ دھماکا پہلے سے بھی زیادہ زوردار تھا۔

"پانچ لاکھ کا انتظام میں کسی طرح کر لوں گا۔ تین لاکھ کا عمران اور آنٹی کر دیں گی۔ سات آٹھ لاکھ کا تمہارا زیور

بک جائے گا اور دو تین لاکھ کا امی کا۔۔۔ اس طرح مل ملا کر بیس لاکھ کے قریب ہو ہی جائے گا۔ کم از کم میری بہن کی زندگی اجڑنے سے بچ جائے گی تو یہ رقم بہت بڑی نہیں۔"

اور بشریٰ کسی بت کی طرح اسے دیکھے جا رہی تھی جو اپنی دھن میں بار بار دہراتے ہوئے گویا خود کو تسلی دیے جا رہا تھا۔

"اور اگر میں انکار کر دوں؟" بشریٰ بہت دیر بعد سرد لہجے میں بولی تھی۔

گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرائے تھے۔ عدیل کے لیے یہ بات بالکل غیر متوقع تھی۔

اس نے گاڑی ایک طرف روکی اور تیز نظروں سے بشریٰ کو دیکھنے لگا۔

"تم کہنا چاہتی ہو کہ تمہیں اپنا زیور اور اپنی ماں سے لیا جانے والا قرض میری عزت سے زیادہ پیارا ہے۔" وہ رک رک کر یوں بول رہا تھا جیسے لفظوں کو تول رہا ہو۔

"بات آپ کی عزت کی ہے عدیل! تو میں بھی آپ کی عزت ہوں۔ وہ زیور آدھا آپ لوگوں کی طرف سے تھا بے شک' مگر عدیل صاحب تحفہ کسی کو دینے کے بعد اس سے چھینا جائے تو اسے کیا کہتے ہیں؟" وہ طنز سے بولی اور عدیل کا چہرہ لمحہ بھر میں جیسے لال بھبھوکا ہو گیا۔

اس نے بغیر کچھ کہے گاڑی اسٹارٹ کی اور اندھا دھند دوڑانا شروع کر دی۔ گاڑی جس رفتار سے جا رہی تھی' لگتا تھا آج وہ دونوں زندہ سلامت گھر نہیں پہنچ سکیں گے میری مثال۔۔۔ بشریٰ کو آنکھیں بند کر کے بس آخری یہی خیال آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"بیٹا! پوچھ کر بلاتے ہیں کسی کو۔ یونہی اٹھا کر تم کسی کو بھی لے آؤ اور ڈرائنگ روم میں بٹھا دو۔ اچھی بات نہیں۔ مجھے بتاتے تو۔" وہ واثق سے سختی سے بولتی اس کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف آئی۔

"سوری مما! وہ انکل کہنے لگے کہ آپ کی مما انہیں جانتی ہیں بلکہ دادا ابو بھی جانتے تھے تو میں نے انہیں بٹھا دیا۔" عاصمہ ڈرائنگ کے دروازے پر ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

رُخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ذکیہ بیگم اپنے بیٹے عمران کے لیے بھی لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پاجاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کردیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کرکے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کرکے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آرہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہوجاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہوگئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کرپاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کررہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فو
رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے
حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہ
جبکہ عاصمہ مجبور ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جا
جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے
گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

۵
پانچویں قسط

گھر میں ایک جامد سناٹا تھا، ایک خوفناک خاموشی۔
بشریٰ یوں ہی نیم دراز سی جانے کس وقت صوفے پر پڑے پڑے گہری نیند سو گئی تھی۔
اس کی آنکھ اس خوفناک سناٹے کی وجہ سے کھلی تھی۔
کمرے میں دھندلا سا اندھیرا تھا اور سائیں سائیں کرتی چپ۔
وہ ڈر سی گئی۔ اس نے جیسے خوف سے اپنے پیر سمیٹ لیے۔
"مثال!" کمرے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس نے آہستگی سے پکارا۔ اس کی پکار کسی سرگوشی کی مانند تھی جیسے اس کے لبوں سے نکلی ہی نہ ہو۔
"سب لوگ کہاں ہیں؟ ابھی کچھ دیر پہلے تو کتنا ہنگامہ شور اور بدمزگی سی تھی سارے گھر میں اور اب عدیل... عدیل کہاں ہیں۔" اسے یاد آیا۔
وہ تینوں لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ جب بشریٰ ان کی لاحاصل بحث سے اکتا کر اپنے بیڈ روم میں آگئی تھی۔ مثال صوفے کے قریب اپنے کھلونے لیے کھیل رہی تھی۔ بشریٰ اکتائی ہوئی سی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ مثال اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ بشریٰ غائب دماغ سی سنے گئی۔
اور جانے کب مثال سے باتیں کرتے وہ صوفے کے ہتھے پر سر ٹکائے گہری نیند سو گئی۔
کسی برے خیال کے آتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کر باہر جانے لگی۔ صوفے کے پاس زمین پر پڑے مثال کے کھلونے اس کے پاؤں سے ٹکرا کر ایک ناخوشگوار شور کے ساتھ ادھر ادھر بکھر سے گئے۔
اسی وقت باہر ڈور بیل بجی۔
اور پھر بجتی ہی چلی گئی۔ بشریٰ تیزی سے باہر نکلی۔ صوفے پر پڑا اس کا سیل فون بجنے لگا۔
وہ لمحہ بھر متذبذب سی کھڑی رہی۔ پھر مڑ کر سیل اٹھایا تو وہ اتنی دیر میں بند ہو چکا تھا۔ اس نے نمبر دیکھا تو کوئی اجنبی نمبر تھا۔
اس نے سیل مٹھی میں دبایا اور باہر جانے لگی کہ فوزیہ کی دلدوز چیخ نے جیسے اس کے قدم جکڑ لیے۔
"یا اللہ! خیر... آنٹی ٹھیک ہوں۔ فوزیہ ایسے کیوں چیخی۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھے گویا دل کو سنبھالتی کمرے سے نکل آئی۔
دونوں ماں بیٹی لاؤنج ہی میں تھیں۔
فوزیہ کارپٹ پر بیٹھی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی ادھ کھلا کاغذ تھا۔ فوزیہ کسی بت کی طرح ساکت سی بیٹھی تھی۔

سیم پھٹی پھٹی آنکھوں سے فوزیہ کو دیکھے جا رہی تھیں۔
بشریٰ کچھ اور خوفزدہ سی ہو گئی۔ "کہیں وہ انہونی تو نہیں ہو گئی۔ جس کے خوف نے ہمارے گھر کا چین، سکون اتنے مہینوں سے غارت کر رکھا تھا۔" اس نے سہم کر سوچا۔
"امی! کیا ہوا؟" فوزیہ ایسے کیوں چیخی تھی؟" اس نے ڈرے ہوئے لہجے میں آگے بڑھ کر پوچھا۔
دونوں ہی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئیں۔ اس طرح بے جان سی بتوں کی طرح بیٹھی رہیں۔
"فوزیہ! سب ٹھیک ہے نا؟" وہ فوزیہ کے پاس آکر دھیرے سے بولی۔
فوزیہ کے ہاتھ سے کاغذ چھوٹ کر نیچے گر گیا۔
بشریٰ ساکت سی اسے دیکھ کر رہ گئی۔ "تو میرا وہم ٹھیک ہے۔"
اس نے ذرا سی نظریں ترچھی کر کے پتھر کا بت بنی نسیم بیگم کو دیکھا اور پھر ڈرتے ڈرتے فوزیہ کے پاس گرا کاغذ اٹھا لیا۔
"طلاق نامہ۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا اور نسیم بیگم جیسے خود پر ضبط کھو بیٹھیں۔ ان کے منہ سے ایک دلخراش چیخ سی نکلی اور وہ صوفے کے ایک طرف گر کر بے ہوش ہو گئیں۔ فوزیہ اس طرح بت بنی بیٹھی رہ گئی۔
"امی... امی! اٹھیں۔ ہوش کریں امی!" بشریٰ گھبرا کر نسیم بیگم کو بٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔
"یہ تو بے ہوش ہو گئی ہیں..." فوزیہ! دیکھو امی کو کچھ ہو نہ جائے۔
پلیز! کسی ڈاکٹر کو۔ عدیل کو فون کرو۔ کہاں ہے عدیل؟" وہ بے ربط سا بولے جا رہی تھی۔ فوزیہ اس طرح ساکت بیٹھی تھی۔
وہ جلدی سے عدیل کا نمبر ملانے لگی۔ عدیل کا فون وہیں صوفے کے نیچے کہیں گرا ہوا تھا۔ وہاں سے آتی بپ کی آواز بشریٰ کو پریشان کر گئی۔
عدیل جانے کس پریشانی میں گھر سے نکل کر گئے ہوں گے کہ وہ اپنا سیل بھی یہیں بھول گئے۔ وہ تاسف سے سوچ کر رہ گئی۔ نسیم بیگم ابھی تک بے ہوش تھیں۔
بشریٰ نے جلدی سے عمران کا نمبر ملایا اور اسے صورت حال بتا کر جلدی پہنچنے کی تاکید کی اور پھر فکرمندی سے اسی طرح بے حس بیٹھی فوزیہ کو دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

باہر اندھیرا گہرا ہوتا چلا جا رہا تھا۔
جوں جوں گاڑی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ عاصمہ کا دل جیسے بیٹھا جا رہا تھا۔ جانے کیوں اسے کسی ان دیکھے انجانے خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔
اس کے ہاتھوں میں ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔ اس نے سہارے کے لیے ساتھ جڑ کر بیٹھی اریبہ کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے چاہے اور دوسرے لمحے چونک سی گئی۔
اریبہ ایک طرف لڑھکی گہری نیند سو چکی تھی۔
"اریبہ بیٹا! سو کیوں گئیں؟" وہ اس پر جھکی متفکر سی آہستگی سے بولی۔
اریبہ ماں کی پریشانی سے بے خبر گہری نیند سو چکی تھی۔
"زبیر بھائی! یہ تو سو گئی۔" اس نے زبیر کی بہت گہری معنی خیز خاموشی سے توجہ ہٹا کر بظاہر نارمل انداز میں مخاطب کیا۔ ورنہ زبیر کی مسلسل چپ اسے اندر ہی اندر ڈرا بھی رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سونے دیں۔ اسکول سے آکر سوئی جو نہیں ہوگی۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"نہیں! اسکول سے آکر تو یہ کافی سوئی تھی۔ پھر اب کیوں سوگئی۔ اریبہ میری جان! اٹھو نا۔ نیا گھر نہیں دیکھو..."

اس نے ایک بار پھر اریبہ کو اٹھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ بہت بے سدھ سو رہی تھی۔

"اس طرح تو یہ کبھی نہیں سوئی۔" وہ پریشان سی ہوگئی۔

"سونے دو نا! کیوں اسے ڈسٹرب کر رہی ہو؟" زبیر کا بے تکلفانہ انداز اسے چونکا سا گیا۔

بے اختیار اس نے چادر کے کونے کو چہرے کے اردگرد کرلیا اور یوں ہی پریشان بھٹکتی نظر جیسے ہی بیک ویو... پڑی تو اس کی جان ہی نکل گئی۔

زبیر کی آنکھوں میں انوکھی سی چمک تھی اور عاصمہ کے وجود پر جمی نظریں۔ کیا نہیں تھا ان نظروں میں۔ عاصمہ جیسی محتاط عورت جس نے اپنی زندگی میں پہلے باپ بھائی اور پھر شوہر مسرر کے سوا کسی مرد کو قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ مگر پھر بھی وہ ان نظروں کو بہت اچھی طرح پہچان سکتی تھی کہ یہ کسی مرد کی بری نظر تھی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کی گیلی ہتھیلیوں نے اریبہ کے ننھے ہاتھوں پر اپنی گرفت اور بھی مضبوط کرلی۔

وہ کچھ اور بھی سمٹ کر رہ گئی۔ لیکن وہ نظریں۔۔۔

"زبیر بھائی!" اس نے بے اختیار بھنچی ہوئی آواز میں اسے پکارا۔

"میں گھر واپس جانا چاہتی ہوں۔ مجھے لگ رہا ہے کہ میری طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے۔ میرا بی پی۔۔۔ بی پی لو ہو رہا ہے۔ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔۔۔ تو آپ پلیز مجھے گھر۔۔۔" وہ بہت مشکل سے بول پا رہی تھی گلے میں جیسے بہت سے پھندے تھے۔

"گھر تو آگیا ہے۔ بس دو منٹ کی ڈرائیو اور ہے۔ پھر آپ کو پتا ہے' آپ بار بار تو نکل نہیں سکیں گی۔ بس تھوڑی دیر اور۔" زبیر نے ان ہی نظروں سے اسے دیکھا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ عاصمہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

اپنے ساتھ سوئے اس ننھے سہارے کو دیکھا۔ وہ ہوش و خرد سے بے نیاز گہری نیند سو رہی تھی۔

عاصمہ کے دماغ میں جھماکا سا ہوا۔

جب وہ گاڑی میں بیٹھنے کے لیے باہر آئی تھی تو اریبہ زبیر کی دی ہوئی چاکلیٹ مزے سے کھا رہی تھی۔

"تو کہیں اس چاکلیٹ میں کچھ۔۔۔ اریبہ دوپہر میں اسکول سے آکر تین چار گھنٹے سوئی تھی۔ اب دوبارہ اتنی جلدی تو اسے نہیں سونا چاہیے تھا۔" وہ اریبہ کی مدہوشی کو دیکھتے ہوئے جیسے اس کی نیند کی وجہ جاننے کی کوشش کرنے لگی۔

گاڑی اب ایک ویران اندھیری سڑک پر تھی۔ یہ کوئی نئی بستی تھی۔ اردگرد آبادی بہت کم تھی۔ اگر کچھ مکان بنے بھی تھے تو ان میں زندگی کے آثار نہیں تھے۔

"میرے خیال میں آپ کچھ گھبرا رہی ہیں۔۔۔ ہے نا؟" زبیر کے عجیب سے لہجے نے اس گمبھیر سناٹے کو توڑا تھا۔ عاصمہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میرے خیال میں گھر کتنا بھی اچھا کیوں نہ ہو۔ مجھے پسند نہیں آئے گا۔ اس لیے پلیز! آپ مجھے واپس گھر چھوڑ دیں یا یہیں ایسے ہی اتار دیں۔" اس نے اریبہ کو اب اپنی گود میں سمیٹ لیا تھا۔ جیسے وہ ابھی واقعی ہی گاڑی روکے گا اور وہ نکل بھاگے گی۔

اگر ایسا ہو بھی جاتا تو بھی اس ویرانے میں اسے کنوینس کہاں سے ملتی۔

لیکن اس وقت وہ ہر طرح کا رسک لینے کے لیے تیار تھی۔ بس اس گاڑی سے اتر جاتی ایک بار۔

"یہاں۔۔۔؟" وہ لہجے سے بولا۔ اس کی نظریں صاف عاصمہ کو مذاق اڑاتی محسوس ہوئی تھیں۔

"کیا کریں گی یہاں اتر کر آپ؟" وہ واقعی اس کی گھبراہٹ سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"پلیز! مجھے آپ یہیں ڈراپ کردیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی بے بسی کے گہرے احساس نے اس کی آنکھیں دھندلا دیں آواز میں نمی سی اتر آئی۔

"ڈراپ تو نہیں کرسکتا اب۔" وہ یقیناً "زیرلب ہی بولا تھا۔ آواز بہت نیچی تھی۔ مگر عاصمہ سن چکی تھی۔

"اگر آپ گاڑی نہیں روکیں گے۔ میں اس طرح اتر جاؤں گی۔" اس نے بے اختیار دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔

"آٹومیٹک لاک ہیں اس کے اور عاصمہ بھابھی آپ کیوں گھبرا رہی ہیں؟ علاقہ تھوڑا کم آباد ضرور ہے۔ لیکن یقین کریں۔ یہاں سارے پلاٹس بک ہو چکے ہیں۔ بلکہ آدھے سے زیادہ تو بن بھی چکے ہیں اور لوگ یہاں آکر رہنے لگے ہیں اس لیے تو آپ کو اتنی کم قیمت میں گھر مل رہا ہے بس یہ دیکھیں۔ آگیا گھر۔ وہ وائٹ گیٹ نظر آرہا ہے نا اس سرمئی اور نیلے گیٹ سے آگے۔۔۔ وہی تو ہماری منزل ہے۔ بس وہیں تک جانا ہے ہمیں۔"

اس کا لہجہ اور انداز ایک بار پھر بدل چکے تھے۔

عاصمہ نے الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ جیسے فیصلہ نہ کرپا رہی ہو۔ گاڑی اب جیسے ٹوٹی پھوٹی پگڈنڈی سے گزر رہی تھی۔ کیونکہ سڑک تو اب وہاں کوئی نہیں تھی۔

"اس ویرانے میں۔۔۔ میں بچوں کے ساتھ یہاں نہیں رہ سکتی۔ میرے بچے گھر میں اکیلے ہیں اور یہ شخص۔۔۔ اس کی نیت مجھے ٹھیک نہیں لگتی۔ یا اللہ! مجھ پر رحم فرما۔ میں تو پہلے ہی بڑی کڑی آزمائش میں کھڑی ہوں۔ مجھے خیروعافیت کے ساتھ میرے بچوں کے درمیان واپس پہنچا۔ میں تجھ سے توبہ کرتی ہوں۔ میں نے تیرے سوا کسی اور کو سہارا جانا۔ برا کیا۔ اے اللہ! مجھے معاف کردے۔ مجھے اور میری بچی کو بچالے۔ اس کی نیت کو پھیر دے۔ اے دلوں کو پھیرنے والے اس شخص کو میرے لیے بے ضرر بنا دے۔ میرے اللہ! ایک بار مجھ پر رحم فرما۔ میں آئندہ تیری حدود نہیں توڑوں گی۔ مجھ پر رحم فرما!" گرم گرم آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے چلے گئے۔

گاڑی اس سنسان سے گھر کے سفید گیٹ کے آگے رک چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

نسیم بیگم آئی سی یو میں تھیں۔

انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ابھی ڈاکٹرز ان کے بچ جانے کے بارے میں پرامید نہیں تھے۔

بشریٰ اور عمران بے چینی سے آئی سی یو کے باہر بیٹھے تھے۔

"عدیل بھائی کے کسی ایسے قریبی دوست کا نمبر جہاں وہ جاسکتے ہوں۔ آپی! تمہیں کچھ تو پتا ہوگا۔" عمران کچھ جھنجلا کر بولا۔

ڈیڑھ گھنٹہ ہونے لگا تھا اور عدیل سے کوشش کے باوجود رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ بشریٰ بہت فکرمند تھی۔

عدیل ایک ذمہ دار شخص تھا۔ وہ یوں گھر میں اتنی بڑی پریشانی کے ہوتے دامن چھڑا کر یاروں دوستوں میں جاکر بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اتنا اسے پتا تھا۔

"جو دو ایک دوست تھے ان سے میں اسپتال آنے سے پہلے بات کرچکی ہوں۔ بلکہ پیغام بھی دے آئی تھی کہ جیسے ہی ان کا عدیل سے رابطہ ہو' وہ انہیں امی کے بارے میں بتادیں۔" وہ گہرا سانس لے کر فکرمندی سے بولی۔

عمران تھوڑی دیر بعد ٹھہر کر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"امی کا پھر فون آرہا ہے۔ پھر انہیں یہی کہنا ہوگا کہ بشریٰ سے کہو گھر چلی جائے۔ آپی میں ہوں نا یہاں۔ تم یہاں کیوں نہیں جاتیں؟"

عمران جھنجلا کر بولا۔ ذکیہ کی کال اس نے ڈراپ کردی تھی۔

"فوزیہ کی حالت بھی اچھی نہیں۔ میں بھی گھر جا کر بیٹھ گئی اور خدانخواستہ امی کو کچھ ہوگیا تو تم عدیل کو نہیں جانتے۔ میں ٹھیک ہوں۔ تم کہہ دو امی سے۔" بشریٰ آئی سی یو کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ خوب رہی! بھئی دونوں بہن بھائی غائب ہیں۔ آپ کی ساس صاحبہ جن کی والدہ ہیں۔ انہیں تو کچھ پریشانی نہیں۔ آپ اس حالت میں سب دکھ جھیلنے 'نیک' خدمت گار بنی بیٹھی ہیں۔" عمران اب چڑ گیا تھا کہ تین گھنٹے سے اس فضول کی بے گار میں پھنسے پڑے ہیں کہ جس خدمت خلق کا اسے کچھ حاصل وصول بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"امی سے پوچھو' مثال نے کچھ کھایا ہے۔" بشریٰ کو خیال آیا۔

"کھالیا ہوگا۔ اب اتنی سی بات کے لیے فون کروں۔ میرے خیال میں میں ڈاکٹرز سے پوچھ کر آتا ہوں۔ نسیم آنٹی کی اب کیا کنڈیشن ہے۔" عمران کی طبیعت میں نچلا بیٹھنا محال تھا۔ یوں بھی وہ کسی بھی انتظار کی کیفیت کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ جلد بازی اس کی فطرت کا محور تھی۔ وہ کسی بھی چیز سے کچھ ہی دیر میں اکتا جاتا۔ اب وہ اسپتال سے کھسکنے کے چکر میں تھا۔ بشریٰ جانتی تھی مگر عدیل کے آنے تک عمران کی سب باتیں برداشت کرنا اس کی مجبوری تھا۔

☆ ☆ ☆

"میں تو حیران ہوں۔ تین سال ہوگئے ہیں اور اس علاقے کا ابھی بھی وہی حال ہے۔ جو تین سال پہلے تھا۔ اکا دکا گھر بنے ہیں۔ وہ بھی ابھی تک بے آباد۔" عدیل نے ساتھ بیٹھے محسن سے کہا۔

"ہاں! شہر کی آبادیوں سے یہ سوسائٹی کافی ہٹ کر ہے۔ بلکہ جنہوں نے گھر بنائے ہیں' وہ بھی انہیں بیچنے کے چکروں میں ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ قیمت وہ بڑھی ہوئی چاہتے ہیں' جو کہ مل نہیں پا رہی۔ سو اکثر گھر بند کر کے شہر کے آس پاس یا کسی اور پر رونق سوسائٹی میں پسند کا پلاٹ لے کر گھر بنا چکے ہیں۔" محسن نے تفصیل سے بتایا۔ باہر گہری رات ہو چلی تھی۔

"چلو! پھر تو میرا فیصلہ ٹھیک ہی ہے۔ اگرچہ میں نے بہت سوچ کر بلکہ یوں سمجھو نیم دلی سے اسے بیچنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگر مجھے اتنی ایمرجنسی میں ضرورت نہ آپڑتی تو چند سال اور اسے پڑا رہنے دیتا۔"

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرا سیل گھر ہی میں رہ گیا ہو۔ بہت الجھن سی ہو رہی ہے۔ میں کسی کو بتا کر بھی نہیں آیا کہ کہاں جا رہا ہوں۔" عدیل کو عجیب سی فکر ہو رہی تھی۔ وہ نسیم بیگم اور فوزیہ اس پریشانی میں کوئی بھی آس دلائے بغیر چلا آیا تھا۔ وہ یقیناً "بہت پریشان ہوں گی۔

"فکر نہیں کرو۔ ہمیں زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔ وحید صاحب کاروباری آدمی ہیں اور لین دین میں بڑے صاف ستھرے ہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ آدھی سے زیادہ رقم فوراً" دے رہے ہیں۔ یہ کم ہے کیا؟"

"ہوں! یہ تو ہے۔" گاڑی اب پلاٹ کے پاس پہنچ چکی تھی۔ ہر طرف ہو کا عالم سا تھا۔ دور دور تک آبادی کے آثار نہیں تھے۔

"میں نے تو یہ پلاٹ تین سال پہلے بشریٰ کو سرپرائز دینے کے لیے خریدا تھا۔ اچھا ہوا اس نے یہاں آکر نہیں دیکھا ورنہ وہ فوراً" اسے بیچنے کا مشورہ دیتی۔" ہر طرف پھیلے گھنگھور اندھیرے اور سناٹے کو دیکھ کر عدیل نے دل

میں سوچا۔ اس نے بہت سوچنے کے بعد اپنے لیے خریدے ہوئے اس پلاٹ کو بیچنے کا فیصلہ کیا تھا کہ کسی طرح فوزیہ اور ظہیر کا رشتہ بچ جائے۔ اس کی بہن کا گھر کسی طرح بن ہی جائے۔ اتنی مشکلوں سے ہوا تھا یہ رشتہ۔

"جی! کیا کہہ رہے ہیں حاجی صاحب..... اجی..... جی! وہ تو میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔ جی بالکل! میں جانتا ہوں۔ تو چلیں! ٹھیک ہے' پھر کل پر رکھ لیتے ہیں۔" اس نے کچھ مایوس سا ہو کر فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا؟" عدیل نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"اچانک انہیں ایک ایمرجنسی کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا پڑ گیا ہے۔ ان کے بہنوئی کا اچانک ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ نہیں آسکتے۔" محسن نے فون بند کرتے ہوئے عدیل کو بتایا۔

عدیل کو امید تھی' وہ کچھ نہ کچھ پیمنٹ کا انتظام کر کے ہی گھر جائے گا مگر..... شاید قدرت کو یہ منظور ہی نہیں تھا۔

"چلو! ٹھیک ہے تو پھر چلیں۔" وہ بے دلی سے بولا۔

"ایسا ہے کہ تم مجھے یہاں سے تیسرے بلاک میں اے زیڈ کے آفس ڈراپ کردو۔ مجھے اس سے کچھ کام ہے۔ اس کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا۔" محسن نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

عدیل نے غائب دماغی کی سی کیفیت میں محسن کو اس کے اسٹیٹ ایجنٹ دوست کے آفس ڈراپ کیا اور پھر ان لوگوں کے روکنے کے باوجود چائے پیے بغیر واپسی کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ جانے اسے کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں کچھ ایسا ویسا ہوگیا ہے۔ وہ جلد سے جلد اس علاقے سے نکل جانا چاہتا تھا۔ عجیب وحشت سی اسے گھیرے ہوئے تھی۔ وہ گاڑی تیزی سے چلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

وہ بیرونی لائٹ جلا کے گھر کا گیٹ کھول چکا تھا اور اب اس کے گاڑی سے اتر کر آنے کا منتظر تھا۔

عاصمہ متذبذب تھی۔ گود میں سوئی اریبہ کو لیے ہوئے وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ گاڑی سے اترے یا پھر دروازہ کھول کر دور تک بھاگتی چلی جائے۔ لیکن کتنی دور تک؟ اگر وہ بدنیت ہو چکا ہے تو پھر وہ زیادہ دور نہیں بھاگ سکتی..... لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ سب اس کا وہم ہو۔ ایسا کچھ بھی نہ ہو۔

اس نے اپنے وسوسوں کو جھٹلانے کی کمزور سی کوشش کی۔ ورنہ تو اس کا اندر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ یہ سب اس کا وہم نہیں ہے۔

دوسرے لمحے وہ پھر سے ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا تھا۔

عاصمہ نے الجھی ہوئی نظروں سے کھلے گیٹ کو دیکھا اور پھر گاڑی اسٹارٹ کرتے زبیر کو۔

"ہم واپس جا رہے ہیں کیا؟" عاصمہ اپنے لہجے کی لرزاہٹ کو چھپا نہیں سکی تھی۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ بہت مشاقی سے پہلے گاڑی تھوڑی پیچھے کی اور پھر بہت تیزی سے کھلے گیٹ کے اندر لے گیا۔

"یہ' یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں واپس جانا ہے ابھی۔ پلیز! گاڑی باہر نکالیں..... مجھے گھر جانا ہے ابھی..... میں اور نہیں رک سکتی۔" وہ بے قابو ہو کر چیخ ہی پڑی۔

"اریبہ' اریبہ! اٹھو بیٹا! آنکھیں کھولو دیکھو! میں آپ کی ماما....." وہ زور زور سے اریبہ کے گال تھپتھپانے لگی۔ اگرچہ اس کا کچھ فائدہ نہیں تھا۔ اریبہ بے سدھ تھی۔

گاڑی گھر کے اندر آچکی تھی۔

زبیر نے تیزی سے باہر نکل کر گھر کا بیرونی گیٹ بند کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور عاصمہ کو یوں لگا۔ اس پر باہر جانے کا ہر راستہ بند ہو گیا ہے۔ وہ جیسے پتھرا سی گئی۔

"آجائیں۔۔۔ اریبہ کو یہیں رہنے دیں۔ ہم ذرا سی دیر میں گھر دیکھ کر واپس چلتے ہیں۔ یہ کافی گہری نیند سو رہی ہے۔" زبیر دروازہ کھولے اس سے کہہ رہا تھا۔

"میں اب گھر نہیں دیکھنا چاہتی۔" اس نے لہجے کو مضبوط کرنا چاہا۔ "کیونکہ مجھے یہ گھر نہیں لینا۔ آپ پلیز مجھے واپس لے چلیں۔ آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔" اس نے اگلی سیٹ کی پشت کو بہت مضبوطی سے یوں تھام لیا جیسے اس سے بڑا اور مضبوط سہارا اور کوئی بھی نہیں۔

"دو منٹ لگیں گے بھابھی! اب اتنی دور آئے ہیں تو بس ایک نظر دیکھ لیں۔۔۔ چاہے نہ خریدیں۔۔۔ اور میرا ابھی یہی خیال ہے کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ اتنی دور گھر لینا مناسب نہیں ہوگا۔" اس کے لہجے میں کہیں جھول نہیں تھا۔

"تو پھر واپس چلتے ہیں۔ کیا ضرورت ہے دیکھنے کی؟" وہ اور رکھائی سے بولی۔ "آپ پلیز! واپس چلیں۔"

"آجائیں نا! میں کہہ رہا ہوں آپ سے، دو منٹ لگیں گے بس۔ ہو سکتا ہے گھر واقعی آپ کو پسند آجائے۔ آپ یوں ہی ضد لگا کر بیٹھی رہیں گی تو ہم لیٹ ہوتے رہیں گے۔ بہتر ہے مزید ٹائم ضائع نہ کریں۔ مجھے ایک ضروری کام سے بھی جانا ہے۔ آپ کی وجہ سے پہلے ہی خاصا لیٹ ہو چکا ہوں میں۔" اس نے لہجے میں سارے احسانوں کو جتانے والا انداز سمویا تو عاصمہ جیسے ٹھٹک کر رہ گئی۔

"آئندہ زندگی بھر کے لیے سبق ملا ہے۔ کبھی ایسا رسک نہیں لینا۔ یوں اکیلے کسی غیر آدمی کے ساتھ نہ نکلنا چاہے کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو۔۔۔ کبھی نہیں۔" وہ خود کو ڈپٹتی، جھڑکتی بظاہر محتاط سی گھر کے اندر داخل ہوئی۔ پہلا کمرا شاید لاؤنج تھا۔ خوب صورت ٹائلوں اور لکڑی کے کام سے مزین۔ مگر اس لمحے عاصمہ کے دل کو کچھ بھی نہیں بھا رہا تھا۔ اپنے گھر کی خواہش جیسے کہیں مر سی گئی تھی۔

"کیسا ہے؟" وہ اس کے قریب پہنچا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی، ایک دم سے کمرے میں۔۔۔ بلکہ سب طرف اندھیرا ہو گیا۔ دروازہ ایک زوردار دھماکے کے ساتھ بند ہو گیا۔

روشنی کا آخری راستہ بھی۔

عاصمہ کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی۔

لیکن ایک مضبوط ہاتھ نے اس کی آدھی چیخ کا گلا وہیں گھونٹ دیا۔ وہ ایک بہت مضبوط گرفت میں آچکی تھی۔ مچھلی کی طرح تڑپتے ہوئے اس نے خود کو اس گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی۔ مگر۔۔۔ اتنے اندھیرے میں اس ویرانے میں اکیلے پن کا اور اپنی عزت کے لٹ جانے کا بھیانک احساس پورا زور لگا کر بھی وہ اسے ایک انچ پرے نہ دھکیل سکی۔ اس کی آنکھیں گہری تاریکی میں روشنی تلاشتے جیسے پھٹ سی گئیں۔ وہ کسی بے جان شے کی طرح دیوار کے ساتھ زمین پہ گرتی چلی گئی اور شیطان کا کام آسان ہو گیا۔

آخری خیال جو اس کے دماغ میں آیا تھا کہ اریبہ گاڑی میں ہے اور اس کے بچے پرائے گھر میں اکیلے۔۔۔ اس کے مرنے کے بعد ان چاروں کا کیا بنے گا۔

اسے لگا موت بالکل اس کے پہلو میں اس کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گئی ہے اور اس گھور اندھیرے میں اسے دعوت دینے لگی ہے۔

"تم بھی تو اتنے دن عفان کے بغیر جی لیں۔ بچے بھی کسی نہ کسی طرح جی لیں گے۔ تم بس اب کچھ نہیں سوچو۔ صرف میرے بارے میں سوچو۔ اپنی موت کے بارے میں۔"

اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆

وہ اندھیرے میں اکیلی بیٹھی تھی۔ باہر خنک ہوا چل رہی تھی۔

سردی تو یوں بھی کچھ دنوں سے بہت بڑھ گئی تھی اور اس بار بھی اسے موسم کے بدل جانے کا احساس بہت دنوں بعد ہوا تھا۔

جب یہ سرد ہوا اس کے جسم کو کاٹنے لگی تھی۔

اس کے جسم پر کاٹن کا گھسا ہوا پنک کلر کا سوٹ تھا۔ بہت سوچنے پر بھی اسے یاد نہیں آیا تھا کہ یہ سوٹ کس نے مسترد کیا تھا اور اسے دے دیا گیا تھا۔ اسے یہ تب یاد رہتا، جب یہ اس کے ساتھ پہلی بار ہوتا۔ اتنے سالوں میں ہمیشہ ایسے ہی تو ہوتا آیا تھا کہ اسے مسترد کی ہوئی چیزیں بڑا احسان جتلا کر دے دی جاتی تھیں۔ کئی بار تو دوسروں کی اترن بھی۔

موسم ایک بار پھر اسے دھوکا دے گیا تھا۔ وہ اپنے کپڑوں میں گرم کپڑے۔۔۔ اگر اس کے پاس کچھ تھے تو وہ ساتھ رکھنا بھول گئی تھی اور اب اس کاٹن کے گھسے ہوئے سوٹ میں اس کے دانت بجنے لگے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ آسمان جو لمحہ بہ لمحہ تاریک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ آج صبح ہونے سے پہلے ضرور برسے گا اور وہ سردی کتنی تکلیف دہ ہو گی۔

کتنے دنوں تک تو کسی کو نظر ہی نہیں آئے گا کہ اس کے جسم پر کوئی گرم کپڑا نہیں ہے اور جب نظر آئے گا تو بھی بہت سے دن نظریں چرانے میں گزر جائیں گے اور پھر وہی سولہ تاریخ آجائے گی۔

ایک اور منحوس سولہ تاریخ۔

وہ ایک دم سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی کھلے گیٹ سے باہر نکل گئی۔ سمت کا تعین کیے بغیر اندھا دھند، وہ اندھیرے میں بھاگتی چلی جا رہی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ ایک لڑکی کا یوں اندھیرے میں، رات کے اس حصے میں اکیلے بھاگنا اور بھاگتے چلے جانا کیسا ہے۔ مگر اس وقت وہ کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔ صرف بھاگ رہی تھی۔

بھاگتے بھاگتے اس کے قدم بے اختیار رک گئے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

اس کا جسم زخمی نہیں تھا۔ لیکن جیسے جوڑ جوڑ میں درد، تکلیف اور اذیت کی شدت اتر آئی تھی۔

نہ جانے کتنے گھنٹے، کتنے منٹ، لمحے یا شاید پوری رات گزر چکی تھی۔ اسے یوں اکڑی ہوئی دیوار کے ساتھ اکڑ کر بیٹھے۔

باہر گہرا سناٹا اور گمبھیر خاموشی تھی کہ دور کہیں کتا زور سے بھونکا اور اس کے ذرا دیر بعد کوئی گیدڑ بڑی بری طرح سے رویا تھا۔ اس کے رونے کی آوازیوں تھی جیسے کوئی نوحہ کر رہا ہو۔

بے اختیار اس نے اپنے کندھے کو چھوا۔ جہاں سے قمیص نیچے تک پھٹ چکی تھی اور دکھن کا احساس۔۔۔ اس کے منہ سے بے اختیار کراہ نکلی۔

"میرا دوپٹا۔۔۔ چادر۔۔۔ کہاں ہے؟" اس نے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی۔ کہیں بھی کچھ نہیں تھا۔ سردی سے اس کا پورا دکھتا ہوا بدن اکڑا ہوا تھا۔ نم ماربل کے فرش سے خنکی پھوٹ رہی تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اریبہ... اریبہ!" ایک دم سے اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔
"اریبہ... میری بچی... کہیں وہ اسے تو ساتھ نہیں لے گیا... نہیں... نہیں... میں مرجاؤں گی۔" پری گڑیا۔" وہ دیوانہ وار اٹھی اور زور سے کسی چیز سے الجھ کر گر گئی تھی۔ اس کے ماتھے پر بری طرح سے چوٹ لگی۔ اس کی چادر اس کے پیروں میں الجھی تھی۔ وہ چادر یوں ہی ہاتھوں میں پکڑے اندازے سے دروازے کی طرف بڑھی۔

وہ بند کھڑکی تھی۔ وہ دیواروں کو ٹٹولتے ہوئے آنکھیں پھاڑے اندھیرے میں دروازہ ڈھونڈ رہی تھی۔
اس کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر پڑا۔ اس نے زور' زور سے اسے گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔
یخ ہوا کا جھونکا دروازہ کھلتے ہی اندر آیا تھا۔ باہر دھیمی دھیمی روشنی تھی' جو کہیں دور سے آرہی تھی۔
گیٹ کے پاس' جو گاڑی کھڑی کرنے کی جگہ تھی' جہاں اس شیطان نے گاڑی کھڑی کی تھی' وہ خالی تھی۔

وہ دھک سے کھڑی دیکھتی رہ گئی۔
"میری اریبہ... میری بچی۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھے اس خالی جگہ کو یک ٹک دیکھے جارہی تھی۔
"اریبہ... اریبہ!" اس کے منہ سے چیخوں کے ساتھ نکلا اور وہ پاگلوں کی طرح بند گیٹ کی طرف بڑھی اور دوسری بار ٹھوکر کھا کر گر گئی۔
دروازے کے آگے ہلکے کے پاس اریبہ اوندھی فرش پر پڑی تھی۔ وہ دھک سے رہ گئی اور اس کے پاس وہیں فرش پہ بیٹھ گئی۔
ڈرتے ڈرتے بچی کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کی دھڑکن کو محسوس کرنے لگی۔ بہت خفیف سی دھڑکن چل رہی تھی۔ وہ ابھی تک بے سدھ تھی یا بے ہوش۔ جانے اس نے کیسا نشہ آور چاکلیٹ اسے کھلایا تھا۔
اس نے بے اختیار اریبہ کو اٹھا کر اپنی چھاتی کے ساتھ بھینچ لیا۔ جیسے کوئی برف کی اکڑی ہوئی سل اس نے سینے سے لگالی ہو۔
اریبہ کا لمحہ بہ لمحہ سرد پڑتا وجود اسے ہراساں کیے دے رہا تھا۔ "مگر یہاں سے کنویں پتا نہیں ملتی بھی ہے یا نہیں یا کتنی دور... تو کیا میں اس طرح ننگے پاؤں جاؤں گی؟" وہ متذبذب کھڑی تھی۔
دور کہیں وہی گیدڑ پھر رو رہا تھا۔ عاصمہ کا دل جیسے بیٹھ سا گیا۔ اس نے گیٹ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھادیا۔

☆ ☆ ☆

تھکاوٹ اس کی رگ رگ میں دوڑ رہی تھی کہ اب اس سے ایک قدم بھی اٹھانا محال ہو رہا تھا۔ بس دل چاہ رہا تھا۔ یہیں سڑک پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جائے۔ کسی پتھر سے کمر ٹکا کر ہمیشہ کے لیے گہری نیند سو جائے۔
"یا اللہ تو نے آدم کی زندگی کو اتنا مشکل کیوں بنایا؟" شکوہ کرنا اس کی عادت نہیں تھا۔ مگر آج جیسے اس کا دل بھر سا آیا تھا۔
دن بھر کی لاحاصل جدوجہد... سینے سے لگا بے کار کاغذوں کا پلندہ... یہ ذرا سا بوجھ اسے اٹھا کر چلنا محال ہو رہا تھا۔
بس جی یہ ہی چاہ رہا تھا کہ ان کاغذوں کو کسی بھی گندے نالے میں پھینک دے یا جلا ڈالے۔
اسے پتا تھا' ابھی تو وہ یہ تھکن اکیلا ہی جھیل رہا ہے۔ جب گھر پہنچے گا تو اس کی منتظر آنکھوں میں بھی تھکن اتر جائے گی۔ وہ منتظر آنکھیں بن کہے اس کے دل کا سارا احوال پڑھ لیں گی۔
"آخر ایسا کب تک ہوتا رہے گا... کب تک؟"

قدم جیسے من من بھر کے ہو رہے تھے۔ چلنا محال اور رکنا اس سے بھی مشکل۔
گرد سے اٹے جوتوں کو دیکھتے وہ بے اختیار کسی سے ٹکرایا اور لمحہ بھر کو لڑکھڑا کر رہ گیا۔
وہ بھی کسی خوف زدہ ہرن کی طرح آنکھیں پھاڑے اس کی بانہوں کے سہارے سنبھلی' اس کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔
اور وہ تو جیسے حیرت اور خوشی سے پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔
اس قابل نفرت تھکے ہوئے دن کے اختتام پر ایسی انوکھی خوشی اسے مل سکتی ہے۔ یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔
اس کے خواب یوں مجسم ہو کر اس کے اتنے قریب بھی آسکتے ہیں۔ وہ اسے محض ایک خیال' ایک خواب ہی تو سمجھتا تھا۔ مگر... اس کے ریشمی بال ہوا سے سرسراتے اس کے گالوں کو چھونے لگے تھے۔ اس کی آنکھیں جیسے مخمور ہونے لگیں۔
دوسرے لمحے اسے زور کا جھٹکا لگا۔
وہ تیزی سے اسے پرے دھکا دے کر جس اندھیری سمیت سے آئی تھی' اسی میں کہیں گم ہو کر اندھیرے کا حصہ بن گئی۔
اور وہ تو جیسے وہاں سے ہلنا بھی بھول گیا کہ بت کی طرح ساکت' بے حس کھڑا تھا۔ ہلکی ہلکی سی اس کے بدن اور لباس کی باس ابھی تک اس کے کہیں آس پاس ہی تو تھی۔
اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے ہاتھوں کو آنکھوں سے چھوا۔ اس کے ہاتھوں میں اس کا ایک ریشمی سیاہ بال رہ گیا تھا۔ اسے لگا جیسے اسے ساری دنیا کے خزانے مل گئے ہوں۔ اس بال کو دیکھتے ہوئے سرشار سا وہ کہیں اور ہی پرواز کر رہا تھا۔ اس کی تھکن ان چند خواب آگیں لمحوں نے چن لی تھی۔

☆ ☆ ☆

ایسا تو اس کے ساتھ زندگی میں کبھی بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ راستہ بھول جائے۔ ایسا نادان بھی نہیں تھا' بے عقل بھی نہیں اور بھلکڑ تو بالکل بھی نہیں۔ اس کے حافظے کا تو یہ حال تھا کہ جس سڑک' گلی سے ایک بار گزر جاتا' دوبارہ اسے کبھی نہیں بھولتی تھی۔
اور آج عدیل اس سوسائٹی میں داخل ہوتے ہوئے جانے کیسے یہاں سے باہر نکلنے کا واپسی کا راستہ بھول گیا اور اس پر مستزاد کہ اس کے پاس سیل فون بھی نہیں تھا۔
کتنے راستے' سڑکیں' گلیاں بدلیں اور پھر سے انہیں رہ گزاروں پر آجاتا۔ جہاں سے کچھ دیر پہلے گزر کر گیا تھا۔
فیول انڈیکیٹر بھی خطرے کا نشان بنا ہوا تھا۔ مگر رستہ... وہ اب تھک بھی چکا تھا اور ذہنی طور پر کوفت کا شکار بھی۔ اس کی گاڑی کے آگے سیاہ چادر میں لپٹا کوئی خوب ابھرا ہوا وجود آن کھڑا ہوا۔ اگر وہ جمائی لیتے ہوئے بے اختیار چونک کر بریک نہ لگاتا تو شاید اب تک وہ اس وجود کو کچل بھی چکا ہوتا۔ اس نے سخت غصہ میں بریک لگائے۔
وہ کوئی عورت تھی۔ جس نے آدھے سے زیادہ جسم اپنی بڑی سی سیاہ چادر میں چھپا رکھا تھا۔ اس نے گود میں کوئی بچہ اٹھا رکھا تھا شاید۔
رات کے اس پہر... گیارہ بج چکے تھے۔ یہاں اس ویرانے میں تو سمجھو' رات کا تیسرا پہر لگا تھا۔ وہ ڈر سا گیا۔
"بی بی! کیا مرنے کا شوق چرالیا ہے؟ وہ بھی اس ویرانے میں؟" وہ بظاہر سخت لہجے میں بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ کسی بت کی طرح خاموش تھی۔ سیاہ چادر میں اس کی آنکھیں اور کھڑی ناک کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"ہٹیں راستے سے۔ کہیں اور جا کر خودکشی کریں۔" وہ کچھ خائف سے لہجے میں کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے جانے لگا۔

عاصمہ نے خوف زدہ نظروں سے دور تک پھیلے گھنگھور اندھیرے، سردی اور اس ویرانے کو دیکھا۔ وہ رات بھر بھی چلتی رہتی تو بھی گھر تک نہ پہنچ پاتی۔ اتنا اندازہ تو اسے ہو ہی گیا تھا۔

"پلیز... پلیز... مجھے صرف... مین روڈ تک چھوڑ دیں۔ مم... میری بچی بیمار ہے۔ اسے ڈاکٹر... اسپتال لے کر جانا ہے اور کوئی کنوینس نہیں۔ مجبوراً" مجھے... پلیز۔" وہ بے اختیار اس کی طرف کی کھڑکی میں جھانک کر گڑگڑاتے ہوئے بولی۔

"تو آپ کے گھر والے کہاں ہیں۔ جو آپ یوں اکیلی اس ویرانے میں بچی کو ساتھ لے کر نکل پڑی ہیں۔" عدیل کا دماغ ابھی بھی ففٹی ففٹی تھا اس عورت کے بارے میں... اماں کہتی ہی ایسے ویرانوں میں راتوں کو بھیس پیریاں نکلا کرتی ہیں اور اس نے کون سی بھیس پیری دیکھ رکھی تھی۔ یقیناً" کچھ ایسی شکل و صورت اور حلیے کی ہوتی ہوگی۔

"سوری، میں خود لیٹ ہو چکا ہوں، آپ کوئی اور..." وہ رسک نہیں لے سکتا۔ رکھائی سے کہہ کر گاڑی لے جانے لگا۔

"آپ کو خدا... خدا کا واسطہ... آپ کو اپنی ماں، بہن، بیوی اگر آپ کی کوئی بیٹی ہے تو اس کے صدقے پلیز... میں یہاں اکیلی ہوں، میرے شوہر کا کچھ دن پہلے انتقال ہوا ہے ورنہ..." اس کے گلے میں پھندا سا پڑ گیا۔

"تو یہاں کیا کر رہی ہیں آپ؟" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"سمجھیں میری بدنصیبی مجھے یہاں گھیر کر لے آئی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"کیا مطلب... آپ یہاں کسی سے ملنے آئی تھیں؟" وہ اسے بغور دیکھ کر بولا۔ ہو سکتا ہے یہ عورت کسی گینگ کی رکن ہو اور اس کے ساتھی یہیں کہیں ویرانے میں... اس نے خوب ہوشیار نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔

فی الحال تو ان دونوں کے سوا وہاں اور کوئی ذی روح نہیں تھا۔

"میں آپ کو راستے میں ہی بتا دوں گی، میری بچی ٹھیک نہیں۔ اسے مجھے ڈاکٹر کو دکھانا ہے۔ پلیز... چلیں آپ مجھے مین روڈ پر اتار دیجئے گا۔ میں کوئی کنوینس لے لوں گی۔" وہ مجبوری اور بے چارگی کی انتہا پر تھی۔ ورنہ جانتی تھی۔ اس کا شولڈر بیگ جس میں چند سو روپے تھے۔ اسی منحوس گھر میں کہیں رہ گیا۔ وہ کنوینس کہاں لے سکتی تھی۔

عدیل نے لمحہ بھر کچھ سوچا اور پھر پچھلا دروازہ کھول دیا۔

وہ تیزی سے اریبہ کو گود میں سمیٹے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اور صد شکر کہ وہاں مکمل اندھیرا تھا۔ اگر وہ اس کو ننگے پاؤں دیکھ لیتا تو یقیناً" اسے کوئی چڑیل ہی سمجھتا۔

اس نے اپنے یخ بستہ اور جگہ جگہ کانٹوں، پتھروں سے زخمی پیروں کو گاڑی کی سیٹس پر جوڑ کر رکھ لیا۔

عدیل نے گاڑی چلا دی اور دل میں دعا مانگنے لگا کہ اب اسے صحیح راستہ مل جائے۔ اتنی دیر سے تو وہ ایکڑوں پھیلی سوسائٹی میں بھٹک رہا تھا۔ اب بھی اگر راستہ نہ مل سکا تو یہ عورت جانے کیا سمجھے گی۔

"آپ نے بتایا نہیں، آپ یہاں کیا کرنے آئی تھیں؟" وہ اپنی کمزوری کو چھپاتے ہوئے بیک ویو مرر میں عاصمہ کو دیکھتے ہوئے بولا، جو کونے میں دبکتے ہوئے خود کو سمیٹے جا رہی تھی۔ کچھ غیر معمولی ہی تھا اس کا یوں خود کو چھپانے میں۔ عدیل کو پہلی بار کچھ عجیب سا احساس ہوا۔

"بس یہاں کسی نے گھر کا بتایا تھا کہ سستا اور اچھا مل رہا ہے۔ میں اکیلی آئی تھی۔ واپسی پر رستہ بھول گئی۔" وہ نظریں جھکائے کانپتی آواز میں بے حد آہستگی سے بولی۔ اور عدیل ایک دم سے شاکڈ سا ہو گیا۔

بالکل سامنے مین روڈ کے سائن بورڈز چمک رہے تھے۔

اس نے خدا کا شکر ادا کرنے کے ساتھ دل میں اس عورت کا بھی شکریہ ادا کیا۔ شاید اس کی مدد کرنے کی وجہ سے اسے کھویا ہوا رستہ مل گیا تھا۔ وہ عورت اب بچی کے اوپر چہرہ جھکائے بے حس بیٹھی تھی۔

"آپ کی بچی کو کیا ہوا ہے؟" اسے خیال آیا تو پوچھ بیٹھا۔

"بہت گہری نیند میں ہے۔ میرے ہلانے پر بھی نہیں اٹھ رہی۔" وہ رندھے گلے سے بولی تو عدیل کو اندازہ ہوا وہ رو رہی تھی۔

عدیل الجھن بھری نظروں سے دیکھنے لگا کہ آخر اس عورت کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔

"یہاں قریب ہی میں ایک ڈاکٹر کا کلینک ہے۔ شاید کھلا ہو اگر آپ کہتی ہیں تو پہلے یہیں چیک کرا لیتے ہیں بچی کو۔" وہ ہمدردی سے بولا۔ دل میں ہی احساس تشکر تھا کہ اس عورت کی وجہ سے ہی وہ اس سوسائٹی سے باہر تو نکل سکا۔

"نہیں شکریہ... میرے خیال میں یہ یوں ہی سو رہی ہے اور کوئی وجہ نہیں۔ گھر جا کر اٹھاؤں گی تو اٹھ جائے گی۔ آپ پلیز مجھے کسی اسٹاپ پر اتار دیں، آپ کی اتنی مدد کا بہت شکریہ۔"

سڑکوں پر اکا دکا دوڑتی گاڑیوں اور لوگوں کو دیکھ کر اسے کچھ اطمینان سا ہوا تھا کہ وہ اب گھر پہنچ سکتی ہے۔

"کوئی بات نہیں، میں آپ کو آپ کے گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔ آپ مجھے ایڈریس سمجھا دیں۔" وہ مروت سے بولا۔

"آپ کو تکلیف ہوگی۔ میں یہاں سے کوئی رکشا لے لوں گی۔" وہ بار بار اپنے چہرے کو چھپا رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں، اس وقت آپ کو معلوم نہیں کوئی رکشا وغیرہ ملتا ہے یا نہیں، میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔" وہ اصرار سے بولا تو عاصمہ چپ کر گئی۔

وہ بار بار غیر ارادی طور پر اپنے کندھے کو چادر سے ڈھانپتے ہوئے چھو چھو کر دیکھتی تھی۔ عدیل اسے دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ وہ راستے میں اسے ایڈریس سمجھاتی رہی۔

اس کے گھر کے آگے اس نے گاڑی روکی تو وہ اسی طرح بچی کو گود میں سمیٹتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی۔

"آپ کا بہت شکریہ۔ آپ کا یہ احسان... میں اس کا بدل نہیں دے سکتی۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔ اللہ حافظ۔" کہہ کر وہ عدیل کی طرف دیکھے بغیر چھوٹے سے دروازے کے پہلو میں لگی ڈور بیل دبا کر منہ دروازے کی طرف کر کے ہی کھڑی رہی۔

عدیل دروازہ کھلنے کے انتظار میں کھڑا رہا اور گاڑی ریورس کرتے ہوئے وہ بے اختیار چونک کر رہ گیا۔

وہ عورت ننگے پاؤں تھی۔ اس کی قمیص کا پچھلا دامن ایک طرف سے پھٹ کر نیچے لٹک رہا تھا۔

وہ کھڑا دیکھتا رہ گیا۔

دروازہ کھل گیا تھا۔ ایک بارہ، تیرہ سال کا لڑکا دروازے میں کھڑا تھا۔ دوسرے لمحے وہ اس عورت سے چمٹ گیا اور وہ اسے ساتھ لگائے اندر دھکیلتے ہوئے گیٹ بند کر کے اندر چلی گئی۔

عدیل کتنی دیر وہیں کھڑا رہا۔

"یقیناً" اس عورت کے ساتھ کوئی بہت ناخوشگوار واقعہ ہوا ہے۔ بہت برا اور بدترین۔"

وہ چاہتے ہوئے بھی وہ کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا جو اس کا دل اسے سمجھا رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ سوسائٹی کتنی ویران ہے اور رات کے اس پہر ایسی عورت کا یوں اکیلے' ننگے پاؤں' پھٹے کپڑوں کے ساتھ میرے خدایا۔۔۔ بے چاری دیکھنے میں اچھے گھر کی لگتی تھی اور وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے وہاں کوئی گھر دیکھنے گئی تھی۔ یقیناً" کسی نے گھر کا جھانسا دے کر اس غریب کو لوٹ لیا ہے۔ لمحہ بھر میں پوری کتھا اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔

مگر پھر بھی وہ یہ سب کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ جانے کس درندے نے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ خدا اسے غارت کرے۔ وہ افسردہ سا گاڑی تیز رفتاری سے لے گیا۔

☆ ☆ ☆

"مما پلیز۔۔۔ نکل بھی آئیں اتنی شدید سردی میں آپ کیوں نہائے جا رہی ہیں۔ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ بیمار ہو جائیں گی آپ۔" واثق وقفے وقفے سے باتھ روم کے دروازے پر آگر پریشان آواز میں ماں کو پکارے جا رہا تھا اور عاصمہ جیسے کچھ بھی نہیں سن رہی تھی۔

وہ یخ پانی کے شاور کے نیچے کپڑوں سمیت بھیگتے ہوئے منہ کے آگے ہاتھ رکھے اپنی چیخوں کو روکتے ہوئے روئے جا رہی تھی۔

ایک ہی کریہہ منظر بار بار اس کی نظروں کے سامنے آئے جا رہا تھا اور زور زور سے اپنا چہرہ' ہاتھ' بازو رگڑنے لگتی اور پھر جیسے بے بس سی ہو کر اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی۔

اس کی بیوگی کو عدت میں ہی داغ لگ گیا تھا اور یہ سب کچھ اس کی نادانی کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ اگر اس کے بچوں کو پتا چل جائے۔ اگر غلیظ انسان اسے بلیک میل کرنے لگے تو اس کے پاس کیا بچے گا۔

خود کو چھپانے' اوڑھنے کے لیے بیوگی کی چادر بھی نہیں۔ ابھی تو اس کے شوہر کا کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا کہ اس نے اس کی ناموس کو کیچڑ میں ملا دیا۔ گھر کی ہوس میں اس نے عدت کے دوران گھر کی دہلیز سے نکلتے ہوئے کچھ بھی نہیں سوچا۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔

وہ خود کو معاف نہیں کر سکتی۔ اسے اس گندے وجود کے ساتھ زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اس پر صاف ستھری زندگی کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ اسے مر جانا چاہیے۔۔۔ مر جانا چاہیے۔

وہ ٹھنڈے گیلے فرش پر شاور کے نیچے بیٹھ گئی اور خود کو ختم کرنے کے طریقے سوچنے لگی۔

☆ ☆ ☆

عدیل شاکڈ سا اسپتال کے سفید بستر پر بہت سی مشینوں اور نالیوں کے ساتھ جکڑی ماں کو دیکھتا جا رہا تھا۔

فوزیہ کی طلاق اس کے لیے دوسرا بڑا دھچکا تھا مگر ماں کی یہ حالت جس کی وجہ سے ہوئی کاش وہ اتنا مہذب' اتنا سلجھا ہوا' پڑھا لکھا تحمل برداشت والا بزدل انسان نہ ہوتا تو ابھی جا کر اس ظہیر اور اس کی دکان دار ماں کے سینے میں پستول کی ساری گولیاں اتار دیتا۔

لوگ اتنے بے رحم بھی ہو سکتے ہیں' اسے آج سے پہلے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا۔

لیکن نہیں ایک بے رحمی کا بہت بھیانک منظر تو ابھی وہ دیکھ کر آ رہا تھا۔ جو ظلم اس عورت کے ساتھ ہوا وہ بھی تو کم نہیں تھا اور جو عدیل کی ماں بہن کے ساتھ ہوا۔

اس نے بشریٰ کو گھر بھیج دیا تھا مگر خود اسے چین نہیں آیا تھا۔ فوزیہ کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ ڈاکٹر نے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے نیند آور انجکشن لگایا تھا مگر جب وہ جاگے گی۔۔۔ اسے سنبھلنے میں اپنا قصور سمجھنے میں کتنے دن لگیں گے۔

"اور امی کو میں کیسے سنبھالوں گا۔ میری ساری کوششیں بے کار گئیں۔" وہ تھکا ہوا وہیں آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔

اگلے روز وہ تیز بخار میں پھنک رہی تھی۔

چاروں بچے اس کے اردگرد پریشان صورتیں لیے بیٹھے تھے اور وہ ان کی موجودگی کے خیال سے آنکھوں پر بازو رکھے بدن کی ٹیسوں کو دبائے ہوئے تھی۔

وہ آج انہیں اسکول بھی نہیں بھیج سکی تھی۔ اریبہ صبح اٹھی تو بہت سست اور نڈھال سی تھی۔ اسے ہلکا ہلکا ٹمپریچر بھی تھا۔ وہ تو خود سے بھی نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔ ایسے اب زندہ نہیں رہنا۔ باپ کے بغیر بھی تو یہ رہ رہے ہیں نا میرے بغیر بھی رہ لیں گے۔" وہ دل میں پکا ارادہ کر رہی تھی۔

"مما! وردہ روئے جا رہی ہے۔ اس نے فیڈر بھی نہیں پیا۔ کچھ کھایا بھی نہیں۔ بتائیں میں اسے کیسے چپ کرواؤں۔" واثق روتی وردہ کو خاموش کرانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔ عاجز سا آکر بولا۔

"اسے دوسرے کمرے میں لے جا کر سلا دو' وہاں نیند کا سیرپ پڑا ہے' وہ ایک چمچ دے دو اسے' سو جائے گی۔" وہ اسی طرح آنکھوں پر ہاتھ رکھے سرد بے نیاز لہجے میں بولی۔

"مما! یہ صبح سے بھوکی ہے۔ نیند کے سیرپ سے اس کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" واثق پریشانی سے بولا۔

"مر تو نہیں جائے گی نا۔۔۔ یا تم مر جاؤ گے اس کو سنبھالتے ہوئے۔ نہیں سنبھلتی تو مجھے کہیں سے زہر لا دو' میں کھا کر سو رہوں۔ خود تو اپنی جان چھڑا کر قبر میں جا سوئے' سب مصیبتیں میرے لیے چھوڑ گئے۔ سیکھو اکیلا رہنا میرے بغیر بھی۔۔۔ میں بھی ہمیشہ تم لوگوں کا ساتھ نہیں رہوں گی۔" وہ پتا نہیں کیسے اپنا ضبط کھو بیٹھی اور غصے میں بھری بولتی چلی گئی۔

"اگر مما واقعی ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں تو میں ان تینوں کو اور خود کو کیسے سنبھالوں گا۔" واثق ایک دم سے ڈر سا گیا۔

"مما! میں ڈاکٹر کو بلا کر لے آؤں۔ آپ کی طبیعت اچھی نہیں۔ وہ چیک کر لے گا۔" وہ ڈرے ہوئے انداز میں بولا۔

"خراب بھی ہو جائے گی تو بھی اتنی جلدی مرنے والی نہیں۔ بہت سخت جان ہوں میں۔۔۔ بے فکر ہو جاؤ۔ موت مجھ پر مہربان نہیں ہوگی۔" وہ سخت اذیت پسند ہو رہی تھی۔

"اور خدا کے لیے اس وردہ کو لے جاؤ یہاں سے ورنہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔" وردہ کے مسلسل رونے پر وہ زور سے بولی تو واثق اور اریشہ جلدی سے وردہ کو لے کر باہر نکل گئے۔

اریبہ سہمی ہوئی نظروں سے ماں کو دیکھنے لگی۔ عاصمہ نے پھر آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

اگر اریبہ ہوش میں ہوتی اور سب کچھ دیکھا ہوتا اس نے تو شاید میرے لیے مرنے کا فیصلہ کرنا اور بھی آسان ہو جاتا۔

"کیا کروں' کیسے مروں؟ ان چاروں کو کس کے حوالے کر کے جاؤں۔" گرم گرم آنسو اس کی آنکھوں سے پھسلنے لگے۔

وردہ کے رونے کی آواز بند ہو گئی تھی۔ شاید واثق اسے باہر لے گیا تھا۔ وہ صبح سے بھوکی تھی۔ رو کر احتجاج کر

رہی تھی اور یہ تینوں بھی تو بھوکے ہیں۔ تھوڑے سمجھ دار ہیں۔ اس لیے وردہ کی طرح رو نہیں رہے۔

"میرے اللہ میں کیا کروں۔"

اس کے آنسو اور بھی شدت سے بہنے لگے۔

☆ ☆ ☆

"بے شک میری بیٹی کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ وہ گھر بیٹھے طلاق کا داغ ماتھے پر لگا لے لیکن میں سمجھتی ہوں اس میں ہمارے شریکوں کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔" نسیم بیگم ابھی مکمل طور پر روبہ صحت نہیں ہوئی تھیں۔ ذکیہ' بشریٰ' عمران' عدیل' ان کے پاس ہی اسپتال میں بیٹھے تھے جب تکیوں سے ٹیک لگائے ہوئے وہ نقاہت زدہ لہجے میں بولے۔

"پلیز امی! بھول جائیں۔ وہ لوگ میری بہن کے لائق ہی نہیں تھے۔ وہ تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا ذکر بھی کیا جائے۔" عدیل نے ماں کو سمجھانا چاہا۔

"تم بھول سکتے ہو۔ فوزیہ تمہارے جگر کا ٹکڑا نہیں۔ میں نہیں بھول سکتی' نہ معاف کر سکتی ہوں۔ جن کی وجہ سے میری معصوم بے گناہ بچی کو یہ کالا دن دیکھنا پڑا۔" نسیم بیگم کے لہجے میں پہلے والی سختی در آئی تھی۔

"امی! ڈاکٹر نے آپ کو بہت بولنے اور ٹینشن لینے سے منع کیا ہے پلیز! ابھی کچھ نہیں سوچیں۔" بشریٰ نرمی سے ان کے بال سہلا کر بولی۔

"ہاں تم تو یہ کہو گی تمہارا زیور سمجھو واپس آگیا۔ دو چار ہفتوں میں ہی یہ عدیل تمہیں نیا زیور بنا دے گا۔ سب کے نقصان پورے ہو جائیں گے بس ایک میری فوزیہ کا نقصان۔" وہ رندھے گلے سے بولیں۔

"امی پلیز۔۔۔" عدیل نے ماں کو دلاسا دینا چاہا۔

"مگر میں ان لوگوں کو معاف نہیں کروں گی جن کی وجہ سے میری بچی پر یہ داغ لگا۔" وہ سیدھا ذکیہ اور عمران کی طرف دیکھتے ہوئے بے لچک لہجے میں بولیں۔

"بہن! کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔ اللہ نے اس میں بھی فوزیہ بیٹی کے لیے کوئی بہتری رکھی ہوگی۔" اب ذکیہ کو کچھ تو بولنا تھا۔

"طلاق میں بہتری۔۔۔" وہ جیسے تمسخر سے بولیں۔ "پھر تو خدانخواستہ تمہاری بیٹی کو طلاق ہو جائے تو اس میں بھی اللہ کی کوئی بہتری ہوگی کیوں اب کیا کہو گی۔"

اور ذکیہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اتنا سیدھا وار کریں گی' وہ سرخ چہرے کے ساتھ سمدھن کو دیکھ کر رہ گئیں۔

عدیل اور بشریٰ نے بھی ناگواری سے ان کی طرف دیکھا۔

عاصمہ پتھرائی ہوئی نظروں سے سامنے بیٹھی حمیدہ کو دیکھتی رہ گئی۔

"ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے عاصمہ کہ تم ایسی نکلو گی۔ اور تم خدانخواستہ اس دنیا میں پہلی بیوہ تو نہیں ہوئی ہو یہ قیامت تو ہر چوتھے پانچویں گھر میں ٹوٹتی ہے جوان کل کی بیاہی شوہروں کے کفن کی لاج سمیٹے عمریں گزار دیتی ہیں اور تم نے چند دنوں میں ان عزت دار شریف لوگوں کی عزت کی کیسی دھجیاں اڑا دیں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ایسا گندہ دھندہ کرنے لگو گی۔ ایک کی گاڑی میں جاؤ گی' دوسرے کی گاڑی میں آدھی رات کے بعد واپس آؤ گی۔" وہ پتھر کا بت بنی دیکھتی رہ گئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

رُخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ذکیہ بیگم اپنے بیٹے عمران کے لیے بھی لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آرہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ مجبور ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

وہاں اس کی نیت خراب ہوجاتی ہے۔ زبیر اسی مکان میں عاصمہ اور اس کی بے ہوش بیٹی اریبہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ بہت دیر بعد لٹی پٹی عاصمہ، اریبہ کو اٹھائے باہر نکلتی ہے۔ وہیں اسے عدیل مل جاتا ہے۔ عدیل اچھے وقتوں میں لیے گئے پلاٹ کی فروخت کے سلسلے میں ادھر آتا ہے اور راستہ بھٹک جاتا ہے۔ عدیل ہمدردی میں عاصمہ کو اس کے گھر تک چھوڑنے جاتا ہے۔

بروقت مطلوبہ رقم نہ ملنے پر زاہدہ بیگم، فوزیہ کو طلاق بھجوادیتی ہیں۔ نسیم بیگم کو ہارٹ اٹیک ہوجاتا ہے۔ حمیدہ خالہ، عاصمہ پر الزام لگادیتی ہیں کہ وہ شوہر کے مرنے کے بعد بے حیائی پر اتر آئی ہے۔

چھٹی قسط

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں حمیدہ خالہ!" عاصمہ کے چہرے کا رنگ ایک دم سے فق ہوگیا۔ وہ بہت دیر بعد بول پائی تھی۔

"بی بی! میں خود سے جوڑ کر یہ کہانی نہیں کہہ رہی۔ سارا محلہ ہی باتیں کررہا ہے۔ ٹھیک ہے میں جانتی ہوں، تمہارا مالک مکان جانتا ہے یا دو چار اڑوس پڑوس کے گھر اور جانتے ہوں گے کہ تم جلد سے جلد اپنا گھر خرید کر اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے کسی چھت کا بندوبست کرنا چاہتی ہو۔ لیکن سارا محلہ تو نہیں۔ تم کل شام میں اس زبیر کی گاڑی میں بیٹھ کر گئیں اور رات میں..... میں تو گہری نیند سوگئی تھی۔ کم بخت اس بار ڈاکٹر نصراللہ نے جو دوائی دی ہے مجھے معدے کی' اس میں نیند کی گولی بھی ڈال دی ہے اس نے۔ کھاتے ہی ہوش جاتے رہتے ہیں۔ مغرب کے بعد ہی سوگئی تھی۔ رات میں اچانک پیاس سے آنکھ کھلی تو پانی پینے باہر نکلی۔ اسی وقت تمہارے گھر کے آگے گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ یہ ساتھ تو دیوار جڑی ہے۔ میں نے تو صرف یہی سوچ کر دروازہ کھول کر باہر جھانکا کہ پوچھوں' عاصمہ! گھر پسند آگیا۔ پر وہاں تو گاڑی چلانے والا کوئی اور ہی تھا۔ میرا تو دل دھک سے رہ گیا۔ اوپر سے وہ مالک مکان کی بیوی بھی دیکھ رہی تھی۔ سامنے والی فردوس اپنے بیمار بچے کو چپ کرانے کے لیے صحن میں ٹہلا رہی تھی۔ اب بتاؤ! کون کون چپ رہتا' میں اگر نہ بھی بولتی تو؟" وہ نان اسٹاپ بولتے ہوئے بمشکل رکی تھیں۔

"زبیر بھائی کی گاڑی خراب ہوگئی تھی۔ زبیر جیسے شیطان کو بھائی بولتے ہوئے جیسے اس کی زبان حلق تک کڑوی ہوئی تھی' یہ صرف وہی جانتی تھی۔

انہوں نے فون کرکے اپنے کسی دوست کو بلوایا..... خود انہیں دیر ہوگئی تھی۔ پیچھے مین روڈ پر ہی اتر کر رکشہ لے کر چلے گئے تو وہ صرف مجھے گھر کے آگے..." عاصمہ بولتے ہوئے بھی جانتی تھی کہ اس کی کہانی کتنی کمزور اور بودی ہے لیکن اسے کچھ تو کہنا تھا۔ حمیدہ خالہ اسے شک بھری نظروں سے دیکھتی رہیں۔

عاصمہ سے مزید کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ وہ نظریں جھکا کر لونہی اپنے ناخن کھرچنے لگی۔

"بھئی! ہمارا کام تو تمہیں سمجھانا تھا۔ بلکہ سمجھو خبردار کرنا۔ خیر سے بچوں والی ہو۔ پھر اللہ بخشے تمہارے شوہر کے ساتھ تو ہمارا بہن بھائی والا رشتہ تھا۔ اسی کی لاج کھائے جاتی ہے۔ لوگ تمہاری طرف انگلیاں اٹھائیں گے تو کیا ہمیں خوشی ہوگی۔ دکھ سے رات سے سمجھو! میرا کلیجہ پھٹا جارہا ہے اور اوپر سے دن چڑھے پورے محلے میں چہ مگوئیاں۔ کوئی اور کہے تمہیں۔ میں نے سوچا خود ہی تمہیں جاکر نرم لفظوں میں سمجھاؤں..... کہ کم از کم عدت کے دن گنتی کے ہوتے ہیں۔ وہ تو عورت پر اس کے مرے ہوئے مرد کا حق ہوتا ہے... اور کچھ نہیں تو اس غریب کا یہ حق تو نبھادو۔ باقی پھر جو تمہارے جی میں آئے ہم کرنا۔ ہم کون ہوتے ہیں روکنے والے۔"

کہہ کر چادر ٹھیک کرکے بغیر سلام دعا کے چلی گئیں۔

عاصمہ کا جی چاہا' وہیں زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ جہاں بیٹھی ہے' وہاں سے کبھی اٹھ ہی نہ سکے۔

یہ محلے کی وہ عورت تھی' جو جب بھی آتی' عاصمہ سے محبت و شفقت سے پیش آتی۔ جیسے عاصمہ کی ماں ہو۔ اس سے اپنے گھر کی، بہوؤں کی، بیٹیوں اور بیٹیوں کی ہر چھپانے والی اور نہ چھپانے والی بات کرجاتی اور آج اس کی نظروں میں جتنی حقارت اور ہلکا پن تھا عاصمہ کے لیے' وہ اس کے لیے ڈوب مرنے کو کافی تھا۔

پر کیا کیا جائے کہ ڈوب مرنا بھی تو آسان نہیں تھا۔ وہ تو سو بار مرنے کے طریقے سوچ چکی تھی۔ مگر پیروں میں پڑی چار زنجیریں۔

"مما! یہ حمیدہ آنٹی کو کیا مسئلہ تھا' جو اتنا اونچا اونچا آپ سے بولے جارہی تھیں اور کس طرح کی باتیں کررہی تھیں وہ۔ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگا اور آپ پلیز! ان سے کہہ دیں' ہمارے گھر نہ آیا کریں۔ مجھے وہ بالکل اچھی نہیں لگتیں۔" واثق معلوم نہیں کب سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ حمیدہ خالہ کے جاتے ہی اس کے پاس آکر بولا۔

"تم کیوں چھپ کر باتیں سن رہے تھے۔ تمہیں یہ گندی عادت کہاں سے پڑ گئی؟" وہ الٹا اس کو جھڑکنے لگی۔

واثق حیران نظروں سے ماں کو دیکھنے لگا۔

"مما! میں چھپ کر باتیں نہیں سن رہا تھا۔ وہ خود اتنا اونچا بول رہی تھیں۔ سب کو صاف سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ اوپر والی آنٹی بھی کھڑکی میں کھڑی سن رہی تھیں۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔" پہلے وہ وضاحت دینے لگا۔ پھر اس نے بھی برملا اپنے جذبات کا اظہار کرڈالا۔

عاصمہ نے کن انکھیوں سے اوپر مالک مکان کے پورشن کی ادھ کھلی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اب وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ مگر کھڑکی کے کھلے ہونے کا مطلب تھا' کچھ دیر پہلے وہاں کوئی موجود تھا۔

انسان کبھی اتنا بھی مجبور ہوسکتا ہے' عاصمہ نے سوچا نہیں تھا۔ وہ دوبارہ سے واثق کو جھڑک نہیں سکی۔ یونہی بیٹھے بیٹھے خود کو اور بھی چادر میں چھپانے لگی۔

"مما! کل آپ کو وہ گھر پسند آگیا تھا' جو آپ زبیر انکل کے ساتھ دیکھنے گئی تھیں؟" ماں کو خاموش دیکھ کر واثق کو وہ پوچھنے والی بات یاد آئی' جو وہ کل ماں کے آتے ہی پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر عاصمہ کے عجیب و غریب رویے نے اسے کچھ پوچھنے ہی نہیں دیا تھا۔

وہ اسے خالی خالی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

"مما! آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔" وہ ماں کا کندھا ہلا کر اصرار سے بولا۔ عاصمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا نہیں..... آپ کو اچھا نہیں لگا وہ گھر؟" وہ ناسمجھی سے بولا۔

"نہیں..... بالکل بھی اچھا نہیں تھا وہ گھر اور اب تم مجھ سے مزید کوئی سوال' جواب نہیں کروگے۔ جاکر اپنا ہوم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ورک کرو اور دونوں بہنوں کو بھی کراؤ۔" وہ اب کے ذرا سخت لہجے میں بولی۔

"مگر مما! آج تو ہم اسکول ہی نہیں گئے۔ کل جو ہوم ورک ملا تھا وہ ہم نے کل شام میں کر لیا تھا۔" واثق بولا۔

تو پڑھنے کو اور کچھ نہیں ہے؟ جاؤ! جا کر پڑھو کچھ۔ کرو جو دل کرتا ہے۔ مگر میرے سر پر کھڑے ہو کر یوں انکوائری نہیں کرو۔ بروقت کچھ نہ کچھ کریدتے رہتے ہو۔ زہر لگنے لگی ہیں مجھے تمہاری یہ عادتیں۔" وہ غصے میں بولی تو بولتی ہی چلی گئی۔

واثق کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اس نے مزید کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا اور بند کر لیا۔ وہ سست روی سے اٹھ کر جانے لگا۔ اسے پھر سے کوئی خیال آیا تو رک گیا۔

عاصمہ آہستگی سے چادر ہٹا کر اپنی کلائی کو دیکھ رہی تھی۔

مما! وہ انکل زبیر آئیں گے آج؟" وہ وہیں رک کر پوچھ بیٹھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے اور مت نام لینا آئندہ اس شخص کا۔ ورنہ میں تمہارا وہ حشر کروں گی کہ تم یاد کرو گے۔ چلے جاؤ اب یہاں سے۔ دن بہ دن ڈھیٹ ہوتے جا رہے ہو۔ خود وہ مر گئے۔ میرے لیے یہ چار عذاب چھوڑ گئے۔ اس سے اچھا تو میں بھی ان کے ساتھ ہی چلی گئی ہوتی۔" وہ شدید غصے میں بولتی ہوئی خود ہی اٹھ کر اندر چلی گئی۔

واثق شاکڈ سا ماں کو یوں غصے میں چلاتے اور پھر جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

"مما کو کیا ہو گیا ہے انہیں اس طرح تو کبھی غصہ نہیں آیا۔ بلکہ مما کو تو کبھی بھی غصہ نہیں آتا تھا اور انہوں نے یہ کیوں کہا کہ اس انکل زبیر کا نام دوبارہ ان کے سامنے نہیں لوں؟ کیا مما کا ان سے کوئی جھگڑا ہوا ہے؟ جھگڑا مگر کیوں ہو گا اور انکل نے تو بس پاپا کے آفس کی رقم مما کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروانی تھی۔ شاید اسی لیے گھر والا معاملہ آگے چلا گیا ہو۔ مجھے زبیر انکل سے فون کر کے بات کرنی چاہیے۔" وہ سوچتے ہوئے خود سے کہنے لگا۔

"لیکن اگر مما کو پتا چل گیا کہ میں نے زبیر انکل سے..... اور حمیدہ خالہ بھی کچھ غلط تو نہیں کہہ رہی تھیں۔ مما رات کو کسی اور انکل کی گاڑی میں واپس آئی تھیں۔" اسے اس نئی سوچ نے پہلے سے بھی زیادہ پریشان کر دیا۔ اس کا چھوٹا سا ذہن اتنی بڑی گتھی سلجھانے سے قاصر تھا۔

☆ ☆ ☆

"آپ نے سنیں باتیں امی کی عدیل؟ حد ہوتی ہے کسی بات کی بھی۔ امی اور عمران نے کیا نہیں کیا۔ اس سے زیادہ وہ کیا کرتے اور امی سے الٹا احسان مند ہونے کے شکریہ ادا کرنے کے کیسے اتنے برے انداز میں اتنی بڑی بات کہہ ڈالی۔" بشریٰ سخت غصے میں تھی۔ عدیل مثال کو پاس لٹائے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

بشریٰ کی طرف یوں دیکھنے لگا۔ جیسے اسے بشریٰ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔

"اور آپ نے بھی امی سے کچھ نہیں کہا۔ عمران اور امی کتنے شرمندہ ہوئے۔ چاہتے تو فوراً انہیں کوئی بھی سخت جواب دے دیتے۔ مگر سچ بات یوں کسی کو ذلیل کرنا ہماری فیملی کا شیوہ نہیں آپ لوگوں کی طرح۔" وہ غصہ میں ہماری اور تمہاری کی حدود جتا گئی۔

عدیل کے ماتھے پہ بل سے پڑ گئے۔

"اچھا! اب تم مجھ سے حساب کتاب شروع کر دو۔ میرا دماغ پہلے ہی پکا ہو گیا ہے اس ساری بک بک میں ..... اور امی اس وقت کتنی حساس ہو رہی ہیں۔ کہیں تو کم از کم اندازہ ہونا چاہیے۔ وہ بیماری کے تکلیف دہ مرحلے

سے گزری ہیں۔ پھر فوزیہ کو ملنے والی طلاق۔"

"معاف کیجیے گا۔ اس سارے میں کم سے کم میرا یا میری ماں بھائی کا کوئی قصور نہیں۔ پھر بھی بار بار آپ کی امی صاحبہ ہمیں قصوروار ٹھہرائے چلی جا رہی ہیں۔ میں نے سارا زیور دے دیا۔ عمران نے ساٹھ ستر ہزار روپے دیے اور کیا کرتے ہم؟" وہاں اور بھائی کی ذلت کو ہضم نہیں کر پا رہی تھی۔

"پلیز! اب تم اس ٹاپک کو چینج کرو گی یا نہیں؟" وہ چڑ کر بولا۔ مثال ڈری ہوئی نظروں سے باری باری کبھی بشریٰ کو دیکھتی اور کبھی عدیل کو۔ اس کا ننھا سا دل دھڑکنے لگا کہ جیسے ابھی مما پاپا میں لڑائی شروع ہو جائے گی اور۔۔۔ اسے لڑائی جھگڑے سے بہت خوف آتا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"جان! لیٹ جاؤ نا۔ آپ کو نیند آ رہی ہے۔" عدیل نے اسے پکڑ کر لٹانا چاہا۔

"مما..... پلیز پاپا سے لڑائی نہیں کریں۔" اس نے نرمی سے ماں کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ بشریٰ کو تو جیسے آگ ہی لگ گئی۔

"میں کر رہی ہوں لڑائی؟ جتنی مرضی تمہارے ساتھ جان مار لوں۔ تم چچی تو باپ اور دادی کی نکلو گی۔ کتنی محبت کرتے ہیں نانی اور ماموں۔ تمہاری ہر فرمائش منہ سے نکلنے سے پہلے پوری کرتے ہیں اور تم پھر بھی ان ہی لوگوں کی سائیڈ لیتا۔ ماں کو بھی برا بھلا کہنا۔" وہ غصے میں بغیر سوچے سمجھے بولتی چلی گئی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئیں بشریٰ؟" عدیل کو بھی غصہ آ گیا۔

"میں پاگل ہو گئی ہوں؟ دوسروں کا قصور آپ کو نظر نہیں آتا؟ اور یہ ہماری اپنی بیٹی کیسے جان سے پیاری ہے مجھے۔ اور مجھے کہہ رہی ہے کہ میں جھگڑا کر رہی ہوں۔ فساد ڈال رہی ہوں۔"

"سوری مما! میں نے یہ سب کچھ نہیں کہا۔ پلیز سوری۔" مثال ڈر کر رونے کو تھی۔

"جاؤ یہاں سے دادی اور باپ کی چچی! پہلے ان کی فیور کرتی ہو پھر میرے ساتھ ڈرامے کرتی ہو۔" بشریٰ غصے میں بالکل بے قابو ہو رہی تھی۔

"بشریٰ! تم ہوش میں تو ہو ناں۔ بچی کے ساتھ کس لہجے اور زبان میں بات کر رہی ہو۔ اس نے تم سے ایسا کیا کہہ دیا ہے۔ صرف یہی تو کہا ہے کہ جھگڑا مت کرو۔" عدیل کو بھی غصہ آ گیا وہ مثال کو اپنے ساتھ لگا کر بولا۔

"میں جھگڑتی ہوں۔ میں لڑائی کرتی ہوں۔ آپ کی ماں اور بہن کچھ نہیں کرتیں؟" وہ اور بھی غصے میں چلانے لگی۔ عدیل کو بھی شدید غصہ آ گیا۔

"چلاؤ مت۔ امی اور فوزیہ کو بیچ میں کیوں گھسیٹ رہی ہو۔ ان کا یہاں کیا ذکر۔ اپنی بات کرو۔" وہ بھی بغیر سوچے سمجھے بولتا چلا گیا۔

"اپنی بات۔ میری بات رہ ہی کون سی گئی ہے۔ ہر بات میں ہمیں تمہاری ماں بہن موجود ہوتی ہیں۔ انہوں نے ہمارا کچھ رہنے دیا ہی نہیں۔ ان کی خوشی سے جیو ان کی خوشی سے مرو۔ اس کی مرضی سے سانس لو۔ ان کی اجازت سے بولو۔ سب کچھ وہی دونوں تو ہیں۔ میں ہوں کہاں۔ نہ میری مرضی نہ میری خوشی۔ میری کسی بات کی بھی پروا ہے آپ کو۔ آپ کی ماں نے اتنی بڑی بات بول دی۔ میری امی دل کی مریضہ ہیں ان پر کیا بیتی ہے۔ ایک لمحے کو بھی سوچا انہوں نے؟ ان کی بیٹی کو طلاق ہوتی ہے تو یہ اس کا نصیب۔ وہ چاہتی ہیں کہ ساری دنیا کی لڑکیوں کو طلاق ہو جائے۔"

"بند کرواؤ اپنی بکواس۔ میں تنگ آ گیا ہوں تمہاری اس بک بک سے۔ مجھے تو یہی سمجھ میں نہیں آتا تم چاہتی کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو۔ کون سی خوشی' کون سی مرضی تمہاری میں نے پوری نہیں کی۔ اس کے باوجود تم اس طرح کی بات کرو تو بڑ تم سے برا ناشکرا انسان اور کوئی نہیں ہے۔ یہ تو میرا حوصلہ ہے جو میں تمہیں' تمہاری اس ضدی فطرت کو اتنے سالوں سے برداشت کر رہا ہوں۔" عدیل کی کنپٹیاں پھڑک رہی تھیں۔

مثال اڑی رنگت اور خوف زدہ نظروں سے دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ وہ آہستگی سے بیڈ سے بھی گئی تھی اور اب بیڈ کے کونے میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا۔ وہ دونوں چیختے ہوئے ابھی ایک دوسرے کو اور پھر مثال کو پیٹنا شروع کر دیں گے۔

"تم مجھے برداشت کر رہے ہو۔ میری ضدی طبیعت کو تم برداشت کر رہے ہو؟" وہ جیسے پاگل ہو جانے کو تھی۔

"ہاں ہم جیسی عورت کو دنیا کا کوئی مرد برداشت نہیں کر سکتا سوائے میرے۔" وہ بھی دوبدو بولا۔

"تو مت کرو مجھے برداشت' چھوڑ دو۔ دفعان کر دو مجھے اپنی زندگی سے یہی چاہتی ہے نا تمہاری ماں کہ تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہاری زندگی سے اور اس جہنم جیسے گھر سے چلی جاؤں تو نکال دو مجھے چھوڑ دو۔ تمہاری ماں بہن کے کلیجے میں بھی ٹھنڈ پڑ جائے گی۔ مجھے طلاق ہو جائے گی تو انہیں سکون مل جائے گا۔ بلکہ تم کیوں مجھے چھوڑو۔ میں خود تم جیسے ماں کے غلام اور بہن کے اشاروں پر چلنے والے مٹی کے مادھو کو چھوڑتی ہوں اور میرے بعد اس گھر میں کوئی عورت اگر تمہارے ساتھ گزارہ کر جائے تمہاری بدزبان بداخلاق ماں بہن کو جھیل پائے تو میرا نام بدل دینا۔" وہ غصے میں بولتی اپنی الماری سے کپڑے نکال کر بیڈ پہ پھینکنے لگی۔

"کیا کہا تم نے۔ کیا بکواس کی تم نے ابھی۔۔۔ کیا سمجھتی ہو تم خود کو۔۔۔ اور میں تمہیں بتا رہا ہوں تم نے میری اجازت کے بغیر اس گھر سے کیا' اس کمرے سے بھی قدم باہر نکالا تو خدا کی قسم میں تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا۔ پھر تم مجھے الزام نہیں دو گی۔" وہ بھی غصے میں پاگل ہو گیا۔ بیڈ سے اچھل کر اس کے مقابل آ کر کپڑے چھین کر پھینکتے ہوئے چلانے لگا۔

"تم مجھے چھوڑو گے؟ میں خود تمہیں چھوڑ رہی ہوں اور میں تمہیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے جا کر دکھاؤں گی۔ تم قسم کھا رہے ہو تو اپنی ماں کے ہوتے پوری کرو میں بھی دیکھتی ہوں تمہیں۔۔۔ کتنا دم ہے تم میں۔" وہ ذرا نہیں ڈری۔ اسے میرے دھکا دے کر بیگ میں کپڑے ڈالتے ہوئے بولتی چلی گئی۔

"تم یہاں سے جاؤ گی؟" وہ خونخوار لہجے میں بولا۔

"ہاں' ہاں۔ میں جا رہی ہوں ابھی اور اسی وقت۔۔۔ اور میں دیکھتی ہوں مجھے کون روکتا ہے۔ چلو مثال!" اس نے الٹے سیدھے دو چار جوڑے بیگ میں رکھے۔ بیگ کی زپ بھی بند نہیں کی اور مثال کا بازو کھینچتے ہوئے لے جانے لگی۔

"مثال کو تم ہاتھ بھی نہیں لگا سکتیں۔ چھوڑو اسے۔" وہ غصے میں مثال کو کھینچتے ہوئے بولا۔

"مثال میرے ساتھ جائے گی۔ میں اسے تمہاری پھاپھا کٹنی ماں بہن کے درمیان چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔" وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے جواباً" مثال کو کھینچتے ہوئے بولی۔

مثال دونوں کی کھینچا تانی سے پہلے تو ڈری پھر بے اختیار ہو کر رونے لگی' اسے اب دونوں کی کوئی بھی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"مما۔۔۔ مما' پاپا۔۔۔ پاپا۔" وہ روتے ہوئے بولنے لگی مگر وہ دونوں سن کب رہے تھے۔

عدیل نے ایک زوردار تھپڑ بشریٰ کے منہ پر جڑ دیا۔

"تم نے میری ماں' بہن کو پھاپھا کٹنی کہا۔ تمہاری ماں۔۔۔ وہ کیسی ہے؟ مکار' جادوگرنی اور تم نے اپنی ماں جیسی۔۔۔" اس نے بھی ساری مروت' لحاظ درمیان میں سے اٹھا دیا۔

بشریٰ کو تو عدیل سے اس نو سالہ ازدواجی زندگی کے پہلے تھپڑ نے ہی ہلا کر رکھ دیا تھا کجا یہ خطاب۔

وہ تو جیسے گال پر ہاتھ رکھے ہی پتھر کی ہو کر رہ گئی۔

"اور تمہارے خیال میں میں اپنی بیٹی کو تمہاری اس عیار ماں کی صحبت میں جانے دوں گا۔ کبھی نہیں۔" اسے بشریٰ کے پتھر ہو جانے کا احساس تک نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح چلا کر بولا۔

"اب تو میں یہاں اس گھر میں ایک لمحہ کیا' ایک پل بھی نہیں رکوں گی اور مثال تو میرے ساتھ جائے گی۔ میں اسے کبھی یہاں تم جیسے لوگوں کے درمیان نہیں چھوڑوں گی۔۔۔ آؤ مثال چلو میرے ساتھ۔" عدیل کے اس تھپڑ نے بشریٰ کے دل میں جو رہی سہی محبت کا احساس تھا' وہ بھی ختم ہو گیا۔

وہ بڑی مضبوطی سے آگے بڑھی اور مثال کا بازو کھینچ کر بولی۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں۔ تم اس کمرے سے بھی قدم باہر نہیں نکالو گی۔" عدیل پھر سے اسے دھمکا کر بولا۔

"اور تمہارے خیال میں میں اب یہاں رکوں گی؟ میں جا رہی ہوں۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو۔" وہ اسے سامنے سے پرے دھکیل کر دروازے کی طرف جانے لگی۔

عدیل نے یوں دھکیلے جانے پر برافروختہ ہو کر اسے دیکھا۔

بشریٰ نے عدیل کو نہیں' اس کی مردانگی کو دھکا دیا تھا۔ دھتکارا تھا۔ وہ پھنکارتے ہوئے پلٹا اور بشریٰ کو بالوں سے کھینچ کر زور سے بیڈ پر کسی گیند کی طرح اچھال کر پھینک دیا۔ بشریٰ کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔

اسے یوں لگا جیسے کسی نے اسے بیڈ پر نہیں ہزاروں فٹ کی بلندی سے اچھال کر پھینکا ہو۔ اور اس کا جسم جیسے شیشے کا بنا تھا' ایک ہی جھٹکے میں چکنا چور ہو کر رہ گیا۔

اس نے ایک چیخ کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری اور پھر وہ گٹھڑی بنتی ہوئی چیختی چلی گئی۔

"ارے کیا ہو گیا۔ کیا قیامت آ گئی۔ گھر کو تم لوگوں نے کیا اکھاڑہ سمجھ لیا' کس طرح جنگلی جانوروں کی طرح لڑ رہے ہو۔ غضب خدا کا' سارا محلہ تم دونوں کے چنگھاڑنے کی آوازیں سن رہا ہے۔ شرم کرو۔ کل کے بچے ہو دونوں۔"

نسیم بیگم مسلسل بولتے ہوئے دروازہ پیٹتے ہوئے بولیں جبکہ دروازہ پہلے ہی کھلا تھا۔ ایک ہی جھٹکے سے پورا کھل گیا۔

اندر کا منظر کم از کم ان کے لیے واقعی کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔

مثال منہ کے آگے دونوں ہاتھ رکھے اپنی چیخوں کو روکتے ہوئے بھی روئے جا رہی تھی۔ عدیل کا شدید غصے میں لال بھبھو کا چہرہ اور بیڈ پر گٹھڑی بنی پیٹ کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑی بشریٰ دنیا و مافیہا سے بے خبر آنکھیں بند کیے چیخے جا رہی تھی جیسے اسے کوئی ذبح کر رہا ہو۔

نسیم بیگم کے قدم وہیں جیسے زمین کے ساتھ جکڑے رہ گئے۔

☆ ☆ ☆

باہر رات کالی تھی اور لمبی بھی بہت تھی۔

وہ بہت دیر سے ٹکٹکی باندھے اندھیرے میں روشنی کھوجنے کی کوشش کر رہی تھی کہ شاید دن کی کرن کہیں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

منور ہو مگر نہ رات ختم ہو رہی تھی' نہ اندھیرا چھٹ رہا تھا۔

جانے رات کا کون سا پہر تھا' جب اس کی اچانک آنکھ کھل گئی تھی۔ بوسیدہ کھڑکی کا پٹ رک رک کر بج رہا تھا۔ یہ اس گھر کا سب سے پرانا اور خستہ حال کمرا تھا۔ شاید کبھی اسٹور رہا تھا یا اس ٹائپ کی کوئی جگہ جہاں جب گھر کا آلتو فالتو سارا سامان اکٹھا کر کے اس کمرے میں پھینک دیا جاتا تھا۔

وہ بھی تو اس گھر کا آلتو فالتو سامان تھی۔ جب اس سامان کو استعمال کرنا ہوتا جھاڑ پونچھ کر گھر کے اندر رکھ لیا جاتا اور جب اس کی ضرورت تمام ہو جاتی اسے دوسرے کاٹھ کباڑ کے ساتھ اس بوسیدہ کمرے میں پھینک دیا جاتا۔

اس نے خود بھی اس کمرے کی حالت سنوارنے میں کبھی دلچسپی نہیں لی تھی۔ اسے تو یوں بھی اب کسی بھی چیز میں دلچسپی نہیں تھی۔ نہ چیزوں کو سنوارنے میں' نہ بگاڑنے میں۔ اس زندگی میں سب کچھ پہلے ہی کچھ اس بری طرح سے بگڑ چکا تھا کہ اس میں مزید بگاڑ کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

مگر یہ رات اتنی لمبی کالی سیاہ رات ختم کیوں نہیں ہوتی۔

وہ بیٹھے بیٹھے دیوار سے ٹیک لگائے اکڑ سی گئی تھی مگر لیٹی نہیں کیونکہ دیوار جتنی بے آرام تھی اس کا ٹوٹا پھوٹا بیڈ اور اس پر پھٹا پرانا بستر اس سے بھی زیادہ بے آرام تھا۔

اسے دن کا انتظار اس لیے نہیں تھا کہ اس سیاہ رات کے بعد شاید ہی کوئی امید بھرا دن طلوع ہوگا۔ اسے تو بس اس کھیل میں مزا آتا تھا وہ گھنٹوں بیٹھی گھڑی کی آگے پیچھے بھاگتی دونوں سوئیوں کو دیکھتی رہتی اور بہت دیر بعد اسے احساس ہوتا کہ ٹائم تو گزر ہی نہیں رہا۔ وہیں ٹھہرا ہوا ہے۔

جیسے یہ رات!

اس بار مہینہ اکتیس کا تھا۔ یوں اسے یہاں پندرہ کی بجائے سولہ دن رکنا پڑ گیا۔

یہ اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے میں جانے کی مدت میں چوبیس گھنٹوں کی توسیع ہو گئی تھی۔ کل کا دن طلوع ہوگا اور جب شام کے بعد رات آئے گی تو اس کا سرا ایک اور ایسے ہی بے آرام کمرے میں ہوگا۔

اس کمرے میں گھٹن ہے بوسیدگی ہے اور ٹھہرے ہوئے پانیوں جیسا گدلا پن ہے۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

لیکن اس کمرے میں..... اس کمرے میں ان تین چیزوں کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے۔ خوف۔ اس نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔

☆ ☆ ☆

"حمیدہ خالہ..... حمیدہ خالہ جلدی کریں۔ پلیز میرے ساتھ آئیں۔ دیکھیں پتا نہیں مما کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ اٹھ ہی نہیں رہیں۔ میری کوئی بات بھی نہیں سن رہیں۔" واثق حمیدہ خالہ کو بازو سے پکڑے کھینچتا ہوا گھر کے اندر لاتے ہوئے حواس باختہ سا کہے جا رہا تھا۔

"اے لڑکے! دم تو لینے دے مجھے۔ چپلیں تک تو نے مجھے ٹھیک سے پیروں میں پہننے نہیں دیں۔ آ رہی ہوں ذرا رک تو سہی۔ ایسی کیا آفت آ گئی۔" حمیدہ خالہ پریشان سی گھبراہٹ زدہ اس کے ساتھ کھنچتی چلی آ رہی تھیں اور کمرے تک پہنچتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گئیں۔

کندھے سے ڈھلکتی چادر کو ٹھیک کرنا بھول کر وہیں کھڑی رہیں۔

عاصمہ کا سر تکیے سے لڑھکا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور دور سے نظر آ رہا تھا اس کی سانسیں بہت خفیف چل رہی ہیں۔

"آئیں نا۔ آ بھی جائیں۔ رک کیوں گئی ہیں۔" واثق انہیں یوں کھڑے دیکھ کر جھنجھوڑ کر بولا۔

"مما' مما..... انھیں کیا ہوا ہے۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔ آپ کو کیا ہوا ہے؟" واثق ماں کو ہلاتے ہوئے بے اختیار رونے لگا۔

ساڑھے گیارہ سال کا بچہ اس سے زیادہ ہمت نہیں دکھا سکتا تھا۔

حمیدہ خالہ گم صم آگے بڑھ کر عاصمہ کے سینے اور منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر آتی جاتی سانسوں کو ٹٹولنے لگیں۔

"جلدی سے جا۔ میرا بیٹا بشیر گھر پر ہی ہے۔ اس کو بلا کر لا..... وہ کسی ایمبولینس کو فون کر کے بلائے گا ابھی سانسیں چل رہی ہیں۔ کیا کھا لیا اس نے..... ان معصوم جانوں کا بھی تجھے خیال نہیں آیا عاصمہ!" حمیدہ خالہ بہتے آنسوؤں کو چہرے سے رگڑ کر روتے ہوئے بولیں۔

"ایمبولینس کو فون تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ مجھے نمبر پتا ہے' اخبار میں آتا ہے' دادا نے مجھے بتا رکھا ہے۔" واثق جلدی سے کہہ کر سرہانے پڑا سیل فون اٹھا کر نمبر ملانے لگا۔

"م..... میری امی..... بس وہ بے ہوش ہیں۔ بری کنڈیشن ہے ان کی۔ ایڈریس میں بتاتا ہوں۔ خالہ! آپ ایڈریس بتائیں انکل کو۔" اس نے کانپتے ہاتھوں سے سیل حمیدہ کو تھما دیا۔

حمیدہ خالہ خود کو سنبھالتے ہوئے بمشکل ایڈریس بتانے لگیں۔

فون بند کر کے وہ عاصمہ کو پھر سے جھنجھوڑنے لگیں۔

مگر وہ ہوش و خرد سے بیگانہ تھی۔ اب تو اس کے منہ کے کنارے سے سفید جھاگ سی بھی نکلنے لگی تھی۔

"یا اللہ خیر۔ رحم فرمانا ان معصوموں پر۔ ان یتیموں کا کیا بنے گا اگر ماں بھی چھوڑ کر چلی گئی۔ یہ تو رل جائیں گے۔ تو اس کی جان بخشی کرنا۔ اس کی حفاظت فرمانا' رحم کرنا۔" وہ گڑگڑا کر لبوں میں دعا مانگتے ہوئے پاس سہمی ہوئی کھڑی اریبہ اور اریشہ کے سروں پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

اسی وقت باہر ایمبولینس کے ہوٹر بجنے لگے۔

چند منٹوں میں ایمبولینس میں موجود عملے نے عاصمہ کو ایمبولینس میں منتقل کر دیا اور اس کے اندر اسے ابتدائی طبی امداد بھی دینا شروع کر دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

واثق اور حمیدہ ساتھ گئے۔
تینوں بچیوں کو حمیدہ نے اپنے گھر بھجوادیا۔
عاصمہ کی پل پل بگڑتی حالت ان کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجائے جارہی تھی۔
"ضرور کوئی بڑی بات ہوئی ہے جو عاصمہ جیسی برداشت اور صبر والی عورت نے یہ آخری حد پار کی۔ یقیناً کچھ ہوا ہے ایسا۔ وہ آدمی جو عفان کا دوست تھا۔ جس کا روز کا آنا جانا تھا۔ عاصمہ نے سارے معاملات اس کے سپرد کر رکھے تھے۔ اب دو تین دن سے وہ غائب ہے۔ آخری بار جب شام میں یہ اس کے ساتھ گئی تھی اور رات گئے گئی اور کے ساتھ واپس آئی۔۔۔ تو دروازے کی درز سے میں نے خود دیکھا تھا۔ اس کی چال میں لنگڑاہٹ سی تھی او چادر لباس مسلا ہوا۔ بال بکھرے ہوئے۔ کہیں۔" وہ سوچتے سوچتے بے اختیار سینہ تھام کر رہ گئیں۔
اور خوف زدہ نظروں سے بے سدھ آخری منزل کو جاتی عاصمہ کو دیکھنے لگیں۔

☆ ☆ ☆

اوٹی کے باہر ٹہل ٹہل کر عدیل کی ٹانگیں شل ہوگئی تھیں۔
وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس معمولی سے جھگڑے کو ان دونوں کا غصہ اس حد تک بڑھادے گا کہ بشریٰ کی جان کے لالے پڑجائیں گے۔
نسیم بیگم ابھی اتنی بڑی بیماری سے اٹھی تھیں۔ وہ خود اس پریشانی کو جھیلنے کی حالت میں نہیں تھیں مگر ضد کر کے وہ بھی عدیل کے ساتھ آگئی تھیں اور اب صوفے پر تھکی تھکی سی سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھی تھیں۔
ذکیہ اور عمران بھی پہنچے تھے۔
"کیا ہوا۔۔۔ کیا ہوگیا بشریٰ کو؟ صبح تو میری بات ہوئی ہے' اچھی بھلی اس نے مجھ سے بات کی۔ کچھ بھی نہیں تھا اسے تو۔" ذکیہ تو سخت حواس باختہ تھیں۔
نسیم نے عدیل کی طرف دیکھا۔
"ہم نے تو بہن! گھر میں دو نوکرانیاں بھی لگا کر دے رکھی ہیں جو ہلکے بھاری سب کام کرتی ہیں۔ بشریٰ کو تو صرف کچن میں کھانا وانا ہی دیکھنا ہوتا ہے۔ اللہ جانے باتھ روم میں ٹب میں سرف میں کون سے کپڑے بھگو رکھے تھے کہ ایک دم سے ساؤں پھسلا اور۔۔۔"
وہ رونے لگیں۔
ذکیہ دل تھام کر رہ گئیں۔
"وہ۔۔۔ وہ ٹھیک تو ہے نا۔ کوئی زیادہ مسئلہ تو نہیں ہوا؟" وہ جانتی تھیں کچھ مسئلہ ہوچکا ہے۔ تب ہی تو دونوں ماں بیٹے کا رنگ اڑا ہوا ہے مگر پھر بھی خود کو دھوکا دینے کو پوچھنے لگیں۔ نسیم کچھ بول ہی نہ سکیں۔
"عدیل۔۔۔ عدیل بیٹے! تم کہاں تھے؟ کیوں تم نے اسے غسل خانے میں ایسا کام کرنے دیا۔" وہ دہائی دے کر بولیں۔
"سنتی کہاں ہے وہ کسی کی۔ جب کوئی کام کرنے پر اتر آتی ہے تو۔" نسیم نے دھیمے سے مجرمانہ لہجے میں کہا۔
"ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں۔" عمران نے عدیل سے پوچھا۔
"ابھی کچھ نہیں بتارہے۔" وہ نظریں چرا کر ہولے سے بولا۔
بار۔۔۔ بار۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ کریہہ منظر آرہا تھا جب اس نے وحشی جانوروں کی طرح بشریٰ کو اٹھا کر بیڈ پر پٹخا تھا' جبکہ وہ اس کی کنڈیشن سے واقف بھی تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مگر پھر بھی جانے کیسے۔ شیطان نے۔ اس غصے نے اسے سب کچھ بھلا دیا۔ اس کی عقل' دل' دماغ سب پر حاوی کر دیا۔

اسے ایک لمحے کو بھی یاد نہیں آیا کہ اس غصے کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح بھی وہ اس غصے کا انتقام خود اپنے آپ سے لے سکتے ہیں۔

وہ نڈھال سا صوفے پر گر گیا۔

بشریٰ کی حالت صاف بتا رہی تھی کہ ان کا ناقابل تلافی نقصان ہو چکا ہے مگر پھر بھی خود کو دھوکا دینے کو اللہ کی رحمت کی امید پر وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگتا ہی چلا جا رہا تھا۔

"اس کا بچہ بچ جائے۔ اسے کچھ نہ ہو۔ بشریٰ ٹھیک ہو' وہ زندگی میں کبھی ایسی جہالت کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ ایسا پاگل غصہ کبھی نہیں کرے گا۔ غصہ اسی لیے تو حرام ہے کہ سب سے زیادہ نقصان وہ کرنے والے کا کرتا ہے' میں یہ بات کیسے بھول گیا۔" وہ پیشانی مسلے جا رہا تھا۔

"مثال گھر پر ہے؟" ذکیہ کچھ دیر بعد بولیں۔

نسیم نے اثبات میں سر ہلا دیا اور دل میں شکر بھی ادا کیا کہ مثال گھر پر ہے ورنہ اگر وہ نانی کو اصل بات بتا دیتی تو ابھی کے ابھی اسپتال کو میدان جنگ بننے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

اسی وقت باہر کے برآمدے کی طرف سے شور سا اٹھا۔

اور کچھ لوگ ایک اسٹریچر کو دھکیلتے ہوئے دوسرے برآمدے کی طرف تیزی سے بھاگنے لگے۔

اسٹریچر عین عدیل کے پاس سے گزرا اور وہ لمحہ کے آخری حصے میں شاکڈ سا رہ گیا۔

اسٹریچر پر بے ہوش حالت میں وہی عورت تھی' جسے اس رات اس نے اس ویران سوسائٹی سے لفٹ دی تھی اور وہ عجیب و غریب حالت میں اپنے گھر کے آگے ننگے پاؤں اتری تھی۔

ذکیہ اسٹریچر کے پیچھے گئی تھیں۔ چند لمحوں بعد واپس آ گئیں۔

"ہائے ہائے! غضب خدا کا۔ کیا زمانہ آ گیا۔ قرب قیامت ہے اور کچھ بھی نہیں۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے واپس آ کر بولیں۔

"کون تھی یہ ذکیہ بہن! آپ کی کوئی واقف؟" نسیم ملامت سے بولیں۔ جانتی تھیں ہوش میں آنے کے بعد اگر بشریٰ نے سب کچھ بول دیا تو پھر کیا ہو گا۔

"چار بچوں کی ماں ہے۔ چند ہفتے ہوئے شوہر اور سسر کا ایک ڈکیتی میں قتل ہو گیا۔ بے چاری کسمپرسی میں زندگی گزار رہی تھی۔ اب اللہ جانے کیا افتاد پڑی کہ نیند کی گولیاں کھالیں یا کوئی زہر پھانک لیا۔ ہمسائے تو یہی کہہ رہے ہیں کہ کھانے میں کوئی زہریلی چیز کھائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب ڈاکٹرز کہاں ہاتھ میں ڈالیں گے ایسے کیس میں۔"

وہ پھر سے بیٹھ کر آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔

"یہ کم بخت ڈاکٹر کچھ بتا کیوں نہیں دیتے آ کر۔ عمران! تم جا کر کہیں سے معلوم تو کرو۔ میرا تو دل ہولے جا رہا ہے۔" وہ خیال آتے ہی پھر سے گھبرا کر بولیں۔

"امی! ظاہر ہے اور کوئی کچھ کیسے بتا سکتا ہے کہ ڈاکٹرز اندر بیٹھے ہیں۔ باہر آئیں گے تو کچھ بتائیں گے۔" عمران سستی سے بولا۔

اور عدیل تو جیسے کچھ سن نہیں رہا تھا۔

اس کا دھیان بار بار اسٹریچر پر پڑی اس نیم مردہ عورت کی طرف جا رہا تھا۔ "چار بچے... بیوہ عورت' شوہر اور سسر کا قتل... اس رات اس کے ساتھ کیا بیتی' وہ شاید ابھی کوئی بھی نہیں جانتا... مگر میری چھٹی حس۔

اگر اس بے چاری کو بھی کچھ ہو گیا تو اس کے معصوم بچوں کا کیا بنے گا۔

جیسے مثال کا... اللہ نہ کرے اگر بشریٰ کو کچھ ہو گیا تو میری مثال کا کیا ہو گا... باپ' دادی' نانی دوسرے رشتہ دار لاکھ جان چھڑکنے والے ہیں ماں سے بڑھ کر تو کوئی بھی نہیں۔ اللہ نہ کرے۔ میں ایسی بے ہودہ باتیں کیوں سوچے جا رہا ہوں۔" اس نے دل میں لاحول پڑھتے ہوئے پھر سے بشریٰ اور بچے کی سلامتی کی دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔

"وہ جو گیارہ بارہ سال کا بچہ اسٹریچر کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ اس بے چاری کا اکلوتا بیٹا ہے اور سب سے بڑا۔ باقی تین چھوٹی بچیاں ہیں۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ اس کو کچھ نہ ہو۔ ورنہ اس کے بچے تو رل جائیں گے۔" ذکیہ اور نسیم باتیں کر رہی تھیں۔

اسی وقت اولی کا دروازہ کھلا اور دو لیڈی ڈاکٹرز باہر آ گئیں۔ نسیم اور ذکیہ اپنے بھاری جسموں کو بمشکل سنبھالتے ہوئے پھرتی سے اٹھ کر ان کے پاس گئیں۔

ڈاکٹر صاحب! ہماری بچی... میری بشریٰ ٹھیک تو ہے نا؟ کیسی ہے اب اس کی طبیعت؟ اس کا بچہ تو ٹھیک ہے نا؟"

ذکیہ ایک ہی سانس میں پوچھتی چلی گئیں۔

عدیل اور نسیم دونوں پریشان نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھ رہے تھے۔

"اللہ کا شکر ہے' مریضہ ٹھیک ہے۔ اس کی حالت اب تسلی بخش ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" ڈاکٹر نے نرمی سے جواب دیا۔

عدیل نے دل میں لاکھ بار شکر ادا کیا۔

"اور ڈاکٹر صاحبہ! بچہ... میرا مطلب ہے' وہ ٹھیک ہے ہر طرح سے۔" نسیم اٹک اٹک کر پوچھنے لگیں۔

دونوں ڈاکٹرز نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"ہمیں افسوس ہے۔ ہم بچے کو نہیں بچا سکے۔ اتنے عرصے کے بعد کنسیو (conceive) کیا تھا انہوں نے تو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی۔ تقریباً گیارہ ہفتوں کا حمل تھا۔ ہم نے بہت کوشش کی۔ مگر شاید اللہ کو اس کی زندگی منظور نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب بشریٰ کو روم میں شفٹ کر دیں گے' آپ ان سے مل لیجیے گا۔ ابھی بھی اسے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ پلیز بی کیئر فل۔ ابھی اسے بچے کے بارے میں نہ بتائیے گا۔ کم از کم آج کا دن رکیے۔" ڈاکٹرز نرمی سے کہہ کر چلی گئیں۔

اور برآمدے میں جیسے موت کی خاموشی چھا گئی۔

عدیل بمشکل دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ سکا۔

نسیم اور ذکیہ بھی سناٹے میں رہ گئیں۔

اور عدیل کو لگا' وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر سکے گا۔ اپنے بچے کے قتل کے لیے وہ کبھی خود کو معاف نہیں کر سکے گا اور اگر بشریٰ نے بھی اسے معاف نہ کیا تو... وہ کیسے بشریٰ سے نظریں ملا سکے گا۔

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ نسیم عدیل کو دیکھے جا رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اسے لگا' اس نے آج تک اس ونس کے جتنے بھی پنسل اسکیچ بنائے ہیں' وہ بالکل بوگس اور بے کار ہیں۔ محض رف سے کاغذ کے ٹکڑے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حقیقت میں تو وہ دنیس اس کے تصور اس کے خیال سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے۔
مگر نہیں... خوب صورتی سے زیادہ اس کے چہرے پر جو گہری اداسی اور آنکھوں میں ہلکورے لیتی دبیز خاموشی سارا جادو ان خاموش افسردہ آنکھوں اور اس گمبھیر چپ والے چہرے میں ہے۔
اس نے ایک کے بعد ایک اسکیچ نکالا۔ انہیں کئی کئی بار غور سے دیکھا۔ لیکن کوئی ایک خاکہ بھی اس اصل کے آس پاس نہ گیا' جو وہ کچھ دیر پہلے دیکھ چکا تھا۔
اس نے بے اختیار آنکھیں بند کر کے اس فسوں خیز اداس حسن کو سوچنا چاہا... اس کے لوچ دار جسم کی خوشبو اور اس کے اڑتے پیراہن کی باس اور اس کی نرم زلفیں' آہستگی سے اس نے سیاہ جلد والی ڈائری کھول کر اس بال کو نکال کر دیکھا' جو اس نے کسی قیمتی خزانے کی طرح سنبھال رکھا تھا۔ وہ یک ٹک اس سنہری بال کو دیکھتا جا رہا تھا۔
"ایسا کب تک چلتا رہے گا۔ میں اس کو اپنے اتنے قریب محسوس کرتا ہوں۔ جیسے وہ بالکل میرے سامنے اس کرسی پر بیٹھی ہو اور اسے شاید میرے احساس کی خبر تک نہیں... اور اگر اس بے خبری میں وہ مجھ سے دور بہت دور چلی گئی تو اس بھاری پتھر کی سی بوجھل زندگی کا بوجھ میں کیسے اٹھاؤں گا۔ پھر میرے پاس اس بے کار جیتے رہنے کا کیا جواز بچے گا۔"
وہ مغلوب سا ہو کر کھڑا ہو گیا۔
"مجھے اس سے بات کرنی ہے۔ آج ہی... یا کل... یا جب بھی وہ مجھے دوبارہ ملتی ہے۔ میں اپنے اس جنون کو روگ نہیں بننے دوں گا۔ وہ میری ہے۔ صرف میری اور اسے اس کا علم ہونا چاہیے۔" وہ ایک اسکیچ کو دیکھے جا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"یہ نمبر ہے حمیدہ آنٹی! میں ڈائل کر دوں؟" واثق نے موبائل حمیدہ کے آگے کرتے ہوئے کہا۔ حمیدہ نے چشمہ اتار کر موبائل کو قریب کر کے نمبر دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے سر ہلا دیا۔
"میرا بچہ! ملا دے ذرا جلدی سے۔" دونوں اسپتال کے برآمدے میں کھڑے تھے۔ عاصمہ آئی سی یو میں تھی۔ ابھی تک ڈاکٹرز اس کی زندگی سے پرامید نہیں تھے۔
واثق حوصلہ دکھاتے دکھاتے بھی کئی بار حمیدہ کی گود میں سر چھپا کر رو چکا تھا۔
اس کا دل یہ سوچ کر ہی بند ہونے لگتا تھا کہ اگر مما بھی پاپا اور دادا کے پاس چلی گئیں تو وہ اکیلا تینوں بہنوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ کہاں جائے گا؟"
وہ بار بار حمیدہ کے کہنے پر ماں کی زندگی کے لیے بہت دعائیں مانگے جا رہا تھا۔
"حمیدہ آنٹی! بات کریں۔" اس نے شاید کال ریسیو ہونے پر سیل حمیدہ کے کان پر لگایا۔
"ارے! تو تم خود پہلے بات کر لیتے نا ماموں سے۔" حمیدہ خالہ فون کو ٹھیک سے کان سے لگاتے ہوئے بولیں۔
دوسری طرف ہاشم نے کال ریسیو کی تھی۔
حمیدہ نے اپنا تعارف کرانے کے بعد ہاشم کا پوچھا۔ رسمی سلام دعا کے بعد حمیدہ لمحہ بھر کو خاموش ہوئیں ہاشم کو خدانخواستہ ہو جانے والے حادثے کے لیے کیسے تیار کرے۔
"اے ہاشم بیٹا! تم جس طرح بھی ہو سکے۔ جلد سے جلد پاکستان آجاؤ فوراً" ہی۔" وہ یہی کہہ سکیں۔
"خیریت تو ہے نا آنٹی! عاصمہ تو ٹھیک ہے نا؟" ہاشم گھبرا کر بولا۔
حمیدہ خالہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"بس یہی سمجھ لو بچے! اس وقت اسے تمہاری سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ وہ اس وقت بہت اکیلی ہے۔ آکر اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھو ورنہ..." وہ صاف لفظوں میں کہہ نہیں پا رہی تھیں۔
"ورنہ کیا خالہ... پلیز! صاف بات کریں مجھ سے۔" ہاشم اور بھی پریشان ہو گیا۔
"واثق کہاں ہے؟ اس سے کہیں مجھ سے بات کرے۔ بلکہ عاصمہ سے بات کروائیں میری۔" اس نے حمیدہ خالہ کی باتوں اور انداز سے خائف ہو کر کہا۔
"وہ بچہ بے چارہ تم سے کیا بات کرے گا۔ خود کچھ کرنے کے قابل نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خود کو سنبھال رکھا ہے۔ پر ہے تو بچہ ہی نا! تم بس کسی بھی طرح جلد سے جلد آجاؤ۔ عاصمہ کو تمہاری سخت ضرورت ہے۔" وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں بولیں۔
"میں آپ کی کوئی بھی بات بالکل نہیں سمجھ پا رہا۔ دو دن پہلے میری عاصمہ سے بات ہوئی ہے۔ وہ بالکل ٹھیک تھی اور اس نے مجھے بالکل بھی آنے کے لیے نہیں کہا۔" وہ اب کے دو ٹوک لہجے میں بولا۔
"تو میاں! حادثہ تو پل بھر میں بھی ہو سکتا ہے۔ وہ مر جائے گی تو آؤ گے؟" وہ ایک دم سارا ضبط کھو کر بول پڑیں۔
"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"
"وہ مر رہی ہے۔ ضرورت ہے اسے تمہاری۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جیسے تم بہنوئی کے جنازے کو کندھا نہ دے سکے تو بہن بھی... تمہاری... اس کے بچے تو اتنے سمجھ دار بھی نہیں کہ ماں کو آخری کندھا دے سکیں۔" حمیدہ کا خود پر ضبط کھو گیا۔ اس نے ہاشم کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔
واثق بھی رو رہا تھا۔
حمیدہ خالہ نے بے اختیار اس چھوٹے سے معصوم بہادر بچے کو اپنی آغوش میں چھپا لیا اور دونوں رونے لگے۔
آئی سی یو کے اوپر ابھی تک سرخ بتی جل بجھ رہی تھی۔ حمیدہ خالہ واثق کو تھپکتے ہوئے اس بتی کو دیکھے جا رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

عدیل بشریٰ کے بیڈ کے پاس کھڑا تھا اور بشریٰ نے مستقل اس کی طرف سے رخ پھیر کر ماں کی طرف چہرہ کر رکھا تھا۔ عمران کے ساتھ بیٹھی نسیم نے بھی کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کی۔ مگر بشریٰ نے ساس کی طرف دیکھا تک نہیں۔
"یہ کم بخت ضرور بھانڈا پھوڑے گی۔ پھر اس کی فسادن ماں کیا طوفان اٹھائے گی؟ اسپتال میں تماشا لگانے سے بہتر ہے' فی الحال گھر ہی چلا جائے۔" نسیم بیگم نے دل میں سوچا۔
وہ کئی بار عدیل کو بھی آنکھوں آنکھوں میں یہ سمجھانے کی کوشش کر چکی تھیں۔ مگر وہ تو ماں کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔
"اور بھی جورو کا غلام ہو جائے گا یہ عدیل تو۔" وہ غصے میں بڑبڑائیں۔
"میرا خیال ہے ذکیہ بہن! اب تو بشریٰ کی طبیعت کافی بہتر ہے۔ آپ گھر چلی جائیں۔ کافی دیر سے آئی ہوئی ہیں۔ تھک گئی ہوں گی۔ میں اور عدیل ہیں نا بشریٰ کے پاس۔" نسیم نے محبت بھری نظروں سے بشریٰ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بشریٰ نے منہ دوسری طرف کر لیا۔
"ارے نہیں بہن! اللہ آپ کو زندگی دے۔ اتنی بڑی بیماری سے تو آپ اٹھی ہیں۔ آرام کی تو آپ کو ضرورت ہے۔ میرے خیال میں تو آپ گھر چلی جائیں۔ میں اور عمران ہیں بشریٰ کے پاس۔" ذکیہ نے نسیم کے دل کی بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہہ دی۔

نسیم تو فوراً" جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔

"ہاں! بہت دیر سے طبیعت عجیب سی ہو رہی تھی۔ دوپہر میں تو دوائی لینا بھی بھول گئی تھی۔ دوا کی تو ڈاکٹر نے اس قدر تاکید کی ہے کہ کھانا کھانا بھول جاؤں' دوائی کھانا نہیں بھولنا۔ چلو پھر عدیل بیٹا! ہم چلتے ہیں۔ شام میں آجائیں گے۔ ذکیہ بہن اور عمران ہیں یہاں۔"

عدیل نے بشریٰ کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے امی! میں آپ کو چھوڑ کر آجاتا ہوں واپس۔" عدیل نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"عمران! تم پلیز گھر جا کر ذرا مثال کو لے آؤ۔ اس سے ملنا ہے مجھے۔" بشریٰ روکھے لہجے میں عمران سے بولی۔

"ہاں تو اگر عدیل واپس آرہا ہے... تو وہ آتے ہوئے مثال کو لے آئے گا۔ تم مل لینا۔ بچی بھی ماں کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو گی۔" ذکیہ بھی فوراً" ہی بولیں۔

"میں نے کہا ناں عمران! تم جا کر مثال کو لے آؤ ابھی۔ مجھے اس سے ملنا ہے۔" وہ نروٹھے پن سے عمران سے بولی۔

"افوہ آپی! عدیل بھائی جا رہے ہیں نا۔ لے آتے ہیں واپسی پہ مثال کو یہ۔ مجھے ابھی ایک ضروری کام کے لیے نکلنا ہے۔ گھنٹے بھر میں واپس آجاؤں گا۔" عمران کہہ کر عدیل سے پہلے اسپتال سے نکل گیا۔

عدیل اور نسیم بھی مزید بحث کیے بغیر عمران کے پیچھے نکل گئے۔

"تم باتھ روم سے کیسے پھسل گئی تھیں بشریٰ؟ تمہیں اپنی حالت کا پتا نہیں تھا کہ تمہیں کتنی احتیاط کی ضرورت ہے؟" ذکیہ ان دونوں کے جاتے ہی بولی تو بشریٰ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"باتھ روم سے۔" اس نے زیر لب دہرایا۔

"یہی بتا رہی تھیں نا تمہاری ساس اور عدیل... باتھ روم سے ہی پھسلی تھیں نا تم؟" ذکیہ کو بشریٰ کے چونکنے پر کچھ شک سا ہوا تو دہرا کر پوچھنے لگی۔

"امی! ڈاکٹر بچے کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ بچہ ٹھیک ہے نا؟" وہ کچھ بے چین سی ہو کر بولی۔

ذکیہ سے فوری طور پر کچھ بولا ہی نہ گیا۔

کیسے کہتی کہ جس بچے کی آس وہ ابھی تک لگائے بیٹھی ہے' وہ اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس سے روٹھ کر چلا گیا ہے۔ اس کی ساری دعائیں' سارے جتن بے کار گئے۔ وہ سوچتی رہ گئیں۔

"امی! آپ کچھ بول نہیں رہیں۔" وہ ماں کی خاموشی پہ پھر سے بولی۔

"بشریٰ! تم آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرو۔ تمہیں ڈرپ لگی ہے اور ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تمہیں آرام کی بھی سخت ضرورت ہے میری بچی! اب اور کچھ نہیں سوچو۔ آنکھیں موند لو کچھ دیر کو۔" ذکیہ بیگم دکھی دل سے بیٹی کا سر سہلانے لگیں تو بشریٰ نے تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں موند لیں۔ وہ چاہتے ہوئے بھی ماں سے اس جھگڑے کو شیئر نہ کر سکی جو اس کے اور عدیل کے بیچ بہت دوری لے آیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

☆ ☆ ☆

عاصمہ نے آنکھیں کھولیں تو لمحہ بھر کو جیسے ساکت سی رہ گئی۔

یہ تو اس نے نہیں سوچا تھا۔

لگتا ہے یہ کوئی خواب ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب پورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے سامنے نو سال پہلے باہر جانے والا بڑا بھائی ہاشم کھڑا تھا۔
وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔
ہاشم نے آگے بڑھ کر عاصمہ کے سر پر ہاتھ لگایا ہی تھا کہ وہ ایک دم سے دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔
اس کے اتنے مہینوں سے اندر رکے ہوئے گھٹے ہوئے آنسو بھائی کے محبت بھرے ہاتھ کا لمس پاتے ہی جیسے پھوٹ نکلے۔
ہاشم اسے جتنا سنبھالتا' جتنا سمیٹتا جا رہا تھا' وہ اتنی ہی بکھرتی جا رہی تھی۔
"میری بچی! بس کر ابھی تو تو موت کی دہلیز کو ہاتھ لگا کر آئی ہے۔ ابھی تو تیری حالت ایسی بھی نہیں کہ تو اٹھ کر بیٹھ سکے۔ یوں روئے گی تو خدانخواستہ تیری طبیعت بہت زیادہ نہ بگڑ جائے۔" حمیدہ کو آگے بڑھ کر اسے سنبھالنا پڑا۔
مگر وہ تو جیسے اپنے آپ میں ہی نہیں تھی۔ ہاشم سے لپٹی اونچا اونچا روئے جا رہی تھی۔
اس کی زندگی کے سارے پیارے رشتے اس کی عزت آبرو سب کچھ تو چھن گیا۔ اسے صبر آتا بھی تو کس طرح۔
"صبر کر میری بہن۔۔۔ حوصلہ کر۔ میں آگیا ہوں ناں میں یہ ہی نہیں دو تین راتوں سے سو نہیں سکا تھا۔ کبھی ابا خواب میں آتے تو کبھی اماں بے چین سی پریشان گھبرائے ہوئے ہوتیں۔ بار بار کہتے ہمیں عاصمہ کی طرف جانا ہے' وہ بہت پریشان ہے' وہ ٹھیک نہیں ہے۔ میں نیند سے اٹھ اٹھ جاتا۔ اگر حمیدہ خالہ آپ کا فون نہیں بھی آتا تو یقین کریں۔ میں نے اس ہفتے پاکستان ضرور آنا تھا۔ میرے دل کو ایک پل کا قرار نہیں تھا۔ یہی احساس جرم کم نہیں تھا کہ میں عفان اور فاروق انکل کے جنازوں کو کندھا نہ دے سکا کہ اب یہ بار بار اماں ابا کے حوالے سے عاصمہ کے خواب۔۔۔ مجھے تو جیسے نہ دن میں قرار تھا نہ رات کو چین۔۔۔ آنا تو تھا ہی مجھے۔"
وہ بکھری ہوئی بہن کے بال سمیٹتے اس کی چادر ٹھیک کرتے کہہ رہا تھا' وہ ابھی تک روئے جا رہی تھی۔
"ہوا کیا تھا میری بہن! کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ کہ تم نے یہ انتہائی قدم اٹھا لیا۔ وہ دونوں تو اپنے خالق کی آواز پر لبیک کہتے بادل ناخواستہ چلے گئے مگر تم تو سمجھ دار تھیں۔ اپنے اکیلے رہ جانے والوں بچوں کا آخری سہارا بھی۔۔۔ پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟" وہ اسے ساتھ لگائے ہوئے اس کی دکھتی رگ چھیڑ بیٹھا۔
"نہیں ہوتا کوئی انسان کسی کا بھی آخری سہارا۔۔۔ انسان سے بودا' نکما اور گھٹیا ناقابل بھروسا سہارا کوئی نہیں۔ کوئی انسان کسی دوسرے کا سہارا بھی بن نہیں سکتا۔ یہ شرک ہے۔ یہ کفر ہے۔ یہ ایمان کی خرابی ہے۔ ایمان کو دیمک کی طرح چاٹ جانے والی خرابی۔۔۔ خدا کے سوا سارے سہارے جھوٹے دوغلے ہوتے ہیں۔ کوئی کسی کا سہارا نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں بھائی! مجھ سے ہی غلطی ہوئی۔ میں نے انسان کو سہارا جانا۔ میں نے انسان پر بھروسا کیا۔۔۔ میں نے اپنے ساتھ بڑا ظلم کیا۔ میں خود ہوں اپنے ساتھ زیادتی کرنے والی۔ مجھے مرجانا چاہیے' مجھے مرنے دیں۔ مجھے کیوں نہیں مرنے دیا آپ لوگوں۔ اب میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوں۔"
وہ ہسٹریائی انداز میں چیختی ہوئی ہاشم کی بانہوں میں جھول گئی۔
حمیدہ اور ہاشم پریشان سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

☆ ☆ ☆

"نہیں امی! مجھے عدیل کے گھر نہیں' آپ کے ساتھ جانا ہے۔ آپ کی طرف۔" اسپتال سے چھٹی ہو گئی تھی۔ اور کچھ دیر پہلے ڈاکٹر نے بشریٰ سے بات کر کے اس کے بچے کی موت کا بتا دیا تھا۔ اس کے بعد سے بشریٰ کسی بت کی طرح ساکت تھی۔ پھر جیسے ہی ذکیہ بیگم آئیں تو وہ فوراً" بستر سے اترتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں بولی۔
"بشریٰ! ہم گھر جا رہے ہیں۔ آنٹی بھی ہمارے ساتھ چل رہی ہیں۔" عدیل نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑتے

ہوئے کہا۔
"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔۔۔ تم تمہارے ساتھ جاؤں گی' نہیں کبھی نہیں۔۔۔ اگر تم نے میرے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی تو میں چیخ چیخ کر سارے اسپتال کو اکٹھا کر لوں گی۔ سب کو بتاؤں گی کہ تم اصل میں کیا ہو۔ تمہارا چہرہ ایک قاتل کا چہرہ ہے۔ اپنے ہی بچے کے قاتل کا چہرہ۔" وہ پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ عدیل کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔
نسیم بیگم نے اڑی رنگت کے ساتھ سمدھن کی طرف دیکھا۔
"یہ کیا کہہ رہی ہو تم بشریٰ" ذکیہ بیگم نے بیٹی کو ساتھ لگا کر سنبھالتے ہوئے کہا۔
"سچ۔۔۔ سچ کہہ رہی ہوں جو اتنے دنوں سے صرف اس لیے چھپا رہی تھی کہ میں بدقسمت سمجھ رہی تھی کہ میرا بچہ ابھی زندہ ہے مگر وہ تو اپنے باپ کی درندگی کی بھینٹ چڑھ چکا اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی۔۔۔ امی! وہ مر گیا۔ وہ روٹھ گیا مجھ سے ہم سے اس ظالم شخص نے اسے مار ڈالا۔ مار ڈالا میرے بچے کو۔"
وہ ماں کے گلے لگ کر بلک بلک کے رونے لگی۔
"یہ کیا کہہ رہی ہے نسیم بہن! کیا ہوا تھا کیا چھپایا تھا آپ لوگوں نے ہم سے؟" ذکیہ بہن پریشان ہو کر الجھے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگیں۔
"بہن! میں تو خود ٹھیک سے نہیں جانتی کہ کیا ہوا۔ دونوں میاں بیوی کا آپس کا کوئی جھگڑا تھا۔ میں نے چیخ و پکار سنی ان کے کمرے میں گئی تو بشریٰ کی طبیعت خراب ہو چکی تھی۔ کیا ہوا کیسے ہوا۔ مجھے تو یہ پوچھنے کا ہوش بھی نہیں رہا۔ بس فوراً" اسے اسپتال لے کر آگئی لیکن قدرت کو منظور نہیں تھا اس بچے کی زندگی۔ ہماری جلدی بھی کچھ کام نہ آسکی۔" وہ لہجے میں زمانے بھر کی مظلومیت بھر کر رندھی آواز میں بولیں۔
"جھوٹ بولتی ہیں یہ۔ یہ سب کچھ جانتی تھیں۔ انہوں نے عدیل کو بھڑکایا تھا۔ اس نے مجھے مارا تشدد کیا اور میرا بچہ۔۔۔ امی! میرا بچہ چلا گیا۔ امی!" وہ ماں کے ہاتھوں میں بکھر گئی۔ عمران نے عدیل کا گریبان پکڑ لیا۔
ذکیہ بیگم نے بے ہوش ہوتی بیٹی کو دیکھا اور دوسری طرف بیٹے کے ہاتھ میں داماد کا گریبان۔
ذکیہ بیگم کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔
بیٹی کو جیسے تیسے بیڈ پر لٹا کر عمران کو پرے دھکا دیا' جو گالیاں بکتے ہوئے چیخ رہا تھا۔ عدیل کو بھی غصہ آچکا تھا' وہ بھی ابل رہا تھا۔ نسیم بیگم بھی بیٹے کا ساتھ دے رہی تھیں۔
ذکیہ بیگم کو لگا نسیم بیگم کی کہی وہ بات پوری ہونے جا رہی ہے' جو اس نے اسپتال کے بستر پر بیٹھے سنی تھی۔ انہوں نے بے ہوش بیٹی کو دیکھا اور گالیوں کے جواب میں گالیاں بکتے عدیل کو۔ کہانی بگڑ چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

عاصمہ ملگجے حلیے میں کمرے میں بیٹھی تھی۔
اس کے اردگرد گھر کا آدھے سے زیادہ سامان بندھا پڑا تھا۔ مگر وہ جیسے ہر چیز سے بے نیاز کھوئی کھوئی بیٹھی تھی۔
اس وقت بیرونی دروازہ کھلا اور ہاشم تھکا ہوا ہاتھ میں پکڑی فائلوں کے ڈھیر کے ساتھ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔
"کس وقت جانا ہے ہم نے یہاں سے بھائی؟" وہ بے تاثر لہجے میں بولی۔
"شاید کبھی نہیں۔" ہاشم نے فائلوں کا ڈھیر اس کے آگے پھینک دیا۔ عاصمہ حیران سی دیکھنے لگی۔
(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

دُخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم "مصلحتاً" بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ذکیہ بیگم اپنے بیٹے عمران کے لیے بھی لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔ حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس کو خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

فوزیہ کے طلاق ہوجانے پر نسیم بیگم جذباتی ہوکر بہو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔

ساتویں قسط

وہ رکشے سے بیگ اتار کر رکشے والے کو مٹھی میں دبے پیسے بڑی احتیاط سے گن کر دینے کے بعد رکشے کے دور جانے کے بعد یونہی کتنی دیر کھڑی رہی۔ اس کا دماغ ایک دم سے جیسے خالی ہوگیا تھا۔

"میں یہاں کس لیے آئی ہوں؟" وہ خالی الذہن کھڑی بے بسی سے دور جاتے رکشے کو دیکھتی رہی۔ "مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔" اس نے بے بسی سے سوچا۔

"تو پھر اور کہاں جاتی، میری زندگی میں چوائس کتنی کم ہے۔۔۔ بلکہ ہے ہی نہیں۔" دھوپ بہت تیز تھی اور جیسے اس کے سر پر چمک رہی تھی۔ مگر اسے تو نہ گرمی کا احساس تھا نہ سردی کا نہ اس بات کا کہ وہ سڑک کے بیچوں بیچ اپنا بوسیدہ بیگ لیے بے مقصد ہی کھڑی ہے۔

اس نے جھک کر بیگ اٹھایا اور اپنی پشت پہ پھیلے سرخ ٹائلوں والے خوب صورت وسیع و عریض گھر کو دیکھا۔

"اتنا بڑا گھر کہ جس کے باہر سے گزرنے والے اس کے اندر آنے کی تمنا ایک بار تو ضرور کریں۔ اس اتنے بڑے محل میں میرے لیے ذرا سی جگہ بھی نہیں ہے کہ جہاں میں مہینے کے پندرہ دن گزار سکوں۔" ڈور بیل بہت دور تک اور بہت دیر تک بجتی رہی تھی۔

وہ بے خیال سی کھڑی تھی۔

ساتویں بار کال بیل دیتے ہوئے وہ بے اختیار چونک گئی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ گھر میں کوئی بھی نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بھی دو چار بار ہوچکا ہے۔ مائی گاڈ۔۔۔!" اس کا دل بہت تیز تیز دھڑکنے لگا تھا۔

اس نے دوپٹے کے پلو سے چہرے کو رگڑ ڈالا۔

"میرے پاس تو واپسی کے لیے کرایہ بھی نہیں ہے۔۔۔ اگر واپس جانا ہی پڑا تو کیسے جاؤں گی۔" اس کا دل سمٹنے لگا تھا۔

اسے لگا وہ ابھی گر پڑے گی اور۔۔۔ بے ہوش ہوجائے گی۔

"بے ہوش ہی کیوں، میں مر کیوں نہیں جاتی۔" اس نے جھنجلا کر خود کو ہزار بار کی دی ہوئی بددعا دہرائی۔ مگر جانتی تھی اس بار بھی یہ بددعا بے اثر رہے گی۔

"گھر میں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ اسلام آباد گئے ہیں سب۔" اس کا خدشہ درست نکلا۔

چوکیدار سرخ آنکھوں کے ساتھ بغلی دروازے میں کھڑا چہرے پہ زمانے بھر کی بے زاری سجائے اس سے کہہ رہا تھا۔

"کب۔۔۔ کب گئے؟" بالکل غیر ضروری سوال تھا جبکہ اسے کچھ اور پوچھنا تھا۔

"دو دن ہوگئے۔ آپ کو پتا نہیں تھا؟" چوکیدار نے اس کی لاعلمی پر تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں۔۔۔ نہیں معلوم تو تھا مگر مجھے لگا شاید ابھی کچھ دن ہیں جانے میں۔۔۔ خیر آجائیں گے واپس۔ میں اندر تو آجاؤں بہت گرمی ہے باہر۔" بہت دیر بعد اسے موسم کی شدت کا احساس ہوا تھا۔ بغلی دروازے میں آگے کی طرف بیگ کو دھکیلنے لگی۔

"مگر وہ جی۔۔۔ گھر تو اندر سے سارا لاکڈ ہے۔ مطلب تالا وغیرہ سب کمروں کو لگا ہے تو آپ۔۔۔" چوکیدار رک رک کر بولا۔ اسے شاید یہ امید تھی کہ وہ سب گھر والوں کی غیر موجودگی کا سن کر واپس چلی جائے گی۔

اس سے کتنی دیر تک کچھ بولا ہی نہ گیا۔

"نہیں، وہ میرا کمرا۔۔۔ مطلب وہ اوپر کی طرف ہے تو۔"

"باہر لاؤنج سے تالا لگا ہے۔ اندر کی سیڑھیاں بھی اسی میں آتی ہیں تو آپ کیسے جائیں گی اوپر۔" چوکیدار اس کو سمجھانے والے انداز میں بولا۔ وہ ناسمجھی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"لیکن۔۔۔ میں تو آگئی ہوں۔ مجھے تو اب۔۔۔ میرا مطلب ہے میں واپس نہیں جاسکتی۔ آپ پیچھے ہٹیں۔ میں دیکھ لوں گی جہاں مجھے رہنا ہوگا۔"

اس نے اب کے کچھ بہادری دکھانے کی کوشش کی۔

"کہاں رہیں گی آپ؟"

"آپ راستہ تو دیں۔ میں دیکھ لوں گی کیونکہ میں واپس نہیں جاسکتی۔" وہ درشتی سے کہہ کر بیگ اٹھا کر چوکیدار کو پیچھے کرتے ہوئے اندر چلی گئی۔

چوکیدار پریشان سا اسے اندر جاتا دیکھ رہا تھا۔

وہ اب لاؤنج کی سنگ مرمر کی سیڑھیوں پر بیگ رکھے گم صم سی کھڑی تھی۔ بند دروازہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

اسے بہت دیر بعد ٹانگوں کے تھکنے کا احساس ہوا تو گرنے کے سے انداز میں وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

چوکیدار ابھی تک منتظر تھا کہ وہ بند دروازہ دیکھ کر واپس لوٹ جائے گی۔

وہ جان بوجھ کر چوکیدار کی طرف نہیں دیکھ رہی۔

اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا کہ اب اسے کہاں جانا ہے جبکہ اس کے پاس پیسے بھی نہیں۔ اس نے پرس کو یونہی ٹٹولنا شروع کردیا۔

☆ ☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بشریٰ! سو رہی ہو؟" زکیہ بیگم دیوار کی طرف کروٹ لے کر لیٹی ہوئی بشریٰ کے پاس آکر نرم لہجے میں پوچھنے لگیں۔

جواب میں بشریٰ سیدھی ہو کر ماں کو دیکھنے لگی۔

"سن لو ناں تمہارا فون ہے۔ اب کیا میں کھڑی رہوں لے کر۔" زکیہ نے کچھ بے زاری سے کہا۔

بشریٰ نے کوفت بھرے انداز میں فون لے لیا۔ لمحہ بھر کچھ سوچتی رہی پھر سیل کان سے لگا لیا۔

دوسری طرف عدیل تھا۔

بشریٰ نے غصیلی نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔

زکیہ بیگم اسے لجاجت بھرے انداز میں بات کرنے کا اشارہ کرنے لگیں۔ بشریٰ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے لائن کاٹ کر کے تکیہ کے پاس رکھ دیا۔ زکیہ پہلے اسے غصے سے دیکھتی رہیں پھر سر پکڑ کر اس کے پاس ہی بیڈ کے کنارے پر ٹک گئیں۔

بشریٰ لاتعلق سی ماں کو دیکھتے ہوئے سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ کو دیکھنے لگی۔ سیل فون پھر سے بجنے لگا تھا۔

زکیہ نے آس بھری نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ اسی طرح لاتعلق بیٹھی تھی۔

فون مسلسل بجنے کے بعد خاموش ہو گیا۔

بشریٰ دوبارہ لیٹ گئی۔

"ایسا کب تک چلے گا بشریٰ!" زکیہ نے حتی الامکان لہجے کو نرم رکھتے ہوئے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"تنگ آگئی ہیں مجھ سے؟" بشریٰ ماں کی طرف دیکھے بغیر سپاٹ لہجے میں بولی۔

"فضول بات نہیں کرو۔ اس میں میری تنگی یا فراخی کی بات نہیں ہے تم جانتی ہو۔" زکیہ بیگم چڑے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"اس بات کا تعلق تنگی اور فراخی سے تو ہے۔ آپ مانیں یا نہیں مانیں۔" وہ اسی بے تاثر لہجے میں پھر بولی۔

"آج سترہ دن ہونے لگے ہیں۔" زکیہ ملول سے لہجے میں بولیں۔

"مجھے آکر بیٹھے ہوئے؟ بے فکر رہیں گنتی صرف آپ نہیں کر رہیں۔ میں بھی ہر روز صبح اٹھ کر دنوں کو شمار کرتی ہوں۔" بشریٰ کے لہجے میں تلخی تھی۔

"میری بچی! وہ مرد ذات ہے۔ سترہ دنوں سے وہ مسلسل چکر لگا رہا ہے۔ ہر روز دفتر سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے وہ تم سے اور مثال سے ملنے کے لیے آتا ہے۔ بچی کے لیے فرمائش کی ڈھیروں چیزیں پھیل کیک چاکلیٹ کھلونے بسکٹ کیا ہے، جو وہ نہیں لے کر آتا۔ گھنٹوں تم سے ملنے کی آس لیے انتظار کرتا ہے۔ اگر اس کا دل پھر گیا تم سے تو۔۔۔"

زکیہ حتی الامکان نرم الفاظ میں اسے رک رک کر سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔

"دل ہی تو پھر گئے ہیں۔ ان کا پھرا ہے یا نہیں مگر میرا دل ان سے مکمل طور پر پھر گیا ہے۔ میں اب اس شخص کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی جو میرے بچے کا قاتل ہے۔ میری خوشیوں کا قاتل۔ آپ چاہتی ہیں میں اس کے چند چاکلیٹ چار بسکٹ اور تھوڑے سے پھلوں کے عوض اپنے بچے کا خون معاف کر دوں؟ کبھی نہیں، مر کر بھی نہیں۔"

بشریٰ کے لہجے میں سختی کے ساتھ دکھن کی کرچیاں بھی تھیں، جسے صرف ایک ماں ہی محسوس کر سکتی تھی۔

"اس نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر نہیں کیا۔ ایک بار نہیں، بہت بار وہ تم سے سب سے معافی مانگ چکا ہے۔ میں جانتی ہوں، سب جانتے ہیں اسے۔ وہ کتنی نرم، محبت کرنے والی طبیعت کا مالک ہے۔ تم تھوڑا سا دل میں وسعت۔۔۔" زکیہ کے لہجے میں محبت تھی۔

"آپ کا مطلب ہے میں سخت دل ہوں، پتھر ہوں جھوٹی ہوں۔ ان پر الزام لگا رہی ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ سب میری وجہ سے تھا۔ اس میں ان کی کچھ غلطی نہیں؟" بشریٰ پھٹی ہوئی آواز میں آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"ایسا میں نے کب کہا۔ غصے میں آگیا تھا وہ۔ طیش میں انسان بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ نقصان اگر تمہارا ہوا ہے تو جانے والی اس کی بھی اولاد تھی۔ دوسری اولاد اس کی بھی سب سے بڑی خواہش تھی۔ دکھ اسے بھی اتنا ہی ہے جتنا تمہیں ہے۔" اب کے زکیہ کے انداز میں ترشی تھی۔

"نہیں ہے انہیں اتنا دکھ نہ تکلیف۔ وہ اپنے گھر والوں جیسے ہیں اپنی ماں اور اپنی بہن جیسے۔ دونوں پتھر دل، بے حس عورتیں ہیں۔ انہیں دل میں جتنی میری گود اجڑنے کی خوشی ملی اور کسی بات کی نہیں۔۔۔ اور امی! آپ اس شخص کی باتوں پر پگھل رہی ہیں جبکہ اس کی ماں ہر روز اس کے کانوں میں ایک ہی صور پھونکتی ہو گی کہ بشریٰ جیسی بیوی کو چھوڑ دینا ہی اس کے لیے بہتر ہے اور آپ دیکھیے گا۔۔۔ وہ آج یا کل یا چند مہینوں بعد ماں کے کہنے پر ایمان لے آئے گا اور مجھے یہیں بیٹھے طلاق ہو گی اور آپ کو اس بھلی طبیعت کے شخص کی دوسری شادی کا کارڈ بھی موصول ہو جائے گا۔ وہ ایسے ہی ہیں سب، بے حس کمینے، گھٹیا۔ میں ان لوگوں میں واپس نہیں جاؤں گی اور بے فکر رہیے۔ یہاں بھی پڑی نہیں رہوں گی۔ کسی دارالامان میں چلی جاؤں گی۔ آپ پہ مصیبت بن کر بیٹھی نہیں رہوں گی۔" وہ زور زور سے چلانے لگی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تمہیں سمجھانا دیوار سے سر پھوڑنے کے برابر ہے۔ کوئی بات عقل، تمیز کی تمہاری سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ اپنا نقصان، اپنا خسارہ لیے بیٹھی چلاتی رہتی ہو۔ خدانخواستہ اگر اس نے واقعی ماں کے کہنے پر تمہیں چھوڑ دیا تو دماغ ٹھکانے آجائے گا تمہارا، پھر کرنا یہ اونچی اونچی باتیں۔ جب بچی کو لے کر اس کی پرورش کے لالے پڑیں گے۔ بچوں کے باپ صرف اپنے ہی بچوں کے ہوتے ہیں۔ تمہیں دوسرا شوہر مل جائے گا اور اسے دوسری بیوی۔۔۔ پر اس بچی کو اپنا باپ نہیں ملے گا۔ اپنی اکڑ کی فکر ہے۔ انا کی ضد سوار ہے تم پر۔ اس معصوم کے بارے میں سوچا ہے، جو گھنٹوں باپ کے انتظار میں گیٹ کے آس پاس صبح اٹھتے ہی منڈلانا شروع کر دیتی ہے۔ سنو بشریٰ بی بی بے حس تمہارے سسرالی اور تمہارا شوہر ہے یا نہیں مگر تم ضرور ہو۔" زکیہ بھی دوبدو بولتی چلی گئیں۔ بشریٰ ماں کو دیکھتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

مثال دروازے کے پیچھے ماں اور نانی کی باتیں سنتے ہوئے آنکھوں میں آنسو لیے کھڑی تھی۔

"اگر مما کبھی بھی گھر نہ گئیں اور نانو کہہ رہی ہیں اگر پاپا بھی ان سے ناراض ہو گئے تو ہم کہاں جائیں گے نانو کے گھر سے۔۔۔" اس کا چھوٹا سا ذہن اتنی بڑی گتھی سلجھانے سے قاصر تھا۔

"ہاؤ!" عمران نے پیچھے سے آکر مثال کو ڈرا دیا۔

وہ ڈر کر ایک دم سے رونے لگی۔

"ارے رے میری جان، میری پیاری گڑیا! ڈرپوک میں تو مذاق کر رہا تھا۔ یونہی تمہیں دیوار سے پیچھے دیکھ کر سوچا۔ تمہیں ڈراؤں مذاق کر رہا تھا مثال جانو! اچھا یار سوری چپ تو کرو۔۔۔ کیوں اپنی مما اور نانو سے میری شامت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بلوائی ہے۔" وہ اس کے رونے پہ اسے چمکارنے لگا۔

"اچھا چلو آؤ جلدی سے تمہیں آئس کریم کھلا کر لاتا ہوں بلکہ مثال کی پسند کی چاکلیٹ اور کھلونے بھی۔ کیا لے گی میری گڑیا!" وہ اس کا چہرہ نرمی سے ٹشو سے صاف کرتے ہوئے اسے گود میں ذرا سا اٹھا کر پیار سے بہلانے لگا۔

"نہیں۔۔۔ مجھے کچھ نہیں کھانا ماموں!" وہ چہرہ صاف ہونے کے بعد سنجیدگی سے بولی۔

"مثال!" اس کے یوں انکار پر عمران کچھ حیرانی سے بولا۔

"ماموں! میرا دل نہیں چاہ رہا۔" وہ آہستگی سے گود سے اتر گئی۔

"کیا ہوا ناراض ہو گئی ہو مجھ سے؟" وہ اس کے بال سلجھا کر بولا۔

"نہیں تو۔" وہ بڑے پن سے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"تو پھر ماموں کے ساتھ چلنے سے انکار کیوں؟"

"دل نہیں چاہ رہا ناں ماموں!" اسے واقعی آج کل کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ بس دل چاہ رہا تھا وہ جلدی سے پاپا کے ساتھ اپنے گھر چلی جائے۔ نانو کے گھر اگر آئے بھی تو پہلے کی طرح بس ایک دو روز کے لیے یا چند گھنٹوں کے لیے۔۔۔

وہ بشریٰ سے اب کچھ اس لیے نہیں کہتی تھی کہ وہ فوراً اسے باپ کی چمچی اور جانے کیا کیا کچھ کہنے لگتی تھی۔ پاپا کے سامنے بھی کھل کر اپنی خواہش نہیں کہتی تھی۔ اگر پاپا اسے ساتھ لے گئے تو وہ ماما کے بغیر نہیں رہ سکے گی۔ رہ تو وہ پاپا کے بغیر بھی نہیں پا رہی تھی مگر وہ اپنی تکلیف کسی سے بھی نہیں کہہ پا رہی تھی۔

اچھا چلو۔ جھولے لینے چلتے ہیں۔" عمران نے اسے ایک اور بہلاوا دیا۔

ماموں! مجھے نہیں جانا۔ میرا ہوم ورک بھی رہتا ہے۔ ابھی وہ بھی کرنا ہے اور ایک ٹیسٹ بھی ہے کل میرا اس کی تیاری بھی کرنی ہے مجھے۔" اسے بھی بڑوں کی طرح جان چھڑانے کے لیے بہانے بنانے آتے جا رہے تھے۔

"جان! اس کی تو آپ فکر ہی نہ کریں۔ آپ کے ماموں یوں چٹکیوں میں ہوم ورک بھی کروا دیں گے اور ٹیسٹ کی تیاری بھی۔" عمران چٹکی بجا کر مزے سے بولا۔

"چلو اب مزید ایکسکیوز ختم کریں آپ اور جلدی سے چلیں میرے ساتھ۔ جھولے بھی لیں گے اور آئس کریم بھی چلے گی۔ سچ میرا بھی بہت دل چاہ رہا ہے آئس کریم کھانے کو اب چلو فٹافٹ۔ میں آپی سے کہہ کر آتا ہوں۔" وہ کہہ کر اندر جانے لگا۔

"ماموں! مجھے نہیں جانا ناں۔ میں نے آپ سے بولا بھی ہے، پھر آپ کیوں بار بار کہے جا رہے ہیں۔" وہ ایک دم زور سے بولی۔

عمران کے آگے بڑھتے قدم وہیں ٹھٹک سے گئے۔

اس طرح مثال نے کبھی بات نہیں کی تھی یوں چیخ کر، بدتمیزی سے۔ وہ تو بڑی تمیز والی، محبت کرنے والی بچی تھی۔ سب کا ادب کرنے والی۔

"کیا ہوا ہے اس طرح بدتمیزی کیوں کر رہی ہو۔ اگر آپ نے نہیں جانا تو مت جاؤ لیکن بات کیا ہے، ماموں کو نہیں بتاؤ گی۔" وہ جھک کر اسے پیار کر کے بولا۔

"ماموں! چھ بجنے والے ہیں نا؟"

"ہاں کیا ہوا۔ کہیں اور جانا ہے آپ نے چھ بجے؟" وہ نرمی سے بولا۔

"پاپا آنے والے ہیں نا مجھے ان کا انتظار ہے۔" وہ مغلوب سے لہجے میں بولی۔ عمران ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ کر اندر چلا گیا۔

مثال بے بسی سے عمران کو جاتا دیکھتی رہی۔

اسپتال میں دونوں میں جو تلخ کلامی ہوئی تھی۔ اس کے بعد عمران نے عدیل سے بات نہیں کی تھی۔ عدیل گھر بھی آتا تو وہ ماں کے مجبور کرنے پہ سرسری انداز میں سلام کر کے گزر جاتا تھا۔

عدیل نے بھی اس کی خفگی کی پروا نہیں کی تھی۔ عدیل کو اس وقت سوائے بشریٰ کی خفگی اور کسی کی پروا تھی بھی نہیں۔

بشریٰ جس نے اتنے دنوں سے اسے اپنی شکل نہیں دکھائی تھی۔ کبھی کبھی تو اس کا خون اپنی اس ذلت اتنی بری طرح سے کھولتا کہ جی چاہتا وہ پستول سے بشریٰ کا، اپنا اور مثال کا خاتمہ کر دے۔

گھر جاتا تو ماں اور بہن کے طعنے، ان کے طنز اس کا سینہ چھلنی کرنے لگتے۔ سسرال میں آتا تو بشریٰ کا نہ ملنا اسے اور بھی اپنی نظروں میں گرا جاتا۔ وہ سب کچھ صرف مثال کے لیے برداشت کر رہا تھا۔

باہر گاڑی کا ہارن بجا اور مثال بھاگتی ہوئی باہر چلی گئی۔ اس کے پاپا آ گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ہاشم بھائی؟" عاصمہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کون تھا یہ کمینہ زبیر۔۔۔ کچھ نہیں چھوڑ کر گیا۔ سب کچھ لے اڑا ہے۔ تم اندھی تھیں۔ انسانوں کی تمہیں ذرا بھی پہچان نہیں۔ ایسا اندھا اعتماد تو کوئی اپنے سگوں پر نہیں کرتا تھا۔ تم نے ایک غیر شخص پر کر ڈالا۔"

وہ غصے میں بولتا چلا گیا۔ عاصمہ بے بسی سے بھائی کی شکل دیکھتی رہی پھر نظریں جھکا کر یوں بیٹھ گئی جیسے اب کبھی نہیں بولے گی۔

باہر شام ڈھل رہی تھی۔ چڑیاں اپنے گھروندوں کو لوٹ آنے کے بعد شور کر رہی تھیں۔ اس کا دل بے اختیار خواہش کرنے لگا کہ کاش وہ کوئی چڑیا ہوتی۔ درخت سے ٹوٹا کوئی بے جان پتا یا کوئی چیونٹی۔۔۔ کب کی پیروں کے نیچے آ کر مسلی جا چکی ہوتی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں
☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے
خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر
منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مگر وہ تو اشرف المخلوقات میں سے تھی۔

غم جھیلنے اور غم سے نپٹنے کا سلیقہ خدا نے اپنی اسی مخلوق کو دان کیا ہے۔ اس نے غم سے بوجھل پلکیں اٹھا کر ہاشم کو دیکھا۔

ہاشم کا موڈ سخت آف تھا۔

وہ بھی ٹھیک تھا بے چارہ جس دن سے آیا تھا مسلسل بھاگ دوڑ میں لگا تھا۔ بڑی مشکل سے عفان کے آفس سے دوبارہ فائل نکلوائی۔ پھر سے حساب کتاب لگوایا۔

جمع تفریق ضرب تقسیم۔۔۔ ہر طرح سے الٹا سیدھا پھیر پھیر کے بھی حساب کر لیا۔ سارا خسارہ عاصمہ کے حصے میں آرہا تھا۔

وہ عفان کے سارے واجبات اپنے اکاؤنٹ میں پہلے ہی ٹرانسفر کروا چکا تھا۔ اور عاصمہ نے بہت سی جگہوں پہ آنکھیں بند کر کے سائن کرتے ہوئے اس شیطان کے لیے آسانیاں پیدا کر رہی تھیں۔

"عفان کا تو ایک دھیلا نہیں چھوڑا اس نے تمہارے اور بچوں کے لیے غضب خدا کا! ایسا بھی کوئی ظالم انسان ہو گا۔ یتیموں کا مال لے اڑا۔ یقیناً" زندگی میں بہت ذلیل و رسوا ہو گا لیکن۔۔۔ اس وقت تو وہ تمہارے لیے ہر راستہ بند کر گیا۔ میرے ہاتھ لگ جائے۔" ہاشم مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔

واثق گم صم کبھی ماں کی طرف دیکھتا اور کبھی ماموں کے ایک ایک لفظ کو بغور سنتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے بہت کچھ سمجھ میں آرہا تھا اور بہت کچھ تھا جو وہ سمجھتے ہوئے بھی سمجھنا نہیں چاہ رہا تھا۔

"بھائی! اس کے گھر کا ایڈریس؟" عاصمہ بہت مدھم آواز میں بولی۔

"کچھ نہیں بچا۔۔۔ وہ کہیں کوئی اپنا پتا نشان نہیں چھوڑ کر گیا۔"

"عفان کے ساتھ وہ کتنی بار گھر آیا تھا؟" ہاشم اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"دو۔۔۔ چار بار۔۔۔ شاید۔" نظروں کے ساتھ عاصمہ کی آواز اور بھی پست ہوئی جا رہی تھی۔

"اور بیوی بچوں کے ساتھ؟" وہ پھر سے بولا۔

عاصمہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کوئی بھی نہیں جانتا۔ اس کی فیملی تھی بھی یا نہیں۔۔۔ عفان کے باس نے بھی اپنے ذرائع سے کافی بھاگ دوڑ کروا کے پتا چلانے کی کوشش کی ہے مگر وہ شیطان گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہے۔"

کمرے میں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔

ایک کے بعد ایک بڑی اور بری خبر چلی آرہی تھی۔

ہاشم تو خود یہاں آکر پھنس چکا تھا۔ اب نہ تو وہ عاصمہ اور بچوں کو یونہی بے یار و مددگار چھوڑ کر جا سکتا تھا اور نہ اپنے پلے سے اتنی موٹی رقم دے سکتا تھا کہ ان کے سر پر چھت بھی آجاتی اور مستقل آمدنی کی کوئی صورت بھی۔

"میں نے آپ یہاں بلوا کر ناحق پریشان کیا ہے بھائی!"

عاصمہ کو کچھ تو کہنا ہی تھا اور یہ سب کچھ جو غلط اور الٹ پلٹ ہوا تھا اسی کی وجہ سے تو تھا۔

ہاشم نے کچھ کوفت سے اس کی طرف دیکھا مگر جواب میں کچھ نہیں کہا۔ عاصمہ دل مسوس کر رہ گئی۔

"یہاں۔۔۔ یہ مالک مکان کافی اچھے ہیں۔ انہوں نے گھر خالی کرنے کو نہیں کہا۔ چند ماہ میں یہاں اور گزار سکتی ہوں، پھر عدت کے بعد کوئی چھوٹی موٹی کسی اسکول میں نوکری کر لوں گی اور گھر بھی کوئی چھوٹا سا دیکھ لوں گی۔" اس نے رک کر ہاشم کے ماتھے پہ پڑتے بلوں کو شمار کرنے کی کوشش کی۔

"محلے والے بھی کافی اچھے ہیں۔ خیال رکھنے والے اور تعاون کرنے والے۔ بچوں کے اسکول میں بھی میں نے

بات کر لی ہے۔ وہ ان کی فیس میں بھی کچھ رعایت کر دیں گے۔" وہ رک کر بولی۔

"تم جو کہنا چاہتی ہو، صاف کہو۔" ہاشم بے زاری سے بولا۔

"آپ واپس چلے جائیں۔ میری وجہ سے اتنی تکلیف نہ اٹھائیں۔" وہ اٹک کر بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہوں؟" وہ کٹیلے لہجے میں بولا۔

عاصمہ سن سی رہ گئی۔ اسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

"یہ معصوم سوال کرتی آنکھیں اور اپنے مرے ہوئے بہنوئی کی بے چین روح۔۔۔ پتا ہے عفان میرے خواب میں آیا رات کو۔ میں نے دیکھا وہ سارے گھر میں پریشان پھرتے ہوئے کبھی کمروں کے دروازے بند کرتا ہے اور کبھی کھڑکیاں۔۔۔ یوں جیسے اسے تم لوگوں کی حفاظت کے خیال نے پریشان کر رکھا ہے۔ اور تم کہتی ہو تم یہاں محفوظ ہو؟" وہ بڑبڑا کر بولا۔

عاصمہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

اس نے اتنے دنوں سے ایک بار بھی عفان کو یاد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ عفان کی یاد سے آنکھیں ملا ہی نہیں سکتی تھی۔

کوئی بھی اس کے مرے ہوئے شوہر کا نام لیتا، اس کا دھڑکتا دل لمحہ بھر کو تھم سا جاتا۔ جیسے وہی عفان کو مارنے والی ہے۔

موت کے بعد مارنے والی۔

کوئی مرنے کے بعد بھی مرتا ہے؟

اس نے عفان کو یہ دوسری موت دی تھی تو کیسے اس کا ذکر سن پاتی۔

ہاشم اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"تم فکر مند نہیں ہو۔ میں آیا ہوں تو ان شاء اللہ تمہارے اور بچوں کے لیے کچھ کر کے ہی جاؤں گا۔ نہ کچھ ہو سکا تو پھر میں خود دو چار سالوں میں واپس آنے کی کوشش کروں گا۔" وہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"تم نے خود کو سنبھالنا ہے عاصمہ! تمہاری اس حالت کی وجہ سے بچے بہت پریشان ہیں۔ دیکھو! باپ اور دادا تو اللہ نے ان سے چھین لیا، اب وہ ماں اور باپ دونوں کو تم میں تلاش کریں گے۔ تمہیں بہت حوصلہ رکھنا پڑے گا۔" وہ واثق کو اپنی بانہوں کے گھیرے میں لے کر پاس بٹھاتے ہوئے بولا۔

"مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے ہاشم بھائی۔۔۔ میں مرجانا چاہتی ہوں۔ میرا زندہ رہنے کو دل نہیں چاہتا۔" اس کے ضبط کے بندھن پھر ٹوٹنے لگے۔

واثق کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔

"ان چاروں کو کس کے حوالے کر کے جاؤ گی؟" ہاشم اسے دیکھ کر بولا۔

"جس کے حوالے وہ دونوں کر کے گئے ہیں۔" وہ رندھی آواز میں بولی۔

ہاشم تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔

"مجھے تم سے ایسی باتوں کی امید نہیں تھی عاصمہ!" وہ دکھ بھرے لہجے میں کہہ گیا۔

معاشی مسائل تو بہت سے تھے لیکن عاصمہ کا ٹوٹا ہوا وجود اور اس کا یوں بات بات پہ بکھر جانا اور مرنے کی باتیں کرنا، زندگی میں دلچسپی لینے سے مسلسل انکاری ہونا۔۔۔ وہ تو بچوں سے بھی اکثر بے نیاز بیٹھی رہتی۔ ہاشم کو یہ چیز بہت پریشان کر رہی تھی۔

اس معاملے میں اسے لگتا، وہ بھی ہمت چھوڑ بیٹھے گا اور سب کچھ یونہی چھوڑ کر واپس چلا جائے گا۔ لیکن کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے واپس جاکر چین آجائے گا۔ سکون مل سکے گا؟

"عاصمہ! تمہیں کیا ہوا ہے۔ کچھ ہے جو میں نہیں جانتا۔ تم اتنی مایوس' اتنی ناامید کیوں ہو۔۔۔ اللہ کی ذات پہ بھروسا کیوں کمزور پڑ گیا ہے۔ تم تو بہت بہادر تھیں' بہت ہمت والی پھر ایسی باتیں کیوں کرنے لگی ہو۔" وہ اس کے سر پہ دوپٹا ٹھیک کرتے ہوئے نرمی سے پوچھنے لگا۔

عاصمہ کو اسی لمحے احساس ہوا کہ اس طرح تو وہ خود کو ساری دنیا کے سامنے تماشا بنا رہی ہے۔ جس اللہ نے رات کے اندھیرے میں اس کی تار تار ہوئی عزت کا پردہ رکھا ہے' وہ اسی چادر کو سارے میں پھیلا کر کروکھا رہی ہے۔ اس کا مسلسل رونا دھونا' زندگی سے بے زار ہونا' بچوں سے لاتعلق ہونا' کوئی آنکھوں کا اندھا بھی ہوگا تو وہ بھی کسی نہ کسی طرح معاملے کی تہہ تک پہنچ جائے گا۔

وہ خود ہی ٹھٹک کر رہ گئی۔

"بتاؤ مجھے۔ کیا ہوا ہے؟" ہاشم نرمی سے پوچھنے لگا۔

عاصمہ نے جلدی سے چادر سے اپنا چہرہ رگڑ ڈالا۔

"نہیں اسے یوں خود کو افشا نہیں کرنا' جو زیادتی اس کے ساتھ ہو چکی ہے' وہ دامن اٹھا کر سب کے سامنے خود کو بے لباس نہیں کرے گی۔ اس کی زندگی تو برباد ہو ہی چکی ہے۔ اس کی اس بے صبری سے اس کے بچوں کی زندگی میں سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ خاص طور پر اس کی تینوں بچیوں کی زندگی میں کچھ نہیں بچے گا۔ صرف ایک بے کردار ماں کی کہانی کے سوا!

اسے یہ سب نہیں کرنا۔

"واثق! دیکھو کچن میں ہنڈیا کے نیچے چولہا جل رہا ہے' جا کر بند کر دو۔"

وہ جو اتنے دنوں سے نہیں سنبھل رہی تھی۔ ایک لمحے نے اسے سمیٹ لیا تھا۔ بہت کچھ ابھی بھی باقی تھا۔ بہت کچھ ابھی بھی جوڑا جا سکتا تھا۔ اس کے دل کو اتنے دنوں میں پہلی بار امید سی بندھی تھی۔

☆ ☆ ☆

"پاپا!"

گاڑی میں بیٹھتا ہوا عدیل وہیں ٹھٹک کر رک گیا۔

مثال آس بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے پاس واپس آیا۔

"جی میری جان! آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے؟" وہ اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

مثال نے نفی میں سر ہلا دیا۔ عدیل اسے دیکھتا چلا گیا۔ وہ کتنی کمزور سی ہو گئی تھی۔

"آپ کو کیا کہنا ہے مثال مجھ سے؟" وہ اس کی مسلسل چپ پر پوچھنے لگا۔

"پاپا! ہم یہاں نانو کے گھر کب تک اور رہیں گے۔" وہ رک رک کر بولی۔

اگرچہ وہ پہلے بھی اول بدل کر یہی سوال عدیل سے کئی بار کر چکی تھی مگر وہ اسے کوئی بھی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا تھا۔ اب بھی عدیل گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"پاپا! مجھے جواب دیں نا!" وہ اس کا کندھا ہلا کر بولی۔

"جان۔۔۔ آپ ماما سے یہ بات کیوں نہیں پوچھتیں؟" وہ اس کے سنہری بال سہلا کر بولا۔

"مجھے ماما سے ڈر لگتا ہے۔ میں ان سے یہ سوال۔۔۔ کوئی بھی سوال نہیں پوچھ سکتی۔" اس نے بہت دیر میں

سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا تھا کہ کہیں اس کی بات سے پاپا کچھ اور نہ سمجھ لیں۔ عدیل کے لب بھینچ سے گئے۔

"وہ آپ کو مارتی ہیں؟" وہ توقف سے بولا۔

مثال نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تو پھر آپ کو ماما سے کیوں ڈر لگنے لگا ہے مثال! اور میری جان ماما سے تو کوئی بھی نہیں ڈرتا بلکہ بچے تو اپنی ہر بات صرف اپنی ماما سے شیئر کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنی ماما سے نرمی سے پیار سے یہ بات پوچھو۔" عدیل نے اسے سمجھایا۔

مثال نے پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"ماما بہت جلدی شاؤٹ کرنے لگتی ہیں یا پھر رونے لگتی ہیں یا پھر مجھے کہتی ہیں۔ چلی جاؤ یہاں سے یا پھر کمرہ لاک کر لیتی ہیں' پھر نانو بھی انہیں بلاتی ہیں تو وہ باہر نہیں آتیں۔" مثال رک رک کر باپ کو ماں کی ذہنی حالت سے آگاہ کر رہی تھی۔

عدیل فوری طور پہ کچھ نہیں بول سکا۔ اسے معلوم تھا بشریٰ اسی طرح کر رہی ہوگی۔

لیکن اب تو اس واقعہ کو بہت دن گزر بھی چکے۔ اب تو اسے سنبھل جانا چاہیے۔ اور کچھ نہیں تو مثال کی ذہنی تکلیف کو سمجھنا چاہیے کہ بچی اس ساری صورت حال سے کس طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہے۔ اسے بشریٰ سے اس بچکانہ رویے کی امید نہیں تھی۔

امیدیں تو ہمیں خود سے بھی بہت ہوتی ہیں کہ ہم بہت میچور ہو چکے ہیں مگر بعض اوقات ہم اکثر ایسا ردعمل کر جاتے ہیں کہ بعد میں ہمیں خود پہ رونا آتا ہے' جیسے اس معمولی سے زبانی جھگڑے میں عدیل نے بشریٰ کے ساتھ جو سلوک کیا۔ کیا وہ بچکانہ نہیں تھا۔ وہ ٹھنڈا سانس لے کر رہ گیا۔

"ماما کہاں ہے اب تمہاری؟" وہ مثال سے بولا۔ آج بھی وہ ڈھائی گھنٹے بیٹھا رہا تھا۔ مگر بشریٰ نے ملنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

زکیہ نے عدیل کو بہانے سے ٹالا کہ بشریٰ۔۔۔ کی طبیعت اچھی نہیں تھی۔ نیند کی گولی لے کر سو رہی ہے اور بھی بہت کچھ۔

عدیل سمجھ رہا تھا مگر خاموش تھا کہ بہرحال اس سارے معاملے کو بگاڑنے میں عدیل کی غلطی زیادہ تھی۔

مگر ایسا اور کتنے دن چلے گا۔ وہ خود بھی تھک چکا تھا۔ روز آفس سے آکر یہاں دو تین گھنٹے بے مقصد بیٹھے رہنا۔

اتنے دنوں میں بشریٰ ایک بار بھی اس کے سامنے نہیں آئی تھی' نہ اس کا فون سنتی تھی۔

کئی بار اس کے خون میں غصہ کے زبردست ابال اٹھے۔

اس نے بھی سوچ بھی لیا کہ اب وہ نہیں آئے گا اس ضدی عورت کو منانے کے لیے۔۔۔

مگر پھر مثال' مثال کی معصوم صورت اسے جیسے ہی آفس ٹائم ختم ہوتا کھینچ کر یہاں لے آتی۔ مگر وہ بچی ان دونوں کی اس لڑائی سے کس قدر سہم چکی تھی۔ اگر اس کے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ ہو جاتا۔۔۔ بشریٰ کو ماں ہوتے ہوئے اس بات کی نزاکت کا احساس ہونا چاہیے تھا۔

"ماما سو رہی ہیں تمہاری؟" وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا اندر چلا آیا۔

"نہیں۔۔۔ اپنے روم میں ہیں۔" مثال ادھر ادھر دیکھ کر محتاط لہجے میں بولی کہ اگر کسی نے سن لیا کہ مثال نے عدیل کو بشریٰ کے بارے میں بتایا ہے تو کہیں اس کی پٹائی نہ ہو جائے۔

"اوکے جان! ایک منٹ یہاں رکو۔ میں ابھی آپ کی ماما سے بات کر کے آتا ہوں۔ اوکے۔" وہ سر ہلا کر رہ گئی اور عدیل اندر چلا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

☼ ☼ ☼

عاصمہ نے سارے زیورات لا کر ہاشم کے سامنے رکھ دیے وہ کتاب پڑھتا وہیں ٹھٹک کر رہ گیا۔

"میں نے اسّی ہزار کی ایک کمیٹی بھی ڈال رکھی ہے' جو مجھے اگلے مہینے مل جائے گی۔ اس کے علاوہ پندرہ بیس ہزار اور بھی ہیں۔" وہ چہرے پر گہری سنجیدگی لیے ہوئے تھی۔

"لیکن یہ سب کس لیے عاصمہ؟" ہاشم نرمی سے بولا۔

عاصمہ لمحہ بھر کو کچھ بول نہیں سکی۔

دل ضدی اسی بچکانہ خواہش پر اڑا ہوا تھا کہ اس کے بچوں کے سر پر اپنی چھت ہونی چاہیے۔

"بھائی ـــ کیا یہ ممکن نہیں ـــ چھوٹا سا بھلے ایک کمرے کا گھر میرا ـــ میرے بچوں کا بھی ہو ـــ بھلے یہ زیور بک جاتے اور جو کچھ بھی ہے۔ بلکہ چار لاکھ جو چچا اسلم دے گئے تھے۔ وہ بھی پڑے ہیں اس کے علاوہ۔" وہ جلدی جلدی بولی۔

"دیکھو! اپنا گھر ہونے سے زیادہ یہ اہم ہے عاصمہ! کہ تم ہمت کرو بہادر بنو۔ خود کو سنبھالو ورنہ کل کو کوئی بھی چال باز' لٹیرا پھر سے تمہارے گھر کے کاغذ لے اڑے گا اور تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔" ہاشم اسے جانے کیا جتانے کو بولا۔ عاصمہ سر جھکا کر رہ گئی۔

وہ پھر سے خود کو کمزور لمحوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"بہت سمجھوتے کیے ہیں ان کچھ دنوں میں۔ یوں جیسے میں کئی سال آگے نکل آئی ہوں۔ دعوا تو نہیں کرتی' لیکن کوشش کروں گی۔ آئندہ بہت محتاط رہوں گی۔" وہ رک رک کر یوں آہستہ سے بولی جیسے یہ خود کو باور کرا رہی ہو۔

ہاشم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے بلکہ مجھے خوشی ہے کہ تم نے بالآخر خود کو سمجھا لیا ہے۔ خود کو کمپوز کر لیا ہے۔ بجائے اس کے کہ کوئی تمہیں سنبھالتا۔ بچے بہت ڈسٹرب ہیں تمہارے اس رویے کی وجہ سے۔" وہ بولا۔

"میں سمجھ رہی ہوں بھائی!" وہ آہستگی سے بولی۔

"غفار انکل کی گریجویٹی کی رقم اللہ کا شکر ہے اس بدمعاش کے ہاتھ لگنے سے بچ گئی اور کچھ رقم جو تمہارے پاس ہے۔ بہرحال میں کوشش کرتا ہوں اتنے میں کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا گھر تمہارے لیے دیکھ سکوں۔" وہ بولا۔

"ایکچوئلی عاصمہ! میں پندرہ دن سے زیادہ یہاں رک نہیں سکتا۔ مجھے مزید چھٹی نہیں ملے گی۔" وہ رک کر بولا۔ عاصمہ پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"لیکن تم پریشان نہیں ہو میں تمہیں اور بچوں کو یوں چھوڑ کر تو نہیں جاؤں گا۔ صبح دو تین ڈیلرز نے مجھے کچھ گھر دکھائے ہیں اس کے بعد ان شاء اللہ میں تمہیں دکھاؤں گا اور ہم ایک دن میں سب کچھ فائنل کر لیں گے تو ان شاء اللہ ہفتہ دس دن میں یہ کام ہو جائے گا۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" عاصمہ کے لہجے میں پھر سے آس امید تھی

"تم فی الحال یہ زیور اور رقم وغیرہ سنبھال کر رکھو۔ آج کل حالات بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔ کوشش کروں گا جلد سے جلد یہ معاملہ سیٹل ہو سکے۔" وہ زیور کے ڈبے اسی تھیلے میں ڈالنے لگا جس سے عاصمہ نے نکالے تھے۔

"بھائی! میں آپ کی بہت شکر گزار رہوں گی۔" عاصمہ نم آواز میں کہنے لگی۔

ہاشم نے اس کو روک دیا۔

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' میں یہ سب کچھ تمہارے لیے نہیں ان معصوم بچوں کے لیے کر رہا ہوں اور عاصمہ! میں نے بھی سوچ لیا ہے' میں سال دو سال میں وہاں سے سب کچھ وائنڈ اپ کر کے پاکستان آجاؤں گا۔ یہاں تمہارے پاس کسی کو ہونا چاہیے' جب تک بچے چھوٹے ہیں۔" عاصمہ سر ہلا کر رہ گئی۔

اسے معلوم تھا یہ سب کچھ اتنی جلدی ممکن نہیں مگر وہ خاموش رہی۔

☼ ☼ ☼

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو' ایسی کون سی قیامت ٹوٹ گئی ہے کہ جس کا ازالہ ہی ممکن نہیں۔" بشریٰ کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ عدیل یوں اچانک کمرے میں آکر اسے اس طرح جھنجھوڑ ڈالے گا۔

لمحہ بھر کو تو وہ شاکڈ رہ گئی۔ کچھ بول ہی نہ سکی۔

"تم اگر میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں' تم نے کوئی فیصلہ کر لیا ہے تو میرے سامنے آکر مجھ سے بات کرو' یوں منہ چھپا کر بیٹھ گئی ہو جیسے ـــ"

"منہ میں نہیں' تم چھپاؤ گے اگر میں سارے میں ـــ"

"بتا دو سارے میں چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتا دو۔ تمہارے ساتھ کچھ ایسا انوکھا نہیں ہوا ہے' وہ بچہ صرف تمہارا نہیں تھا' میرا بھی تھا۔ جتنا اس کے جانے کا تمہیں دکھ ہے' مجھے بھی اتنی ہی تکلیف ہے۔ تم یہ سب ڈراما کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔"

بشریٰ اس کے انداز پر ایک دم سہم کر رہ گئی۔ وہ اسے پھر سے اس دن والا عدیل لگا تھا' جب یہ منحوس واقعہ ہوا تھا' وہ فوری طور پر کچھ بول ہی نہ سکی۔

"اتنی خود غرض اتنی بے حس ہو گی تم' یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ چھوٹی سی معصوم بچی تمہاری اس ضد اور ہٹ دھرمی سے کس طرح سہم کر رہ گئی ہے۔ تمہیں کچھ احساس ہے؟" وہ اس کے سامنے یوں تن کر کھڑا تھا کہ اس کے پاس فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔

"وہ خوش ہے یہاں میرے ساتھ۔" وہ نظریں چرا کر کمزور آواز میں بولی۔

"خوش۔ خوشی کا مفہوم جانتی ہو تم؟" وہ پھر سے اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

"چھوڑو مجھے اور جاؤ یہاں سے' میں نے تم سے کوئی بات کرنی ہے نہ کچھ کہنا ہے۔" وہ اسے نفرت سے دیکھ کر زور سے بولی۔

عدیل سرد نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم جیسی عورتیں اس قابل ہوتی ہی نہیں کہ انہیں اتنی محبت دی جائے کہ وہ اپنی اوقات ہی بھول جائیں۔" وہ ایک دم اسے بیڈ پر دھکا دے کر نفرت سے بولا۔

"اور تم جیسے مرد جن میں مردانگی صرف یہ ہے کہ عورت پر ہاتھ اٹھایا جائے' اسے کمزور سمجھ کر جب چاہے دھتکار دیا جائے اور جب دل چاہے اس کے پاس چل پڑے' نفرت ہے مجھے تم جیسے مردوں سے۔" وہ بھی جواباً زور زور سے چلائی۔

عدیل وہیں رک کر رہ گیا۔

"نفرت ہے تمہیں مجھ سے؟" وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"ہاں ـــ ہاں نفرت ہے مجھے تم سے ـــ چلے جاؤ تم یہاں سے۔" وہ ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوئی۔ اسی طرح چلا کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عدیل نے زور سے ہونٹ بھینچ لیے۔
اس کے منہ سے وہ کچھ نکلنے والا تھا جو سب کچھ ختم کر ڈالتا' پھر ان دونوں کے درمیان کچھ بھی نہیں بچتا۔
"تو پھر کیا چاہتی ہو تم۔ بولو۔" وہ اس کی طرف بڑھ کر بولا۔
"میں۔۔۔ تم سے علیحدگی چاہتی ہوں۔" وہ بیڈ سے اتر کر ایک طرف جا کھڑی ہوئی۔
عدیل اسے دکھ بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔
اسے حیرت سی ہوئی۔ یہ وہ عورت تھی جس پر وہ آج تک اپنا سب کچھ لٹاتا چلا آیا تھا۔ اپنا دل اپنی دولت' اپنی ہر خوشی اس نے اس کی خواہش کے تابع کر رکھی تھی اور وہ کیسے چند لمحوں میں خود کو پرائی کر بیٹھی تھی۔
"علیحدگی چاہیے تمہیں؟" وہ سینے میں اٹھتے درد کو دبا کر بولا۔
"ہاں علیحدگی چاہتی ہوں میں تم سے۔ میں تم جیسے جنگلی انسان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ جسے یہ احساس نہیں کہ عورت کے ساتھ کیسے رہا جاتا ہے۔"
"کسی اور کو پسند کرنے لگی ہو؟" وہ تلخی سے بولا۔
"عدیل!" وہ تڑپ اٹھی تھی۔
"میں تمہیں چھوڑ دوں گا مگر مثال کی شکل دیکھنے کو بھی ترس جاؤ گی تم۔ یہ بات یاد رکھنا۔" وہ اس کی کمزوری کو جانتا تھا اس کو جتا کر بولا۔
"مثال کا تو تم نام نہیں لو گے' وہ صرف میری بیٹی ہے اور میری ہی رہے گی۔ میں تم جیسے شخص کے حوالے اسے نہیں کروں گی اور تمہاری ماں بہن۔"
"خاموش! اب ایک لفظ اور نہیں بولنا' میں بھی پھر ہر لحاظ اٹھا دوں گا۔" وہ دھاڑ کر بولا۔
"اوہ! تو تم نے اب تک لحاظ رکھا ہوا تھا۔ خوب!" وہ طنزیہ بولی۔
"میں مثال کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔" عدیل نے مڑتے ہوئے کہا۔
"تم مثال کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے ورنہ میں اتنا شور مچاؤں گی کہ تمہارے لیے یہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔" وہ تیزی سے اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔
عدیل اسے دیکھتا چلا گیا۔
یہ وہی صورت تھی جس پر وہ دل و جان سے فدا تھا۔ جس کے لیے وہ نسیم اور فوزیہ کا ہر طعنہ سہہ جاتا تھا اور اس کا دل چاہتا تھا کہ دنیا جہاں کے سارے خزانے اس عورت کے قدموں میں ڈھیر کر دے اس کی کوئی بھی خواہش تشنہ نہ رہے۔
"اچھا بس کرو نا اب غصہ جانے دو۔ یہ دیکھو! میں تم سے کتنی بار تو معافی مانگ چکا ہوں' پھر سے مانگ رہا ہوں وہ میرا بھی بچہ تھا مجھ سے واقعی بہت زیادتی ہو گئی' میں اللہ سے بھی معافی مانگ رہا ہوں۔
پلیز بشریٰ! میری جان! میرے ساتھ چلو گھر ابھی۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اتنے دنوں سے کانٹوں کے بستر پہ ہوں مجھ پر رحم کرو۔" وہ ایک دم سے پگھل گیا تھا۔ بشریٰ کی کمزور شکل نے اس کا دل پگھلا دیا تھا۔ بشریٰ بھی پل پل بدلتے روپ کے اس مرد کو حیرانی سے دیکھتی رہ گئی۔
"میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثال ہم دونوں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میری جان آجاؤ واپس ہماری دنیا ایک دوسرے کے بغیر ناممکن ہے' ادھوری ہے تم ہو تو سب کچھ ہے ورنہ سب کچھ بالکل ادھورا ہے۔"
وہ بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگا کر بولا۔
"چھوڑو مجھے۔" بشریٰ نے کمزور سی مزاحمت کی۔

"تمہیں چھوڑ دوں گا تو خود کیسے زندہ رہوں گا۔" اس نے اور بھی گرفت مضبوط کی۔
"مجھے تمہارے ساتھ نہیں رہنا عدیل!" وہ اسے پرے دھکیل رہی تھی اور وہ اسے اور بھی قریب کرتا جا رہا تھا۔
"تو میں تمہارے ساتھ رہ لوں گا۔ تمہیں منا لوں گا۔ راضی کر لوں گا۔ تمہارے بغیر سب کچھ بے رنگ ہے۔ تمہیں بھی زندگی ہے نہ خوشی بشریٰ! چلو واپس' ہماری بچی ہم دونوں کی وجہ سے کتنی ڈسٹرب ہے۔ میرے گھر کا وہ خالی کمرا جو صرف تمہاری ہنسی سننا چاہتا ہے تمہاری آواز کو ترس گیا ہے۔ پلیز بشریٰ! چلو میرے ساتھ۔" وہ اسے اور بھی بانہوں کے گھیرے میں لے کر بولتا چلا گیا۔
"مجھے وہاں نہیں جانا۔" وہ خود کو آزاد کرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی۔
"تم جہاں کہو گی میں تمہیں لے چلوں گا۔ بس مجھے چھوڑنے کی اور جانے کی بات نہیں کرو۔ تمہارے بغیر یہ جدائی کے دن کیسے گزرے ہیں' کاش! میں تمہیں بتا سکتا۔" وہ اس کے بکھرے بال سلجھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
"اتنے دنوں سے تو میرا خیال آیا نہیں۔"
شاید عورت اسی کا نام ہے' وہ اتنے دنوں سے اس چیز کی منتظر تھی وہ آئے اور اسے اسی طرح جھنجھوڑ کر اپنا حق جتا کر اسے منا لے۔ اس کے ساتھ زبردستی کرے۔
عورت کو سمجھنا کتنا ناممکن ہے مگر اتنا بھی ناممکن نہیں۔
عدیل بشریٰ کو پگھلتے دیکھ کر مسکرایا۔
"کتنی کمزور ہو گئی ہو۔ کیا میرے بغیر رہ سکتی تھیں؟" وہ پھر سے اسے دیکھ کر مسکرایا۔
"مگر عدیل! مجھے وہاں نہیں جانا آپ کے ساتھ۔" وہ اس کی بانہیں نرمی سے ہٹا کر بولی۔
"کیا مطلب؟" عدیل پہلی بار چونکا۔
بشریٰ نے عدیل کو جانچتی نظروں سے دیکھا۔
"مجھے یہ بات کہنی چاہیے یا نہیں۔" اس نے لمحہ بھر کو سوچا اور پھر یہ بازی کھیل لینے کا سوچ لیا۔
زکیہ بیگم نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اس سے مناسب موقع اور کوئی نہیں ملے گا' اپنی بات منوانے کا۔
"مجھے الگ گھر چاہیے۔" وہ رک کر بولی۔
عدیل لمحہ بھر کو جیسے گنگ سا رہ گیا۔ اسے بشریٰ سے اس فرمائش کی توقع نہیں تھی۔
"ورنہ میں آپ کے ساتھ کبھی نہیں جاؤں گی۔" وہ حتمی لہجے میں بولی۔

☆ ☆ ☆

چھوٹا سا صحن جس میں بمشکل ایک پلنگ اور دو کرسیاں آ سکتی تھیں۔ آگے چھوٹا سا کچن اور دو چھوٹے کمرے۔
عاصمہ کی امیدوں سے بہت بڑھ کر تھا یہ گھر۔ اس کا اپنا گھر۔
وہ آنسو بھری بے یقین نظروں سے دیکھتی چلی جا رہی تھی۔
باہر کی طرف سے اوپر جاتی سیڑھیاں تھیں اور اوپر بھی اس طرح دو کمرے' کچن اور باتھ روم تھا۔
وہ تو صحن میں ہی رک کر رہ گئی تھی۔
"عاصمہ! آؤ نا کمرے تو دیکھ لو۔" ہاشم اسے وہیں سے دیکھ کر بولا۔
"مما! آجائیں نا جلدی سے دیکھیں تو۔ کمرے کتنے پیارے ہیں تھوڑے چھوٹے ہیں لیکن ہمارے پہلے والے گھر سے بہت اچھے۔"
واثق اور اریبہ بہت خوش تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا تو دل چاہ رہا تھا یہیں زمین پر سر ٹیک کر سجدۂ شکر بجالائے۔
اس کے قدم زمین نے جکڑ لیے تھے۔ واثق اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔ وہ سحر زدہ سی گھر کو دیکھتی جارہی تھی۔
"اتنا کچھ گنوا کر بالآخر اسے اپنا گھر مل ہی گیا۔" اس نے دوپٹے کے کونے سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔
"عاصمہ! اس گھر کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ بہت ہوادار ہے۔ لوگ بہت اچھے ہیں' خیال رکھنے والے تمہارا اور بچوں کا یہاں بہت جلد دل لگ جائے گا۔ اچھا ہے نا گھر۔" وہ مسلسل بولتے ہوئے رک کر پوچھنے لگا۔
"بہت اچھا بھائی! میرے بچوں کی چھت ہے ان کے لیے جائے امان! کیوں اچھی نہیں ہوگی۔" وہ کھل کر مسکرائی۔

دو دن بعد اس کی عدت ختم ہو رہی تھی۔ سامان سارا پیک ہو چکا تھا۔ ہاشم اسے یہ گھر ایک نظر دکھانے کے لیے لایا تھا۔
"اور بھائی! یہ پچھلے گھر سے زیادہ دور بھی نہیں ہے۔"
"ہاں۔"
"بچوں کے اسکول بھی زیادہ دور نہیں اور گھر بھی بہت پر رونق جگہ پہ ہے۔" وہ بہت خوش تھی۔ اور بے تکان بولے جارہی تھی۔ بچوں کے ساتھ ادھر ادھر کمروں میں پھر رہی تھی۔
ہاشم بہن کو دیکھ کر خوش تھا۔ اس کے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا تھا۔
پورے طور پر نہ سہی اس نے کچھ حق تو ادا کر ہی دیا تھا۔
"اور میں نے اسلم سے بات کرلی ہے۔ بہت اچھی فیملی دے گا۔ وہ اوپر کرائے پر دینے کے لیے۔ آمدنی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہو جائے گا۔" ہاشم اسے تفصیل بتانے لگا۔ دونوں بہن بھائی بہت خوش تھے۔

☆ ☆ ☆

عدیل کا سوچ سوچ کر دماغ تھکنے لگا تھا۔
وہ بشریٰ کی یہ ناممکن سی خواہش کیسے پوری کر سکتا تھا۔ الگ گھر بوڑھی ماں اور بہن کو اکیلا چھوڑ کر وہ کہاں لے گا۔ اور جب نسیم بیگم کو پتا چلے گا تو وہ کتنا ہنگامہ مچائیں گی۔
وہ رات بھر ٹھیک سے سو نہیں سکا۔
اس نے بشریٰ کو بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر اس کی ایک ہی ضد تھی۔ ورنہ وہ اس سے علیحدگی کے لیے بھی تیار تھی۔
وہ صبح بغیر ناشتہ کیے آفس چلا گیا۔
واپسی پر چاہتے ہوئے بھی وہ بشریٰ سے ملنے نہیں جا سکا۔
بس یوں ہی سڑکوں پر بے مقصد گاڑی دوڑاتا رہا۔
راستے میں دو بار مثال کی کال بھی آئی مگر وہ بچی کو آفس میں کام کا بہانہ کر کے ٹال گیا۔
بشریٰ کو وہ کچھ ٹائم دینا چاہتا تھا۔
بلکہ ٹائم تو شاید اسے چاہیے تھا کہ نسیم بیگم کو آج کل پھر فوزیہ کے رشتے کی بے چینی لگ گئی تھی۔ دن میں دو تین' تین رشتہ دیکھنے والیاں آرہی تھیں۔
ان کی خاطر مدارات میں ساری تنخواہ اٹھنے لگی تھی۔ مگر وہ ماں کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔
"اس دور کا مرد کتنا کمزور' کتنا بے بس ہے۔" وہ یوں ہی ایک پارک میں جا کر بینچ پر بیٹھ گیا۔ اس نے اکتا کر فون

نکالا۔
نسیم بیگم کی کال تھی۔ وہ نظر انداز نہیں کر سکا۔ وہ صبح بھی ماں سے ملے بغیر گھر سے نکل آیا تھا اور اب بھی گہری شام ہو چلی تھی۔ وہ دل کی مریضہ تھیں۔ فکر مند ہو سکتی تھیں۔ ان کی طبیعت کا یوں بھی پتا نہیں چلتا تھا۔
"امی! آفس میں کام تھا۔ اس لیے لیٹ ہو گیا۔" اس نے نرمی سے ماں سے کہا۔
"ہاں وہ تو تمہیں مہینے بھر سے ہی ہے۔ رات گئے ہی آتے ہو' مگر آج تم ابھی اور اسی وقت گھر آؤ ورنہ۔۔۔۔" وہ غصے میں لگ رہی تھیں۔
"امی! خیر تو ہے نا۔ آپ کی طبیعت تو اچھی ہے نا۔" وہ گھبرا گیا۔
"میری طبیعت کو گولی مارو۔ بس تم فوراً" گھر آجاؤ۔ مجھے بات کرنا ہے تم سے ابھی۔" وہ ہٹیلے لہجے میں بولیں۔
"جی۔۔۔ اچھا۔۔۔ میں آرہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں پہنچتا ہوں۔" اس نے کہہ کر فون بند کر دیا۔
"اب جانے امی کو کون سا نیا شوشا سوجھا ہوگا۔" وہ اکتا کر باہر نکل آیا۔
"یہ کیا کہہ رہی ہیں امی۔" وہ بھونچکا سا رہ گیا۔
"یہاں میری لاش پڑی ہوگی' تو ہی اس گھر کے دو گھر بنیں گے۔ عدیل! میں تجھے بتا رہی ہوں۔ اگر تو بیوی' بچی کو لے کر کہیں گم ہوا تو میں نانی' خدا کی قسم اپنی جان دے دوں گی۔ یہ بات تو میری لکھ لے۔" نسیم بیگم سخت غصے میں تھیں۔ بغیر سوچے سمجھے بولتی چلی گئیں۔
"امی! کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے اور میں کیوں کروں گا ایسے۔" وہ ماں کے تیور دیکھ کر گھبرا گیا۔
"مجھے بے وقوف نہ بنا تو۔ مجھے سب پتا چل گیا ہے۔ ماں بیٹی کیا چکر چلا رہی ہیں۔ یہ تو یوں ہی بیٹھے بیٹھے میرے جی کو بے چینی سی ہوئی کہ بہو میری بیٹی کے برابر ہے' میں جا کر بشریٰ کا حال تو پوچھ کر آؤں' تو چل پڑی کہ آنبل مجھے مار۔" وہ ماتھے پر ہاتھ مار کر بولیں۔
"اور وہ دونوں ماں بیٹی تو جیسے تیار تھیں۔ فوراً" ہی مجھے کہہ دیا کہ بشریٰ تو تب ہی واپس آئے گی جب عدیل اس کے لیے الگ گھر لے کر دے گا اور عدیل گھر لے بھی رہا ہے۔ ایک ماں ہی بے خبر ہے۔ باقی تو سب کو پتا ہے۔" وہ رونے لگیں۔
"امی! ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ یقین کریں۔" وہ روہانسا ہو کر بولا۔
"کھا میرے سر پر ہاتھ رکھ کر میری قسم کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھ کر بولیں تو عدیل بے بسی سے دیکھتا رہ گیا۔

(باقی آئندہ ماہ اِن شاء اللہ)

سانحہ ارتحال

آپ کی پسندیدہ مصنفہ بہن عنیقہ محمد بیگ کی والدہ محترمہ مختصر سی علالت کے بعد اس دار فانی کو الوداع کہہ گئیں۔
انا للہ وانا الیہ راجعون
والدہ کی شفقت اور محبت سے محرومی بہت بڑا صدمہ ہے۔ ہم عنیقہ محمد بیگ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ عنیقہ اور دیگر اہل خانہ کو صبر جمیل سے نوازے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلا مقام عطا فرمائے۔ آمین۔
قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رُخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصطفیٰ بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں سو وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وصول کرپاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔
اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔
حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس کو خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔
رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہوکر سو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔
اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کرچکی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔

—۸—

آٹھویں قسط (دل)

عدیل سے جواب میں کچھ بولا ہی نہیں گیا۔
"بالکل سچ بول مجھ سے۔ جھوٹ نہیں سنوں گی میں عدیل!" وہ اس کی خاموشی پہ اور بھی چمک کر بولیں۔
"امی! ایسا کچھ نہیں ہے، آپ جانتی ہیں۔" عدیل نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے ماں کا ہاتھ سر سے ہٹانا چاہا۔
"مجھے کوئی چکر نہیں دینا۔ بغیر لگی لپٹی سچی سیدھی بات کر مجھ سے۔" وہ بھی سخت لہجے میں مضبوطی کے ساتھ سر پر ہاتھ جما کر بولیں۔
"ہاں امی! اس نے ایسا کہا ضرور ہے۔" وہ تھک کر بولا۔
"دیکھا امی! میں نہیں کہتی تھی۔ یہ بات جھوٹ ہو ہی نہیں سکتی۔" فوزیہ جو دوسری طرف خاموش بیٹھی اس مناظرے کا مزہ لے رہی تھی فوراً ہی شیر ہو کر بولی۔
"عدیل! تو ایسا نکلے گا۔" نسیم کی آنکھوں میں افسوس اور بے یقینی کے مارے آنسو ہی آگئے۔
"امی! میری پوری بات سن تو لیں آپ۔" وہ سخت جھنجھلا کر بولا۔
"کیا رہ گیا ہے اب سننے کو باقی۔ تجھے اس دن کے لیے پال پوس کر جوان کیا تھا کہ تو بوڑھی ماں اور جوان لاچار بہن کو چھوڑ کر چلتا بنے۔" وہ باقاعدہ رونے لگیں۔
"امی! خدا کے لیے روئیں نہیں، آپ کی طبیعت بگڑ جائے گی۔" وہ روہانسا ہو کر بولا۔
"جب قسمت بگڑ چکی ہو تو پھر طبیعت کی کس کو فکر ہوتی ہے۔ عدیل! تو نے لاڈلی بیوی کی فرمائش کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے ایک بار بھی ہم دونوں کے بارے میں نہیں سوچا۔" وہ روئے جا رہی تھیں۔

"افوہ! میری بات تو پوری سن لیں۔ آپ کو تو بس ہر دوسرے تیسرے کی الٹی سیدھی بات پہ کان دھرنے کی عادت ہے سوائے میری بات کا یقین کرنے کے۔" اب کے وہ جھلاتے ہوئے سخت ناراض لہجے میں کہہ اٹھا۔
نسیم بیگم کچھ ٹھٹکیں "اس طرح تو وہ ہم دونوں سے باغی ہوجائے گا یوں ہر وقت کے رونے دھونے اور مظلومیت کے ڈرامے سے۔" انہوں نے فوراً چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے آنسو صاف کیے۔
"تجھ پہ تو یقین مجھے خود سے زیادہ ہے۔ بلکہ سچی بات کہوں تو خدا کے بعد میرے بچے تو ہی تو ہمارا سہارا ہے۔" ذکیہ نے جس دھڑلے سے دعویٰ کیا کہ عدیل تو بشریٰ کے لیے علیحدہ گھر ڈھونڈ بھی چکا ہے تو یقین کر مجھے لگا میرا دل ابھی کا ابھی بند ہوجائے گا۔ کیا کروں عدیل! تجھ میں تو میری جان ہے۔ یہ سوچ کر کہ خدانخواستہ تو میری آنکھوں سے دور چلا جائے گا۔ میں تو اسی دن مر جاؤں گی۔ سچ کہتی ہوں۔" انہوں نے پھر سے آنکھیں آنسوؤں سے بھر لیں۔
"امی! میں نے کوئی الگ گھر نہیں دیکھا اور نہ میرا ایسا کوئی ارادہ ہے۔" ماں کی پل پل بدلتی حالت اسے اندر ہی اندر کچھ پریشان کر رہی تھی۔
"تو... وہ دونوں جھوٹ بول رہی تھیں کیا؟" فوزیہ لقمہ دینے سے باز نہیں رہ سکتی تھی۔ "حالانکہ امی نے ان سے کہا بھی کہ وہ ہمارے ساتھ گھر چلیں مگر انہوں اس نے صاف انکار کردیا کہ وہ تو اب اپنے نئے گھر میں ہی جائیں گی۔"
"اگر یہ بات سچ تھی تو پھر امی کا غصہ غلط نہیں تھا۔" عدیل نے دل میں سوچا۔
"امی! بشریٰ نے مجھ سے یہ مطالبہ ضرور کیا ہے لیکن میں نے اسے ہاں یا نہ کچھ بھی نہیں کہا ابھی۔" عدیل نے سارے ہتھیار پھینک دیے۔ اب سچ کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔
"تو معاملہ فقط فقٹی کر رکھا ہے تم نے مگر وہ تمہیں زیادہ نخرہ دکھائے گی تو تم ہاں بھی جاؤ گے۔" وہ تیز لہجے میں بولیں اور ساتھ ہی اپنے سینے اور بائیں بازو کو ہولے ہولے اپنے دوسرے ہاتھ سے سہلانے لگیں۔
عدیل پریشان ہوگیا۔
"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔" وہ یہی کہہ سکا۔
"تو پھر وہ کیا اب عمر بھر ماں کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھی رہے گی، ماں بھی وہ جو زمانے بھر کا فتنہ ہو۔"
"مجھے خود کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" وہ بے بسی سے بولا۔ فوزیہ اور نسیم بیگم نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
"تو کیوں اتنا لاچار ہو رہا ہے۔ کیا ہر ضد اسی کی مانی جائے گی۔ ہر فرمائش اسی کی پوری ہوگی۔"
"تو کیا کروں پھر آپ ہی بتائیں۔" وہ ہمیشہ کی طرح آخری فیصلے کے لیے ماں کی رائے کا محتاج تھا۔
نسیم بیگم کو بیٹے کی لاچاری سے بڑی کمینی سی خوشی محسوس ہوئی اور دل کو اطمینان بھی کہ بیٹا ابھی پوری طرح ہاتھوں سے نکلا نہیں ہے۔
"ایک بار مرد بن، جا کر اسے طلاق کی دھمکی دے۔ منہ سر پہ پاؤں رکھ کر دوڑی آئی تو میرا نام بدل دینا۔" وہ اسی ہٹ لہجے میں بولیں جو ان کا خاصہ تھا۔
"امی! یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔" وہ کمزور لہجے میں بولا۔
"کیا مطلب کیا ٹھیک نہیں ہوگا۔" وہ ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے خفگی سے بولیں۔
"وہ پہلے ہی خود مجھ سے علیحدگی کا مطالبہ کرچکی ہے۔ اگر میں نے بھی ایسا کہہ دیا تو معاملہ اور بگڑ جائے گا۔" وہ بے بسی سے بولا اور ان دونوں نے تاسف سے عدیل کو دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس نے تجھ سے علیحدگی مانگی اور تو اس کے پاؤں پڑ گیا؟" وہ اسے غیرت دلانے کو آخری حربے کے طور پر بولیں۔

"ایسی بات نہیں امی! میں نے اسے سمجھایا تھا۔ مثال کی وجہ سے وہ مان گئی مگر الگ گھر سے مطالبے پر۔"

"الگ گھر کس سے؟ ہم دونوں ماں بیٹی سے اتنی نفرت کرتی ہے وہ کہ ہماری شکلیں نہیں دیکھنا چاہتی تو ٹھیک ہے عدیل! تو ایک کام کر اپنا گھر بچا۔ اپنی بیوی کی بات مان اور اس کو الگ گھر لے دے اور ہم دونوں پہ لعنت بھیج۔ عاقبت کس نے دیکھی ہے جو اس کو سنوارنے کے جتن کریں تو بس اپنی دنیا سدھار۔ اس کو راضی کر لے باقی سب خیر ہے۔ جا میرا بیٹا! نہ پریشان ہو ہم ماں بیٹی کسی نہ کسی طرح جی لیں گے۔ تجھے خوش رہنا چاہیے۔ تیرا گھر بسا رہے۔ ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے۔" رندھی آواز میں کہہ کر وہ فوزیہ کا سہارا لے کر جانے لگیں۔

"امی پلیز رکیں۔ میری بات تو سنیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں سوچ رکھا امی!" عدیل ماں کی جذباتی باتوں پر روہانسا ہو کر رہ گیا۔ نسیم بیگم ان سنی کرتی فوزیہ کے ساتھ چلی گئیں۔

عدیل سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

ایک بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی ماں اور بیوی کو ایک ساتھ راضی رکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ تو پھر اسے کس کو ناراض کرنا ہوگا۔ یہ فیصلہ بہت مشکل تھا۔ پل صراط پر چلنے سے بھی زیادہ مشکل۔

☼ ☼ ☼

"اپنا اور بچوں کا بہت خیال رکھنا عاصمہ! میں ہر روز نہ سہی دوسرے دن فون کر کے تم لوگوں کی خیریت پوچھتا رہوں گا۔" ہاشم کی فلائٹ کا ٹائم ہونے کو تھا۔ وہ گھڑی دیکھ کر بریف کیس اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

عاصمہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ہاشم نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ دیا۔

بہت حوصلہ کرنے کی ضرورت ہے تمہیں۔ اللہ نے تم پر بہت بھاری بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ان شاء اللہ تمہیں ضرور سرخرو کرے گا۔" وہ رندھی آواز میں اسے ساتھ لگا کر نرمی سے بولا۔ بچے ان دونوں کے گرد کھڑے تھے۔

"اوپر اچھے لوگ ہیں۔ ڈیلر نے گارنٹی دی ہے کہ کرائے کے معاملے میں تنگ نہیں کریں گے۔ تمہیں ان شاء اللہ زیادہ پریشان نہیں ہو گی۔ میں خود بھی جتنی توفیق ہو سکی بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ بھجواتا رہوں گا۔"

وہ جانتی تھی ہاشم کے لیے یہ آسان نہیں ہو گا پھر بھی وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"واثق ماشاء اللہ بہت سمجھ دار ہے۔ بس دو تین سال کی دقت ہے پھر ان شاء اللہ یہ سب کچھ سنبھالنے کے قابل ہو جائے گا۔ کیوں واثق بیٹا؟"

"جی ماموں!" وہ کچھ شرما کر بولا۔ ہاشم نے ہنس کر اسے گلے لگا لیا۔

"کچھ چاہیے عاصمہ! جو میں وہاں جا کر تمہیں بھجوا سکوں؟" جاتے جاتے اسے خیال آیا تو رک کر پوچھنے لگا۔

"نہیں بھائی! کچھ بھی نہیں۔ اپنا گھر مل گیا۔ کچھ تھوڑا بہت آمدنی کا بھی بندوبست ہو گیا ہے۔ ہم تھوڑے میں آسانی سے گزارہ کر لیں گے۔ آپ ہماری بالکل بھی فکر نہیں کیجیے گا۔" وہ اب کے ذرا مضبوط لہجے میں بولی۔ آخر بھائی نے اس کا اتنا ساتھ دیا تھا۔ وہ جاتے جاتے اسے رو کر کیوں رخصت کرے کہ وہ اس کی طرف سے پریشان صورت لے کر جائے۔

"اللہ ضرور تمہارے لیے اور بھی آسانی کرے گا۔ میں بھی دو ایک سالوں میں واپسی کی کوشش کروں گا۔"

باتیں کرتے دونوں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

☼ ☼ ☼

"مثال کی خاطر... پلیز۔" اس نے آخری کوشش کے طور پر بشریٰ سے ملتجی لہجے میں کہا۔

"نہیں۔" وہ پہلے دن کی طرح پھر سخت ہو چکی تھی۔

"بشریٰ!" عدیل یہی کہہ سکا۔

"نہیں۔" وہ اسی قطعیت سے بولی۔

عدیل اسے دیکھ کر رہ گیا۔ خاموشی کا بہت لمبا وقفہ دونوں کے درمیان آ گیا۔

"اگر مجھے ان دونوں کے ساتھ ہی رہنا ہے تو پھر اسی ایک کمرے میں کیوں نہیں۔" وہ تلخی سے بولی۔

"تم سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"بہتر ہے یہ کوشش تم کرو۔" وہ سرد لہجے میں کہہ کر جانے لگی۔ عدیل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"پلیز بیٹھ جاؤ۔" کوئی بھی اس کی بات ماننے کو سمجھنے کو تیار نہیں تھا۔

بشریٰ کچھ دیر کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گئی۔

"پتا ہے بشریٰ! آج کل میرا کیا جی چاہ رہا ہے۔ میں خود کو ختم کر لوں۔ تمہیں بھی سکون مل جائے گا اور امی اور فوزیہ کی بھی مشکل آسان ہو جائے گی۔" وہ تھکے ہوئے لہجے میں کہہ کر خاموش ہو گیا۔ بشریٰ نے اسے تند نظروں سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔

"میں ان دونوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔" بہت دیر بعد جیسے خود سے بہت لڑ چکنے کے بعد وہ بول سکی تھی۔

"تم علیحدہ رہو گی ہر طرح سے۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ اوپر کا پورشن اس کی سیڑھیاں بھی اگر تم کہو گی تو میں باہر سے نکال دوں گا۔ دو کمرے ہیں اوپر باتھ بھی ہے شان دار سا کچن تمہاری پسند کا بنوا دوں گا۔ تمہارا امی اور فوزیہ سے کچھ واسطہ نہیں ہو گا۔" وہ ہر طرح سے اس کو منا رہا تھا۔

بشریٰ اسے شکایتی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"پلیز۔ چند سالوں کی بات ہے۔ فوزیہ کی شادی ہو جائے گی۔ امی بیمار رہنے لگی ہیں۔ میں کیسے ان دونوں کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ کبھی رات کو ان کی طبیعت خراب ہو گئی تو۔"

"اور یہ بات میری تم لکھ لو۔ ان کی طبیعت رات ہی کو خراب ہوا کرے گی۔ وہ ہمیں کبھی بھی اوپر سکون سے نہیں رہنے دیں گی۔" وہ پھر سے غصے میں آ کر بولی۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ وعدہ۔" وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت سے دبا کر بولا۔

بہت دنوں بعد عدیل کو سکون بھری چند سانسیں ملی تھیں۔ جیسے سر پر دھری کوئی چٹان کھسکی ہو۔

"اگر ایسا نہ ہوا تو؟" بشریٰ بے یقین سی تھی۔

"پھر میں تمہیں واقعی الگ گھر لے دوں گا۔ وعدہ ہے میرا۔ اب تو یقین کر لو۔"

"آنٹی مان جائیں گی؟" بشریٰ کو پتا تھا نسیم بیگم اس بات پہ بھی ضرور ہنگامہ کریں گی۔

"تم فکر نہیں کرو۔ میں امی کو منا لوں گا کم از کم اس کے لیے یہ بات کافی ہو گی کہ میں گھر چھوڑ کر نہیں جا رہا۔ وہ مان جائیں گی۔ بس مجھے ایک ہفتہ دے دو کچن بنوانے کے لیے پھر میں تمہیں لے جاؤں گا۔"

وہ بہت پرجوش تھا۔ بشریٰ ناخوش سی! عدیل محسوس کر رہا تھا مگر وہ اب اسے چھیڑ کر مزید کسی نئی بحث کا آغاز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں کرنا چاہتا تھا۔
"دیکھو نا مثال کتنی ڈسٹرب ہے۔ اسے شروع سے ہم دونوں کے ساتھ رہنے کی عادت ہے۔ کتنی کمزور ہو گئی ہے وہ۔"
"ہوں!" وہ بے زار سے لہجے میں اپنی ہتھیلی پھیلا کر دیکھنے لگی۔
"اچھا چلو مثال کو بلاؤ ہم تھوڑی آؤٹنگ کر کے آتے ہیں۔ تمہیں کچھ شاپنگ کراؤں گا۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو کر بولا۔
"عدیل! میرا دل نہیں چاہ رہا۔" وہ کوفت سے بولی۔
عدیل اسے دیکھ کر رہ گیا۔ "اس عورت کو خوش رکھنا کتنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔" وہ دکھ سے سوچ کر رہ گیا۔
ابھی تو نسیم بیگم کو منانے کا ایک اور مرحلہ باقی تھا۔ وہ بھی اس تقسیم پر آسانی سے تو راضی نہیں ہو سکتی تھیں۔
"ماما! آئس کریم کھانے چلتے ہیں پاپا سے کہیں نا۔" مثال اندر آ کر ماں سے لپٹ کر بولی۔
وہ آج کل یوں بھی بہت خوش تھی کہ اس کے ماں باپ بہت سارے دنوں کے بعد پھر سے اکٹھے بیٹھنے لگے تھے۔ باتیں کرتے تھے۔ لڑتے تھے مگر ساتھ ساتھ تھے۔
"آپ چلی جاؤ جانو! میرا موڈ نہیں ہے۔" بشریٰ مثال کو پیار کرتے بولی۔ مثال اسے واقعی پہلے سے بہت کمزور لگی۔
"نہیں ماما! آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ۔" وہ ماں کا منہ چوم کر ضد سے بولی۔
"مثال!" بشریٰ نے منع کرنا چاہا۔
"مما چلیں گی تو موڈ بھی اچھا ہو جائے گا آپ کا اور پھر ہم ڈھیر ساری شاپنگ بھی کریں گے۔ پاپا کا والٹ خالی کر دیں گے تو مزا آئے گا۔" وہ شرارت سے بولی۔
دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑے۔
"چلو آپ لوگ گاڑی میں بیٹھو جا کر میں آتی ہوں۔" وہ خود بھی اتنے دنوں سے گھر میں پڑے پڑے اکتا چکی تھی، مسکرا کر بولی۔
عدیل مثال کی انگلی پکڑ کر باہر جانے لگا۔

"خوب اچھا سا تیار ہونا۔ ہم ڈنر بھی باہر ہی کریں گے۔" وہ جاتے جاتے رک کر بولا۔
اس کی نظروں میں محبت کا خاص پیغام تھا کہ بشریٰ کچھ شرما کر نظریں جھکاتے ہوئے مسکرا اٹھی۔
بہت دنوں بعد بہت اچھا سا محسوس ہوا تھا اسے۔ عدیل لحہ بھر اس کی طرف دیکھتا رہا۔
"پاپا! اب چلیں نا مما آ رہی ہیں تیار ہو کر۔" مثال اس کا ہاتھ ہلا کر بولی تو دونوں باہر نکل گئے۔
"امی ٹھیک کہتی تھیں۔ اس سارے جھگڑے میں سب سے زیادہ نقصان میرا ہی تو ہونا تھا اور وہ دونوں ماں بیٹی جو کچھ چاہتی ہیں میں خود ان کو وہ سب کچھ پورا کر کے دکھا رہی تھی۔ اپنا گھر اجاڑ کر انہیں خوش کر دیتی۔ کبھی نہیں۔"
وہ نئی سوچوں کے ساتھ جلدی جلدی تیار ہونے لگی۔

☆ ☆ ☆

وہ کوفت بھری نظروں سے گردن موڑ کر انہیں دیکھ رہی تھی۔

چابی بنانے والا بھی کوئی سست الوجود انسان تھا۔ گھنٹے بھر سے اس سے تالے کی چابی نہیں بن سکی تھی۔
چوکیدار پوری مستعدی سے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ دو گھنٹے ہونے کو آئے تھے اسے اس طرح سیڑھیوں پہ بیٹھے ہوئے۔ اسے بھوک بھی لگ رہی تھی اور پیاس بھی۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ اسے اب یہ دونوں چیزیں بہت دیر تک برداشت کرنے کی عادت ہو گئی تھی۔
بالآخر چابی بن گئی اور لاؤنج کا دروازہ کھل گیا۔
اگر اس دوران گھر والے آجاتے تو۔۔۔ اس سے آگے کیا ہوتا، وہ بالکل بھی سوچنا نہیں چاہ رہی تھی۔
"دو سو روپے مانگ رہا ہے چابی بنانے کے۔" چوکیدار منتظر نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے پاس آ کر بولا۔
"ہاں۔۔۔ اچھا میں لاتی ہوں اندر میرے کمرے میں ہے پرس۔" وہ حقیقتاً بوکھلا گئی تھی۔ اپنا بوسیدہ بیگ تھامتی اندر چلی گئی۔
گھر اسی طرح سجا سجایا شاندار تھا جیسا سولہ دن پہلے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔
اس نے ایک گہرا سانس لے کر گھر کے اپنے پن کو محسوس کرنے کی کوشش کی مگر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔
ادھ کھلے دروازے سے چوکیدار اور چابی والا اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ آہستگی سے ماسٹر بیڈ روم میں داخل ہوئی۔
"شکر ہے یہ کمرا لاکڈ نہیں ہے۔" اس نے صاف ستھرے سجے سجائے کمرے کو طمانیت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچا۔
اس نے کبھی چوری نہیں کی تھی لیکن آج اسے یہ کام بھی کرنا تھا۔ اسے معلوم تھا اگر اس گھر میں رقم اگر کہیں سے مل سکتی ہے تو وہ اس کمرے سے۔
اس نے ایک ایک کر کے ڈریسنگ ٹیبل کی درازیں، سائیڈ ریکس اور پھر الماری کھول کر دیکھ لیں۔ کہیں بھی کچھ نہیں تھا۔
وہ مایوس ہونے کے ساتھ ساتھ سخت پریشان ہو چکی تھی۔
"اگر پیسے نہ مل سکے تو۔۔۔ چوکیدار شاید مجھے رہنے نہ دے یہاں اور اگر اس نے اپنے مالک کو فون کر کے صورت حال بتا دی تو۔۔۔ ظاہر ہے وہ تنخواہ اپنے مالک سے لیتا ہے۔ مجھ سے تو نہیں۔"
الماری میں لٹکا بلیک ہینڈ بیگ امید کی آخری کرن تھا اس کے لیے۔۔۔ وہ تیزی سے بیگ کی اندر باہر سے تلاشی لینے لگی۔

اندرونی جیب میں ایک ہزار کا اور ایک پانچ سو کا نوٹ موجود تھا۔ اس کی جان میں جان آ گئی۔ تیزی سے نوٹ لے جاتے ہوئے وہ رک گئی۔
پھر مڑ کر الماری میں بیگ کو اس جگہ پر لٹکایا چیزیں ترتیب سے رکھیں درازیں ڈھنگ سے بند کیں اور دروازے پر رک کر کمرے کو آخری نظر سے دیکھنے لگی۔ کہیں کچھ گڑبڑ تو نہیں۔ کمرا پہلے کی طرح لگ رہا ہے نا۔
اس کی بھٹکتی نظریں بے اختیار میز کے سائیڈ ریک پر پڑی مسکراتی تصویر پہ رک گئیں۔
اس کے قدم کسی نے جکڑ سے لیے۔
وہ کچھ دیر یونہی کھڑی رہی پھر آگے بڑھ کر تصویر اٹھا کر دیکھنے لگی۔
"سوری۔" تصویر واپس رکھتے ہوئے وہ آہستگی سے بولی اور آنکھوں کے کونے صاف کرتی تیزی سے باہر چلی گئی۔
"یہ دو سو چابی والے کو دے کر باقی کے پیسے آپ رکھ لیں۔" اس نے چوکیدار کو پانچ سو کا نوٹ تھما کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں جی!" وہ کچھ حیران ہوا۔
بخشش۔ اس کی توقع سے یا تو بہت زیادہ تھی یا بہت کم۔
"پلیز اگر فون آئے تو۔ اس ڈپلی کیٹ چابی کا نہ بتایئے گا۔ وہ واپس آئیں گے تو میں خود بات کرلوں گی۔" اس نے تین سو روپے کی بخشش کا مطلب اسے سمجھایا۔
"جی بہتر!" وہ سر ہلا کر چابی والے کے پاس چلا گیا۔
ایک ہفتے سے پہلے تو وہ لوگ واپس نہیں آئیں گے لیکن یہ کوئی حتمی بات بھی نہیں۔ وہ اس سے پہلے بھی آ سکتے ہیں۔ مجھے رہائش کے لیے اوپر والا کمرا بھی استعمال میں رکھنا چاہیے جس کا بیرونی دروازہ کہیں کھلا رہ گیا تھا اور لاؤنج کی یہ ڈپلی کیٹ چابی میرے میں بھی کام آسکتی ہے کیونکہ یہ تو ان لوگوں کا معمول ہے۔" اس نے چابی کو مضبوطی سے مٹھی میں بند کرلیا۔
"لیکن ایسا کب تک ہوتا رہے گا۔ اب مجھے کچھ نہ کچھ تو اپنے بارے میں سوچنا چاہیے۔ زندگی صرف تین دنوں کا نام تو نہیں۔ پندرہ دن ادھر تو پندرہ دن ادھر۔ اس سے آگے بھی بہت کچھ ہے اور اچھا ہے یہ لوگ گھر پہ نہیں۔ مجھے اس خاموشی اور تنہائی میں اپنے لیے اب کوئی فیصلہ کرنا ہی ہوگا اس سے پہلے کہ یہ سب لوگ میرے بارے میں کوئی فیصلہ کریں۔ اگرچہ ایسی فرصت شاید ہی کسی کو نصیب ہو' پھر بھی مجھے خود سے کچھ سوچنا ہوگا بلکہ کرنا ہوگا۔" وہ اوپری کمرے تک آتے آتے بہت کچھ سوچ چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ارے آپ سچ کہہ رہی ہیں خالہ۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔" عاصمہ تو سن کر ہی بے یقین سی ہوگئی۔
"بھئی وہ کہتے ہیں نا کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آجاتا ہے سمجھو! آج ہم جیسا کھوٹا سکہ بھی چل پڑا۔" حمیدہ خالہ خاصی خوش مزاج ہوتی جارہی تھیں۔
"یوں نہ کہیں خالہ! آپ خدانہ کرے جو کھوٹا سکہ ہوں۔ کم از کم میرے لیے تو مبارک ہیں اور خیال رکھنے والی ہیں ورنہ جیسے اتار چڑھاؤ ان چند مہینوں میں آئے اور جو کچھ میرے ساتھ بیتا تو آپ گواہ ہیں میرا ساتھ کس نے دیا ہ سوائے آپ کے اور کون تھا۔" عاصمہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ پچھلے گزرے دنوں کا خوفناک نقشہ اس کی نظروں کے سامنے پھر سا گیا تھا۔
"ساتھ دینے والی تو اللہ کی ذات ہے۔ تم ایسی باتیں نہیں سوچو مجھے تو بس یہی فکر تھی کہ تم خدانہ کرے کسی بڑی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔" وہ سر ہلا کر بولیں۔
"کیا مطلب؟" وہ کچھ چونکی۔
"کبھی ایسے ہوتا ہے۔" آدمی کسی بڑی افتاد سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے کسی ان دیکھی دلدل میں جاگرتا ہے۔ بس یہی ڈر تھا مجھے تمہاری حالت سے۔" وہ دھیمے چبھے الفاظ میں بہت کچھ جتا گئیں۔
عاصمہ سے کچھ دیر بولا ہی نہیں گیا۔
"چائے تو لیں آپ' ٹھنڈی ہو رہی ہے اور یہ مٹھائی تو لی نہیں آپ نے ابھی تک۔" بہت دیر کی خاموشی کے بعد عاصمہ کو خیال آیا تو کہنے لگی۔
"تو پھر تم کل چلو گی میرے ساتھ؟" خالہ حمیدہ چائے کا بڑا سا گھونٹ بھر کر بولیں۔ "دیکھ لو نہ کوئی انٹرویو کا چکر نہ کسی اور امتحان کا ڈر بس سیدھا جاؤ ملو اور نوکری کا پکا کاغذ لے لو۔ ساری بات تو میں کر آئی ہوں۔"

"مگر خالہ پھر بھی۔۔۔ میری تعلیم صرف ایف اے ہی تو ہے اور مجھے کبھی کسی اسکول میں بچوں کو پڑھانے کا تجربہ نہیں رہا۔" اندیشے تو اسے فوراً ہی گھیرنے لگتے تھے کوئی بھی نیا کام کرنے سے پہلے۔ حسب عادت پریشان ہو کر بولی۔
"کچھ نہیں کرنا تم کو۔ اپنے بچوں کو بھی تو خیر سے پڑھاتی ہو نا وہاں بھی چھوٹے بچوں کو پڑھانا ہے چار سال سے اسکول کھول رکھا ہے میری بھتیجی کی نند نے۔ اب تو بہت چلنے لگا ہے۔ اتنی بڑی بلڈنگ لے لی ہے۔ اب نئی استانیاں رکھ رہی تھی تو مجھے تمہارا خیال آگیا۔ میں نے نوید سے بات کی اس نے اپنی نند سے پوچھا تھا۔ اسے حالات بتائے تو اس نے فوراً سے کہہ دیا کہ بس آجائیں۔ سیٹ کرنا ہمارا کام ہے تو پھر ڈر کیسا۔" وہ پوری طرح اسے تسلی دے کر بولیں۔
عاصمہ سر ہلا کر رہ گئی۔
"لیکن خالہ! یہ چھوٹی وردہ۔۔۔ اس کو کس کے حوالے کر کے جاؤں گی۔" اسے پھر سے نئی پریشانی نے گھیرا اور یہ بات تو حقیقت بھی تھی۔
"اللہ مالک ہے۔ تم ایک بار جا کر مل تو لو۔ بات بن گئی تو اس کا بھی کوئی حل سوچ لیں گے۔ اسکول گھر سے زیادہ دور نہیں صبح کے دو تین گھنٹے میں رکھ لوں گی۔ تم تفریح کے ٹائم آکر بچی کو کچھ کھلا پلا جایا کرنا تو کسی نہ کسی طرح رہ ہی جائے گی۔" وہ اسے ڈھارس دینے کو بولیں۔
عاصمہ نے عجیب سے انداز میں سر ہلایا۔
"اچھا کل میں سویرے ہی آؤں گی۔ تم بس تیار رہنا میں تمہیں لے چلوں گی پھر جو بات بنے گی دیکھ لیں گے۔" وہ جانے کو جوتیاں سیدھی کرنے لگیں۔
"خالہ! کچھ دیر تو اور رکیں اتنے دنوں بعد آئی ہیں۔" وہ ابھی نئے ہمسایوں سے اتنی گھل مل نہیں سکی تھی خالہ حمیدہ سے برسوں کی جان پہچان تھی۔
"پھر لگاؤں گی چکر تو دیر تک بیٹھوں گی۔ تم بھی ذرا اپنی آمدنی اور خرچ کی فکر سے آزاد ہو جاؤ تو پھر بیٹھیں گے کسی دن دیر تک۔ یوں بھی چھوٹی میکے گئی ہوئی ہے۔ بڑی بیٹھی مجھے کوس رہی ہوگی۔ گھر سے تو میں سبزی لینے نکلی تھی۔ اس نے ہنڈیا بھی چڑھانی ہوگی۔" وہ چادر لپیٹ کر جانے کو تیار ہو گئیں۔
"لو بھول گئی میں۔ ذرا جانے سے پہلے ایک چکر اوپر تمہارے کرائے داروں کا تو لگا آؤں کیسے لوگ ہیں' تھوڑا آگا پیچھا تو معلوم ہونا چاہیے۔" وہ جاتے جاتے سیڑھیوں کی طرف جانے لگیں۔
"خالہ! ادھر سے راستہ بند ہے' مطلب دروازہ لگا کر بھائی نے تالا لگوا دیا ہے۔ باہر کی طرف سے سیڑھی لگوا دی ہے۔ وہاں سے چلی جائیں آپ۔" عاصمہ انہیں روک کر بولی۔ حمیدہ لمحہ بھر کے ٹھٹک کر رہ گئیں۔ پھر سر ہلا کر جیسے ہاشم کے اس قدام کو سراہنے لگیں۔
"بہت سمجھ دار ہے خیر سے تمہارا بھائی' اللہ اسے لمبی زندگی دے۔ کیسی عقل مندی کا کام کر کے گیا۔ چلو میں باہر سے ہو کر چلی جاؤں گی۔ تم دروازہ بھیڑ لو۔" وہ کہہ کر چلی گئیں۔ عاصمہ دروازہ بند کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

اتنا شاندار کچن' ایسا ہی سجا سجایا گھر۔ بشریٰ کے قدم تو آخری سیڑھی پر ہی رک گئے۔ صرف ایک ہفتے میں اس طرح اوپر کے کھنڈر پورشن کو سیٹ کر دینا۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ سارے پورشن میں نیا رنگ و

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

روغن چمکتے روشن در و دیوار 'نئے پینٹ شدہ دروازے 'کھڑکیاں۔ اس کے سامان سے سجا اس کا شاندار بیڈ روم اور ڈرائنگ روم 'سامان سے بھرا کچن۔۔۔ وہ تو مبہوت بس دیکھے جارہی تھی۔

مثال کسی تتلی کی مانند گھر کے اس نئے سجے بنے حصے میں اڑتی پھر رہی تھی۔

"کیسا لگا تمہیں یہ سب کچھ؟" عدیل نے شاید اس سے پوچھا تھا۔ وہ دیکھنے میں اتنی مگن تھی کہ جواب میں کچھ کہہ ہی نہ سکی۔

"یہ سب ایک ہفتے میں تو نہیں ہو سکتا نا عدیل؟" وہ مڑکر شک بھری نظروں سے اسے دیکھ کر بولی۔

"محبت یہ سب کچھ ایک گھنٹے میں بھی کروا سکتی ہے۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار بھرے لہجے میں بولا۔

بشریٰ تو جیسے اس پر مر مٹی۔

ابھی کچھ دیر پہلے جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو نسیم بیگم اور فوزیہ نے کیسی کٹیلی کھا جانے والی نظروں سے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس کے سلام کا جواب معلوم نہیں نسیم بیگم نے دیا تھا یا نہیں مگر ان کے ہونٹ ہلے تھے شاید کوئی کوسنا دیا ہو۔ بشریٰ نے دل میں یہی سوچا۔

کیسا سرد رویہ تھا دونوں کا۔

بشریٰ کچھ پریشان ہو گئی کہ ہو سکتا ہے عدیل نے اسے صرف اوپر والے پورشن کا جھانسا دیا ہو۔ ایسا کچھ بھی نہ ہو۔۔۔ وہ کن انکھیوں سے عدیل کو دیکھنے لگی۔

وہ خود بھی ماں بہن کے رویے کی سرد مہری کو محسوس کر گیا تھا۔

"میرا خیال ہے۔ میں سامان اوپر چھوڑ آتا ہوں بلکہ آجاؤ بشریٰ! تم بھی دیکھ لو۔ کچھ رہ تو نہیں گیا۔ مثال۔۔۔ بابا کی جانی۔ آؤ ناں!" وہ دور کھڑی مثال کو پاس بلا کر اسے پیار کرتے ہوئے ساتھ لگا کر باتیں کرتا اوپر کی طرف چل پڑا تو بشریٰ کی جیسے رکی ہوئی سانسیں بحال ہو گئیں۔

وہ نسیم بیگم اور فوزیہ کی طرف دیکھے بغیر بڑے فخریہ انداز میں چلتی عدیل کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"امی! دیکھ رہی ہیں اس کا غرور 'نخرہ اور دماغ۔۔۔ بھائی نے ہی بیڑہ غرق کیا ہے اس کا سارا۔" بشریٰ نے خود اوپر جاتے ہوئے فوزیہ کی جلن بھری بڑبڑاہٹ سن لی تھی۔

اس کے دل کو عجیب سا سکون ملا تھا۔ اسے لگا وہ سیڑھیوں پر قدم نہیں رکھ رہی ان ماں بیٹی کے دلوں پر پیر رکھ کر اوپر چڑھ رہی ہو۔ انہوں نے تو جلنا ہی تھا انہیں کب امید تھی کہ بشریٰ واپس آجائے گی۔

وہ مسکراتی ہوئی اوپر آگئی۔

"تھینکس عدیل! تھینک یو سوچ۔" وہ خوشی سے مغلوب لہجے میں اس کے ہاتھ گرم جوشی سے اپنے ہاتھوں میں لے کر بولی۔ وہ اس کے ہاتھ دباتے ہوئے اسے پاس کھینچنے لگا۔

"خالی تھینک یو؟" اس کے ریشمی بالوں کو سرکا کر اس نے سرگوشی کی۔

"اونہوں 'مثال دیکھ لے گی نا۔" وہ اسے مصنوعی خفگی سے پرے دھکیل کر بولی۔

"وہ اپنا روم دیکھنے گئی ہے اور ہاں ابھی اس کے روم کی بہت سی چیزیں رہتی ہیں۔ میں نے سوچا وہ ہم مثال کی مرضی سے خرید لیں گے 'کیا خیال ہے؟"

"بالکل۔۔۔ وہ خوش ہو جائے گی۔" بشریٰ چہک کر بولی۔

"اتنے دن ہماری بچی ہم دونوں کی وجہ سے اتنا ناخوش رہی۔ اب تو ڈھیر ساری خوشیوں پر اس کا حق ہے۔" عدیل بیٹی کی محبت میں بولا۔

"اور ہمارا بھی۔" وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر محبت بھرے لہجے میں بولی۔

"اب تو خوش ہو نا بشریٰ؟" وہ بشریٰ کے رد عمل سے بہت مطمئن تھا جیسے اتنے دنوں سے سر پر پڑا کوئی پہاڑ سرک گیا ہو۔

"بہت زیادہ۔۔۔ عدیل! آپ نے آنٹی کو کیسے منایا اس علیحدگی کے لیے؟" اسے خیال آیا تو پوچھنے لگی۔

"یہ مت پوچھو۔ ایک بہت مشکل جنگ لڑی تھی میں نے پہلے تم سے پھر امی اور فوزیہ سے۔ تم تو جانتی ہو انہیں کیسے جذباتی کرنا آتا ہے پھر آج کل جس تواتر سے وہ فوزیہ کے لیے رشتے دیکھ رہی ہیں 'ان کا یہ کہنا تھا کہ لڑکے والے یہ اعتراض ضرور اٹھائیں گے کہ ایک ہی بھابی اور وہ بھی علیحدہ رہتی ہے۔ بشریٰ! تم پلیز! جب بھی ایسی چوئیشن ہو تم یہی شو کرنا کہ ہم اکٹھے ہی رہتے ہیں پلیز! اتنا تو کر سکتی ہو ناں میرے لیے۔ میری کچھ بچت ہو جائے گی امی اور فوزیہ سے۔"

اسے بے اختیار اپنے پیارے شوہر پر رحم سا آیا۔

"سب کچھ بیلنس رکھنے کے چکر میں کوئی کس طرح سے پھنس جاتا ہے۔" وہ دل میں سوچ کر رہ گئی۔

"عدیل! میں نے تو پہلے بھی کبھی ان کے ساتھ برا نہیں کیا۔ کبھی ان سے یا فوزیہ سے بد تمیزی نہیں کی۔ جب تک ان دونوں کی طرف سے انتہا نہیں ہوئی تو پلیز! آپ بالکل ٹینشن نہیں لیں۔ ایسا اگر کوئی موقع آئے گا تو میں آپ کو مایوس نہیں کروں گی۔"

وہ اس کے لیے اتنا کچھ کر سکتا تھا تو کیا وہ اس کے بدلے میں یہ معمولی سی موت بھی نہیں دکھا سکتی تھی۔

"تھینکس تم واقعی بہت اچھی ہو بشریٰ!" وہ سچ مچ مغلوب سا ہو گیا۔

"جی! میرے کمرے میں تو صرف ایک بیڈ پڑا ہے وہ بھی پرانے والا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ میں اپنے ٹوائز کہاں رکھوں گی۔۔۔ نہ کوئی ریک ہے نہ کپ بورڈ کچھ بھی تو نہیں۔" مثال روہانسی ہو کر ان کے پاس آکر بولی۔

"میری جان! بس آج کی رات صبر کر لو۔ کل میں آفس سے آؤں گا ویک اینڈ بھی ہو گا پھر ہم اپنی مثال کے لیے اس کی پسند سے ڈھیر ساری شاپنگ کریں گے۔" عدیل اسے اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کرتے ہوئے بولا۔

مثال چند منٹوں میں کھل سی گئی تھی۔

"اللہ میری بیٹی کو کبھی کوئی دکھ نہ دکھائے۔ یہ ہمیشہ خوش رہے اسی طرح ہنستی مسکراتی۔" بشریٰ نے یک ٹک مثال کو دیکھتے ہوئے بے اختیار اس کے لیے دل سے دعا کی۔

"پرامس کریں کل مجھے سب کچھ مل جائے گا وہ بھی میری پسند کا۔" وہ باپ کے آگے ننھا سا ہاتھ پھیلا کر بولی۔

"پرامس میری جان! پہلے کبھی ہم نے اپنی ڈارلنگ سے کوئی جھوٹا وعدہ کیا ہے۔" وہ اس کے ہاتھ کو پیار سے تھامتے ہوئے بولا۔

"او کے اتنا ویٹ تو میں کر ہی لوں گی۔" وہ سخی بن کر بولی تو دونوں ہنس پڑے۔

☼ ☼ ☼

وہ بے یقین نظروں سے ہاتھوں میں پکڑے اس بے داغ سفید لفافے کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ اتنا بے یقین تھا کہ شدید خواہش کے باوجود اس لفافے کو کھول کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

"اگر یہ اندر سے خالی ہوا تو؟" یہ اندیشہ اسے بے حرکت کیے ہوئے تھا۔

"ایسا ہمیشہ تو نہیں ہو سکتا۔" کسی نے نرمی سے اسے تسلی بھی دی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن وہ ابھی بھی وہ لفافہ نہیں کھول رہا تھا۔ اس کا سیل فون بجنے لگا۔
اس نے گہرے سکوت سے نکل کر سیل کی اسکرین پر چمکتا نمبر دیکھا۔
"کوئی اور بھی تو ہے جو اس لفافے کا بھید جاننے کا مجھ سے بھی زیادہ مشتاق ہے۔ مجھے اب مزید انتظار نہیں کروانا چاہیے کہ کبھی کبھی حد سے بڑھا انتظار جان لیوا بھی ہو جایا کرتا ہے۔"
اس نے کال ریسیو نہیں کی۔ سیل واپس جیب میں رکھ دیا۔ اور آہستگی سے سحر زدہ انداز میں لفافے کی مہر پٹائی اندر رکھا بڑا کاغذ یوں باہر نکالا جیسے وہ کوئی متبرک مقدس تحریر ہو۔
اس کے لیے تو وہ واقعی بہت مقدس بہت متبرک تحریر تھی کہ جیسے وہ اس کی تمام تر جدوجہد کا حاصل ہو۔
"حاصل" وہ جیسے خود پر ہنسا۔
اور پھر کھلے کاغذ کی تحریر پر نظریں دوڑاتا بے اختیار ہنستا چلا گیا۔
وہ ارد گرد موجود لوگوں کی موجودگی سے بے خبر کسی دیوانے کی طرح ہنس رہا تھا۔ اس کا سیل فون پھر سے بجنے لگا تھا۔
اس نے پھر زور سے ہونٹ بھینچ لیے۔ کچھ جھینپتی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور دل میں اپنی دیوانگی کو کوسا۔ احتیاط سے لفافے میں وہ متبرک کاغذ ڈالا اور سیل پر آئے نمبر کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچ کر اس نے کال ریسیو کرلی۔
"میں بس ابھی پہنچ رہا ہوں آدھے گھنٹے میں تو بتاتا ہوں۔" سامنے سے آتی مطلوبہ بس کو دیکھ کر اس نے جلدی سے کال بند کی اور اس کی طرف تیزی سے چل پڑا۔

☆ ☆ ☆

"سچ مما؟" واثق اور اریبہ خوش ہو کر ایک ساتھ بولے تھے۔
"بالکل سچ میری جان!" عاصمہ کے لہجے میں خوشی کی کھنک تھی۔
"دیکھو، جب آدمی دل میں مصیبتوں سے لڑنے کا پکا ارادہ کرلیتا ہے نا تو پھر اللہ میاں بھی اس کے لیے راستے کھولتے جاتے ہیں اور اس کی مشکلیں آسان ہوتی جاتی ہیں۔" اس نے کھانا نکالتے ہوئے دونوں کو آسان الفاظ میں سمجھایا۔ بچوں نے فخریہ انداز میں ماں کو دیکھا۔
"یہی ماں تھی جو چند مہینے پہلے تک اس بری طرح سے ٹوٹ کر بکھری تھی جیسے کوئی کانچ کی گڑیا ہو اور لگتا تھا اب کبھی جڑے گی نہیں لیکن وہ نہ صرف جڑ چکی تھی بلکہ ان چاروں کو ایک شان دار مستقبل دینے کے لیے دل میں بہت سے ارادے بھی باندھ چکی تھی اور اپنی ہمت کو بھی جواں کر چکی تھی کہ اب اسے ہر مشکل کو اپنی ہمت اور ارادے سے زیر کرنا تھا۔
وہ دسترخوان پر کھانا لگاتے ہوئے خود کو بہت مطمئن محسوس کر رہی تھی۔ آج جب میڈم نے اس کو بہت سرسری سے انٹرویو کے بعد سلیکشن کا بتایا تو وہ خوشی کے مارے رو ہی پڑی تھی۔
اس سے کتنی دیر تک کچھ بولا ہی نہیں گیا۔
حمیدہ خالہ نے اسے ٹھوکا دے کر خود شکریہ ادا کرنا شروع کیا تو وہ بھی جیسے ہوش میں آگئی۔
پھر وہ کا مسئلہ کیسے چٹکیوں میں حل ہوا۔
"ہمارے اسکول میں ایک اور ٹیچر بھی ہیں ان کا بھی چھوٹا بچہ ہے جسے ہماری آیا نرسری میں ایک طرف بٹھ کاٹ میں لٹا کر اس کا خیال رکھ لیتی ہے۔ آپ بھی بچی کو لے آیا کیجیے گا وہ آپ کی نظروں کے سامنے بھی رہے گی۔

اجرت بہت معمولی ہوگی۔ یقیناً" آپ کو اپنے مسئلے کے حل کے مقابلے میں کم ہی لگے گی۔" میڈم فاطمہ اسے واقعی کوئی رحمت کا فرشتہ ہی لگی تھیں۔
ورنہ وہ تو یہ سوچ سوچ کر ہول رہی تھی کہ دو رہ کر کہاں چھوڑے گی۔
حمیدہ خالہ کی پیشکش اپنی جگہ مگر وہ ان سے مانوس نہیں تھی پھر حمیدہ خالہ کی دونوں بہوئیں اس سخاوت پر یقیناً" ناک منہ چڑھاتیں اور یہ سلسلہ زیادہ دن تک نہیں چل سکتا تھا۔
آپا سے بھی وہ آتے ہوئے مل آئی تھی۔ بہت اچھی کم گو اور چہرے سے نہایت سلجھی ہوئی خاتون تھی۔ عاصمہ کے دل کو بہت اطمینان سا ہوا۔
"مما! کتنی سیلری دیں گے اسکول والے آپ کو؟" واثق نے اس کو اپنے خیالوں سے چونکایا تھا۔
"سیلری تو ابھی زیادہ نہیں پھر وہ کی دیکھ بھال کے لیے آیا کو بھی دینی ہوگی کچھ رقم لیکن واثق! کچھ نہ ہونے سے یقیناً" بہتر ہے۔ کچھ کرایہ آجایا کرے گا پھر شام میں 'میں ٹیوشن کرلوں گی۔ میرے خیال میں ہمارے لیے یہ کافی ہوگا۔" اس نے مسکرا کر بیٹے کو تسلی دی۔
"ویٹس ناٹس..... تھری کلاس تک کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانے میں میں بھی آپ کی ہیلپ کردوں گا۔" وہ مدبرانہ انداز میں بولا۔
"اوکے میری جان! یوں بھی تمہاری ہیلپ کے بغیر تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔" عاصمہ پیار سے اس کے بال بکھرا کر بولی۔
"اوہ ممی! آپ کو ایک چیز دکھانی تھی مجھے۔ میں آتا ہوں ابھی۔" وہ اٹھ کر تیزی سے اندر کمرے میں چلا گیا۔
عاصمہ مسکرانے لگی۔ اس نے ایک گہرا سانس لے کر اپنی جنت کو دیکھا۔
کچھ دن پہلے تک وہ کس درجہ مایوس ہو چکی تھی کہ اسے لگتا تھا زندگی کے دامن میں اب اس کے لیے کوئی خوشی نہیں بچی۔ وہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو گئی تھی اور مایوسی کفر تک لے جاتی ہے تب ہی تو وہ بار بار حرام موت کے بارے میں سوچتی تھی اور اس پر عمل بھی کر بیٹھی تھی۔
آج اگر وہ بھی نہ ہوتی تو اس کے بچے اللہ جانے کہاں دھکے کھا رہے ہوتے۔ اس نے لرز کر سر جھٹکا اور بچوں کو کھانے کے لیے آوازیں دینے لگی۔
واثق اسے اپنی شان دار سی ڈرائنگ دکھا رہا تھا جس پر پرنسپل صاحب نے آج خود اپنے سائن کے ساتھ اسے تعریفی سرٹیفکیٹ دیا تھا اور سالانہ مقابلوں کے لیے اس کا نام بھی فائنل ہو گیا تھا۔
"ماشاء اللہ میری جان! کتنی خوب صورت ڈرائنگ تمہاری..... بالکل اپنے پاپا کی طرح، پتا ہے نا پاپا کی ڈرائنگ کتنی اچھی تھی۔" عاصمہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔
"ممی! میں نے بابا سے ہی تو سیکھی تھی اس طرح چیزوں کو ڈرا کرنا۔" وہ پیار سے ماں کے آنسو صاف کر کے بولا تو وہ مسکرانے لگی۔
"مما..... ماموں کا فون ہے۔ آجائیں جلدی سے۔" اریبہ سیل ہاتھ میں لیے دوڑتی ہوئی ماں کے پاس آئی تو عاصمہ جلدی سے فون سننے لگی۔

☆ ☆ ☆

انہوں نے مثال کے لیے بہت ساری شاپنگ کی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خود بشریٰ نے اپنے نئے گھر کے لیے مزید بہت سی چیزیں خرید لی تھیں۔
عدیل نے بشریٰ کے لیے ایک خوب صورت سی ساڑھی بھی لی۔ اس کی محبت بشریٰ کے لیے جیسے اور بھی بڑھ گئی۔ بشریٰ اس کے والہانہ جذبات پر جیسے دل ہی دل میں مغرور ہوئی جارہی تھی۔ وہ آج کل صرف بشریٰ اور مثال ہی پر توجہ دے رہا تھا۔
صبح آفس جاتے ہوئے ماں اور فوزیہ سے کھڑے کھڑے دو چار باتیں کرتا ماں سے دواؤں کا نسخہ لیتا۔ ان کی کچھ اور ضرورت کی چیزیں پوچھ کر خدا حافظ کہہ کر چلا جاتا۔
بشریٰ اوپر کھڑکی سے دیکھتی رہتی۔
عدیل بھی یہ بات جانتا تھا۔ اس لیے وہ کم سے کم ٹائم ماں اور بہن کو دیتا۔ یوں بھی دونوں اس سے ابھی تک ناراض تھیں۔ وہ ٹھیک طرح سے بات نہیں کرتی تھیں۔ عدیل نے بھی منانے کی کوشش نہیں کی' ورنہ لمبا چوڑا جھگڑا شروع ہو جاتا۔ انہیں نظر انداز کرنے میں ہی عافیت تھی۔ اس کا ٹوٹتا ہوا گھر جڑ گیا تھا۔ اسے اب کسی کی پروا نہیں تھی۔
بشریٰ ابھی نیچے نہیں اترتی تھی۔
عدیل کی محبت نے اسے بے خوف کر دیا تھا ورنہ پہلے تو وہ ہر کام نسیم بیگم سے پوچھ کر کرتی تھی۔ ہاں ایک مصیبت ابھی بھی باقی تھی کہ آئے دن نسیم بیگم کسی نہ کسی رشتے دیکھنے والے کو بلائے رکھتیں جس کے لیے بشریٰ کو مارے باندھے نیچے اتر کر جانا بھی پڑتا اور نمائشی انداز میں ساس اور نند سے بات چیت بھی کرنا پڑتی۔
"پتا نہیں اس مصیبت کا کب نصیب کھلے گا تو میری جان چھوٹے گی۔" وہ جل کر سوچتی۔ لیکن ابھی تو فوزیہ کے نصیب کے سلسلے میں نہ کسی کی دعا اثر کر رہی تھی نہ بددعا۔ وہ ہنوز ماں کے سینے پر پتھر بن کر بدرجہاں تھی۔
نسیم بیگم اسے دیکھ دیکھ کر آہیں بھرتیں۔ عدیل کی بے رخی کا غم بھی تازہ تھا۔ پھر بہو کے بے خوف' بے لحاظ انداز انہیں اور بھی آگ لگاتے مگر وہ خاموش تھیں۔
ان کی خاموشی سے بشریٰ کچھ پریشان تو تھی شروع میں مگر اب وہ سمجھ چکی تھی کہ نسیم بیگم نے سمجھوتا کر لیا ہے مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ سمجھوتا کرنا نسیم بیگم کی فطرت میں نہیں ہے' انہیں صرف مناسب وقت کا انتظار تھا۔
فوزیہ خود ہر وقت سر جھاڑ منہ پہاڑ بنی پھرتی رہتی۔ اسے اب کسی کی پروا نہیں تھی حتیٰ کہ خود اپنی بھی نہیں رہی تھی۔ خود کو بنانا سنوارنا سب فراموش کر چکی تھی۔
دو چار دفعہ نسیم بیگم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر فوزیہ کے منہ توڑ جواب پر انہوں نے اسے کچھ کہنا موقوف کر دیا۔
دونوں ماں بیٹی یوں چپ تھیں جیسے بولنا ہی بھول چکی ہوں۔ نیچے والے پورشن میں ہر وقت سناٹا رہتا حتیٰ کہ کسی برتن کے گرنے یا بجنے کی آواز بھی نہیں آتی تھی۔
کھانا ایک دن پکتا۔ دونوں ماں بیٹی دو تین دن چلا لیتیں یا بازار سے منگوا لیتیں۔ آج کل تو ٹی وی بھی زیادہ تر بند ہی رہتا۔
اوپر والے پورشن سے آتی ہنسی' قہقہوں اور زندگی سے بھرپور شور کی آوازیں دونوں کی سماعتیں ڈستی رہتیں۔
فوزیہ آنسو بھری شکایتی نظروں سے ماں کو دیکھتی' ماں نظریں چرا کر کہیں اور ہی دیکھنے لگتی۔
نسیم بیگم فیصلہ کر چکی تھیں۔ صرف ٹھوک بجا کر اس کو صحیح وقت پر کرنے کا فیصلہ کرنا ابھی باقی تھا۔ فوزیہ کے مقابلے میں نسیم بیگم کے چہرے پر آج کل خاصا اطمینان اور گہرا سکون تھا۔ آتے جاتے کبھی بشریٰ اس سکون

بھرے چہرے کو دیکھتی تو دنگ رہ جاتی' مگر کچھ سمجھ نہ پاتی پھر سر جھٹک کر وہاں سے گزر جاتی۔

☆ ☆ ☆

آج دو تاریخ تھی۔
اسے گئے ہوئے تیسرا دن۔ ابھی اس کی واپسی میں بارہ دن تھے۔ یہ بارہ دن کیسے گزریں گے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن اس بار اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ مزید اس یک طرفہ آگ سے اپنا آپ نہیں جلائے گا۔
"اس بار میں اس سے ضرور اظہار محبت کروں گا۔ یہ نہ ہو کہ اگلی بار وہ جائے تو پھر کبھی واپس نہیں آئے جبکہ میں تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا' لیکن اب اور انتظار نہیں۔"
وہ گہری سوچوں میں گم ڈپارٹمنٹل اسٹور کی سیڑھیاں چڑھنے لگا اور بے دھیانی میں کسی سے یوں ہی ٹکرایا کہ ٹکرانے والا اس پر آگرا۔ سنبھلتے سنبھلتے بھی دونوں سیڑھیوں کے ایک طرف بنے ہال سے جا لگے اور اسے لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔
اگر وہ اس لمحے کوئی اور دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہو جاتی شاید قبولیت کی گھڑی بالکل پاس ہی تو تھی۔ جیسے وہ اس رات کی طرح اس کے بازوؤں میں تھی۔
"اسے اتفاق نہیں گے نہ حسین اتفاق بلکہ قسمت' خوش قسمتی کہیں گے کہ قسمت ہم دونوں کو ملانا چاہتی ہے۔ اس لیے بار بار راستے میں ایک دوسرے کے اتنے قریب لے آتی ہے کہ۔"
وہ اسے دیکھتے ہوئے بے خود سا کہتا چلا گیا اور وہ جو ہاتھ میں پکڑے دونوں شاپرز کے گرنے پر ہی حواس باختہ تھی اس جانے پہچانے چہرے کو اتنے قریب دیکھ کر ایک دہرائے ہوئے منظر کو پھر سے ان ہی جزئیات کے ساتھ دہراتا پاکر جیسے اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔
"چھوڑو مجھے۔" وہ اسے پوری قوت سے پرے دھکیل کر درشتی سے بولی۔
"نہ چھوڑوں تو۔ کہا نا یہ قسمت کا لکھا ہے کہ ہم دونوں کو بہت جلد ایک ہونا ہے۔" وہ شوخی سے اس کے چہرے پر نظریں جما کر بولا۔
"تڑاخ" تڑاخ کی آواز آئی اور وہ اسے تھپڑ مار کر پرے دھکیلتی تیزی سے دونوں شاپنگ بیگ اٹھا کر اندھا دھند بھاگتی بھیڑ میں گم ہو گئی۔
اور وہ رخسار پر ہاتھ رکھے ساکت سا اسے دور جاتے دیکھتا چلا گیا۔
یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆

بشریٰ حیران نظروں سے ساس کی طرف دیکھ رہی تھی۔
وہ اب شاپنگ بیگ سے سیاہ رنگ کا خوب صورت کڑھا ہوا سوٹ نکالنے کے بعد مثال کا سرخ رنگ کا سویٹر دکھا رہی تھیں۔ جس پہ خوب صورت موتی لگے تھے۔
"یہ تو مجھے اپنی مثال کے لیے اتنا پسند آیا مانو میں نے آدکان دار سے قیمت بھی نہیں پوچھی۔ بس کہہ دیا تھا کہ اسے پیک کر دو۔ اس سویٹر میں میری مثال تو کوئی شہزادی لگے گی۔ تمہیں کیسا لگا یہ سویٹر؟" وہ اب بہت پیار بھرے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔
"مگر۔ ابھی کس لیے؟" وہ کچھ رکھائی سے بولی۔ دوسرے لمحے اسے احساس ہوا تو فوراً لہجہ بدل کر بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرا مطلب ہے مثال کے پاس تو پہلے ہی کافی ڈریسز ہیں اور سویٹرز بھی۔ تو آپ یہ اتنا مہنگا کیوں لے آئیں بھلا۔" وہ رک رک کر لہجے کو متوازن کرتے ہوئے کہہ گئی۔

"ائے ہے میری شہزادی کے پاس ہزاروں ہوں بھلے۔ دادی کے دیے کا تو کوئی مقابلہ نہیں جس محبت اور خوشی سے میں لے کر آئی ہوں اس کا کیا جوڑ۔" وہ جوش میں بولتے ہوئے کچھ غصہ کر گئیں۔

"نہیں امی! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" بشریٰ کو فوراً "معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنا پڑا۔

"اور مجھے تو لگتا ہے۔ تمہیں اپنا بھی سوٹ پسند نہیں آیا۔ حالانکہ یہ فوزیہ اتنے دل سے تمہارے لیے خرید کر لائی تھی کہ امی! بھابھی اسی گھر میں ہیں۔ بھلے علیحدہ ہوگئی ہیں۔ ہم نے ان کی خوشی کو منایا نہیں۔ انہیں کوئی گفٹ نہیں دیا تو وہ دل میں کیا سوچتی ہوں گی۔"

نسیم بیگم نئی سی کہانی اسے سنا رہی تھیں۔ جو اس نے پہلے نہ کبھی سوچی تھی نہ سنی تھی۔

"نہیں۔۔۔ امی سوٹ تو بہت اچھا ہے بہت خوب صورت۔" وہ بے چارگی سے کہہ گئی۔

"بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ یہ کلر فوزیہ پر بہت جچے گا آپ اسے دے دیں۔ اس نے پہنا میں نے پہنا بات تو ایک ہی ہے۔" اس نے طریقے سے سوٹ لوٹانا چاہا۔

"تو وہ اتنی چاہ سے تمہارے لیے لے کر آئی اور تم الٹا اس کو واپس کر رہی ہو۔" وہ خفا ہوگئیں۔

"اور اس نصیب ماری پر یہ سیاہ رنگ کہاں جچتا ہے۔ میں نے تو یوں بھی اسے یہ رنگ کبھی پہننے نہیں دیا۔ یہ تم پر بہت اٹھتا ہے۔ اب بحث نہیں کرو اور رکھ لو نہیں پسند تو اپنی ملازمہ کو دے دینا۔ ہم نے تو تمہیں تحفہ دیا ہے۔ اب تمہیں نہیں اچھا لگا تو۔" وہ دل گرفتی سے بولیں۔

"امی! ایسے تو نہ کہیں' سوٹ تو اتنا اچھا ہے اور باقی چیزیں بھی۔ میں تو صرف آپ کی تکلیف کے خیال سے کہہ رہی تھی اور میں ملازمہ کو کیوں دینے لگی۔ کل میں ٹیلر کو دے آؤں گی اور خود اپنے لیے بنواؤں گی۔" وہ فوراً "لہجہ بشاش کر کے بولی' نسیم بیگم مسکرانے لگیں۔

"اور چائے تو میں بھول ہی گئی۔ آپ کے لیے رکھ کر آئی تھی چولہے پر ابھی لائی۔ فوزیہ کو بھی تو ازدیتی ہوں' وہ بھی آجائے اوپر۔" وہ جاتے ہوئے بولی۔

"بخار ہے اسے تو دوا لے کر سوئی ہے۔ تم بس میرے اور اپنے لیے لے آؤ۔" وہ فوراً "بولیں۔

بشریٰ لوازمات کی ٹرے اٹھا کر آگے رکھنے لگی۔ نسیم بیگم نظر پھرا کر اطراف میں دیکھنے لگیں۔

ہر طرح کی سہولت۔۔۔ سجا سجایا خوب صورت ڈرائنگ روم' نئے کارپٹس' خوب صورت پردے' قیمتی ڈیکوریشن پیسز۔ وہ تو جیسے آہ بھر کر رہ گئیں۔

"یہ مٹھائی لیں نا امی!" وہ محبت سے مٹھائی پیش کرنے لگی۔

"یہ کون لایا تھا؟ جہاں سے عدیل لاتا ہے' وہ والی مٹھائی تو نہیں لگتی۔" ذرا سا چکھ کر ہی وہ فوراً "بولیں۔

"جی۔۔۔ یہ امی لے کر آئی تھیں۔ کل ذرا دیر کے لیے آئی تھیں۔ جب آپ اور فوزیہ مارکیٹ گئی ہوئی تھیں۔ امی پہلی بار میرے گھر۔۔۔ مطلب یہاں آئی تھیں' اس لیے مٹھائی لے کر آئیں۔" اس نے کچھ تیزی سے کچھ رک کر مٹھائی کا حدود اربعہ بتایا تو نسیم بیگم کو اپنے اندھیرے میں چلائے تیر کو نشانے پہ لگتے دیکھ کر عجیب سی خوشی محسوس ہوئی۔

"عمران کا رشتہ ہوگیا؟" ذرا دیر بعد یوں ہی پوچھنے لگیں۔

"بس سمجھیں ہو ہی گیا۔" لڑکی تو امی کو پسند آہی گئی ہے۔ اس ہفتے لڑکی والے فائنل بتادیں گے تو ہم کوئی رسم کرلیں گے۔ بشریٰ نے تفصیل سے بتایا۔

"اللہ بہتر کرنے والا ہے۔ میں تو فوزیہ کے حادثے کے بعد ایسی ڈری ہوں' سوچ لیا ہے کہ کبھی بچے' بچی کا رشتہ ایسی جگہ نہ کرو' جن لوگوں کو آپ ٹھیک سے جانتے نہ ہوں۔ بڑے بڑے فریب دھوکے ہو رہے ہیں آج کل اللہ سب کو امان میں رکھے۔"

"جی۔۔۔ آپ صحیح کہتی ہیں۔۔۔ یہ کباب تو لیں امی! میں نے کل ہی بنائے ہیں۔" اس نے دوسری پلیٹ پیش کی تو وہ خاموشی سے کچھ سوچتے ہوئے کباب کھانے لگیں۔

☆ ☆ ☆

"مما! پاپا آگئے ہیں۔" مثال ہوم ورک مکمل کر چکی تھی۔ جب نیچے گاڑی رکنے کی آواز آئی تو وہ شور مچاتی باہر آکر بولی اور خود سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

بشریٰ نے جلدی سے چائے کا پانی چولہے پر رکھا اور خود اپنی لپ اسٹک کو فریش کرنے بیڈ روم میں چلی گئی۔

چائے کا پانی پک پک کر سوکھ گیا مگر عدیل اوپر نہیں آیا۔ مثال بھی باپ کے پیچھے نیچے چلی گئی تھی۔ اس نے بھی آکر کچھ نہیں بتایا۔ نیچے بھی مکمل خاموشی تھی۔

بشریٰ کو پہلے تو سخت کوفت اور غصہ آیا' پھر وہ کچھ پریشان ہوگئی۔ عدیل نیچے اتنا ٹائم کبھی نہیں لگاتا تھا۔

وہ نسیم بیگم کی طبیعت کی خرابی کا سوچ کر نیچے جانے کو تھی کہ عدیل اور مثال ہنستے باتیں کرتے اوپر آگئے۔

"خیر تو تھی۔۔۔ آپ نے نیچے اتنی دیر لگادی؟" وہ سخت لہجے میں کہہ اٹھی۔

"امی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ فوزیہ کو بھی بخار تھا۔ انہیں پوچھنے بیٹھ گیا کہ ماموں کا فون آگیا سکھر سے۔ ان کی بیٹی کی شادی ہے تو اسی سلسلے میں انہوں نے امی کو فون کیا تھا۔ اس میں کچھ ٹائم لگ گیا۔ چائے تیار ہے؟" وہ بتا رہا تھا' مگر اس کی آنکھوں میں گہری سنجیدگی تھی۔ بشریٰ کو لگا کچھ اور بھی ہے۔ جو عدیل یا تو بتانا بھول گیا ہے یا اسے بتانا نہیں چاہتا۔

"ہاں۔۔۔ میں بس لے کر آتی ہوں۔ آپ فریش ہو جائیں۔" اس نے بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا اور کچن میں چلی گئی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہوگئے ہیں
☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو راحت جبیں قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں فائزہ افتخار قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں لبنیٰ جدون قیمت: 250 روپے
خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر
منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

☼ ☼ ☼

"ارے اتنا زبردست سیٹ۔ یہ کس کا ہے عدیل! فوزیہ کے لیے لائے ہیں؟" بشریٰ خوب صورت گولڈ کا لاکٹ سیٹ دیکھ کر بے اختیار تعریف کرتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔

"فوزیہ کا جب وقت آئے گا تو اس کے لیے بھی لے آؤں گا۔ ابھی تو تمہارا کافی قرض ہے مجھ پر۔" وہ تھوڑا تھوڑا کرکے اتارنے کی کوشش کررہا ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا تو وہ بے یقین سی دیکھتی رہی۔

"تمہارے لیے ہے جان!" عدیل نے دھیرے سے اس کی ناک کی نوک کو چٹکی میں پکڑ کر ہلایا تو وہ بے وجہ ہی ہنس پڑی۔

"مائی گاڈ! یہ تو بہت زبردست ہے۔ یو آر سو سوئٹ عدیل! اچھا جلدی سے پہنائیں مجھے۔" وہ چین اس کے آگے کرکے بولی تو وہ محبت سے اسے پہنانے لگا۔

سرخ یاقوت اس کی دودھیا گردن پر عجب بہار دکھا رہا تھا۔ عدیل دیکھتا رہ گیا۔ اس کی بے خود نظروں سے بشریٰ یوں ہی مسکرانے لگی۔

☼ ☼ ☼

"ابھی جانا ہے؟" وہ حیران ہو کر بولی۔

"ہاں ابھی میرے ساتھ۔ تمہیں شام کو واپسی پر پک کرلوں گا۔ مثال کی تو یوں بھی آج چھٹی ہے۔"

"مگر عدیل! مجھے تو تیار ہونا پڑے گا۔ اس حلیے میں چلی جاؤں کیا۔ آپ لیٹ ہو جائیں گے۔" وہ اپنے رات کے کپڑوں کو دیکھ کر بولی۔

"تم تیار ہو جاؤ۔ میں ویٹ کرلیتا ہوں۔" وہ تحمل سے بولا۔

"کیا امی کا فون آیا ہے۔ انہوں نے مجھے بلوایا ہے۔" وہ فکر مند ہو کر بولی۔

"اونہوں نو مور کوئسچن، پلیز تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ سب کچھ راستے میں بتادوں گا۔" عدیل کے دوٹوک انداز سے سمجھ گئی کہ اب وہ مزید کچھ نہیں بتائے گا۔

دس منٹ میں تیار ہو کر وہ عدیل کے ساتھ ذکیہ بیگم کی طرف جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی اور وقفے وقفے سے عدیل کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

"اب سنو میری بات غور سے۔" وہ بہت دیر بعد بولا تھا۔ بشریٰ کا دل اس کے لہجے سے ہی پھر بے طرح دھڑکنے لگا۔ اس کی بات اور بھی سما دینے والی تھی۔ اتنی کہ وہ اس کی بات ختم ہونے پر شاکڈ سی کوئی سوال بھی نہیں کرسکی۔

گاڑی اس کی ماں کے گھر کے آگے رک چکی تھی۔ عدیل اس کی طرف کا دروازہ کھول چکا تھا۔

"میں شام میں تم دونوں کو پک کرلوں گا۔ ادھر کے ٹیک کیئر جاؤ۔"

اس نے خود ہاتھ پکڑ کر بشریٰ کو گاڑی سے اتارا اور مثال کو پیار کرکے دوبارہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس کے چہرے پر بڑی جان دار مسکراہٹ تھی۔ بشریٰ جیسے پتھر کی ہو کر رہ گئی تھی۔ مثال نے ڈور بیل بجائی گیٹ کھلا اور مثال ہی بولتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔

☼ ☼ ☼

"یہ کیا بکواس ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم نے ان ماں بیٹے کا وہیں منہ کیوں نہیں توڑ دیا۔ یہ منحوس پیغام اٹھا کر ادھر کیوں لے آئیں؟" ذکیہ بیگم اور عمران دونوں ایک دم سے بھڑک اٹھے۔

بشریٰ بے بسی سے دونوں کو دیکھنے لگی۔

"امی! میں کیا کرتی۔ عدیل کا لہجہ اتنا خوفناک سا تھا یقین کریں میں ڈر گئی۔ کچھ بول ہی نہ سکی۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

"یہی تمہاری کمزوری ہے۔ جس کا وہ لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔" ذکیہ بیگم بھی بولیں۔

"اور امی! میں تو یہ مر کر بھی نہیں ہونے دوں گا۔ صاف صاف انکار کردیں ان لوگوں کو۔ مجھے کوئی شوق نہیں قربانی کا بکرا بننے کا۔" عمران تو یوں بھی بے لحاظ سا تھا۔ بغیر کسی مروت کے کہہ کر چلتا بنا۔

"امی!" بشریٰ نے بے چارگی سے ماں کو دیکھا۔

"تم فکر نہیں کرو۔ میں اس کا ایسا حل تمہیں دوں گی کہ وہ لوگ کچھ بول ہی نہ سکیں گے۔" ذکیہ بیگم اسے تسلی دیتے ہوئے بولیں۔ بشریٰ ماں کو دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

عمران مثال اور بشریٰ کو گیٹ کے باہر ہی اتار کر چلا گیا۔ بشریٰ بدقت مٹھائی بھاری ٹوکری اٹھائے گھر کے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ عدیل کی گاڑی کھڑی تھی۔

بشریٰ نے عدیل کو آنے سے منع کیا تھا کہ اے عمران ڈراپ کر جائے گا۔

اس کی توقع کے عین مطابق عدیل ماں بہن کے ساتھ نیچے لاؤنج ہی میں بیٹھا تھا۔

بشریٰ چہرے پہ بشاش سی مسکراہٹ لیے سب کو سلام کرتی اندر داخل ہوئی۔

"پاپا!" مثال اچھل کر باپ کی گود میں چڑھ گئی۔

تینوں کے چہرے ایک دم سے اجنبی ہو گئے تھے۔ بشریٰ کو کچھ ایسا ہی لگا۔ اس نے مٹھائی کی رنگین ٹوکری سینٹرل ٹیبل پر رکھی اور اپنا بیگ ایک طرف صوفے پر ڈال کر بیٹھنے لگی تھی کہ عدیل کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہے یہ؟" اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ بشریٰ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

"یہ۔۔۔ عدیل! عمران اور حنا کی رسم تھی آج۔۔۔ مطلب وہ لوگ آئے تھے شگن ڈالنے تو یہ مٹھائی امی نے دی۔ رشتہ طے ہو گیا نا عمران کا۔ اگلے سنڈے کو منگنی ہے اور ایک ماہ بعد شادی۔"

وہ رک رک کر بے ربطگی سے کچھ جوش سے بتانے لگی اور اس کا جواب پورا ہونے سے پہلے عدیل نے ایک زوردار تھپڑ بشریٰ کے منہ پر جڑ دیا۔

وہ تیورا کر گرنے لگی تھی کہ مثال نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم سے میں نے کہا تھا کہ تم عمران اور فوزیہ کے رشتے کی بات نہ صرف کرکے آؤ گی بلکہ طے کرکے آؤ گی اور تم مجھے یہ بکواس سنا رہی ہو۔ تمہاری ماں اور بھائی نے بس اتنا ہلکا لیا ہے مجھے۔ انہوں نے میری بات کو سمجھا کیا۔ اب اس کا مطلب میں تمہیں سمجھاؤں گا۔" اس کے چہرے پر صرف وحشت تھی۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جا سکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وصول کرپاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کررہا ہے۔
اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔
حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنارہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس کو خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔
رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہوکر سواور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔
اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلاپاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کرتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔

نویں قسط

"یہ۔۔۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ عدیل۔" وہ کانپ کر بولی۔
عدیل کا یہ رویہ دیکھ کر بشریٰ کے حواس ایک دم سے ساتھ چھوڑ گئے۔ اگرچہ ذکیہ نے اسے خوب ذہنی طور پر تیار کرکے بھیجا تھا اور اس سے یہ بھی کہا تھا کہ عدیل کو نسیم اور فوزیہ ٹھیک ٹھاک پٹی پڑھا چکی ہوں گی۔ شاید تمہارے سامنے اس کا رویہ وہ آئے، جو تم نے عدیل سے کبھی متوقع نہیں کیا۔
لیکن ایسے رویے کی توقع اسے بہرحال نہیں تھی۔
"امی نے تو ان کو کہلوا بھیجا تھا کہ ابھی نہیں۔۔۔ مگر۔۔۔" وہ اس کی شعلے اگلتی نظروں کی تاب نہ لاکر رحم طلب نظروں سے نسیم کو دیکھتے ہوئے ہکلا کر بولی۔
ایک زناٹے دار تھپڑ بشریٰ کو اس کے قدموں سے اکھاڑ گیا۔
"عدیل!" وہ پتھرائی نظروں سے گال پر ہاتھ رکھے بس اسے دیکھے گئی۔
وہ اس والے عدیل کو تو پہچان ہی نہیں پارہی تھی۔
"جاؤ! اور اپنی ماں کو جاکر پیغام دے دو میری طرف سے۔ بلکہ نہیں۔۔۔ پیغام دینے کی کیا ضرورت ہے اب۔ کیوں امی؟" وہ استہزائیہ انداز میں یوں ماں کی طرف مڑ کر صلاح لینے کو بولا۔ جیسے اس سارے معاملے پر پہلے بہت کچھ طے پایا جاچکا ہے۔
"عدیل پلیز! آپ میری بات سمجھنے کی کوشش۔۔۔" وہ پھر سے خود کو سنبھال کر بولی۔
مثال اس کے ساتھ جڑ کر کھڑی ہوگئی تھی۔ جیسے اسے اپنے ہونے سے کسی مضبوطی کا احساس دلا

کوشش کررہی ہو۔
"تم خود اپنی ماں کے پاس پیغام بن کر جاؤ گی۔۔۔ بس" وہ جیسے سارے مسئلے کا حل نکال کر چٹکی نہ بجاتے ہوئے بھی مزہ سا لے کر بولا۔
"ہاں تو ڈھٹائی اور بے شرمی، بے غیرتی دیکھو۔ ان لوگوں کی کون سی فرمائش نہیں پوری کی میرے بیٹے نے۔۔۔ ان کی بیٹی کی۔۔۔ پھولوں کی سیج پر بٹھا رکھا ہے نواب زادی کو۔۔۔ کسی ملکہ رانی کی طرح لاڈ اٹھاتا ہے۔۔۔ کہیں کوئی کمی چھوڑی عدیل نے۔"
عدیل کے رویے نے نسیم کو جیسے نئی زندگی نئی توانائی دے دی تھی۔ وہ ایک دم سے کھڑے ہوکر یوں دھاڑ کر بولیں۔ جیسے بیس سال پہلے ان کی دھاڑ اور گھن گرج سے پورا سسرال کانپا کرتا تھا۔ آج تو اتنے سالوں بعد ایسا جما جمایا میدان ملا تھا کھل کر کھیلنے کو۔
"تو کیا کمی ہے میری فوزیہ میں؟ اللہ نہ کرے کوئی عیب ہے اس میں؟ کوئی کبی، کوئی لنگڑی لولی ہے، اندھی کانی ہے یا خدانخواستہ ہاتھ پیروں میں کوئی نقص ہے؟ ایسی تابع دار، فرماں بردار، سگھڑ، خاموش طبع ہر وقت بڑوں کی جی حضوری کرنے والی میری بے زبان بچی۔ ابھی تو اس کی معصومیت کا قہر اللہ ان ظالموں پر بھی ضرور نازل کرے گا۔ جنہوں نے اس باکرہ پہ گھر بیٹھے ایسا داغ لگایا۔ خدا ان کی نسلوں کو برباد کرے گا۔ کچھ سلامت نہیں بچے گا ان کا۔ نہ گھربار، نہ عزت و آبرو، نہ جان و مال۔ کیڑے پڑیں گے جیتے جاگتے ان کے جسموں میں۔" وہ قہر بھرے انداز میں بغیر سوچے سمجھے، دیکھے بھالے بولتی چلی گئیں۔
"امی۔۔۔ قسم لے لیں۔ میں نے بات کی تھی امی سے۔ مثال سے پوچھ لیں۔۔۔ میں نے عمران سے بھی کہا تھا۔" بشریٰ بے اختیار نسیم کے سامنے روتے ہوئے گڑگڑا کر دونوں ہاتھ باندھ کر بولی۔
نسیم نے نفرت بھری نظروں سے اس اجاڑ صورت کو دیکھا۔
"نہیں! ابھی اتنی تو نہیں اجڑی۔ جتنی میری فوزیہ اجڑ چکی ہے۔" انہوں نے سیاہ دل کے ساتھ سوچا۔
"تو کرا بھی اپنی ماں کو فون۔ ملا اس کا نمبر اور کہہ اس سے کہ ابھی الٹے پیروں آکر میری فوزیہ کا ہاتھ مانگے۔ ورنہ یہیں کھڑے کھڑے میرا بیٹا تجھے تین حرف بول دے گا۔ پھر وہ شادیانے بجا کر بہو بیاہ لائے۔" وہ عدیل کو مان بھری نظروں سے دیکھ کر تنتنے سے بولیں۔
"امی۔۔۔!" بشریٰ سن سی رہ گئی۔
"منگنی کردی ہے۔ مطلب بات طے ہوگئی ہے تو۔۔۔" اس کی کچھ سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ اس حشر کی گھڑی سے کیسے نپٹے۔
"سن لیا؟ دیکھ لی اپنی بیوی کی محبت اور تابع داری؟ اسی پر جان چھڑکتے تھے نا تم؟ اس ناگن کو کیا فائدہ ہوا یوں محبت کے کٹورے بھر بھر دودھ پلانے کا، جو تیری عزت نہ رکھ سکی تیری لاج کو اپنی اس چلتر ماں اور مکار بھائی کے سامنے نہ سنبھال سکی۔ ارے لعنت ہے عدیل! تیرے یوں جورو کے غلام بنے رہنے پہ۔ ہم دونوں ماں بیٹی کو کہیں سے زہر کی پڑیا لادے۔"
وہ اپنے سینے پہ دو ہتڑ مار کر بال نوچ کر جاہلوں کی طرح بین کرنے لگیں۔
"تو تم اپنی ماں کو فون نہیں کروگی کہ وہ آکر اس رشتے کو قائم کرے؟" عدیل سرد نگاہوں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ بشریٰ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"عدیل!" اس کے خشک لبوں سے سرگوشی نکلی۔
"کرو فون۔" عدیل نے سیل اس کی طرف بڑھایا۔
"آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں آپ کو پوری بات بتاتی ہوں۔" اس نے آنکھوں میں خاص الفت پیدا کرتے ہوئے اپنائیت سے اس کا ہاتھ پکڑا۔
"کرو فون۔ یہ لو۔ نمبر میں نے ملا دیا۔" وہ دھاڑا۔
اور بجلی کی سی تیزی سے اس نے ذکیہ کا نمبر بھی ملا دیا۔ بشریٰ اسے یوں دیکھ رہی تھی۔ جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا' ذکیہ فون اٹھائیں گی نہیں یا اٹھا کر بھی انجان بنی بات کو نہ سمجھنے کا ڈھونگ کرتی رہیں گی۔ کیونکہ فوزیہ کو وہ مر کر بھی بہو نہیں بنا سکتی تھیں۔ وہ تو شاید بشریٰ کے اجڑے گھر کا سوچ کرنے کے لیے تیار ہو بھی جاتیں۔ لیکن عمران۔۔۔
بشریٰ کو اس سے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔
"کرو بات۔۔۔ کہو ان سے دس منٹ میں یہاں پہنچ کر فوزیہ کے ساتھ نکاح پڑھوائیں۔ ابھی اور اسی وقت۔۔۔ کرو بات۔" وہ زور سے دھاڑا۔ بشریٰ پتھر کی طرح کھڑی رہی۔
عدیل نے اس کی گردن سے بالوں کی مٹھی بھری اور سیل اس کے کان سے لگا دیا۔
بشریٰ کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔
"دیکھ کیسی حرافہ ہے۔ ڈھیٹ زنانے بھری۔ نہ شوہر کی حیا' نہ ساس نند کا کوئی ڈر' خوف یہی سمجھے ہوئے ہے نا کہ دو چار گالیاں' گھونسے اور تھپڑ ہی لگیں گے نا تو کوئی بات نہیں۔۔۔ کھا لے گی۔۔۔ مصیبت تو ٹل جائے گی نا پھر سے شوہر کو اسی طرح مٹھی میں کر کے الو سیدھا کرتی رہوں گی۔" نسیم' عدیل کے غصے اور غیرت کو ہوا دیتی جا رہی تھیں۔
"چھوڑیے بھائی! لعنت بھیجیں۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہونے والا اور میں ایسا رشتہ ان پتھروں سے جوڑنا بھی نہیں چاہوں گی۔ جن کے دل میں میری ذرا سی قدر' ذرا سی محبت بھی نہیں ہے۔ زور' زبردستی سے بھلا تم کیا میرا یہاں رشتہ جوڑو گے۔ مجھے بخش دو تم سب۔۔۔ مت بناؤ میرا تماشا۔ ہر ایک کے آگے مجھے مت ڈالو۔ میں اتنی فالتو' اتنی گری پڑی ہو گئی ہوں؟" فوزیہ کہتے کہتے ہسٹریائی انداز میں چلانے لگی۔
"فوزیہ! میری بچی' تجھ پر سارا کچھ وار دوں۔ تو کیوں گری پڑی ہونے لگی؟ تیری ماں تجھ پہ قربان۔" نسیم اسے سنبھالتے دہری ہو کر رونے لگیں۔
"تو تم نہیں بات کرو گی؟" عدیل کا غصہ کسی درجہ کم نہیں ہو پا رہا تھا۔ ہوتا بھی کیسے۔ دونوں وقفے وقفے سے اس میں تیل جو ڈال رہی تھیں۔
"عدیل! اس طرح فون پہ بات۔۔۔" بشریٰ نے سمجھانا چاہا۔
"بات کرو۔" وہ بگلوں کی طرح دھاڑا۔
"نہیں۔۔۔ نہیں کروں گی۔" بشریٰ کو لگا بس اس میں اتنی ہی برداشت تھی۔ اس سے زیادہ نہیں۔ وہ اپنے بال اس سے چھڑا کر اسے پرے دھکیل کر زور سے چلائی۔
مثال سب کی چیخوں اور خونخوار شکلوں سے ڈر کر صوفے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئی۔
اس کی صرف آنکھیں ان کو دیکھ رہی تھیں۔
وہ جو اس کے سب سے پیارے رشتے تھے اور وہ ان کی سب سے پیاری۔

اس کا باپ' جو اس پر جان چھڑکتا تھا۔
اس کی ماں' جو مثال کی خاطر اپنے بچے کا قتل بھول گئی تھی کہ کہیں اس کی مثال کو باپ سے دوری کا غم نہ سہنا پڑ جائے۔ وہ اپنی انا اور ضد پر پیر رکھتی پھر سے اس کے باپ کے گھر واپس آ گئی تھی۔
اس کی دادی' جو کہتی تھیں۔ مثال میری جان ہے۔ میری شہزادی ہے۔ یہ سب کچھ مثال کا ہی تو ہے۔
اور اس کی پھپھو' جس نے سلائی' کڑھائی سیکھی تو سب سے پہلے مثال کے کپڑے سیے۔ اس کے خوب صورت فراکوں پر کڑھائی کی۔ اس کے لیے ننھے ننھے سویٹر بنے اور ایک پیاری گلابی رنگ کی اونی ٹوپی بھی بنائی اور جب موڈ میں ہوتی تو مثال کڑیا کے لیے پیارے پیارے کپڑے بھی سی دیتی۔
اور اس وقت یہی پیارے رشتے اسے لگا' اس پر پل پڑیں گے اور اس کا خون چوسنا شروع کر دیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے زور سے آنکھیں میچ لیں۔ اس کے منہ سے ہلکی' ہلکی چیخیں نکلنے لگیں۔ جنہیں اس نے منہ کے آگے ننھا سا ہاتھ رکھ کر روک لیا۔
"طلاق دیتا ہوں۔ میں تمہیں ابھی اور اسی وقت طلاق۔۔۔ طلاق دیتا ہوں۔۔۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔ میرے گھر سے۔۔۔ میری زندگی سے۔" اس نے مٹھائی کی ٹوکری کو زور سے لات مار کر دور پھینکا اور ایک دم سے جیسے تیز زلزلے کے بعد گہرا سکوت چھا جائے۔
ایک دھڑام دھڑام کی آوازوں کے بعد گمبھیر خاموشی ہو جائے۔ بہت خون خرابے کے بعد کرفیو لگ جائے۔
بالکل ویسی چپ' ویسی بے آواز خاموشی تھی۔ جس میں سانسوں کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔
مثال نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول کر سب کو دیکھا۔
اسے لگا شاید وہ اس کا خون پینے لگے ہیں۔ وہ اور بھی گٹھڑی بن گئی۔
مگر وہ سب تو مجسموں کی طرح یوں اپنی اپنی جگہ پہ جمے کھڑے تھے۔ جیسے کسی پری یا جادوگر نے انہیں اپنے جادو کے زور سے پتھر کا بنا دیا ہو۔
اس کی ماں کا تو منہ بھی کھلا تھا اور آنکھیں اتنی پھیلی ہوئی تھیں۔ جیسے پھٹ جائیں گی۔
سیل فون اس کے قدموں کے پاس گرا تھا۔ جانے کس کے ہاتھ سے چھوٹ کر۔
مثال نے ڈری ڈری نظروں سے فون کو دیکھا۔

خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں
☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے
خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر
منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بشریٰ۔۔۔ بشریٰ۔۔۔ عدیل۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔ کس نے فون کیا ہے۔۔۔ مثال؟ ذکیہ کی حیرت بھری چیختی آواز اس سے آرہی تھی۔

مثال بس فون کو دیکھے گئی۔

بشریٰ آدھی صوفے پر' آدھی زمین پر لڑھک کر بے ہوش ہوگئی۔

مگر کسی نے اسے پکڑنے کی یا تھامنے کی کوشش نہیں کی۔ حتیٰ کہ پاپا نے بھی نہیں۔

"مما۔۔۔ مما۔۔۔ مما! اٹھیں نا۔۔۔ مما! میری طرف دیکھیں۔۔۔ پاپا! دیکھیں۔ مما کو کیا ہوا۔۔۔ مما! آنکھیں کھولیں۔۔۔ مما۔۔۔ پاپا! دیکھیں نا۔" وہ سارا ڈر' خوف بھلا کر بے اختیار ماں سے لپٹ کر اسے بمشکل کھینچنے کی کوشش کرتے ہوئے باپ سے فریاد کرنے لگی۔

"ڈھکوسلا کر رہی ہے مکار۔ سارے فن میں طاق کر کے بھیجا ہے ماں نے۔ خس کم جہاں پاک۔" نسیم نے یوں نفرت بھرے انداز میں بے ہوش بشریٰ کو دیکھا جیسے اسے پیروں سے ٹھوکریں مار کر بہت دنوں کی نفرت اور غصہ نکالا ہو۔

"نہیں عمران میرا وہم نہیں ہے۔" ذکیہ نے بے قرار ہو کر موبائل فون کو دیکھا اور پھر سے نمبر ملانے لگیں۔

"جب وہاں سے کوئی بول نہیں رہا۔ فون نہیں اٹھا رہا تو کیوں بار بار نمبر ملا کر ان فضول لوگوں کو ان کی اہمیت کا احساس دلا رہی ہیں؟ وہ لوگ ہیں ہی اس قابل کہ انہیں اگنور کیا جائے۔ دو چار دن اس طرح خاموش رہیں گی تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس نے بے حس انداز میں کہتے ہوئے ذکیہ کے ہاتھ سے سیل فون لیا اور ایک طرف صوفے پر اچھال دیا۔

ذکیہ کو پہلی بار بہت کچھ ہو جانے کا دھڑکا سا ہوا۔ انہوں نے زور سے سر جھٹکا۔

"وہم ہے یہ۔۔۔ کچھ نہیں ہوگا۔" وہ خود کو تسلی دینے کو بڑبڑائیں۔

"امی! چائے تو پلوائیں۔ سر میں درد ہونے لگا ہے۔ یہ آپی کا آنا بھی آج کل درد سر بنتا جا رہا ہے۔" عمران نے ریموٹ ہاتھ میں لے کر چینل پر چینل بدلتے ہوئے کچھ بے زاری سے کہا۔

"عمران! جب میرے فون پر کال آئی عدیل کی تو دوسری طرف کافی شور تھا۔ جیسے بہت سے لوگ مل کر بول رہے ہوں یا چیخ رہے ہوں۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔"

وہ خود کو تسلی' دلاسا سب دے چکیں تو جیسے بے بس ہو کر بولیں۔ عجیب طرح کی بے بسی تھی ان کی آنکھوں میں۔

"امی! فضول کا سین کری ایٹ نہ کریں۔ کچھ بھی نہیں ایسا۔ غلطی سے مثال نے نمبر ملا دیا ہوگا اور پھر سیل کہیں ڈال کر اپنے کھلونوں میں مصروف ہو گئی ہوگی۔ پلیز آپ زیادہ ٹینشن نہیں لیں۔ صبح بشریٰ آپی سے بات کر لیجئے گا۔" عدیل نے صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔

ذکیہ متذبذب سی بیٹھی رہ گئیں۔

"اب کیوں ایسے بیٹھی ہیں۔" مڑ کر ماں کی سوگوار سی شکل کو دیکھ کر کچھ کوفت سے بولا۔

"عمران! ایک دفعہ تم بشریٰ کے نمبر پر فون کرو۔ میں اس سے بات کر لوں تو مجھے قرار ملے گا۔" وہ کچھ لجاجت سے بولیں۔

عمران نے بے زاری سے ان کی طرف دیکھا اور پھر خاموشی سے سیل اٹھا کر بشریٰ کا نمبر ملانے لگا۔

"لیجئے۔ کوئی فون نہیں اٹھا رہا۔ آپی صاحبہ اپنی روٹھی نند اور ساس صاحبہ کے گھٹنوں سے لگی بیٹھی ہوں گی۔ کیا سڑی شکل ہے اس فوزیہ کی۔ میں تو کہتا ہوں اس۔۔۔ کیا نام تھا' جس سے اس کا نکاح ہوا تھا۔ ہاں! یاد آیا

ظہیر۔ اچھی قسمت تھی اس کی' جو سستے میں چھوٹ گیا۔ ماں کی طرح فسادی طبیعت ہے اس کی۔" ذکیہ تاسف سے عمران کو دیکھ کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

وہ کتنی دیر بے حس و حرکت پڑی رہی۔ اسے پتا نہیں چلا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اردگرد سارے میں گمبھیر چپ تھی۔

کچھ دیر پہلے کا وہ بھیانک منظر اس کی نظروں کے سامنے پوری جزئیات کے ساتھ گھومنے لگا۔

عدیل کا سرخ بھبھوکا چہرہ' خونخوار آنکھیں اور چنگھاڑتا لہجہ اور پھر جو کچھ اس نے کہا۔۔۔ بشریٰ کے منہ سے سسکی سی نکلی۔

سب کچھ ختم کرتے وہ تین جملے۔ لمحہ بھر کو اس کا دل بند سا ہوا۔ بائیں بازو اور سینے میں درد کی تیز لہر نے سر اٹھایا۔

اور دوسرے لمحے وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

اس کے ساتھ جڑ کر بیٹھی مثال اس کے اس جھٹکے سے صوفے سے لڑھکنے لگی۔

وہ پچھلے ستائیس منٹوں سے نیم بے ہوش ماں کے ساتھ جڑی بیٹھی اس کی براؤن قمیص پر بنے بلیک اینڈ براؤن ڈیزائن میں چمکتے موتیوں پر نگاہ جمائے بہت کچھ اخذ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسے یاد تھا۔ عدیل نے جب یہ سوٹ بشریٰ کو لے کر دیا تھا تو وہ شام بھی ان کی زندگی کی یادگار شاموں میں سے ایک تھی۔ بشریٰ اور مثال کی پسند کی ڈھیروں شاپنگ کی گئی تھی۔ لیکن یہ سوٹ عدیل نے اپنی پسند اور بہت محبت سے بشریٰ کو خرید کر دیا تھا۔

بشریٰ کو یہ پسند بھی بہت آیا تھا۔

اگلے ہی مہینے اس نے ویک اینڈ پر اسے پہن بھی لیا تھا اور وہ تینوں ڈنر کے لیے باہر بھی گئے تھے۔ پاپا نے مما کے لیے پھولوں کے گجرے بھی خریدے تھے اور آج یہی سوٹ۔۔۔ جس کا نیا پن ابھی ماند نہیں پڑا تھا۔ مگر اس کے رنگ ان موتیوں کی چمک جیسے سب کچھ بجھ سا گیا تھا۔

اس گہرے رنگ میں بشریٰ کا روپ سنولایا ہوا' اجڑا ہوا لگ رہا تھا۔

لیکن اسے ابھی تک امید تھی کہ پاپا کا غصہ کچھ دیر میں کم ہو جائے گا تو وہ پہلے کی طرح مما کی دل جوئی کرنے چلے آئیں گے۔ بلکہ فوراً" سے پہلے انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں گے اور سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بالکل پہلے کی طرح۔

مگر اسے نہیں پتا تھا۔ اب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ اگر کچھ بچا بھی ہے تو وہ پہلے کی طرح تو بالکل بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ کم از کم اس ننھی بچی کے لیے تو کبھی بھی نہیں۔

لیکن وہ ایک آس سی نظروں میں لیے یک ٹک اوندھی پڑی ماں کو دیکھے جا رہی تھی۔

"مما!" اس نے آہستہ سے ماں کے ہاتھ پر اپنا ننھا ہاتھ رکھا۔

بشریٰ سوجی ہوئی آنکھوں' سستے ہوئے چہرے کے ساتھ خالی خالی نظروں سے سب طرف دیکھ رہی تھی۔

چند ہی لمحوں میں سب کچھ اجنبی ہو چکا تھا۔۔۔ بالکل اجنبی۔

اس کے لیے یہاں رکنے یا ٹھہرنے کا کوئی جواز نہیں بچا تھا۔ سب جواز' سب بہانے ایک دم ختم ہو گئے تھے۔ وہ گھر اس کے لیے اتنا ہی اجنبی ہو چکا تھا۔ جتنا اس کی شادی سے پہلے اس کے لیے تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اب اس کے لیے یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔
اس نے مثال کا ننھا ہاتھ مضبوطی سے اپنی مٹھی میں لیا اور دوسرے ہاتھ سے بالوں پر ہاتھ پھیر کر ذرا سا ٹیک کر کے وہ اٹھنے لگی۔
اس کے قدموں کے پاس رنگ برنگی مٹھائی کے ٹکڑوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ جسے لات مار کر عدیل نے الٹا دیا تھا۔
اس نے جمود بھرے اس ماحول کو دیکھا اور مثال کو لے کر باہر کی طرف چل پڑی۔ اسے اپنا ہینڈ بیگ بھی اٹھانا یاد نہیں رہا تھا۔
یاد تو وہ اب کچھ بھی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ سب کچھ بھول جانا چاہتی تھی۔ اس نے ایک خالی خالی نظر سب طرف ڈالی۔
وہ تینوں جانے کون سے کمرے میں تھے۔
عدیل شاید اوپر تھا۔ بشریٰ کے دل میں نفرت کی ایک تیز لہر دوڑی۔
اس نے کچھ اور بھی مضبوطی سے مثال کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر گیٹ کی طرف بڑھی۔
"مما۔۔۔ ہم کہاں جارہے ہیں اس وقت۔۔۔ اوپر۔۔۔ اپنے گھر۔۔۔" مثال ماں کو اٹھتے اور یوں چلتے دیکھ کر ہی کچھ مطمئن ہو چکی تھی۔ اوپر کا راستہ یوں بھی باہر سے اوپر جاتا تھا۔ سو وہ یہی سمجھی۔
بشریٰ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے لے کر گیٹ سے ذرا فاصلے پر رک کر اس نے مڑ کر دیکھا۔
عدیل اس کے سامنے کھڑا تھا۔
بشریٰ نے ایک زخمی نفرت بھری نظر اس پہ ڈالی اور رخ پھیر کر جانے لگی۔
عدیل نے ایک جھٹکے سے مثال کا ہاتھ کھینچ کر اسے اپنے پیچھے کر لیا۔
"یہ تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔" وہ دبی ہوئی آواز میں غرا کر بولا۔
"تم اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔" وہ چیخ کر بولی۔ "چھوڑو اسے۔۔۔ یہ میری بیٹی ہے۔ میں تم جیسے جانوروں کے پاس تو اسے ایک لمحہ کو نہیں چھوڑوں گی۔" وہ سارے لحاظ' مروت ایک طرف کر کے زور سے بولی۔
"یہ صرف میرے پاس رہے گی۔ تمہارا اب اس سے کوئی تعلق نہیں۔" وہ بھی جواباً اسی نفرت سے بولا۔
"چھوڑو اسے۔۔۔ مثال! چلو میرے ساتھ۔" وہ مثال کو کھینچتے ہوئے بے قابو تنفس کے ساتھ بولی۔
"مثال کو تو تم ہاتھ بھی نہیں لگا سکتیں۔ یہ تمہارے ساتھ رہے اور تم جیسی بدزبان' ڈھیٹ اور بے لحاظ بنے۔ یہ میں کبھی نہیں چاہوں گا۔ تمہیں یہاں سے اکیلے ہی جانا ہوگا۔" عدیل اسے دیکھ کر سرد لہجے میں بولا۔
"چھوڑو میری بیٹی کو ورنہ میں شور مچا کر سارا محلہ اکٹھا کر لوں گی اور تم لوگوں کی اصلیت سارے زمانے میں کھول دوں گی۔۔۔ تم۔۔۔ کیا ہو۔۔۔ تمہارا اصل۔۔۔" بشریٰ غصے' بے بسی' نفرت' لاچاری اور رنج کے عجیب سے مقام پہ آ کر کھڑی تھی۔ اس سے کچھ بھی نہ ڈھنگ سے بولا جا رہا تھا۔ نہ سوچا جا رہا تھا۔
وہ بس دیوانہ وار مثال کو اپنی طرف کھینچتی جا رہی تھی۔
"تم سارا محلہ کیا' سارا شہر بھی اکٹھا کر لو تو بھی۔۔۔ مثال کو تو میں تمہیں چھونے بھی نہیں دوں گا۔ نکلو یہاں سے۔۔۔"
عدیل کی آنکھوں میں زمانے بھر کی حقارت اور لہجے میں دھتکار تھی کہ بشریٰ کو لگا' وہ اس دنیا کی ذلیل ترین اور گری ہوئی عورت ہے۔
"چھوڑو اسے۔۔۔ یہ میری بیٹی ہے۔" آنسوؤں کی روانی کی شدت میں اسے اب کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔
وہ مثال کو کھینچ رہی تھی اور عدیل کی گرفت مثال کے گرد مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔ مثال کو لگا' اب بھی اس کا دم

گھٹ جائے گا اور وہ مر جائے گی۔ اس نے ایک دم سے رونا شروع کر دیا۔
"مما۔۔۔ مما۔۔۔ پاپا۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔ مما!" وہ زور' زور سے رو رہی تھی۔
"عدیل! منہ پر مار اس کی چھوکری کو۔۔۔ ناگن کی اولاد' ناگن ہی نکلے گی۔ دفعان کر دے اسے بھی ماں کے ساتھ۔ تو کیوں اس منحوس کی پرورش کا درد سر اٹھاتا ہے؟" نسیم برآمدے میں کھڑی للکار کر بولیں۔
"ہرگز نہیں۔ میری زندگی میں یہ کبھی نہیں ہوگا۔ مثال صرف میرے پاس رہے گی۔ میں اس عورت کا سایہ بھی اس پہ نہیں پڑنے دوں گا۔" وہ اب مثال کو گود میں اٹھا کر مضبوطی سے بولا۔
بشریٰ دیوانہ وار اسے نوچنے لگی۔
اس کا گریبان' بازو' شرٹ کے بٹن' عدیل کا چہرہ' سب کچھ بشریٰ کی دیوانگی کی زد میں تھا۔
"اسے دفع کر عدیل! دور کر اس چھپکلی کو۔ جیسی ماں ہے' ویسی نکلے گی۔ ان کمبخت کے خون میں نہ وفا ہے' نہ فیض۔ کل کو اس کی وجہ سے دکھ اٹھائے۔ یہ تجھے کبھی خوشی نہیں دے سکتی۔ جانے دے اسے ماں کے ساتھ۔۔۔ دور کر۔" نسیم اس کے پاس آ کر مخصوص لڑاکا انداز میں چلا کر بولیں۔
"چھوڑ دو اسے۔۔۔ چھوڑ دو میری بچی کو۔" بشریٰ اب باقاعدہ عدیل کو دونوں ہاتھوں سے مار رہی تھی۔
"نکلو۔۔۔ نکلو تم یہاں سے۔۔۔ جس کو لے کر آنا ہے' لے آؤ جا کر۔ میں مثال کو کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گا۔ اب اس پہ تمہارا کوئی حق نہیں۔ جاؤ یہاں سے۔" عدیل نے زور سے بشریٰ کو گیٹ کی طرف دھکا دیا۔
وہ زور سے جا کر دیوار سے لگی۔ اس کو لگا' اس کا کندھا اتر گیا۔ درد کی شدت سے اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ مگر وہ زخمی شیرنی کی طرح پھر سے جا کر عدیل سے بھڑ گئی۔
"میرے جیتے جی میں اپنی بیٹی تمہارے جیسے جانور۔۔۔ درندے کے حوالے نہیں کروں گی۔ دو اسے مجھے۔۔۔ مثال!" وہ بالکل ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکی تھی۔
"مما۔۔۔ مما۔۔۔ مجھے مما کے ساتھ جانا۔۔۔ مت ماریں مما۔۔۔ پاپا کو۔۔۔ پاپا۔۔۔ پاپا۔۔۔ مما رو رہی ہیں۔" مثال بھی زور' زور سے روئے جا رہی تھی۔
"اسے دفع کر دے عدیل! دور کر ان نحوستوں کو۔۔۔ اپنے اوپر سے ٹال۔۔۔ میرے بچے۔" نسیم اب کے مثال کو اس کی گود سے اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے بولیں۔
"ایسا نہیں ہو سکتا امی! میں مثال کو کہیں نہیں جانے دوں گا۔ اس عورت کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں۔" عدیل مرد تھا۔ مثال کو اس کی گرفت سے چھڑانا آسان نہیں تھا۔
بشریٰ پورا زور لگا کر' عدیل کو دھکیل دھکیل کر اب نڈھال سی ہو چکی تھی۔ مگر مثال کو یہاں چھوڑ کر جانے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔
"چھوڑ دو اسے۔ ورنہ میں ابھی پولیس کو فون کر کے بلوا لوں گی۔" وہ آخری وار کے طور پر اس کی گود سے مثال کو کھینچتے ہوئے چلائی۔
"اپنے باپ کو بھی بلا لو تو بھی تم مثال کی شکل کو ترسو گی اور اب۔ ہٹ ہو گیا ڈراما۔ نکلو یہاں سے۔ کوئی جگہ نہیں ہے تم جیسی ناشکری' بدزبان عورت کی اس گھر میں۔" اس نے بشریٰ کا ہاتھ زور سے اپنے آہنی پنجے میں جکڑا اور دوسرے لمحے ٹانگ سے گیٹ کا پٹ کھول کر اس نے بشریٰ کو پوری قوت سے باہر دھکیل دیا۔
مثال کی دل خراش چیخوں نے اس کے دل کو دہلایا۔ نہ بشریٰ کے واویلے نے۔
وہ اب دیوانہ وار باہر گیٹ پیٹ رہی تھی۔
"عدیل! سارا محلہ اکٹھا ہو جائے گا۔ ابھی اس مثال کو بھیج دے اس کے ساتھ۔ بعد میں جا کر لے آنا۔ تو باپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ تیرا حق ہے اس پر۔ یہ تیرے پاس ہی رہے گی۔ ابھی تو یہ مردود تماشا لگا رہی ہے باہر۔" نسیم نے پاگلوں کی طرح گیٹ پیٹتی بشریٰ کے واویلے پر کچھ گھبرا کر عدیل کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ جو کچھ کر سکتی ہے۔ اسے کرنے دیں۔ میں مثال کو نہیں دوں گا۔ کبھی بھی نہیں۔" عدیل سختی سے بولا۔

"مما! مما۔ مجھے مما کے ساتھ جانا ہے۔" مثال ماں کی باہر سے آتی چیخوں پر روتے ہوئے زور سے بولی۔

تڑاخ!

عدیل نے زور سے مثال کے منہ پر تھپڑ مارا اور مثال کی آوازیوں گم ہوئی۔ جیسے اب کبھی نکلے گی ہی نہیں۔

بشریٰ اسی طرح گیٹ پیٹے جا رہی تھی۔

"بھلے رات بھر یہاں کھڑی چیختی رہو۔ پولیس کو لے آؤ یا کسی کو بھی۔ مثال کی جھلک بھی تمہیں نہیں ملے گی۔" اس نے بلند آواز میں کہا اور مثال کو لے کر اندر چلا گیا۔ نسیم وہیں کھڑی رہیں۔ بشریٰ گیٹ پیٹے جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

رات بھی اس کائنات کے اسراروں میں سے ایک ہے۔ ایک ایسا بھید' ایسا اسرار جسے ہر زمانے' ہر قرن میں اہل' عقل' اہل دانش کھوجتے رہے اور وہ اس کی حقیقت کو نہ جان سکے۔

اس کو بھی تو یہی لگتا تھا۔ وہ زمانوں سے ان سیاہ راتوں کو کھوج رہی ہے۔ اس سیاہ رات اور اپنے وجود میں اسے بہت مماثلت نظر آتی۔ اسے لگتا یہ کالی راتیں اور وہ دونوں ہم ذات ہیں۔

وہ ان سیاہ راتوں میں خود کو بہت آرام دہ محسوس کرتی کہ اس کے اردگرد ان کا وہ ان چاہا شور' سماعتوں پر کوڑے برساتی وہ ناپسندیدہ آوازیں نہیں ہوتی تھیں۔

مگر رات نے اس پہ ستم بھی بہت ڈھائے ہیں۔ یہ بھی حقیقت تھی۔ مگر وہ اس حقیقت کو جانتے بوجھتے بھی رات سے بڑی عقیدت رکھتی تھی۔

اس نے کوفت زدہ انداز میں کتاب بیڈ پر پلٹ دی۔ اسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ مگر اسے یہی امید تھی کہ شام تک سب لوگ واپس آجائیں گے تو ظاہر ہے رات کے کھانے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ لیکن شام سے رات ہو گئی۔ نہ کوئی واپس آیا اور کھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے الماری کھولی تو بسکٹ کے ڈبے میں صرف تین بسکٹ باقی بچے تھے۔ دو دن سے اس کا گزارہ ان ہی بسکٹوں پہ تھا۔

کل دوپہر میں کالج کی کینٹین سے دو سموسے کھا لیے تھے اور رات میں چائے کے ساتھ یہی بسکٹ۔ مگر آج صبح تو کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کالج وہ گئی نہیں تھی۔

اور کھانا منگوانے کے لیے اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔

بہت سوچ بچار اور بھوک سے بے چین ہو کر اس نے دوسری بار چوری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اگرچہ اسے پتا تھا۔ اب کے یہ چوری ضرور ہی اسے سب کی نظروں میں لے آئے گی۔

لیکن بھوک سے بڑھ کر کوئی بھی عفریت طاقت ور نہیں ہوتا۔ پیسے نکالتے ہوئے وہ جان چکی تھی۔

پرس میں اب صرف دو ہی سرخ نوٹ بچے تھے۔ اس نے تو صرف دو ہی نوٹ نکالے تھے۔

اچانک دم جانے کمرے کے کون سے کونے سے مینڈک کی ٹرٹر جیسی موبائل فون کی آواز گونجنے لگی۔

وہ کچھ ہراساں سی کھڑی رہی۔ فون بجتا رہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

وہ واپس مڑ کر جانے لگی کہ پھر سے فون بجنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کسی کا ضروری فون نہ ہو۔" یہی سوچ کر اس نے صوفے کے کشنز کے نیچے ہاتھ مار کر فون نکالا۔ اسکرین پر چمکتا نام دیکھ کر اس نے زور سے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ بجتے فون کو پلکیں جھپکے بغیر دیکھتی رہی۔ اس نے آہستگی سے فون صوفے پر پھینکا اور خاموشی سے باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

ذکیہ گیٹ کھولے ساکت سی کھڑی رہ گئیں۔

بشریٰ ٹیکسی سے اتری تھی اور وہ جس حالت میں تھی ذکیہ کا دل بند ہونے کے لیے وہ منظر کافی تھا۔ بکھرے بال' اجڑا حلیہ' سوجا ہوا چہرہ' اندر کو دھنسی آنکھیں اور سب سے بڑھ کر لڑکھڑاتی چال۔ اس کے ٹانے دوپٹے سے بھی بے نیاز تھے۔ کندھے پہ نہ کوئی بیگ تھا' نہ ہاتھ میں پرس۔ کچھ بھی نہیں تھا۔

ٹیکسی والے نے اس سے کچھ کہا تھا۔ جس سے بے نیاز وہ کسی روبوٹ کی طرح چلتی ماں کے پاس آگئی۔

"بشریٰ۔۔۔ میری بچی! کیا ہوا؟ تم ٹھیک تو ہو نا؟" ذکیہ نے خود کو دھوکا دینے کو یہ سوال پوچھا۔

اس کی حالت چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ وہ ٹھیک کب ہے۔

"کہیں۔۔۔ کچھ ایسا ویسا۔۔۔" ذکیہ کے دل میں منحوس سا وسوسہ ابھرا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں! ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں جانتی ہوں۔ شاید لڑائی ہوئی ہو۔۔۔ یا یہ جھگڑ کر آگئی ہو۔" ذکیہ نے بے اختیار بشریٰ کو تھامنے کے لیے بانہیں پھیلاتے ہوئے اپنے ہی وسوسے کو جھٹلایا۔

"مثال۔۔۔ مثال کہاں ہے بشریٰ۔۔۔" وہ بچی کے بغیر کیسی ادھوری ادھوری سی لگ رہی تھی۔ بے اختیار ذکیہ پوچھنے لگیں۔

"انہوں نے چھین لیا۔ اسے مجھ سے چھین لیا۔ ان ظالموں نے امی۔۔۔ میری مثال۔۔۔ مجھے نکال دیا۔۔۔ دھکے دے کر امی۔۔۔ میری بچی۔" وہ رو رہی تھی۔ مما مما کہہ رہی تھی۔۔۔ مجھے آوازیں دے رہی تھی۔ انہوں نے گیٹ بند کر لیا اور میری مثال۔۔۔ امی۔۔۔" وہ ہذیانی انداز میں بے ربط سا بولتے ہوئے بے دم سی ہوئی اور ذکیہ کی بانہوں میں جھول گئی۔

"بشریٰ۔۔۔ بشریٰ! میری بچی۔۔۔ بشریٰ۔۔۔ ہوش کرو۔۔۔ عمران۔۔۔ عمران۔۔۔ باہر آؤ بیٹے۔" ذکیہ بے قابو ہو کر چیخنے لگیں۔

☆ ☆ ☆

"مجھے مما کے پاس جانا ہے۔ مما۔۔۔ مما۔۔۔ مت مارو میری مما کو پاپا۔۔۔ پاپا۔۔۔ گیٹ کھول دیں۔ مما مجھے آوازیں دے رہی ہیں۔ مجھے بلا رہی ہیں۔ مما۔۔۔ مجھے ساتھ جانا ہے مما کے۔" وہ مچل مچل کر روئے جا رہی تھی۔

وہ بشریٰ سے زیادہ عدیل کی پیاری تھی۔ ہمیشہ ایسے موقعوں پر جب ماں' باپ میں ناراضی یا جھگڑا ہوتا تھا۔ مثال عدیل سے ہی سنبھلا کرتی تھی۔ عدیل ہی اسے بہلایا کرتا تھا۔

مگر آج تو وہ عدیل کے ہاتھ لگاتے ہی چیخنے چلانے لگتی اور بھی زیادہ مچلنے لگتی۔

وہ عدیل سے تھپڑ کھانے کے بعد کچھ دیر تو بالکل گم صم سناٹے میں چلی گئی تھی۔ مگر پھر گیٹ کے باہر سے بشریٰ کے واویلے اور چیخ و پکار نے بے قابو سا کر دیا تھا۔

"چپ کر جاؤ مثال! صبح لے جاؤں گا تمہاری ماں کے پاس۔ اب رات بہت ہو گئی ہے۔ سو جاؤ۔ تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی یوں مسلسل رونے سے۔ سو جاؤ مثال!" عدیل نے اسے ساتھ لگا کر بہلانے اور پیار کرنے کی کوشش کی۔ درحقیقت اسے مثال کو تھپڑ مارنے پر بہت پچھتاوا سا تھا۔ وہ اس کے بعد سے

کے اس تھپڑ کی تلافی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

مگر مثال کی آنکھوں میں تو جیسے اس کے لیے شناسائی ہی نہیں تھی۔

وہ عجیب بے رخ سے انداز میں ضد کیے جا رہی تھی۔ باپ کے ہاتھ لگانے پہ اور بھی شدت سے چیخنے اور رونے لگی۔ بہت دیر سے وہ برداشت کیے جا رہا تھا۔

یوں بھی وہ تھک گیا تھا بہت زیادہ۔

یوں جیسے وہ صدیوں سے اس ٹینشن میں مبتلا ہو اور گھنٹہ بھر پہلے جو پہاڑ اس کی زندگی میں ٹوٹا تھا۔ ابھی تو اس کا وجود اس کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔ مثال کے رونے دھونے اور پریشان کرنے کے دوران وہ وقتی طور پر اس واقعے کو براہ راست نہیں سوچ رہا تھا۔ لیکن کچھ تھا' جو دل کے آر پار ہوا تھا اور اس کا زہریلا سا درد اب جیسے پورے وجود میں پھیل رہا تھا۔

وہ جیسے تھک رہا تھا۔ ٹوٹ رہا تھا اور اب صرف نیند کی دو گولیاں کھا کر ہوش و خرد سے بیگانہ ہو جانا چاہتا تھا۔ مگر یہ مثال۔۔۔

اس نے دانت بھینچ کر اپنی پیاری بیٹی کو دیکھا' جو ان دونوں کی جان تھی۔ مگر اب جیسے وہ تقسیم سی ہو گئی تھی۔ اسے مثال جیسی اچھی بچی سے اس ردعمل کی توقع نہیں تھی۔

"مثال! میں تھک گیا ہوں بیٹا۔ بس کرو اب۔ سو جاؤ۔ صبح لے چلوں گا تمہیں تمہاری ماں کے پاس۔" وہ قصداً "بشریٰ" کا نام لینے سے اجتناب برت رہا تھا کہ یہ نام لمحوں میں اس کے لیے اجنبی سا ہو گیا تھا۔ جو کچھ دیر پہلے تک اس کی رگ جاں سے بھی قریب تھا۔

"یہ میں نے کیا کر ڈالا۔" پہلی بار دل میں درد کی تیز لہر سی اٹھی۔

وہ یوں ہی بائیں طرف سے سینہ سہلانے لگا۔ مثال کے رونے میں ایک توقف کے بعد پھر سے شدت آگئی تھی۔

"مما۔۔۔ مما۔۔۔ مما! مجھے لے جاؤ ساتھ۔۔۔ مجھے مما کے پاس جانا ہے۔ مما۔۔۔" وہ آنکھیں بند کیے بار بار دہرائے جا رہی تھی۔ عدیل اسے بے بسی سے دیکھنے لگا۔

"کیا تھا اگر بشریٰ یوں ہٹ دھرمی نہ دکھاتی۔ اپنی ماں اور بھائی کو منا لیتی۔ انہیں راضی کر سکتی تھی وہ۔ مگر میں جانتا ہوں۔ وہ دل سے نہیں چاہتی تھی کہ فوزیہ اس کی بھابھی بن کر اس کی ماں کے گھر میں جائے۔ جہاں جا کر وہ آزادی کے کچھ دن گزارتی تھی۔ اس کی وہ آزادی نہ چھن جاتی۔ اگر فوزیہ وہاں چلی جاتی۔" عدیل کو بشریٰ پر نئے سرے سے غصہ آگیا۔

"لیکن کیا مجھے فوزیہ کی خاطر یوں اپنا گھر مسمار کر دینا چاہیے تھا؟ میں ہی اگر تھوڑا خود کو بشریٰ کی جگہ رکھ کر سوچ لیتا۔" اس کے ضمیر نے ملامت کی۔

"نہیں۔۔۔ میں جانتا ہوں سارا قصور' ساری غلطی بشریٰ اور اس کی پھپھا کٹنی ماں کی ہے۔ اس کا بھائی خبیث کون سا کم ہے۔ اب ان لوگوں کے ہوش اور عقل ٹھکانے آئے گی۔ جب بیٹی ماتھے پہ طلاق کا لیبل سجا کر ہمیشہ کے لیے ماں کے گھر جا کر بیٹھے گی۔ فوزیہ کا مذاق اڑاتی تھی نا اس کی ماں اور مجھے کیسا ہلکا' کیسا بے وزن لیا انہوں نے۔ داماد کی بات' اس کا کہا کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا ان لوگوں کے نزدیک۔۔۔ ایسے چکنے گھڑوں کو مزہ چکھانا تو ضروری تھا۔"

اس نے سر جھٹک کر بے رحمی سے سوچا۔

مثال کا والیوم پھر بلند ہو گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے لگا فی الحال تو وہ خود مزہ چکھ رہا ہے۔ اسے اب پھر سے سخت غصہ آنے لگا۔

دل چاہا جوتا اٹھا کر مشال کو ٹھیک ٹھاک لگا دے۔ سارا رونا دھونا بھول کر خاموشی سے سو جائے۔ کم از کم رات بھر تو سوتی رہے۔

اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا اور یہ مشال۔۔۔

"یہ چپ نہیں ہوئی ابھی تک بھائی؟" فوزیہ کمرے میں آ کر حقارت بھری نظروں سے روتی مشال کو دیکھ کر بولی۔

"نہیں چپ ہو رہی کسی بھی طرح سے۔ ہر طرح سے بہلا کر دیکھ لیا ہے۔ ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ ماں کے پاس جانا ہے اور بس۔۔۔ سمجھا رہا ہوں۔ مگر۔۔۔" وہ پوری طرح سے بھر چکا تھا۔ سخت کرخت بھرے لہجے میں بولا۔

"صرف تمہاری غلطی ہے یہ بھائی! تم نے کبھی ان ماں بیٹی کو اس طرح سے ٹریٹ نہیں کیا جس طرح یہ حق دار تھیں۔ بس لاڈ اٹھائے گئے۔ فرمائشیں پوری کرتے رہے۔ کبھی اپنی کوئی بات ان سے نہیں منوائی تو نتیجہ تو یہی نکلنا تھا نا۔ انہوں نے کب ماننا سیکھا ہے تمہاری بات کو۔"

فوزیہ کو بھی یہ سب سنانے کا آج ہی موقع ملا تھا۔ سو دل کی بھڑاس خوب ہی نکالی۔

عدیل اسے بھی کچھ سخت سنانا چاہتا تھا۔ مگر پھر اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔

اب اور کون رہ گیا تھا جس کو وہ سنا نہیں چکا تھا۔ فوزیہ کو اس وقت چھیڑ کر بھڑوں کے ایک نئے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا۔

وہ صبر کا گھونٹ بمشکل بھر گیا۔

"مما۔۔۔ مما۔۔۔ مجھے مما کے پاس جانا ہے۔" مشال کا رو رو کر گلا بیٹھ گیا تھا۔ مگر وہ نہ اپنی ضد سے ہٹی تھی نہ رونا دھونا کسی طرح کم ہو رہا تھا۔

"تم سے کہا تھا نا بھائی! امی نے کہ اس کو ماں کے ساتھ چلتا کرو۔ یہ تمہارے لیے تو گلے کی ہڈی بن جائے گی۔ عقل میں موٹی ماں جیسی۔ کہاں کوئی بات سمجھے گی اور ویسی ہی ضدی۔" فوزیہ کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

"اچھا پلیز! اب تم تو یہ سب بند کرو۔ کسی طرح اسے چپ کراؤ۔ ورنہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ اس کی راگنی سن سن کر تھک گیا ہوں میں۔" عدیل ہر لحاظ اٹھا کر پھٹ کر بولا۔

"آؤ مشال! میرے پاس۔" کوئی نیک گھڑی تھی جو فوزیہ کو بھائی کی تھکن کا خیال آ گیا۔

مشال کو بانہوں میں لینے کو آگے بڑھی۔

مشال بدک کر اور بھی پیچھے ہو گئی۔ جیسے فوزیہ اسے مارنے پیٹنے آئی ہو۔

"کیا ہو گیا ہے مشال! کیوں روئے جا رہی ہو؟ آؤ میرے پاس۔۔۔ میں تمہیں کچھ کھانے کے لیے دیتی ہوں۔" تا حتی الامکان لہجے میں پیار سمونے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ جو اس سے ہو نہیں پایا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔ مجھے صرف مما کے پاس جانا ہے ابھی۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔" وہ دیوار کے ساتھ لگ کر ضد سے بولی۔

کنپٹیوں کو دباتے عدیل نے بمشکل رگوں میں ابلتے غصے کی لہر کو دبایا۔

"اچھا! چلو نہیں رہنا۔ چلی جانا اپنی مما کے پاس۔ ابھی تو میرے پاس آؤ۔" جتاتی نظروں سے بھائی کو دیکھ کر مشال سے ذرا نرمی سے بولی۔

"نہیں! مجھے ابھی جانا ہے۔ ابھی۔۔۔" وہ ایڑیاں رگڑ کر ضد سے بولی۔

"چلو! ٹھیک ہے۔ تمہاری مما ابھی گیٹ کے باہر موجود ہیں۔ آؤ! میں لے جاتی ہوں تمہیں۔ تم ان کے ساتھ چلی جاؤ۔" فوزیہ اسے بہلانے کو ذرا پاس ہو کر اس کے بکھرے بال سمیٹ کر بولی۔

مشال بے یقینی سے پھوپھی کو دیکھنے لگی۔

"آؤ نا! جلدی سے۔ کہیں تمہاری ماما چلی نہ جائیں۔" فوزیہ اسے کھینچ کر بولی۔

"ہاں۔۔۔ لے جاؤ خدا کے لیے اسے یہاں سے۔ میں کچھ دیر کے لیے سکون سے سانس تو لے لوں۔" عدیل کوفت سے بولا۔

مشال نے شکایتی نظروں سے باپ کو دیکھا۔

"مما جا چکی ہیں۔ میں جانتی ہوں۔ گیٹ کے باہر کوئی آواز نہیں آ رہی۔" وہ مرجھائے ہوئے لہجے میں آہستہ سے بولی۔ باپ کے کوفت بھرے لہجے نے اسے کچھ اور سہما دیا تھا۔

"اوں ہوں۔۔۔ میں آ رہی ہوں نا ابھی باہر سے۔ وہ ابھی باہر ہی رہیں۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں دکھاتی ہوں۔ آ جاؤ شاباش!" فوزیہ نے اسے پیار کیا اور اس کے بال سنوارتی زبردستی اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ عدیل ساکت سا بیٹھا رہا۔

☼ ☼ ☼

اسے لگا ابھی کسی نے اس کے گال پر تھپڑ مارا ہے۔

اس نے لیٹے لیٹے بے اختیار اپنے بائیں گال پہ ہاتھ رکھ لیا۔ اس کے لب بے اختیار مسکرانے لگے۔

"اسے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو شاید مجھے اچھا نہیں لگتا۔" وہ اونچی آواز میں خود سے بولا۔

کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔

ہلکی روشنی باہر گلی میں لگے پول لائٹ سے آ رہی تھی۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔

اندھیرے میں دور اسے وہ منڈیر تو نظر نہیں آ رہی تھی۔ جہاں وہ آ کر بیٹھا کرتی تھی۔ اس کا مخصوص ٹھکانا۔ مگر اس کی نظریں وہیں تک جا کر رک گئی تھیں۔ جہاں وہ بیٹھا کرتی تھی۔

اس نے انگلیوں پر دن گننے شروع کر دیے۔

"ابھی تو مزید بارہ دن باقی ہیں اس کے آنے میں۔۔۔ یہ بارہ دن کیسے گزریں گے۔ لیکن اس بار میں اسے کھووں گا نہیں۔ اسے خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔ اس سے اپنے دل کا احوال کہہ ڈالوں گا۔ اس آگ کی تپش اس تک بھی پہنچنی چاہیے۔ جس نے اتنے مہینوں سے مجھے جلا کر بھسم کر ڈالا ہے۔"

وہ دل میں بہت سے ارادے باندھنے لگا۔

"لیکن ایک کام تو میں اس کے آنے سے پہلے کر ہی سکتا ہوں کہ اس گھر اور اس گھر میں رہنے والے مکینوں کے بارے میں ضروری معلومات لے سکوں۔ بلکہ ان بارہ دنوں میں کچھ ایسی راہ و رسم بنا سکوں کہ جب وہ آئے تو کسی طرح میں بھی اس گھر کے اندر موجود ہوں۔ وہ مجھے سامنے دیکھ کر ششدر رہ جائے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ میں اسے یاد نہ ہوں۔" وہ کچھ یاد کر کے مسکرایا۔

"دوبارہ وہ میرے اتنے قریب آ چکی ہے کہ ہم دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کی سانسوں میں مدغم ہو چکی ہیں۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ مجھے فراموش کر چکی ہو اور جب وہ مجھے دیکھے گی تو۔۔۔ اف! وہ نظر دنیا کا خوب صورت ترین منظر ہو گا۔ جب ہم دونوں آمنے سامنے ہوں گے اور میں اس سے سب کچھ کہہ دوں گا۔" وہ آنکھیں بند کر کے مسکراتا ہوا اس منظر کو سوچنے لگا۔

☼ ☼ ☼

"میں نے فی الحال انہیں نیند کا انجکشن لگا دیا ہے۔ یہ صبح تک اچھی نیند لے لیں گی تو کچھ بہتر حالت میں ہوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گی۔" ڈاکٹر نے انجکشن لگانے کے بعد سیدھا ہو کر آہستہ سے پیچھے کھڑے عمران اور زکیہ سے کہا۔
بشریٰ کی آنکھیں نیم وا تھیں۔
وہ نیم بے ہوش تھی۔ اس کے کان ان کی آوازوں کو سن رہے تھے۔ مگر اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ وہ اس وقت کسی بھی قسم کا مفہوم بمعنی سمجھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔
بس کسی بھی طرح دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو جانا چاہتی تھی۔
اس کا ذہن جیسے کسی گول گول گھومنے والے جھولے میں جھولنے لگا۔
اس کی نظروں کے سامنے چنگھاڑتا "طلاق' طلاق' طلاق' کے الفاظ بولتا عدیل تھا۔ ہاتھ نچا نچا کر چیختی نسیم اور نفرت بھری نظروں سے دیکھتی فوزیہ تھی اور وہ سہما ہوا مثال کا معصوم چہرہ۔ وہ اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف لپک رہی تھی۔ اس کے ہونٹ "مما مما" کہتے نیم وا ہو رہے تھے۔
"مثال۔۔۔ مثال۔۔۔ مثال۔۔۔ آ۔۔۔ آجاؤ۔۔۔ آؤ۔۔۔ مثال! میری مثال۔" وہ نیند کی غنودگی میں بڑبڑا رہی تھی۔ زکیہ نے روتے ہوئے بیٹی کی بے بسی کو دیکھا۔
"ڈاکٹر صاحب! یہ۔۔۔" عمران متفکر سا تھا۔
"شدید گہرے ذہنی صدمے میں ہیں۔ انہیں ٹائم لگے گا سنبھلنے اور اس صدمے سے نبرد آزما ہونے میں۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔
"مثال؟" ڈاکٹر نے استفہامیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔
"ان کی بیٹی۔" عمران دل گرفتی سے بولا۔ اس درجے شقاوت اور سنگ دلی کی ان کو عدیل اور اس کے گھر والوں سے توقع نہیں تھی۔
وہ زکیہ کے کہنے پر دو بار فون کر چکا تھا۔ بلکہ غصے میں بپھر کر خود بھی جانا چاہتا تھا۔ مگر فی الحال بشریٰ کی حالت اسے روکے ہوئے تھی۔
اس کے خون میں ابال سے اٹھ رہے تھے کہ انہوں نے کس طرح بشریٰ کو اس حال تک پہنچایا۔ اس کے ساتھ وہاں کیا ہوا' وہ سب جاننا چاہتا تھا۔
اور سب سے بڑھ کر مثال اس کے ساتھ کیوں نہیں آئی تھی۔
"نہیں عمران! ہمیں بشریٰ کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔" زکیہ نے آنسو پونچھ کر اسے منع کیا۔
ڈاکٹر چلا گیا تھا اور بشریٰ گہری نیند سو چکی تھی۔
"مما! میں ان لوگوں کا حشر کر دوں گا۔ انہوں نے میری بہن کو لاوارث سمجھ رکھا ہے کیا؟ جانے کیا سلوک کیا ہے آپی کے ساتھ کہ وہ اس طرح واپس آئیں۔" عمران طیش میں مٹھیاں بھینچ کر بولا۔
"میری بچی بے پردہ۔۔۔ بغیر دوپٹے کے خالی ہاتھ' خالی جھولی' خالی گود لیے گھر کے دروازے پہ یوں لٹی پٹی کھڑی تھی۔ سمجھو میرے دل پر تو جیسے کسی نے چھریاں چلا دیں۔ نسیم تیرا بیڑا ہی غرق ہو۔ اللہ تجھے برباد کرے۔ جیسے تو میری بیٹی کی زندگی میں کانٹے بو رہی ہے۔ اللہ تیری بیٹی کے آگے لے کر آئے۔" وہ دامن پھیلا کر کوسنے لگیں۔
"مگر اس بدبخت پر کیا اثر ہوگا۔ اللہ تو اس کی بیٹی کو پہلے ہی برباد کر چکا ہے۔ اور کیا برباد کرے گا۔ ہائے میری بشریٰ۔۔۔ لا عمران! فون دے۔ میں اس عدیل سے تو خود بات کروں۔۔۔ میسنا۔۔۔ کیسے اس نے میری بچی کو اجاڑ پجاڑ کر گھر سے روانہ کر دیا۔ میرے دل میں ابال اٹھ رہے ہیں۔" وہ دہائی دے کر بولیں۔
"مما! رات کا ایک بج رہا ہے۔ اب رہنے دیں۔۔۔ جو ہوگا' صبح دیکھ لیں گے۔" عمران کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ گھڑی پر نظر ڈال کر بولا۔

"ہمارے! ہماری نیندیں' ہمارا سکون غارت کرنے والے مزے سے سوئیں اور ہم کانٹوں پر لوٹیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ میں تو ان کی زندگی حرام کر دوں گی۔ نہ جئیں گے۔ نہ مریں گے۔ سارے میں دہائی ڈالوں گی۔ نمبر ملا تو ذرا۔" وہ آپے سے باہر ہو کر بولیں۔
عمران نے کچھ سوچا اور پھر عدیل کا نمبر ملا کر سیل ان کے کان سے لگا دیا۔
دوسری طرف سیل آف تھا۔
"کمبخت نے فون بند کر رکھا ہے۔ ملا اس نسیم کا نمبر۔ انہیں تو میں قبر سے کھینچ کر لے آؤں گی۔" وہ غصے میں آکر زور سے بولیں۔
"مثال۔۔۔ امی۔۔۔ عدیل!" بشریٰ نیند میں بڑبڑاتے ہوئے سسکی سی لے کر کسمسائی۔
دونوں اس کی طرف دیکھنے لگے۔
"مما! آپی سو رہی ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے' وہ جتنا زیادہ سکون سے سوئیں گی۔ اتنا ہی آپی کے لیے اچھا ہے۔ ورنہ خدانخواستہ نروس بریک ڈاؤن ہونے کا خطرہ ہے یا برین ہیمبرج کا۔ آپ پلیز! انہیں آرام کرنے دیں۔۔۔ باہر آئیں۔" وہ آہستہ آواز میں ماں کو سمجھا کر بولا۔
بیٹی کی حالت دیکھ کر زکیہ کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے۔ وہ اٹھنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔
"تم جاؤ۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔ کچھ نہیں بولتی اب۔ اسے آرام کرنے دوں گی۔" وہ وہیں صوفے پر نیم دراز ہو گئیں۔
"مما! اس طرح تو آپ کی طبیعت بھی خراب ہو جائے گی۔ آپ نے دوا لے رکھی ہے۔ اگر سوئیں گی نہیں تو بہت مسئلہ ہو جائے گا۔ آپ جانتی ہیں۔" عمران نے ماں کو سمجھایا۔
"میری قسمت خراب۔۔۔ نہ میں جلد بازی کرتی۔ اسے مٹھائی کی ٹوکری دے کر بھیجتی۔ میں اسی گھنٹے عدیل کو گھر بلا کر اس سے خود بات کرتی۔ خدا جانے کیا ہوا ہے۔ میرے دل کو تو جیسے پنکھے لگے جا رہے ہیں۔ نیند مجھے کہاں آئے گی۔"
وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بمشکل عمران کا سہارا لے کر اٹھ گئیں۔ دونوں باہر نکل گئے۔
"کیا۔۔۔ کیا۔۔۔" عمران کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اس کے ہاتھ سے سیل فون گر گیا۔
زکیہ نے بے اختیار سینہ تھام لیا۔ عمران کی حالت سے ان کا اپنا دل بیٹھنے لگا تھا۔
"کک۔۔۔ کیا ہوا عمران۔۔۔ کیا کہا ان لوگوں نے اور یہ عدیل نے اپنا فون کیوں بند کر رکھا ہے؟ منہ کیوں کالا ہو گیا اس کا؟ چوروں کی طرح چھپ رہا ہے ہم سے۔ کیا بک رہی تھی یہ منحوس نسیم۔۔۔ کیا کہتی ہے تم سے فون پر۔" وہ پھولے سانس کے ساتھ کہتی چلی گئیں۔
عمران نے جھک کر گرا ہوا سیل فون اٹھایا اور اسے مٹھی میں بھینچ لیا۔
"بول نا۔۔۔ گونگا ہے کیا۔۔۔ کیا بکواس کر رہی تھی وہ ڈائن۔۔۔ مجھ سے اب برداشت نہیں ہو رہا۔ بول! جو بھی کہا ہے اس نے۔ ورنہ میں ابھی اس کی طرف جا رہی ہوں۔" وہ بے صبرے پن سے بولتی چلی گئیں۔
"سب کچھ ختم ہو گیا ہے امی! آپی کی حالت غلط نہیں تھی۔۔۔ اور آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ہم نے واقعی جلد بازی کی۔" عمران صوفے پر گر کر رنجیدگی سے بولا۔
"عمران! بول رے۔۔۔ ہوا کیا ہے۔ ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا۔" زکیہ چیخیں۔
"عدیل نے بشریٰ آپی کو طلاق دے دی ہے امی۔" عمران بمشکل بولا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رُخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم معلیحٰ بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کرکے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کرکے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

وصول کرپاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کررہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں متولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ' نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنارہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس کو خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے' سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہوکر ہوا اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم' عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کرتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔

دسویں قسط

فوزیہ نے فکر مند نظروں سے تھرمامیٹر کو دیکھا اور دوسری نظر نیم بے ہوش سرخ چہرہ لیے مثال پر ڈالی۔

"کیا ہے؟" نسیم بیگم ٹھوس سے انداز میں بولیں۔

"دکھاؤ مجھے۔" عدیل بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ گم صم سا بیٹھا تھا۔ فوزیہ کو تھرمامیٹر ہاتھ میں لیے دیکھ کر چونکا۔

"ایک سو تین سے تمپریچر کم ہی نہیں ہورہا۔" فوزیہ دکھی لہجے میں بولی۔

"میرے اللہ! رحم کر معصوم بچی پر۔" نسیم دہائی دینے والے انداز میں بولیں۔

"کہا تھا میں نے ابھی اسے ماں سے دور نہ کرو بہت ہلی ہوئی ہے بشریٰ سے۔ اتنی آسانی سے نہیں سنبھلے گی مگر مجھ خبطن کی سنتا کون ہے اس گھر میں۔" نسیم جلے کٹے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

عدیل نے عجیب سی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"ابھی بھی آپ کو یہ گلہ ہے؟" اس کا لہجہ استہزائیہ تھا جیسے خود پہ زور سے ہنسا ہو۔

نسیم اور فوزیہ نے بے ساختہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ فوزیہ نے نظریں چرالیں۔ نسیم کو غصہ تو بہت آیا اور سخت سست سنانے کو جی بھی چاہا مگر فوزیہ نے ماں کا ارادہ بھانپتے ہوئے آنکھوں کے اشارے سے منع کردیا۔

بھلی گھڑی تھی جو نسیم کو بھی یہ تنبیہہ سمجھ میں آگئی جواب میں وہ آہ سی بھر کر چپ رہیں۔

"ماما... ماما... ماما! مجھے ماما پاس... ماما!" مثال نیند میں رک رک کر کراہتے ہوئے بول رہی تھی۔

نسیم نے فتح مند نظروں سے عدیل کو دیکھا۔

"دیکھا! میں نہیں کہتی تھی' یہ بھی یہاں ٹکنے والی نہیں۔"

عدیل بے بسی سے مثال کا ماتھا سہلانے لگا۔

"اسے دوبارہ لے کر جاؤں ڈاکٹر کے پاس۔ بخار تو کسی طرح کم ہی نہیں ہورہا اس کا۔" وہ کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر بولا۔

"حالانکہ میں نے تو باقاعدگی سے دوا دی ہے مثال کو کم از کم بخار تو اترنا چاہیے اس کا۔" فوزیہ نرم لہجے میں بولی۔

"ارے کم بخت لٹیرے ہیں یہ آج کل کے ڈاکٹر سارے۔ اب اگر پھر سے لے کر جاؤ تو نئے سرے سے فیس لیں گے۔ انہیں کوئی خوف خدا تھوڑی آئے گا اور جی میں آیا تو چھ چار ٹیسٹ بھی لکھ ڈالیں گے۔ اپنی کوتاہی تھوڑی مانیں گے کہ ان کی لکھی دوا نے خاک اثر نہیں کیا۔" نسیم کو فت بھرے انداز میں بولتی چلی گئیں۔

یوں بھی خس کم جہاں پاک تو ہوچکا تھا مگر رات سے جو اس باشت بھر کی لڑکی نے مفت کی پریڈ کرا رکھی تھی۔ اس سے جی خوب ہی بے زار تھا۔

ذرا جو اس شان دار فتح کی خوشی منائی جاسکی ہو۔ فی الحال جان چھڑانے کا اور کوئی رستہ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔

"کیا ہوا امی!" فوزیہ تشویش سے بولی۔

عدیل نے بھی چونک کر ماں کو دیکھا' ورنہ وہ بہت دیر سے یک ٹک صرف اپنی لاڈلی کو ہی دیکھے جارہا تھا' جو رات بھر میں بچ کر آدھی بھی نہیں رہ گئی تھی۔ گالوں کی گلابیاں پیلاہٹ میں بدل گئی تھیں۔ آنکھوں کے گرد سیاہی ابھر آئی تھی۔ سوکھے خشک ہونٹ' بکھرے بے رونق بال اور یوں بے ہوش۔

عدیل کا دل کٹا جارہا تھا۔

"امی! ٹھیک ہیں نا آپ؟" چہرے پر تکلیف کے آثار لیے ہولے ہولے بائیں طرف سے ایک سینہ اور بازو دبا رہی تھیں۔

"امی... کیا بات ہے؟" عدیل کو بھی پوچھنا پڑا۔

"ٹھیک ہوں میں۔" نسیم جیسے کراہ کر دکھی آواز میں بولیں۔

"آپ رات بھر سو بھی نہیں سکیں۔ بے آرامی کی وجہ سے آپ کی طبیعت نہ بگڑ جائے۔ آپ جاکر آرام کرلیں۔" فوزیہ تشویش سے بولی۔

"نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ بس اللہ میری مثال کو جلدی سے اچھا کردے پہلے کی طرح ہنستا کھلکھلاتا۔ کیسے تتلی کی طرح میری بچی اس آنگن میں اڑی پھرتی تھی۔ رات بھر میں مرجھایا پھول بن کر رہ گئی۔" نسیم کسکی سی لے کر رندھی آواز میں بولیں۔

"فوزیہ! امی نے دوا لی ہے آج؟" عدیل ماں کو دیکھ کر فکر سے بولا۔

"جی بھائی!" فوزیہ ایک دم سے ہی بہت سعادت مند' فکر کرنے والی' خیال رکھنے والی بہن اور بیٹی بن گئی تھی بشریٰ کے جاتے ہی۔

"امی! آپ جاکر آرام کریں۔" عدیل نرمی سے بولا۔

"ماما!" مثال پھر کراہی۔

"میری بچی... میری گڑیا!" نسیم تڑپ کر بولیں۔

"جا عدیل! اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا۔ آنکھیں کھولے یہ۔" وہ زمانے بھر کی محبت' تڑپ لہجے میں سمو کر بولیں۔

"مثال... میری بچی دادی کی جان! آنکھیں کھول کر ایک بار تو دیکھ ہم تینوں رات بھر سے تیرے لیے کتنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پریشان ہیں۔ تیری اس سنگدل ماں کی طرح نہیں، جو تجھے چھوڑ چھاڑ کر گئی تو پلٹ کر خبر بھی نہیں لی اس نے۔ گویا بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔" وہ مثال پہ جھکی اسے پیار کرتے ہوئے کہے جارہی تھیں۔ عدیل نے کچھ ناگواری سے ماں کی طرف دیکھا۔

"امی! آپ کچھ دیر جاکر سو جائیں۔" فوزیہ نے فوراً عدیل کے چہرے کے بگڑتے زاویے دیکھ کر کہا۔

"میں کہاں سو سکوں گی، میری شہزادی اس حال میں پڑی ہے۔" نسیم آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولیں۔

عدیل کھڑی دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"فوزیہ! میں گاڑی نکالتا ہوں۔ تم مثال کو لے کر آجاؤ۔ ڈاکٹر پانچ بجے تک کلینک آجائے گا تو ایک بار پھر چیک اپ کروا لیتے ہیں بلکہ شاید وہ اسے ایڈمٹ کرلے۔" کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

فوزیہ اور نسیم کو فت سے اسے جاتا دیکھتی رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

"لیکن میڈم میں نے تو چھٹی کی درخواست بھیجی تھی۔" عاصمہ کے چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ تھی۔

میڈم کے چہرے کے تاثرات اسے بہت کچھ سمجھا رہے تھے۔

"کتنی بار... درخواست تھی یہ آپ کی پورے مہینے میں۔" میڈم نے کرسی ذرا سی گھماتے ہوئے عاصمہ کے چہرے پر نظریں جما کر طنز سے کہا۔

عاصمہ نظریں جھکا کر اپنی سرد پڑتی انگلیوں کو آپس میں جکڑ کر خود کو سنبھالنے کی سعی کرنے لگی۔

"میری مجبوری تھی میڈم کہ..." اب کوئی تو بات کرنی تھی اسے بات کو آگے بڑھانے کے لیے۔

"اور میری مجبوری یہ ہے مس عاصمہ! کہ مجھے اس اسکول کو چلانا ہے۔ آپ صرف مجھے جواب دہ ہیں اور میں اس اسکول میں موجود ڈھائی سو بچوں کے والدین کے سامنے جواب دہ ہوں جن کو ہفتے میں تین دن اپنے بچوں سے یہ سننے کو ملتا ہے کہ ان کی ٹیچر آج ایب سینٹ تھیں۔" وہ سارا لحاظ مروت اخلاق بالائے طاق رکھ کر نرور سے بولیں۔

"میڈم! میری بیٹی بیمار تھی تو مجھے بہت مجبوری میں..." عاصمہ کی آواز کوشش کے باوجود رندھ گئی۔

"تو ایک کام کرتے ہیں مس عاصمہ! جس سے آپ کی اور میری مجبوری آرام سے ختم ہو سکتی ہے۔" وہ آگے ہو کر سرد لہجے میں بولیں۔

عاصمہ کو میڈم کی سرد سی مسکراہٹ جواب میں مسکرانے پر مجبور نہیں کر سکی۔

"میڈم! میں کوشش کروں گی آئندہ چھٹی نہ ہو۔" عاصمہ نے جلدی سے کہا۔ مبادا کوئی خوفناک بات نہ اسے سننی پڑ جائے۔

"میں جانتی ہوں آپ یہ سب کچھ اپنے شوق سے نہیں کرتیں لیکن میں بھی مجبور ہوں۔ میں اسکول شوقیہ کھول کر نہیں بیٹھی ہوں۔ میں اگر بچوں کے والدین سے فیس لیتی ہوں تو مجھے انہیں مطمئن بھی کرنا ہوتا ہے۔ گزشتہ چھ ماہ میں آپ نے ہر ہفتہ ایک سے دو چھٹیاں کیں۔ چلیں، میں وہ بھی برداشت کر گئی لیکن ہر ہفتے تین چھٹیاں۔"

"میڈم! میں..."

"سوری مس عاصمہ... آپ جاکر کیشیر سے اپنا حساب کرلیں۔ فی الحال ہمیں آپ کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بے لچک لہجے میں بولیں۔

عاصمہ تو جیسے لمحہ بھر میں پھر لی ہو گئی۔

"میڈم... اس بار... صرف اس بار آپ معاف کردیں... پرامس۔" وہ سخت پریشانی میں بے ربط ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی ہلکورے لے رہی تھی۔

"ہم نے کل ہی آپ کی جگہ کسی اور ٹیچر کو اپائنٹ کرلیا ہے۔" میڈم نے اس کے سامنے ایک اور دھماکا کردیا۔

وہ ساکت سی دیکھتی رہ گئی۔

"اور آپ جانتی ہیں۔ میں کوئی صاحب ثروت تو ہوں نہیں کہ ایک آپ کی چھٹیوں کے لیے ایکسٹرا ٹیچر رکھ لوں۔ میرے بھی دس ہزار اخراجات ہیں، پھر اس اسکول کی مینٹیننس بہت سی میری بھی مجبوریاں ہیں جنہیں یہاں دہرانا بیکار ہے۔ نہ میرے پاس اتنا وقت ہے نہ آپ کو اس میں دلچسپی ہوگی... سو آئی ایم سوری۔" وہ کندھے اچکا کر دوٹوک لہجے میں بولیں۔

میڈم! آپ جانتی ہیں میرے بچوں کا آسرا یہی جاب ہے۔"

"اگر آپ اس بات کو سمجھتیں تو اس قدر غیر ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیتیں۔ میں نے بھی یہی کچھ سوچ کر آپ کو جاب دی تھی۔" وہ حتما کر طنز سے بولیں۔

میڈم! میری بچی کو ڈینگی نمونیہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے۔"

"آپ پلیز اب جاسکتی ہیں۔ مجھے کچھ اہم کام نپٹانے ہیں۔ آپ کیشیر سے اپنا حساب لے کر جائیں۔" وہ اپنے آگے پڑی فائل کھولتے ہوئے روکھے لہجے میں بولیں۔

"میڈم پلیز! ایسا نہیں کریں۔ میں کیا کروں گی۔" وہ آخر میں گڑگڑا ہی بیٹھی۔

کل ہی تو اوپر سے کرائے دار بھی چلے گئے تھے۔ اس ماہ کرایہ ملنے کی بھی امید نہیں تھی۔ اگر نوکری بھی چلی جاتی۔ جو کہ جا ہی چکی تھی تو وہ پورا مہینہ کیا کرے گی، وہ بے اختیار رونے لگی بے بسی سی بے بسی تھی۔

اسے خود پر ترس آنے لگا۔ ایسا تو اس نے کچھ نہیں سوچا تھا۔ چند ہزار کی معمولی اسکول ٹیچر کی نوکری کے لیے اسے یوں منتیں کرنا ہوں گی۔

"میں آپ کا نام فیکسٹ، کمنگ ٹیچرز میں رکھ رہی ہوں جیسے ہی ہمیں آپ کی ضرورت ہوگی۔ ان شاءاللہ میں سب سے پہلے آپ کو کال کروں گی۔ آپ بلاشبہ ایک محنتی ٹیچر ہیں اور بچے بھی آپ سے جلد مانوس ہو جاتے ہیں۔ میں ضرور آپ کو کال کروں گی۔ اب آپ جاسکتی ہیں۔"

انہوں نے بہت طریقے سے بات ختم کردی۔ وہ دیکھتی رہ گئی۔

"وش یو بیسٹ آف لک۔" میڈم نے الوداعی مصافحے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ عاصمہ نے اپنا ٹھنڈا یخ ہاتھ ان کے ہاتھ میں ذرا سا دیا۔

"اللہ حافظ!" وہ کہہ کر فون پر کوئی نمبر ملا کر بات کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

عاصمہ چند لمحے بے بس سی بیٹھی اپنے ہونٹ چباتی رہی، پھر آہستگی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے آس بھری نظروں سے مڑ کر دیکھا اور میڈم کا منہ دوسری طرف دیکھ کر اپنا چہرہ صاف کرتی باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"امی! میں نے قسم کھائی ہے جب تک میری مثال مجھے نہیں مل جاتی۔ میں ایک لقمہ نہیں کھاؤں گی۔ اس دنیا کی ہر نعمت مجھ پر حرام ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بشریٰ نے کھانے کی ٹرے اتنی زور سے پرے کی کہ سالن ٹرے میں گر گیا اور ذکیہ تو کچھ بول ہی نہ سکیں۔
"تین دن ہو گئے ہیں میری بچی! تجھے آج کچھ کھائے پیے۔ ہر دو گھنٹے بعد تو بے ہوش ہو جاتی ہے ڈاکٹر ابھی کہہ کر گیا ہے۔ اگر تو نے کچھ کھایا نہیں تو۔۔۔"
"مروں گی پھر بھی نہیں امی! میں بہت سخت جان ہوں۔ بہت ڈھیٹ مجھے موت نہیں آنے والی۔ مجھ جیسی ماؤں کو موت آیا بھی نہیں کرتی۔ میری غلطی جو میں اس رات اپنی بچی ان وحشیوں کے پاس چھوڑ کر چلی آئی۔۔۔ مثال میری بچی میری گڑیا۔۔۔ ہائے تین دن سے تین راتوں سے میں نے اسے نہیں دیکھا اسے نہیں چھوا' اس کو نہیں چوما۔۔۔ مثال میری گڑیا مثال۔۔۔ مثال' مثال۔" وہ پاگلوں کی طرح منہ اونچا کیے آنکھیں بند کیے گلا پھاڑے چیخنے لگی۔
ذکیہ اسے سنبھالتے خود بھی بکھرنے لگیں۔
"مثال۔۔۔ مثال کہاں ہے مجھے کیوں نظر نہیں آتی۔ میری گڑیا۔۔۔ میری بچی۔" وہ اردگرد سے بیگانہ ہر احساس سے عاری اور صرف مثال کے لیے چیخ رہی تھی' رو رہی تھی۔
ذکیہ اسے سنبھالنے میں نڈھال ہو چکی تھیں۔ جب عمران کمرے میں بھاگتا ہوا آیا۔
"آپی۔۔۔ آپی خدا کے لیے ہوش کریں۔ کچھ نہیں ہوتا مثال کو۔۔۔ میں لے کر آؤں گا اسے۔ آپ ہوش کریں۔ خود کو سنبھالیں۔" وہ اسے بازوؤں سے پکڑ کر روکنے لگا۔
وہ بغیر دوپٹے جوتوں کے پھر سے گھر سے باہر بھاگ رہی تھی چیختے ہوئے۔ بالکل کوئی پاگل دیوانی لگ رہی تھی۔
"مجھے صرف میری بچی لا دو۔ مجھ سے سب کچھ لے لو۔ میری مثال میری گڑیا مجھے لا دو۔ میں مر جاؤں گی اس کے بغیر۔ میں خود کو ختم کر لوں گی۔" وہ ایک دم سے لاؤنج کے ستون سے پاگلوں کی طرح سر ٹکرانے لگی تھی۔
عمران مرد ہو کر اس کی وحشت کو قابو نہیں کر پا رہا تھا۔ خون بھل بھل اس کے ماتھے اور سر سے بہنے لگا۔ ذکیہ کی چیخیں نکل گئیں۔
عمران جب تک بشریٰ کو سنبھالتا' وہ چیختی ہوئی بے ہوش ہو چکی تھی اور اب فرش پر بے دم پڑی تھی۔ بادامی چکنی ٹائلوں پر اس کا سرخ خون پتلی سی لکیر بناتا ہوا جا رہا تھا۔ ذکیہ خاتون کا جیسے دل ہی بیٹھنے لگا۔
"میری بچی' میری بشریٰ مر جائے گی عمران! اسے لے چل کہیں۔
بلا ڈاکٹر' جلدی کر مر جائے گی۔ اسے کچھ ہو جائے گا۔" ذکیہ نے خود ہاتھ پاؤں چھوڑ دیے تھے۔
عمران نے بہ وقت بشریٰ کو بازوؤں میں بھرا اور باہر جانے لگا۔
"امی! میں آپی کو گاڑی میں ڈال رہا ہوں۔ آپ پلیز جلدی سے لاک لگا کر آجائیں باہر۔" وہ جاتے ہوئے پکارا۔

بشریٰ کی ایسی حالت تو ان تین دنوں میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ پہلے دو دن تو جیسے سکتے میں رہی تھی۔ ذکیہ اسے رلانے اور بہلانے کی کوشش کرتی رہیں۔ تیسرے دن اسے بار بار طلاق کا یاد دلا کر رلانے کے جتن کرتی رہیں۔ مگر بشریٰ رات کے آخری پہر کہیں واش روم گئی اور وہاں اس نے مثال کا خوب صورت سا ہیئر بینڈ اور پونی دیکھی جو اس نے اس عید پر بہت ضد کر کے لیے تھے۔ بشریٰ اس کی ساری شاپنگ پہلے ہی کر چکی تھی اس لیے یہ دونوں چیزیں لے کر دینے کے حق میں نہیں تھی مگر عدیل نے یہ دونوں چیزیں بہت آرام سے خرید لیں اور آخری بار وہ یہ دونوں چیزیں نانی کے گھر بھول گئی کہ اسے ان سے اتنا لگاؤ نہیں رہا تھا۔
اس گلابی رنگ کے ہیئر بینڈ اور پونی کو ہاتھ میں لیے بشریٰ ساکت سی انہیں دیکھتے ہوئے بہت کچھ یاد کرتی رہی۔ مثال یہ پہن کر کیسی لگتی تھی۔ جیتی جاگتی ہنستی کھیلتی کودتی پیاری سی بارلی ڈول۔

اسے بے اختیار وہ ظالم شام یاد آئی جب طلاق کے بعد مثال اس کے ساتھ جانے کے لیے تڑپ تڑپ کر لپٹ کر چیختی ہوئی روئے جا رہی تھی۔
"مجھے مما کے پاس جانا ہے۔ مجھے مما کے ساتھ جانا۔۔۔ مما۔۔۔ مما۔" بشریٰ کی سماعتیں اس کی معصوم فریادوں سے ہلنے لگیں۔ سب کچھ جیسے اس کی نظروں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔ عدیل کا وحشی روپ اور طلاق کے الفاظ۔۔۔ کیم اور فوزیہ کی فاتحانہ نظریں اور پیروں میں بکھری رنگ برنگی مٹھائی۔
اسے کسی بھی چیز نے اتنی اذیت' اتنا دکھ نہیں دیا۔۔۔ رات کے اس پہر جتنی تکلیف اسے مثال کی حالت یاد کر کے ہوئی۔
"مثال۔۔۔ مثال کہاں ہے؟" اس نے مٹھی میں دونوں چیزیں جکڑ کر یاد کرنے کی کوشش کی۔
"وہ تو۔۔۔ وہیں رہ گئی تھی۔" اس ظالم انسان نے اسے باہر دھکا دے کر مثال کو اپنے پاس اندر کھینچ لیا تھا اور وہ روئے جا رہی تھی۔ اسے پکار رہی تھی اور اب اتنے دنوں سے وہ کیسی ہو گی۔ وہ کبھی ٹھیک نہیں ہو گی۔
"مثال۔۔۔ مثال!" اور خود سے باتیں کرتے ہوئے پتا نہیں وہ کب چیخنے لگی۔
ذکیہ جن کی ذرا سی آنکھ لگی تھی۔ بشریٰ کی وحشت بھری چیخ سن کر دیوانہ وار باتھ روم میں آئیں۔ جہاں بشریٰ چیختے چیختے بے ہوش ہو چکی تھی۔ اور اب وہ زخمی حالت میں پیلی رنگت۔ کمزور چہرے اور لاغر جسم کے ساتھ ذکیہ کی گود میں پڑی تھی۔
اس کے سر پر دوپٹا کس کر باندھ دیا تھا مگر خون پھر بھی بہے جا رہا تھا۔ ذکیہ کے کپڑے بھی خون رنگ ہو چکے تھے۔ وہ خود بھی بری طرح روئے جا رہی تھیں اور ان کے آنسو بے ہوش بشریٰ کے چہرے پر گر رہے تھے۔
"جلدی کر عمران! خون بہے جا رہا ہے۔ اسے کچھ ہو نہ جائے۔" وہ پھٹی ہوئی آواز میں بولیں۔
عمران متفکر سا بے ہوش بشریٰ کو بیک ویو مرر میں دیکھ کر اور بھی تیزی سے گاڑی چلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

"یہ ضروری ہے عدیل صاحب!" ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔
"مگر ڈاکٹر صاحب! یہ ممکن نہیں ہے میرے لیے۔" وہ بہت دیر بعد آہستگی سے بولا۔
مثال چند ہی دنوں میں بہت بیمار اور قابل رحم نظر آنے والی بچی میں ڈھل گئی تھی۔ اس کی گلابی رنگت میں پیلاہٹ اتر چکی تھی اور خشک ہونٹ یوں ایک دوسرے میں پیوست تھے جیسے اس نے کبھی کسی سے بات نہیں کی۔ اس کی آٹھ سالہ معصوم شکل پر کیسی بوڑھوں جیسی سنجیدگی اور دکھ نظر آنے لگا تھا۔
"کیوں؟" ڈاکٹر کے اس استفسار پہ عدیل کو غصہ تو بہت آیا کہ یہ حق کسی ڈاکٹر کو نہیں ہے کہ وہ یوں آپ کی پرسنل لائف کے بارے میں سوال کرے۔
"میں مجبور ہوں عدیل صاحب! سوال آپ کی بچی کی زندگی کا ہے۔ خدانخواستہ اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تو یہ بخار اس کے دماغ کو متاثر کر سکتا ہے جس کے بعد کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ پڑھے لکھے سمجھ دار ہیں' اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔"
ڈاکٹر نے عدیل کی ناگوار نظروں پر فوری وضاحت دے ڈالی۔
عدیل گم صم سا ہو گیا۔
مثال کا بخار صرف ایک دو درجہ کم ہو رہا تھا بہت ٹریٹمنٹ کے بعد مگر چھ آٹھ گھنٹوں کے بعد وہ پھر اسی درجے پر آجاتا۔
مستقل سلگتا اس کا ننھا بدن جس تکلیف اور درد سے بے حال تھا' عدیل جیسے پیار کرنے والے باپ کے لیے یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت بڑی اذیت سی۔

"میں اپنی مسز کو ڈائی ورس دے چکا ہوں۔" وہ بہت دبی ہوئی آواز میں بمشکل بول سکا۔

"تو بھی۔" ڈاکٹر بالکل نارمل رہا جیسے اسے معلوم تھا کہ عدیل اسے یہی وجہ بتائے گا۔

"تو بھی عدیل صاحب! اس بچی کا کچھ دنوں بلکہ کچھ مہینوں تک اپنی ماں کے پاس رہنا ضروری ہے۔" عدیل کچھ بول ہی نہیں سکا۔

"جب تک یہ ذہنی بلوغت آئی مین! جب تک یہ بچی ذہنی طور پر آپ دونوں کی اس علیحدگی کو تسلیم نہ کرے۔"

"میں اپنی بچی کو خود سے ایک پل کے لیے بھی الگ نہیں کر سکتا ڈاکٹر صاحب!" وہ بہت سخت لہجے میں بولا۔

"یہ بات تو آپ کو یہ انتہائی فیصلہ کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھی۔" ڈاکٹر جتا کر بولا۔ "آپ اس بچی کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ وہ آپ سے زیادہ حساس اور آپ سے زیادہ کمزور ہے۔ وہ کتنی تکلیف سہہ رہی ہے آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ آپ اگر اس بچی کے بغیر نہیں رہ سکتے تو یہ اپنی ماں کے بغیر نہیں رہ سکتی اور بلکہ میرا تو خیال ہے اسے آپ کی جدائی بھی بہت اذیت دے گی۔ اصل میں طلاق کے بعد آپ دونوں کی زندگی میں تو شاید اتنا فرق نہ آسکے مگر اس کے ننھے دل و دماغ کے لیے آپ نے ایک مستقل جہنم کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اتنے لاڈ پیار کے بعد آپ نے ایک ہی جھٹکے میں اس کے ننھے جسم کی عمارت کو زلزلے کے جھٹکوں کی زد میں رکھ دیا ہے۔"

ڈاکٹر ضرورت سے زیادہ بول رہا تھا یا عدیل کو ہی اس کی اتنی زیادہ تنقید برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"اب اسے کب تک آپ کے پاس لے کر آنا ہوگا۔" وہ بمشکل منہ دبا کر بات ختم کرنے کو بولا۔

"میرے پاس اسے لانے کا کچھ خاص فائدہ نہیں ہوگا آپ کو۔" ڈاکٹر آگے پڑی فائل عدیل کی طرف کھسکا کر لاتعلق سے انداز میں بولا۔

"کیا مطلب؟" عدیل ناگواری سے بولا۔

یہ اس شہر کا سب سے بہترین اور منگا ترین چائلڈ اسپیشلسٹ تھا جب ہی عدیل اس کی اتنی تلخ باتیں سہہ گیا تھا۔ اس ڈاکٹر کے ہاتھ میں بہت شفا تھی اور عدیل کو وہی ہنستی کھیلتی مثال چاہیے تھی۔

اسے امید تھی یہ ڈاکٹر اس کی بچی کو بالکل ٹھیک کر دے گا وہ بالکل پہلے جیسی ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ بھی اس کی خوش فہمی تھی کہ اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہو سکتا تھا۔

"اس بچی کی بیماری کا علاج صرف اس کی ماں کے پاس ہے۔ آپ اسے کچھ دنوں کے لیے ان کے پاس چھوڑ دیں۔ اسے تھوڑا نارمل ہونے دیں پھر دونوں فیملیز مل کر بیٹھیں اور کوئی فیصلہ کر لیں مگر اسی طرح اگر آپ اپنی محبت کا فلسفہ جھاڑ کر زبردستی رکھیں گے تو یہ کبھی ٹھیک نہیں ہوگی۔ اینڈ تھینک یو ویری مچ۔" کہہ کر اس نے پروفیشنل انداز میں انٹر کام پر اگلے مریض کو آنے کے لیے کہا۔

عدیل کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا۔

مثال تو کسی بت کی طرح ساکت اور بے حس بیٹھی تھی جیسے اس نے ان دونوں کی گفتگو کا ایک لفظ نہیں سنا تھا۔

"شکریہ ڈاکٹر صاحب!" عدیل نے سوفٹ کہا اور مثال کا بازو پکڑ کر شکست خوردہ سا باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر اسے جاتے ہوئے تاسف بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔

☆ ☆ ☆

"اب کیسی طبیعت ہے ورده کی؟" وہ تھکے ہوئے انداز میں چادر اتار کر ایک طرف بیٹھے واثق سے بولی جو

اسکول کا ہوم ورک کر رہا تھا۔

"سو رہی ہے؟" اس نے دو انگلیوں سے سر دبایا۔

"تم نے آتے ہی ہوم ورک شروع کر دیا۔ کھایا نہیں کچھ؟" وہ نڈھال سی اس کے پاس بیٹھ گئی۔

واثق ماں کے لہجے پہ ہاتھ روک کر جیسے غور کرنے لگا۔

"حمیدہ خالہ کب گئی تھیں؟" وہ خود ہی سوال پر سوال کیے جا رہی تھی اس دلچسپی کے بغیر کہ واثق نے اسے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔

"آپ جلدی کیوں آگئیں اسکول سے؟" واثق ماں کے سارے غیر ضروری سوال نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

عاصمہ جیسے مشکل میں پڑ گئی کہ وہ واثق کو کیا بتائے۔

"حساس بچہ ہے ساری مشکلیں ہی ابھی سے اس پہ ڈالے جا رہی ہوں۔ کہیں اس کا ذہن کہیں اور نہ لگ جائے۔" وہ واثق کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔

"یونہی بس کچھ زیادہ کام نہیں تھا اسکول میں۔" وہ نظریں چرا کر ٹالنے والے انداز میں بولی۔

واثق یک ٹک ماں کو دیکھتا رہا۔

"کب سے اسٹارٹ ہو رہے ہیں تمہارے ایگزام؟" وہ اس کی کتاب اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"اگلے ہفتے سے۔" وہ مختصراً بولا۔

دونوں خاموش ہو گئے۔

"اریبہ اور اریشہ کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہیں مجھے۔"

"سو گئی ہیں۔"

"کچھ کھائے بغیر؟" عاصمہ چونکی۔ اسے فکر سی لگ گئی۔ وہ بہت دیر یونہی اسکول کے گراؤنڈ میں بیٹھی سفید دودھیا دھوپ کو دیکھ کر سوچتی رہی کہ اب وہ کیا کرے گی۔

"نہیں! سالن گرم کر کے میں نے بازار سے انہیں روٹیاں لا دی تھیں۔ آپ کو بھوک لگی ہوگی۔ لے آؤں کھانا آپ کے لیے بھی۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"نہیں۔۔۔ واثق مجھے بھوک نہیں ہے۔ تمہیں پکا دوں روٹی۔ تم بازار کی نہیں کھاتے ہو نا۔" وہ کھڑی ہو گئی۔

"مما! اسکول میں آج کیا ہوا ہے؟" واثق گہری سنجیدگی سے بولا تو عاصمہ جیسے ہار گئی کہ وہ مزید اپنے جھوٹ کو نہیں سنبھال سکے گی۔

"جاب سے فارغ کر دیا ہے میڈم نے مجھے۔" وہ پھر سے تھکی ہوئی بیٹھ گئی۔

واثق گم صم سا ہو گیا۔ اس کو ماں کا چہرہ دیکھ کر کچھ انہونی کا اندازہ تو ہو گیا تھا مگر جاب سے فراغت کا اس نے نہیں سوچا تھا۔

"کیا کریں گی اب آپ؟" وہ بہت دیر بعد بولا۔

"پتا نہیں۔" عاصمہ کو واقعی پتا نہیں تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ کرایہ بھی اس ماہ نہیں ملنا تھا اور اسکول سے تنخواہ بھی نہیں۔ صرف تھوڑی سی ٹیوشنز تھیں جنہیں شام میں وہ اور واثق مل کر پڑھاتے تھے یا وہ تھوڑی بہت سلائی کر لیتی تھی۔ اور آج کل تو ورده کی بیماری کی وجہ سے کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

"میرے دوست کے ماموں کا اسکول ہے۔ انہیں بھی ٹیچرز کی ضرورت ہے۔ وہ مجھے بتا رہا تھا مما! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں علی سے بات کروں گا۔ آج ہی بلکہ اسے فون کر کے پوچھتا ہوں پھر ہم وہاں جا کر دیکھ لیں گے۔"

اسے کبھی کبھی لگتا تھا واثق کے اندر کہیں نہ کہیں فاروق صاحب چھپے بیٹھے ہیں۔ ہمیشہ ہی ایسے ہوتا آیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جب سے وہ بیاہ کر آئی تھی۔ عفان کی نوکری کا مسئلہ ہوتا یا گھر کا کوئی اور بظاہر نہ حل ہونے والا کوئی بھی گمبھیر مسئلہ، جیسے بن کر فاروق صاحب بہت دیر تک یونہی خاموش ہو جاتے اور جب بولتے تو اس طرح کہ اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل موجود ہوتا۔ عاصمہ حیرانی سے واثق کو دیکھنے لگی۔

"ہاں ناں مما! آپ بھی تو کہتی ہیں ایک در بند تو سو کھلے۔ یہ زندگی ہے اور مشکلات' مسائل اس کا حصہ۔" وہ بہت ہلکے پھلکے انداز میں بالکل دادا کی طرح بولا۔

عاصمہ بے اختیار ہنس پڑی۔ واثق حیران سا ماں کو دیکھنے لگا۔ کہاں تو کچھ دیر قبل جیسے رو دینے کو تھیں اور اب ایک دم سے ہنس پڑیں۔

"آپ کیوں ہنسیں۔۔۔ آپ کو میری بات کا یقین نہیں تو میں ابھی علی کو فون کرتا ہوں' آپ خود اس سے بات کر لیں۔" وہ معصوم سی خفگی سے بولا کہ ماں نے اس کی ذہانت پر شک کیا ہے۔

عاصمہ نے بے اختیار واثق کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"میری جان! مجھے خود پر تو شک ہو سکتا ہے مگر اپنے اس بہادر' عقل مند اور ہمت والے بیٹے پہ ہرگز شک نہیں ہو سکتا۔" وہ بہت حوصلہ مند آواز میں واثق کو گلے لگا کر بولی تھی۔

وہ جو کچھ گھنٹے پہلے تک اتنی مایوس اور دل گرفتہ تھی صرف واثق کے ایک جملے نے اسے اپنے پورے قد پر کھڑا کر دیا۔

"یہ زندگی ہے اور مشکلات' مسائل اس کا حصہ۔" اس نے واثق کو کم سکھایا تھا' واثق اسے زیادہ سکھا تا ہے۔ عاصمہ کو یہی لگا۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم مل کر ساری مشکلوں پر قابو پا لیں گے۔ مجھے پورا یقین ہے۔" وہ واثق کا حوصلہ بڑھانے کو بڑے عزم سے بولی۔

"ان شاء اللہ امی!" وہ معصوم مسکراہٹ کے ساتھ کھل سا گیا۔

"اب ہم دونوں کھانا کھاتے ہیں' پھر جا کر الیاس انکل کو بلا کر لاؤ۔ حمیدہ خالہ کو ساتھ میں پیغام دے آنا کہ وہ بھی آ جائیں تو ہم الیاس انکل کو کسی اچھے کرائے دار کے لیے کہہ دیں کیونکہ اس کے بغیر گزارہ مشکل ہے۔" عاصمہ آگے کا لائحہ عمل اسے بتاتے ہوئے بولی۔

کچھ دیر پہلے اسے اپنے آگے صرف گھٹا ٹوپ اندھیرا اور مایوسی اور مصائب کا پہاڑ نظر آ رہا تھا۔ مگر اب جیسے کچھ بھی نہیں تھا۔ سب کچھ بھلانا مشکل ضرور تھا مگر نا ممکن نہیں۔ وہ مطمئن سی روٹیاں ڈالنے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

"نہیں مجھے کچھ نہیں کھانا۔ میں اسی طرح مر جاؤں گی مگر اپنی مثال کو دیکھے بغیر میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔" بشریٰ نے سوپ کا پیالہ سامنے دیوار پر دے مارا تھا۔

ملازمہ نے پیچھے ہٹ کر خود کو گرم سوپ سے بچایا۔

اور ذکیہ کو لگا وہ واقعی بشریٰ کے پاگل پن کے ہاتھوں یا تو پاگل ہو جائیں گی یا دنیا سے گزر جائیں گی۔

"میری بچی نے اتنے دنوں سے معلوم نہیں کچھ کھایا یا نہیں۔ اس کی کیا حالت ہو گی میرے بغیر۔ وہ کیسے رہے گی۔ وہ اتنا رو رہی تھی۔ اس کے آنسو اس کی چیخیں میں کچھ نہیں بھول سکتی۔" وہ کیسے پر سر پٹخنے لگی۔

ڈاکٹر نے ایک دن رکھ کر اسے ڈسچارج کر دیا تھا۔ زخم زیادہ گہرے نہیں تھے۔ مگر جو گھاؤ اس کے دل اور روح میں لگے تھے ان کا مرہم ذکیہ اور عمران کو کہیں سے نہیں مل رہا تھا۔

"لے آؤں گی اسے بھی ہم کچھ کھا تو لو۔ تمہاری طرف سے کچھ بے فکر ہوں تو ان بدبختوں سے جا کر دو دو ہاتھ کروں۔ میری بچی تم تو خود کو سنبھالو۔" ذکیہ نے پاس آ کر اسے ساتھ لگا کر سمجھانے کی کوشش کی۔

وہ کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ "نہیں نہیں میں مثال کو دیکھوں گی تو مجھے قرار آئے گا ورنہ آپ مجھے مرنے دیں امی!" وہ اتنی ضدی کبھی بھی نہیں تھی۔ آج چار دن سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔

ذکیہ کا دل سخت پریشان تھا۔ ڈاکٹر نے بھی ڈرایا تھا کہ اس کا کچھ کھانا ضروری ہے مگر بشریٰ۔۔۔ ذکیہ صدمے میں بیٹھی تھیں ملازمہ فرش صاف کرتے ہوئے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں کھایا آپی نے کچھ؟" عمران دروازے کے پاس ہی رک کر کمرے کی حالت سے اندازہ لگاتے ہوئے بولا۔

ذکیہ نے لاچاری سے نفی میں سر ہلا دیا۔

بشریٰ دیوانوں کی طرح چھت سے نگاہیں ٹکائے خشک ہونٹوں کے ساتھ "مثال' مثال" پکارے جا رہی تھی۔

"یہ پاگل ہو جائے گی عمران! اسے کچھ ہو جائے گا۔ خدا کے لیے کچھ کرو۔" ذکیہ رونے لگیں۔ عمران مٹھیاں بھینچ کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پہ سخت غصہ تھا۔

"میں آتا ہوں ابھی۔" وہ تیزی سے جانے لگا۔

"عمران! کہاں جا رہے ہو۔۔۔ مجھے کچھ بتا کر جاؤ۔" ذکیہ کو کسی خطرے کا احساس ہوا تو اس کے پیچھے جاتے ہوئے بولیں۔

"آ رہا ہوں۔ پریشان نہ ہوں آپ آپی سے کہہ دیں۔ میں مثال کو لے کر آ رہا ہوں۔" وہ کہہ کر ذکیہ کے پہنچنے سے پہلے گاڑی نکال لے گیا۔

"عمران! عمران! کوئی جھگڑا نہ کرنا میرے بچے! جلد بازی نہ کر۔ میں خود دیکھ لوں گی۔" وہ بے کار میں بولتی رہیں۔ عمران جا چکا تھا۔

"ابھی دفتر سے تھکا ہارا آیا ہے۔ خدا جانے غصے اور جوش میں کیا کر ڈالے۔ وہ وحشی عدیل بھی کچھ کم نہیں۔ اس کی ذلیل ماں نسیم کیڑے پڑیں قبر میں جو ظلم تو نے میری بیٹی کے ساتھ کیا ہے تیری اولاد اور تو کبھی سکھ نہ پائے۔"

ان چار دنوں میں وہ ان تینوں کو اتنی بددعائیں دے چکی تھیں کہ اب انہیں لگتا ان کی بددعائیں بھی کھوکھلی سی ہو گئی ہیں۔

☼ ☼ ☼

عدیل نے گاڑی گیٹ کے آگے روکی۔

وہ خود اتر کر گیٹ کھولنے لگا مثال گاڑی میں ہی بیٹھی تھی اسی طرح ارد گرد سے بے خبر' لاتعلق' بخار میں سلگتی' مرجھایا چہرہ لیے۔ عدیل کو بیٹی پر بے تحاشا ترس آیا۔

"کاش! میں نے اتنی جلد بازی نہ کی ہوتی۔" اب تو اس کا دل کھل کر اسے ملامت کرنے لگا تھا۔ شاید یہ جھگڑے اتنی جلدی شروع نہ ہوتے اگر مثال یوں مستقل بیمار نہ پڑتی۔ "میں نے صرف امی اور فوزیہ کے جذبات کا خیال کیا۔ ایک بار بھی مثال کے بارے میں نہیں سوچا۔ ضد تھی انا تھی اور غصہ تھا کہ بشریٰ کی سب خواہشیں میں پوری کرتا ہوں تو اسے بھی میری ہر جا و بے جا خواہش آنکھیں بند کر کے پوری کرنی ہو گی۔ ضد' انا اور جلد بازی۔۔۔ گھر تو اجڑا ہی' دل بھی برباد ہوا مگر یہ بچی اسی طرح اذیت جھیلے گی۔ میں نے ایک بار بھی سوچا۔ کاش میں صرف ایک بار سوچ لیتا۔ مجھے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ مثال بشریٰ کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری محبت کا فیصلہ اب تو جیسے میری بچی کا دم گھونٹ رہا ہے۔ میں اسے اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لینے دے رہا۔

یہ کیسی محبت ہے۔" وہ ساکت سا گاڑی سے ٹیک لگائے سوچتا چلا جا رہا تھا اسے پتا بھی نہیں چلا۔ کب عمران کی گاڑی اس کی گاڑی کے برابر میں آ کر رکی۔ عمران بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اچھل کر گاڑی سے اترا اور دوسرے لمحے اس نے عدیل کی گاڑی سے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی مثال کو کھینچا اور اپنی گاڑی میں بٹھانے لگا۔ عدیل جیسے کسی سحر سے جاگا۔ وہ تیزی سے عمران کی طرف لپکا۔ دوسرے لمحے دونوں گتھم گتھا ہو چکے تھے۔ مغلظات بکتے وہ دونوں ایک دوسرے کا شجرہ کھنگال رہے تھے۔

مثال سہمی ہوئی عمران کی گاڑی کے پاس کھڑی تھی پھر وہ یک دم چیخنے لگی۔ دونوں ایک دوسرے کا گریبان پکڑ چکے تھے۔ مثال کی چیخوں پر دونوں جیسے ہوش میں آ گئے۔

"تم میری بچی کو ہاتھ تو لگا کر دکھو' میں تمہارے ہاتھ توڑ دوں گا۔" وہ عمران کو پرے دھکیل کر خونخوار لہجے میں بولا۔

"یہ صرف تمہاری بیٹی نہیں ہے غیرت انسان! تم میں اتنی غیرت ہوتی تو طلاق دینے سے پہلے سوچتے۔" وہ بھی جواباً" چلا کر بولا۔

"تو باپ لگتا ہے میرا؟" عدیل پہلے ہی ڈاکٹر کی باتوں سے تپا ہوا تھا۔ عمران کی بات اسے اور آگ لگا گئی۔ دونوں پھر گتھم گتھا ہو گئے۔

فوزیہ بھاگتی ہوئی باہر آئی اور باہر کا منظر دیکھ کر سکتے میں آ گئی دوسرے لمحے نسیم بھی ہانپتی کانپتی آ پہنچیں۔ ارد گرد کے گھروں کے گیٹ کھلنے لگے۔

اور وہ دونوں سب سے بے خبر لڑے جا رہے تھے۔ مثال اسی طرح چیخ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔

"فوزیہ! جا جلدی سے اس مثال کو تو پکڑ کر لا۔ اس نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے چیخ چیخ کر۔" نسیم گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے بولیں۔ وہ عدیل کو کھینچنے لگیں۔ دونوں غصے میں بری طرح سے بپھرے ہوئے تھے انہیں الگ کرنا آسان نہیں تھا۔ ایسے میں محلے کے دو تین لوگ آگے بڑھے اور انہیں چھڑانے کی کوشش کرنے لگے۔ نسیم عدیل کو کھینچ کر دور لے جانے لگیں۔

عمران نے عدیل کو دھکا دیا اور دوسرے لمحے مثال کی گاڑی کا دروازہ کھول کر اس نے اپنی گاڑی میں پھینکا اور خود تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

عدیل اور دوسرے لوگوں کے راستہ روکنے سے پہلے وہ اندھا دھند گاڑی اڑاتا وہاں سے لے گیا۔

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ آج یہ نہیں بچے گا میرے ہاتھوں سے۔" عدیل پھٹے گریبان' زخمی چہرے کے ساتھ منہ سے کف اڑاتا گاڑی میں بیٹھنے لگا۔

نسیم چلا کر دہائی دینے لگیں۔ اور اس کے بازو سے لپٹ گئیں۔

"نہ میرا بچہ۔ اس وقت اس کے پیچھے نہیں جا۔ تیری حالت نہیں ایسی کہ گاڑی چلائے۔ کوئی حادثہ کر بیٹھے گا۔ میں بیوہ برباد ہو جاؤں گی۔ مثال کہیں نہیں جائے گی تھوڑا حوصلہ کر۔"

وہ اسے اپنی طرف پورا زور لگا کر کھینچے ہوئے تھیں۔

"امی! چھوڑ دو مجھے جانے دو اس کے پیچھے میں مثال کو لے کر آؤں گا۔" وہ خود کو چھڑا رہا تھا۔

"بھائی صاحب! کیا ماجرا ہے' دو تین دن سے یہ ہنگامہ مچا ہے آپ کے گھر میں اگر کوئی جھگڑا ہے تو گھر میں بیٹھ کر نپٹا لیں۔ نہیں تو پولیس کو بلا لیں۔" ایک بزرگ ذرا اکتائے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے ان کی طرف بڑھے۔

"چل اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ میں ابھی خود تیرے ساتھ جاؤں گی اور مثال کو لے آئیں گے۔" نسیم لیتے ہوئے اندر لے گئیں۔ محلے والے چہ مگوئیاں کر رہے تھے جب فوزیہ نے گیٹ بند کیا۔

☼ ☼ ☼

علی نے اسے ماموں سے فوراً" ہی فون پر بات کرا دی۔

نعیم صاحب نے عاصمہ کو اگلے ہی دن آفس بلا لیا کہ وہ اس کا نارمل سا انٹرویو لیں گے اور اسے اپائنٹ کر لیں گے۔

انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا کہ اس کی تنخواہ پہلی جاب کے مقابلے میں کافی اچھی ہو گی۔

عاصمہ کو لگا اس کے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

نعیم صاحب کافی خوش اخلاق اور مہربان شخص لگتے تھے۔ عاصمہ کے حالات جان کر وہ اور بھی ہمدردی کا اظہار کرنے لگے تو عاصمہ کچھ ڈر سی گئی کہ پہلے اتنی ہمدردی اور مہربانی سے بہت بڑا نقصان اٹھا چکی تھی۔ اگلے دن آنے کا وعدہ کر کے اس نے فون رکھا ہی تھا کہ واثق پراپرٹی ڈیلر الیاس اور حمیدہ خالہ کو بلا لایا۔

حمیدہ خالہ نے ہی الیاس سے بات کی کہ اب کے وہ کیسے کرائے دار لے کر آئے "کرایہ اچھا دیں اور وقت پر دیں۔ یہ بہت ضروری بات ہے لیکن اس سے بھی ضروری ہے کہ وہ بہت شریف لوگ ہوں۔ اپنے رستے آئیں اپنے رستے جائیں۔ بہتر ہے بال بچے اور فیملی ہو۔" وہ الیاس سے خوب ٹھوک بجا کر بولیں۔

"میں پوری کوشش کروں گا خالہ جی! کہ جلد سے جلد انتظام کر سکوں۔ کیونکہ کل مجھے ہاشم بھائی نے بھی فون کر کے تاکید کی ہے۔ میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔" الیاس' حمیدہ کی شرطوں سے کچھ اکتا کر بولا۔

اس کے خیال میں پہلے کرائے دار بھی حمیدہ خالہ کی روز' روز کی احتیاطی نصیحتوں اور سارے دن میں وقت بے وقت چھاپے مارنے سے بھاگے تھے۔

"بھابھی! جو بھی کوئی کرائے دار مجھے اچھا لگتا ہے۔ یہاں کے لیے مناسب۔ تو میں آپ کو پیغام بھجوا دوں گا۔ ابھی اجازت دیں۔ دکان اکیلی چھوڑ کر آیا ہوں۔" اس سے پہلے کہ حمیدہ خالہ مزید شرطیں بیان کرتیں' وہ وہاں سے کھسک گیا۔

"میں بشیر سے کہتی ہوں' وہ ایسے کسی واقف ڈیلر سے بات کرے۔ مجھے تو یہ الیاس بھی ایویں سا لگتا ہے۔" حمیدہ خالہ' بیٹے کا حوالہ دیتے ہوئے غیر مطمئن سی بولیں۔

"الیاس بھائی اچھے ہیں۔ بھروسے کے لوگوں کو لے کر آتے ہیں خالہ۔" عاصمہ نے آہستگی سے کہا۔ حمیدہ خالہ نے اسے فہمائشی نظروں سے گھورا۔ جیسے کہہ رہی ہوں۔ "تم پھر اندھا اعتماد کرنے لگیں؟" عاصمہ نظریں چرا گئی۔

"اور میں نے سنا ہے' تم نے نوکری بھی چھوڑ دی اسکول کی؟" انہیں یاد آیا تو فوراً" بولیں۔

"میں نے نہیں چھوڑی۔ انہوں نے نکال دیا ہے۔" وہ تلخی سے بولی۔

"ہائیں! اچھا۔ میں بات کرتی ہوں ابھی جا کر۔ کیا تکلیف ہوئی ان کو بھلا تم سے۔ اچھا بھلا تو ذمہ داری سے کر رہی تھیں تم۔" حمیدہ خالہ چیخ کر بولیں۔

"رہنے دیں خالہ! میں نے کافی کوشش کی۔ مگر میڈم نے معذرت کر لی۔ وردہ کی بیماری کی وجہ سے بہت چھٹیاں ہو گئی تھیں اس لیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عاصمہ کا دل نہیں تھا کہ دوبارہ سے وہ کسی کی سفارش پہ جائے۔ اس لیے منع کرتے ہوئے بولی۔

"اے لو۔ اس میں کیا جھوٹ ہے بھلا۔ تم کوئی جان کر چھٹیاں کر رہی تھیں؟ بچی کو خدا نے دوسری زندگی دی۔ ایسی ٹھنڈ لگی کہ اس کے بچنے کی امید کب تھی بھلا۔" حمیدہ خالہ اپنے انداز میں بولتی چلی گئیں۔

"خیر! آپ پریشان نہیں ہوں۔ ایک جگہ کل جا رہی ہوں انٹرویو کے لیے۔ اگر خدانخواستہ وہاں بات نہ بن سکی تو پھر آپ ہی سے کہوں گی۔" عاصمہ نرمی سے منع کرتے ہوئے بولی۔

"مما! کچن کا سنک سارا بھر گیا ہے۔ اس کا پائپ نیچے سے بند ہے گا۔" اریبہ اندر آ کر بولی۔

"اُفوہ! ایک تو یہ آئے دن کی مصیبت ہے۔ نیچے سے پائپ اتنا چھوٹا ہے۔ ذرا سا کچرا یا چکنائی چلی جائے فوراً بند ہو جاتا ہے۔ یہی حال غسل خانے کے پائپوں کا ہے۔" عاصمہ کوفت سے بولی۔

اسے تو یوں چند مہینوں میں اندازہ ہو گیا تھا کہ گھر چلانے کا مطلب صرف خرچ کے لیے پیسے فراہم کرنا یا اپنا گھر ہونا ہی کافی نہیں۔ چھوٹے بڑے ہزاروں اتنے مسائل ہوتے کہ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر نڈھال ہو کر رہ جاتی۔ مگر مسئلے کم نہ ہوتے۔

"تو کسی پلمبر کو بلا کر ٹھیک کراؤ۔" حمیدہ خالہ نے مفت مشورہ جھاڑا۔

"خالہ بہت بار بلا چکی ہوں۔ وہ کہتے ہیں اندر والے پائپ چھوٹے ہیں اور پائپ بدلوانے میں سمجھیں لاکھ کا خرچ ہے۔" عاصمہ کوفت سے بولی۔

"خیر! اب تم اتنے لمبے بکھیڑوں میں مت الجھو۔ فی الحال گزارہ کرو اور پائپوں میں کوئی ایسی ویسی چیز ہی نہ پھینکا کرو۔" حمیدہ خالہ چادر ٹھیک کرتی جانے کو تیار تھیں۔

ورنہ عاصمہ کا دل تھا کہ وہ ان سے کہتی کہ اچھے ٹھیکے دار سے بات کر کے اس مسئلے کا کوئی حل نکال دیتیں۔ بشیر ان کا بیٹا یہ کام کر سکتا تھا۔ اس کے کئی ٹھیکے دار واقف تھے۔

"چلتی ہوں میں۔ ابھی مجھے مرغی لینے جانا ہے۔ بشیر آج بریانی کی فرمائش کر کے گیا ہے۔ اور بیگم صاحبہ نے دو نوٹ میرے ہاتھ میں آتے ہوئے پکڑا دیے کہ آتے ہوئے مرغی لے کر آنا۔ ابھی ادھر جا کر کھڑا ہونا پڑے گا۔"

وہ دروازے تک ذرا سی دیر میں پہنچ بھی گئیں۔

"مما! کچن بھر رہا ہے پانی سے۔" اریبہ نے پھر آ کر اطلاع دی۔

"تو تم نے ٹونٹی کیوں کھولی؟ دماغ خراب ہے تمہارا۔" اسے ایک دم سے شدید غصہ آ گیا۔

"مما ٹونٹی تو بند ہے۔ مگر پانی۔" اریبہ ڈر گئی۔

"دیکھتی ہوں میں۔" اسے معلوم تھا اب پلمبر کو بلائے بغیر گزارہ نہیں اور اس کے پاس پیسے بھی کم تھے۔

☆ ☆ ☆

"انسپکٹر طارق بات کر رہے ہیں۔ جی۔ میں عدیل ہوں۔ جی۔ جی بالکل۔ آپ پولیس اسٹیشن ہی میں ہیں نا۔ میں آ رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں۔ جی! مسئلہ ہی ہے۔ میری بیٹی کو میری سابقہ بیوی کا بھائی اغوا کر کے لے گیا ہے۔ جی۔ تاوان کا بھی مسئلہ ہو سکتا ہے اور وہ مجرمانہ ذہنیت کا شخص ہے۔ میری بچی کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ ٹھیک ہے! میں تھوڑی دیر میں آ کر تفصیل بتاتا ہوں اور ایف آئی آر کٹواتا ہوں۔ شکریہ! بس میں آ رہا ہوں۔" عدیل نے بات کر کے فون بند کر دیا۔

پیچھے کھڑی نسیم دھک سے رہ گئیں۔ یہ تو ان کے گمان میں نہیں تھا کہ یہ معاملہ پولیس میں بھی جا سکتا ہے۔

"بس آتا ہوں امی۔ ابھی۔" عدیل نے کپڑے بدل لیے تھے۔ مگر چہرے پر سختی، زخموں کی سوجن اور نشان اسی

طرح تھے۔

"عدیل بیٹا! بات سن میری۔" نسیم پریشانی سے بولیں۔

"امی! آپ کو جو بھی کہنا ہے۔ میں آ کر بات کروں گا۔ انسپکٹر صاحب چلے جائیں گے پھر۔" وہ کہہ کر جانے لگا۔

"اگر یہ چلا گیا تو۔۔۔" نسیم تیزی سے اس کے پیچھے لپکیں۔

"عدیل میرا بچہ۔۔۔ دو گھڑی صرف میری بات سن لے۔ پھر چلے جانا۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولیں۔

"امی! جانے دیں مجھے۔ لیٹ ہو جاؤں گا۔" وہ چڑ کر بولا۔

"دیکھو عدیل! بہتر ہے یوں معاملہ تھانے کچہری میں لے جانے کی بجائے مل بیٹھ کر۔" نسیم نے پہلی بار جیسے ہوش کے ناخن لیے تھے۔ تھانے کچہری کا مطلب پورے محلے اور خاندان میں باتیں اور بدنامی تھی۔ پھر سب سے بڑھ کر انہیں ابھی فوزیہ کی شادی کرنی تھی اور عدیل کی بھی تو۔۔۔

"دیکھو بچہ۔۔۔ اس میں نقصان۔۔۔ تمہارا۔۔۔"

"میں کیوں۔۔۔ میں تو برباد کر دوں گا ان دو ٹکے کے لوگوں کو۔۔۔ میری بیٹی ان لوگوں کے پاس۔۔۔" وہ غصے میں بھڑک کر بولا۔

"عدیل۔۔۔ مثال کا سوچ۔۔۔" وہ اس کا بازو زور سے ہلا کر بولیں اور یہ بات نسیم نے اس وقت نہیں کہی تھی جب وہ مسلسل اسے بشریٰ کو طلاق دینے کا کہہ رہی تھیں۔ عدیل بھی ٹھٹک کر رہ گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ ناگواری سے بولا۔ مثال کے نام پر وہ ہر بات سننے کے لیے تیار تھا۔

"میرا بچہ! اس بچی پر اور ظلم نہ کر۔۔۔ اسے تو ماں، باپ دونوں چاہئیں۔۔۔ تو اس طرح اسے تھانے کچہری میں لے کر جائے گا۔ اس کی ساری نفسیات تباہ ہو جائے گی اور پھر اگر تو تھوڑا بہت قانون پڑھ لے تو تجھے پتا چلے گا کہ قانون صرف ماں کی حمایت کرے گا۔ تو عدالتوں کچہری میں جائے گا۔ بچی بشریٰ کے پاس چلی جائے گی، جو سراسر نقصان ہی ہے۔" وہ نرم لہجے میں اسے سمجھا رہی تھیں۔

"اچھا تو آپ کا مطلب ہے میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہوں۔ وہ بدمعاش میری آنکھوں کے سامنے میری بچی مجھ سے چھین کر لے گیا اور میں چوڑیاں پہن لوں؟" وہ بھڑک اٹھا۔

"تھوڑا صبر، تحمل سے کام لے۔ اگر ایسی بے صبری کرے گا تو مثال نہیں ملنے والی تجھے۔ پہلا حق ماں کا ہی ہے۔ بچی کے بالغ ہونے تک۔ یہ تو یاد رکھ۔ دنیا کی کسی بھی عدالت میں چلا جا۔ وہ فیصلہ ماں کے حق میں ہی کرے گی۔" نسیم نے پہلی بار اسے ایسی تلخ حقیقتوں سے آگاہ کیا۔

اور وہ تو جیسے ششدر سا ماں کو دیکھے ہی جا رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔ تو اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔ اکلوتی بیٹی ہے تیری۔ ایسا پیار ہونا بھی چاہیے اور جس طرح کی وہ بشریٰ اور اس کی ماں ہے۔ مثال کو تو میں بھی ان کے نرغے میں نہیں رہنے دوں گی۔" وہ مخصوص انداز میں بولیں۔

"تو کیا کروں پھر۔ میں اپنی بچی کے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتا۔"

"تو یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دے۔ مثال کو وہ خود یہاں دے کر جائیں گے۔" نسیم عزم سے بولیں۔

"وہ کیسے؟" عدیل بے ہمت سا ہو گیا۔

"مجھ پہ چھوڑ دے۔۔۔ یہ کھیل جوش لڑائی اور جھگڑے سے نہیں۔۔۔ طریقے سے کھیلنا ہے۔" نسیم کے لیے پھر سے ایک محاذ کھل گیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں مخصوص چمک تھی، جو ایسی صورت حال میں ہوتی تھی۔ عدیل ماں کو کوفت سے دیکھنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ابھی ایک' دو دن اسے ماں کے پاس رہنے دے۔"
"ایک دن بھی نہیں۔ بلکہ ایک گھنٹہ بھی نہیں۔" وہ بات پوری ہونے سے پہلے تڑپ کر بولا۔
"عدیل! مثال بیمار ہے۔ اس کا بخار ماں کے پاس جا کر ایک' دو دن میں کم ہو جائے گا۔ تو پھر میں اسے جا کر لے آؤں گی۔" وہ نرمی سے سمجھانے لگیں۔
"آپ کے خیال میں وہ آپ کو مثال کو دے دے گی؟" وہ طنز سے بولا۔
"ماں پر بھروسا تو کر کے دیکھو۔" نسیم اسے بچے کی طرح پچکار کر بولیں۔
"امی! میں جا رہا ہوں۔ اب آپ مجھے نہیں روکیں گی۔" اس نے ماں کا ہاتھ جھٹکا اور اٹھ کر جانے لگا۔
"اچھا... سن چلا جا... میں تیرے ساتھ جاؤں گی۔" وہ تیزی سے بولیں۔ عدیل نے ماں کو یوں دیکھا۔ جیسے ان کا دماغ چل گیا ہو۔
"امی... میں تھانے جا رہا ہوں... پولیس اسٹیشن... آپ کیا کریں گی جا کر۔" وہ چڑ کر بولا۔
"وہ انسپکٹر جس سے تو ابھی بات کر رہا تھا۔ تیرا جاننے والا ہے کوئی؟" نسیم اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے بولیں۔
"دوست ہے میرا۔" وہ بے زاری سے بولا۔
"بس! پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ اب تو میری بات غور سے سن اور درمیان میں اچھل اچھل کر بولیو نہیں۔" نسیم شاطرانہ انداز میں بولیں۔
"امی... مجھے کچھ نہیں سننا۔" وہ پھر رسی تڑا کر جانے لگا۔
"سن لے بات۔ دل کو نہ لگے تو بھلے سے چلے جانا۔ میں نہیں روکوں گی تجھے... سن تو لے۔" وہ اسے کچھ ایسے طریقے سے روکتے ہوئے بولیں کہ عدیل گہری سانس لے کر رہ گیا۔
نسیم کو انسان کو راہ پر چلانا اور راہ سے بھٹکانا' دونوں ہی خوب آتا تھا۔ اس نے دل میں ماں کی اس صلاحیت کا اعتراف کیا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔
"میں فون کرتی ہوں ابھی تیری سسرال۔"
"نہیں ہے وہ اب میری سسرال۔" وہ تلخی سے تیز لہجے میں بولا۔ نسیم بھی لمحہ بھر کو خاموش سی ہو گئیں۔ بات تو دکھ کی تھی۔ بشریٰ جیسی بھی سہی' ان کے لیے۔ بیٹے کا گھر تو اجڑ گیا نا۔ نسیم دکھ بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

بشریٰ پاگلوں کی طرح مثال کو گلے سے بھینچے اسے بار بار چومے جا رہی تھی۔ ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے کر اسے دیکھے جاتی اور پھر سے اسے چومنے لگتی اور چومتی چلی جاتی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ مثال اس کے پاس ہے۔ اس کی بانہوں میں۔ اس کے بہت قریب۔
"میری بچی... میری گڑیا۔ میری جان! تو نہ آتی تو تیری ماں مر جاتی تیرے بغیر۔ میری مثال... میری جان۔" وہ پھر اسے گلے لگا کر بھینچنے لگی۔
"مما... مما... مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔ مجھے اب واپس نہیں جانا۔ میں آپ کے پاس رہوں گی۔ مجھے دادو اور پھپھو کے پاس نہیں جانا۔" مثال کی آنکھوں سے بہت دنوں کے بعد ایسے گرم گرم آنسو نکلے تھے۔ بشریٰ اسے چومنے لگی۔

"میری جان! اب تجھے کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ کوئی تجھے مجھ سے دور نہیں لے جا سکتا۔ میں اپنی جان کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔ اب تم میرے پاس ہی رہو گی میری جان۔"
"آپی! بس کرو نا۔ کیوں اپنی بچی کو اور پریشان کر رہی ہو؟" عمران جو ماں' بیٹی کی ایسی پاگلوں سی محبت کافی دیر سے دیکھے جا رہا تھا۔ اسے ٹوک کر بولا۔
"عمران... میرے بھائی! میں کس طرح' کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں... تم نے میرے ساتھ جو نیکی کی ہے... میری مثال کو میرے پاس لے کر آئے۔" بشریٰ مغلوب سی ہو کر رونے لگی۔
عمران اٹھ کر بہن کے پاس آ گیا۔ "آپی! کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو؟ میرے لیے تو یہ شرمندگی کیا کم ہے کہ میری وجہ سے آپ کا گھر برباد ہو گیا۔" وہ شرمندگی سے بولا۔
"تمہاری وجہ سے نہیں... اور میرا گھر تو جیسے پانی پر بنا تھا۔ ایک نہ ایک دن اسے ٹوٹنا ہی تھا۔ بس! میری مثال میرے پاس رہے... مجھ سے دور نہ رہے اور کچھ نہیں چاہیے۔" وہ پھر سے مثال کو پیار کرنے لگی۔
"مثال... جانو... تمہیں بخار ہے؟" وہ چونک کر اس کی کمر پر ہاتھ پھیر کر بولی اور پھر اس کے جسم کے مختلف جگہوں پر چیک کرنے لگی۔
"کب سے بخار ہے تمہیں؟" وہ پریشان ہوا تھی۔
"بہت دنوں سے مما... جب سے آپ مجھے چھوڑ کر آئیں۔" مثال رونے لگی۔
بشریٰ نے اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا۔
"ڈاکٹر کو نہیں دکھایا کسی نے تمہیں؟" وہ مغلوب لہجے میں بولی۔
"بہت بار... آج بھی جب مجھے ماموں لینے گئے تو پاپا مجھے ڈاکٹر کے پاس سے لے کر آئے تھے۔ پاپا بہت پریشان تھے۔ وہ ساری رات میرے ساتھ جاگتے تھے۔" وہ ایک طرف بیٹھے عمران کو کن انکھیوں سے دیکھ کر بولی۔
"تو پھر بخار کیوں نہیں اترا تمہارا؟" وہ اسے چھوتی جا رہی تھی اور پریشان ہوتی جا رہی تھی۔
"مما... پاپا..." وہ ماں کی بات جیسے سن نہیں رہی تھی۔ جھجک کر بولی تو بشریٰ نے کچھ چونک کر اسے دیکھا۔
"کیا... ہوا تمہارے پاپا کو؟" بشریٰ نے بڑی مشکل سے "تمہارے پاپا" زبان سے ادا کیا۔
"پاپا اور ماموں... میں ابھی بہت لڑائی ہوئی تھی۔ پاپا کے چہرے پر... مما... پاپا مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ وہ بہت پریشان تھے اور..." اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اپنے احساس کو بیان کرے۔
"میری جان! اگر تمہارے باپ کو تم سے پیار ہوتا' تمہارا احساس ہوتا... تو کیا وہ یوں تمہیں' مجھے خود سے کاٹ کر پھینک دیتا... ان دو کمینی عورتوں کے کہنے پر۔" بشریٰ نفرت سے بولی۔
"بشریٰ! بس کرو بیٹا! اب مثال کو تھوڑا آرام کرنے دو اور تم بھی آرام کرو۔ اتنا نہ تھکاؤ خود کو۔" ذکیہ شکرانے کے نفل پڑھ کر اندر آئیں۔ دونوں پر دم کرتے ہوئے پھونک ماری اور دونوں کو گلے لگا کر پیار کرتے ہوئے نرمی سے بولیں۔
"امی! دیکھیں مثال کو۔ اتنا تیز بخار ہے۔ وہ بھی اتنے دنوں سے۔" وہ روہانسی ہو کر ماں سے بولی۔ ذکیہ' مثال کو چھو کر دیکھنے لگیں۔
"تمہاری جدائی کا بخار ہے۔ ان شاء اللہ ابھی کچھ دیر میں اتر جائے گا۔ اس کی تم فکر نہیں کرو۔ آؤ مثال! تمہیں لٹاؤں میں تمہارے بستر پر۔" ذکیہ مثال کو لے کر جانے لگیں۔
"نہیں امی! اسے میرے پاس رہنے دیں۔ یہ میرے پاس لیٹے گی۔ آپ اس کے کھانے کے لیے کچھ بنوا دیں۔ کیا کھائے گی میری جان؟" وہ مثال کو اپنے ساتھ لٹا کر پیار کرتے ہوئے بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ممّا! ابھی کچھ بھی نہیں۔ وہاں تو ترتیب دیکھ کر ... کرائے جا رہے ہیں۔"

بہت دنوں بعد تو اسے ماں کی آغوش میسر آئی تھی۔ اس نے دونوں بانہیں بشریٰ کے گرد پھیلا دیں اور آنکھیں موند لیں۔

"ابھی اسے گرم دودھ دے دو۔ کچھ دیر سوئے گی تو پھر اٹھ کر کچھ کھا لے گی۔" ذکیہ کہنے لگیں اور دودھ کے لیے ملازمہ کو آواز دینے لگیں۔

"عمران! تمہیں عدیل سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" ذکیہ نے عمران سے کہا۔

مثال بے اختیار آنکھیں کھول کر نانی اور ماموں کو دیکھنے لگی۔

"امی۔ پلیز۔" بشریٰ نے اشارے سے ماں کو اس موضوع پر بات کرنے سے منع کیا۔

"ہاں لو تو جیسے بڑے پیار... سے مثال کو مجھے دے رہا تھا۔ جھگڑا نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔" عمران بڑبڑا کر باہر نکل گیا۔

✡ ✡ ✡

"کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں؟" نسیم فون کان سے لگائے بے پایاں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولیں۔ ٹی وی چینل بدلتی فوزیہ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"نہیں... نہیں... بالکل نہیں... بے یقینی کی بات نہیں... جی... آپ نے ٹھیک کہا... بالکل۔" وہ ایسے تابعداری سے سر ہلائے جا رہی تھیں۔ جیسے دوسری طرف کوئی بادشاہ وقت ہو۔ فوزیہ نے ٹی وی کی آواز کم کر دی۔

"جی بالکل... کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ آجائیں کل کسی بھی وقت۔ نہیں، نہیں۔ مجھے کہاں جانا ہوتا ہے۔ اس بیماری نے تو بس گھر میں بٹھا دیا ہے۔ اللہ مجھے میری بیٹی کے فرض سے سبکدوش کرے تو پھر کوئی لالچ نہیں۔ بھلے ملک الموت آئے اور اس مٹی کے ڈھیر کو لے کر چلتا بنے۔" وہ انتہائی عاجزی اور مسکینی سے کہہ رہی تھیں۔ فوزیہ مسکرا کر رہ گئی۔

"قسم سے امی! آپ اگر ایکٹریس ہوتیں تو پرائیڈ آف پرفارمنس تو آپ کا پکا تھا۔" فوزیہ ہنس کر آہستہ سے بولی۔

نسیم نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور الوداعی کلمات بول کر فون رکھ دیا۔

"کیا ہوا؟ کون تھا؟" فوزیہ کو سخت بے چینی لاحق تھی۔ فوراً پوچھنے لگی۔

نسیم جوش بھرے انداز میں اٹھ کر فوزیہ کے پاس آئیں اور اسے گلے لگا کر خوب پیار کرنے لگیں۔

"امی! اس بے موقع پیار کی وجہ تو بتا دیں۔" وہ ماں کے اس عجیب انداز پر کچھ بوکھلا کر بولی۔ وہ کب عادی تھی ایسے والہانہ پیار کی۔

"میرے اللہ نے میری سن لی فوزیہ... میری بچی... اللہ نے ہماری سن لی۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا۔" وہ جوش سے سرخ چہرہ لیے ہوئے بے ربطگی سے بولی۔

"امی! ہوا کیا ہے۔ بتا تو دیں کچھ۔" فوزیہ کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا۔

"وہ کل خالد کی ماں اور خالہ نہیں آئی تھیں تجھے دیکھنے... یاد ہے نا تجھے کہ نہیں؟" وہ خوشی کے عالم میں الٹ پٹانگ بولے جا رہی تھیں۔

"امی! کل کی بات کون بھول سکتا ہے اور کیا غضب عورتیں تھیں وہ بھی... آپ نے کسی قدر دکھی انداز میں میری طلاق کا قصہ سنایا اور انہوں نے نہ ہمدردی کی... نہ کوئی لفظ بولا۔ چائے پی اور خاموشی سے اٹھ کر چل دیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

فوزیہ برے برے منہ بنا کر بولی۔

"وہ دونوں عورتیں حلیے اور چہروں سے بس اچھے گھر کی تھیں۔ شریف' کم گو اور کچھ گھنی سی۔" فوزیہ نے بڑے کوفت کے عالم میں ان کی مدارات کی تھی۔۔۔ اور سچی بات' اسے وہ دونوں عورتیں کچھ اچھی بھی نہیں لگی تھیں اور کل سے ابھی تک اس نے ان کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا۔

"تم انہیں پسند آگئی ہو اپنے بیٹے کے لیے۔ فوراً" شادی کریں گی مہینے بھر کے اندر۔ کویت میں ہوتا ہے ان کا بیٹا۔ اسی ہفتے چھٹی پر آرہا ہے۔ اس کے آتے ہی شادی کردیں گی وہ۔ میرے اللہ! مجھے تو لگتا ہے' میرا تو دل خوشی سے بند ہو جائے گا۔" نسیم واقعی خوشی سے بے ہوش ہونے کو تھیں۔

اور شادی مرگ تو جیسے فوزیہ پر بھی ہو گیا۔ اس کے تو گمان میں بھی یہ معجزہ نہیں تھا اور طلاق کا داغ لگنے کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔ وہ یوں ماں کو دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اسے ماں کے اس مذاق پر سخت غصہ آرہا ہو۔

"میری بھی یہی حالت ہوئی تھی فوزیہ! جب اس غزالہ بہن نے مجھ سے یہ کہا۔ قسم سے۔ مجھ سے تو بہت دیر تک کچھ بولا نہیں گیا۔ بول! ہے نا معجزہ؟ میری دعائیں اللہ نے سن لیں۔ آخری بیٹا ہے۔ جس کی شادی کرنی ہے اور سب سے بڑی بات' وہ تجھے ساتھ لے کر جائے گا۔ ایک مہینے کی چھٹی کے بعد چلا جائے گا اور وہاں جاتے ہی تجھے بلالے گا۔ فوزیہ۔۔۔ میری بیٹی کے ایسے بھاگ کھلیں گے۔ میں نے تو کبھی سوچا نہیں تھا۔" وہ اسے ساتھ لگا کر حیث حیث پیار کرنے لگیں تو فوزیہ بھی یقین کرتے ہوئے شرما سی گئی۔ اس نے بھی یہ سب کچھ سوچ رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں بہت دنوں بعد نئے خواب بننے لگیں۔ نسیم کیا بول رہی ہیں' اب اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

مثال بشریٰ کے ساتھ لیٹی گہری نیند سو رہی تھی۔

ذکیہ رات کے وظائف ختم کرنے کے بعد مصلے' سمیٹتی اٹھیں اور اندر آکر دونوں پر دم کرتے ہوئے کچھ سوچنے لگیں اور پھر جیسے دل تھام کر بیٹھ گئیں۔

"بھی بشریٰ کی عمر ہی کیا ہے۔ اس اکتوبر میں انتیس کی ہوگی۔ اس عمر میں تو لڑکیاں اپنے گھروں کی ہوتی ہیں اور اس کا گھر بس کر اجڑ بھی گیا۔ کیا کرے گی میری بچی اب باقی کی عمر بھر۔۔۔ بچی کا ساتھ۔۔۔ میرے اللہ! رحم فرما' میری بشریٰ پر۔" بے اختیار ذکیہ کا دل بھر آیا۔ بہت دنوں بعد تو انہیں یوں فرصت سے اس سانحے پر رونے کا موقع ملا تھا۔

باہر ڈور بیل زور سے بجی۔

ذکیہ نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔ عمران لاؤنج میں ہی لیپ ٹاپ لیے بیٹھا تھا۔ اٹھ کر دروازہ کھولنے چلا گیا۔

کسی خیال کے تحت ذکیہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چلی گئیں۔

"تو وہ تم ہو جس نے عدیل صاحب کے گھر کے باہر سے ان کی کم سن بیٹی کو اغوا کیا ہے۔ گرفتار کرواسے۔" باہر سے آتی رعب دار آواز نے ذکیہ کے ہوش اڑا دیے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آرہے ہیں۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر بہو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ زبیر کے ہاتھوں لٹ جانے پر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔

عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑجاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔

—11—

گیارہویں قسط

عمران انسپکٹر کی بات سن کر لمحہ بھر کے لیے جیسے گونگا ہوگیا۔ اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

"اغوا؟" اس کی سماعتیں ایک ہی لفظ کو سن کر جیسے منجمد ہو کر رہ گئی تھیں اور پیچھے کھڑی ذکیہ کا دل بھی ایک لمحے کو ٹھہر سا گیا تھا۔

یہ تو ان میں سے کسی نے بھی نہیں سوچا تھا کہ عدیل یا نسیم بیگم اس حد تک بھی جاسکتے ہیں کہ وہ مثال کے اغوا کے کیس میں انہیں تھانے گھسیٹ لے جائیں گے۔

"او مسٹر! ہٹو راستے سے ہمیں گھر کی تلاشی لینی ہے۔" انسپکٹر کے ساتھ موجود سپاہی نے عمران کو پتھر کا بت بنے کھڑے دیکھا تو اس کو ذرا تحقیر آمیز لہجے میں کہہ کر جیسے ہوش دلایا۔

"کیوں... کیوں تلاشی لیں گے آپ؟" وہ ایک دم سے بپھر کر بولا۔

انسپکٹر اور سپاہی نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ انسپکٹر نے جیب سے سرچ وارنٹ نکال کر عمران کے آگے کردیے۔ "ہمارے پاس تلاشی لینے کا اختیار ہے۔ خالی خولی رعب نہیں جما رہے ہم۔ ہٹو راستے

سے۔" انسپکٹر نے اب کے ذرا دبنگ لہجے میں کہا۔

"مگر کیوں کس لیے لینی ہے آپ کو تلاشی۔ میں نے... ہم نے کیا کیا ہے۔" عمران اب کے ڈرے ہوئے لہجے میں اٹک اٹک کر بولا۔ پیچھے کھڑی ذکیہ حوصلہ کرکے آگے بڑھ آئیں۔

"مجھے بات کرنے دو بیٹا! کیا بات ہے۔" ذکیہ نے خلاف مزاج لہجے میں انکساری، عاجزی اور تھوڑا خوف سمو کر کہا۔

"خاتون! بچی کے اغوا کا معاملہ ہے۔ ہم بچی برآمد کرنے آئے ہیں۔" انسپکٹر ذکیہ بیگم کو دیکھ کر تھوڑا مؤدب ہو کر بولا۔

"یہ وقت ہے اس طرح کی تلاشی اور بازیابی کا؟" عمران تلخی سے مگر دبے لہجے میں بولا۔

انسپکٹر نے اسے گھور کر دیکھا جیسے کچھ سخت بولنے سے اس نے خود کو روکا ہو۔

"بیٹا! کیا ہم اندر بیٹھ کر بات نہیں کرسکتے۔" ذکیہ لجاجت سے یوں بولیں جیسے ان سے بڑا معتبر کوئی ہے ہی نہیں۔ سپاہی نے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے تم باہر کھڑے رہو۔ میں اندر جا کر بات کرکے آتا ہوں۔" انسپکٹر نے سپاہی کو تاکید کی۔

"مگر امی!" عمران اس چیز کے حق میں نہیں تھا کہ یوں جھک کر من کرکے مذاکرات کیے جائیں۔ اسے معلوم تھا کہ ان مذاکرات کا نتیجہ کیا ہوگا۔ وہ وہیں گیٹ میں کھڑا رہا۔

"اندر آؤ عمران! میرے ساتھ۔" ذکیہ حکمیہ لہجے میں بولیں۔

عمران لمحہ بھر کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا۔ ایک کے بعد ایک بے سکون کردینے والی بات... وہ جھنجلا کر رہ گیا اور سپاہی کی موجودگی کی پروا کیے بغیر بہت بدتمیزی سے زور سے گیٹ بند کیا اور اندر چلا گیا۔

عدیل پولیس کی گاڑی سے بہت فاصلے پر اندھیرے میں اپنی گاڑی کے پاس کھڑا بے چین نظروں سے گیٹ کی طرف دیکھ رہا۔ اسے امید تھی کہ کچھ دیر میں انسپکٹر مثال کو ساتھ لے کر آجائے گا اور وہ مثال کو اپنے گلے لگا کر فاتح بن کر واپس چلا جائے گا۔ معاملہ اب صرف مثال کی محبت کا نہیں تھا بہت کچھ جیتنے اور ہارنے کا تھا۔ اسے ہر صورت بشریٰ کو نیچا دکھانا تھا۔

اسے بتانا تھا کہ وہ کتنا بڑا خسارہ اپنے بخت میں درج کراچکی ہے۔ عدیل کی زندگی سے نکل کر اب اس کی زندگی میں صرف اور صرف بچا ہے دکھ جدائی اور ذلت!

گھر کا گیٹ زور کی آواز کے ساتھ بند ہوا اور سپاہی سست قدمی سے چلتا پولیس وین کے پاس آگیا۔

عدیل اور بھی بے چین ہوگیا۔

"اگر یہ کمینہ انسپکٹر اس ذکیہ کی لچھے دار باتوں میں آگیا اور اس نے اسے یونہی مثال کو دیے بغیر بھیج دیا تو..." ایک رات کے لیے ہی سہی بشریٰ جیت جائے گی اور اسے بشریٰ کی ایک رات کی جیت بھی گوارا نہیں تھی۔ وہ بے چین سا سپاہی کے پاس آیا۔

"انہوں نے بات کرنے کے لیے بلایا ہے انسپکٹر صاحب کو اندر، ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔" سپاہی کی بات پر وہ خاموش ہوگیا۔

☼ ☼ ☼

"پاپا... پاپا۔" مثال نیند میں پکار رہی تھی۔ بشریٰ کی آنکھ کھل گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مثال غنودگی میں تکیے پر سر پٹختے ہوئے باپ کو پکار رہی تھی۔ بشریٰ بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔
اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے' وہ بے اختیار روتی چلی گئی۔
"کیا اب میری بچی یونہی عمر بھر دونوں کے لیے تڑپتی رہے گی۔ باپ کے پاس رہے گی تو ماں کی قربت کو ترسے گی میرے پاس ہوگی تو باپ کو مس کرتی رہے گی۔ میرے خدا! ہم نے اس کے لیے یہ زندگی تو نہیں سوچی تھی۔ ہم تو اسے دنیا کی خوش قسمت ترین بیٹی بنانا چاہتے تھے کہ جس پر دنیا کے سارے ماں باپ رشک کرتے..... ایک مثال بنانا چاہتے تھے ہم....."
"یہ مثال....." اس کے ماتھے کے بال سنوارتے وہ سسک اٹھی۔
باہر کہیں زور سے بیرونی گیٹ کسی نے بند کیا۔ بشریٰ بری طرح اپنے خیالوں سے چونکی۔
"اس وقت باہر کون گیا ہوگا..... یا کوئی آیا ہوگا..... مگر کون؟ جس طرح عمران مثال کو لے کر آیا ہے' کہیں عدیل تو نہیں....." وہ دہل کر رہ گئی۔
باہر سے باتوں کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔
بشریٰ ننگے پاؤں اٹھ کر باہر بھاگی لیکن پھر کچھ خیال آنے پر الٹے قدموں واپس آئی۔ مثال کو دیکھتی رہی کہ وہ گہری نیند میں ہے بھی یا نہیں' پھر آہستگی سے دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔
"ہوں میرے خیال میں یہ معاملہ یوں لڑائی جھگڑے' ضد اور انا سے حل نہیں ہوگا۔ آپ دونوں فیملیز کو بیٹھ کر اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا' ورنہ پولیس کیس بننے کے بعد اس کا فیصلہ ہو جانے تک آپ دونوں فیملیز کو ذہنی جسمانی اور مالی بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔" انسپکٹر کو ذکیہ ساری صورت حال بتا چکی تھیں۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہنا شروع کر دیا۔
"مگر انسپکٹر صاحب! یہ بات ان لوگوں کو کون سمجھائے۔ میری بیٹی جس کو بے وجہ طلاق دی۔ ان لوگوں نے۔ قسم لے لیں مجھ سے' پورے چار دن سے اس کی حالت پاگلوں جیسی تھی۔ جس کی وجہ سے مجبور ہو کر عمران کو زبردستی بچی کو لے کر آنا پڑا ورنہ سچی بات ہے میں اور میرے دونوں بچے جتنے صلح جو اور....." ذکیہ آنکھوں میں آنسو لیے عاجزی سے ابھی اپنے اور اپنے بچوں کے مزید فضائل گنوانا چاہتی تھیں کہ انسپکٹر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
"ٹھیک ہے میں عدیل صاحب سے بات کرتا ہوں۔ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اس طرح معاملہ سلجھنے کے بجائے مزید بگڑ جائے گا۔"
انسپکٹر سمجھ دار تھا یا وہ واقعی ان لوگوں کو صرف دھمکانے آیا تھا کہ دونوں فیملیز مذاکرات کی میز پر آجائیں۔
"انسپکٹر صاحب! ہم نے تو دوہرا نقصان جھیلا ہے۔ بیٹی کا گھر بھی اجڑا اور اب یہ ظالم اس کی گود بھی اجاڑنا چاہتے ہیں۔" ذکیہ لہجے کو گلوگیر کرتے ہوئے بولیں۔
اور سچی بات ہے کہ اس وقت تو واقعی ذکیہ کا دل رنجور تھا کہ یک بیک ہی بیٹی کے یوں اجڑ کر گھر آبیٹھنے کا صحیح معنوں میں دکھ ہو رہا تھا۔
اور جس دیوانگی سے وہ مثال کے لیے مری جا رہی تھی۔ ذکیہ بشریٰ سے چھپ چھپ کر روتی رہتیں۔
"ٹھیک ہے۔ میں عدیل صاحب سے بات کرتا ہوں اور آپ لوگ مل بیٹھ کر اس مسئلہ کو حل کریں ورنہ نقصان دونوں خاندانوں کا ہے۔" انسپکٹر کہہ کر جانے لگا۔
تب ہی سامنے بشریٰ آگئی..... ننگے پاؤں' ننگے سر' اجاڑ صورت لیے آنکھوں میں تیرتا پانی اور چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان۔

انسپکٹر کے آگے بڑھتے قدم رک گئے۔
وہ بشریٰ کو دیکھتا رہ گیا۔
بشریٰ کے ماتھے پر ابھی بھی پٹی بندھی تھی۔ آنکھوں میں بے حد خوف لیے وہ سہم کر انسپکٹر کو دیکھنے لگی۔
"امی..... امی یہ مثال کو لینے آئے ہیں' انہوں نے پولیس بھیجی ہے میری بچی کو لینے کے لیے۔" وہ بری طرح سے ڈر گئی تھی۔
"یہ میری بیٹی ہے انسپکٹر صاحب! دیکھیے اس کا حال' چار دنوں میں برسوں کی بیمار لگنے لگی ہے۔" ذکیہ اسے ساتھ لگا کر سسک کر بولیں۔
انسپکٹر نے خفیف سا سر ہلایا اور بغیر کچھ کہے باہر کی طرف بڑھ گیا۔
"امی! یہ کیوں آئے تھے یہاں؟" بشریٰ ابھی تک ڈری ہوئی تھی۔
"مثال کو لینے کے لیے ناں۔" وہ ماں کی خاموشی پر بے قراری سے بولی۔
"ہاں..... میری بچی۔" ذکیہ آہ بھر کر بولیں۔
"نہیں..... ہرگز نہیں' بالکل نہیں میں مثال کو کسی کو نہیں دوں گی امی۔ میں اسے لے کر کہیں دور چلی جاؤں گی کل ہی..... میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔ یہ لوگ مجھ سے میری بیٹی چھین لیں گے۔ میں جانتی ہوں اس عدیل کو..... عمران! تم مجھے کہیں بھجوا دو..... امی..... جمال ماموں کے پاس دوبئی میں..... بھجوا دیں مجھے یا میں خود کہیں چلی جاتی ہوں۔ میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔" وہ بالکل اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی' بے ربط سا بولے جا رہی تھی۔
عمران اور ذکیہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔
"کوئی نہیں چھینے گا تم سے مثال کو اور تم اپنا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گی۔" ذکیہ اسے چمکار کر بولیں۔
"اپنا گھر" بے اختیار ہی اس کے ہونٹ کپکپائے تھے۔ ذکیہ بھی نظریں چرا کر رہ گئیں۔
اس غریب کا اپنا گھر رہا کہاں تھا نہ یہاں نہ وہاں۔
ذکیہ کی تو خود بیٹی کے غم سے کمر ٹوٹنے لگی تھی۔ نڈھال سی ہو کر صوفے پر گر گئیں۔
عمران بھی تھکا ہوا ماں کے پاس بیٹھ گیا۔
"امی! بہت ہی گھٹیا لوگ نکلے یہ۔ حرکت دیکھیں ان کی مجھ پر اغوا کا الزام لگا دیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا' یہ اتنا بھی گر سکتے ہیں۔" وہ کوفت اور نفرت سے بولا۔
"ابھی بھی تم یہ نہیں سوچ سکتے۔ ان کی ذہنیت کو تم ابھی بھی نہیں جان سکے۔ اتنی بودی اور بے کار بات کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنے بیٹے کا بسا بسایا گھر اجاڑ دیا۔ وہ لوگ کسی بھی حد سے گزر سکتے ہیں۔" ذکیہ تلخی سے بولیں۔
بشریٰ ٹکر ٹکر دونوں کو دیکھے جا رہی تھی جیسے ان کی باتیں اس کی سمجھ میں نہ آرہی ہوں۔
"امی! یہ انسپکٹر پھر تو نہیں آئے گا..... مثال کو لینے۔" وہ بے یقینی سے ماں کا بازو ہلا کر پوچھ رہی تھی۔
ذکیہ دکھ سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔
"امی! بتائیں نا۔" وہ بالکل چھوٹی بچی لگ رہی تھی ذکیہ کو۔ ڈری سہمی خوف زدہ بے یقین سی۔
ذکیہ کو بے اختیار رونا آگیا۔
"نہیں میری بیٹی..... نہیں۔" وہ اسے ساتھ لگا کر رونے لگی۔ عمران دونوں کو پریشان نظروں سے دیکھنے لگا۔

☆ ☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ ناممکن ہے۔" عدیل انسپکٹر کی بات سنتے ہی بھڑک اٹھا۔
انسپکٹر نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔ اتنا تو اندازہ اسے ہو ہی گیا تھا۔ اس ایک گھر کے اجڑنے میں زیادہ ہاتھ کس کا ہے۔
عدیل کی جذباتیت ان چند گھنٹوں میں اس پہ عیاں ہو گئی تھی۔
"تو پھر آپ دوسری صورت حال کے لیے تیار رہیں۔" انسپکٹر بے تاثر لہجے میں بولا۔ عدیل نے کچھ پریشان ہو کر اسے دیکھا۔
حالانکہ اسے قطعی امید تھی کہ انسپکٹر مثال کو ساتھ لے کر آئے گا مگر بشریٰ کے گھر سے آنے کے بعد وہ اسے سمجھانے لگا تھا۔
"واقعی یہ بشریٰ کی ماں ایک جادوگرنی ہے۔ امی ٹھیک کہتی ہیں بلکہ یہ بشریٰ بھی کیسے آدمی کو سحرزدہ کر دیتی تھی۔ میں کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" نئے سرے سے اس کے دل میں بشریٰ کے خلاف غصہ ابلنے لگا۔
اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ غصہ اب نارسائی اور پچھتاوے کا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ اپنی اذیت بڑھاتا ہی چلا جائے گا۔
"کیا مطلب..... کیسی صورت حال؟"
"عدیل صاحب! اتنا قانون تو آپ بھی جانتے ہیں کہ اگر یہ معاملہ کورٹ میں چلا گیا تو پھر آپ کے لیے بہت مشکل ہو جائے گی۔"
انسپکٹر اسے واضح الفاظ میں سمجھانے کے بجائے اشارتاً بولا۔
"کیا ہو جائے گا پھر؟" وہ ہر بات کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو چکا تھا۔
"بچی آپ کی سابقہ بیوی کو ہی ملے گی کیونکہ وہ ماں ہے 'ماں کا حق پہلے ہے دوسرے بچی ابھی چھوٹی ہے۔ اس کی بلوغت تک تو اسے ماں کے پاس ہی رہنا ہو گا اور شاید اس کے بعد بھی۔"
انسپکٹر طارق نرمی سے اسے سمجھانے لگا۔
"تو کیا باپ کا کوئی حق نہیں؟" وہ تلخی سے بولا۔
"قانون میں نے نہیں بنایا۔ اس لیے میں نہیں جانتا۔ ایسا کیوں کیا گیا ہے 'ایک باپ جو اپنی اولاد سے بہت محبت رکھتا ہو اس کے ساتھ قانون میں یہ زیادتی کیوں کی گئی۔ لیکن ظاہر ہے کچھ وجوہات ہوں گی جن کو ہم جذباتی انداز میں نظرانداز کرتے ہیں۔ سمجھنا نہیں چاہتے۔" وہ کندھے اچکا کر بولا۔
"کیسی وجوہات؟" عدیل اپنی تلخی 'اپنی جذباتیت چھپا نہیں پا رہا تھا۔ دوسرے اسے لگ رہا تھا کہ مثال اس سے ہمیشہ کے لیے چھن گئی ہے۔ انسپکٹر بھی بشریٰ کی ماں کے ساتھ مل گیا ہے اور اب اسے فضول باتیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔
اس نے دل ہی دل میں اسی وکیل کے بارے میں سوچ لیا تھا جو اس کا بہت اچھا دوست بھی تھا اور شہر کا مانا ہوا قانونی ماہر بھی۔
"جتنی بھی فیس ہو میں اسے دوں گا مگر مثال کو حاصل کر کے رہوں گا۔" وہ دل میں پختہ عزم کر رہا تھا۔
"باپ کو روزگار کے لیے گھر سے باہر رہنا ہوتا ہے 'ایسے میں بچی یا بچے کی دیکھ بھال وہ کیسے کر سکتا ہے پھر کوئی

ت تو اور بھی نازک ہوتے ہیں۔" انسپکٹر اپنے دھیان میں کہے جا رہا تھا۔ عدیل ناپسندیدہ نظروں سے دیکھنے لگا۔
"ان معاملات کو صرف مائیں ہی سمجھ سکتی ہیں اور سنبھال سکتی ہیں۔" انسپکٹر نے نرمی سے بات گویا ختم کر دی۔
"اچھا تو میں اپنی بیٹی اس عورت کے حوالے کر کے بیٹھ جاؤں جس کے بارے میں میں جانتا ہوں 'وہ میری بچی کا خیال نہیں رکھ سکتی جیسا میں رکھ سکتا ہوں نہ اس کی ویسی تربیت کر سکتی ہے جیسی میں چاہتا ہوں۔" عدیل روتے پن سے بولا۔ "میں خاموش نہیں بیٹھ سکتا یوں ہار نہیں مان سکتا۔ ہتھیار نہیں ڈال سکتا۔" وہ کہتا چلا گیا۔
"او تو یہ بات ہے۔" انسپکٹر چونک کر بولا۔
عدیل نے بھی انسپکٹر کی طرف دیکھا۔
"آپ کے نزدیک یہ صرف بچی کی کسٹڈی کا معاملہ نہیں 'آپ کی انا کی جیت 'آپ کی ضد کا معاملہ ہے اور آپ دونوں کی اس جذباتی لڑائی میں آپ کی بچی کی نفسیات کس بری طرح سے متاثر ہو رہی ہے۔ آپ کو کوئی پروا نہیں۔" انسپکٹر کو لمحہ بھر میں غصہ آگیا تھا۔
"میں جانتا ہوں 'مجھے اپنی بچی کی کیسی تربیت کرنی ہے 'اس کے لیے اسے میری سرپرستی کی ضرورت ہے۔" عدیل ذرا سنبھل کر بولا۔
"تو ٹھیک ہے 'آپ خود یہ معاملہ حل کر لیں۔" انسپکٹر بے نیازی سے بولا۔
"کل دن کے وقت آیئے گا ہم آپ کا کیس فائل کریں گے۔ اس کے بعد قانونی کارروائی شروع ہو گی۔ اس کے مکمل ہونے میں کتنا عرصہ لگے گا اس کی ضمانت کسی کے پاس نہیں اور اس کے بعد یعنی اتنا روپیہ 'پیسہ 'انرجی اور وقت ضائع کرنے کے بعد بھی اگر بچی آپ قانوناً نہ حاصل کر سکے تو عدیل صاحب مجھے واقعی آپ کے ساتھ سخت ہمدردی ہو گی۔" عدیل اسے دیکھتا رہ گیا۔
"کیا کروں پھر میں؟" وہ بہت دیر بعد شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ انسپکٹر اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ ایک ٹوٹا ہوا شکست خوردہ انسان غصے نے جس کی زندگی اجاڑ کر رکھ دی ایک جلد باز فیصلے نے سب کچھ ختم کر دیا۔ انسپکٹر کو عدیل پر ترس آیا۔
"آپ یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ کل شام میں میرے پاس آیئے گا۔ میں آپ کی ضرور مدد کروں گا یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔" انسپکٹر نے اسے تسلی دی تو وہ کچھ بول بھی نہ سکا۔ بس خاموشی سے سامنے اندھیرے میں دیکھتا رہا کہ اب یہ اندھیرے اس کی قسمت کا بھی حصہ تھے۔

☼ ☼ ☼

عدیل کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس خبر پر خوش ہو۔ ہنسے۔ روئے یا پھر دھاڑیں مارنے لگے۔
نسیم کا چہرہ خوشی اور جذبات کا عکاس بنا کھلا ہوا تھا۔ آنکھوں میں چمک ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پہ فتح کا احساس۔
وہ عجیب سے احساسات سے دوچار ہو گیا۔
اسے لگا جیسے فوزیہ کی شادی کی خوش خبری نہیں سنی 'اس کے کندھوں پہ اس دنیا کا سب سے بھاری پہاڑ کسی چٹان کی طرح آگرا ہے وہ بالکل غیر ارادی طور پہ ہولے ہولے اپنے کندھے دبانے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نسیم بیٹے کو یوں گم صم دیکھ کر پریشان سی ہو گئیں۔ انہیں تو اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ عدیل اتنی بڑی خبری سن کر اتنا خوش ہو گا کہ اسے شادی مرگ ہو جائے گا۔

مگر اس کی اتری ہوئی شکل اور یوں کندھے دباتے دیکھ کر نسیم واقعتاً پریشان سی ہو گئیں۔

"عدیل! میرے بچے! تم ٹھیک تو ہو ناں..... تمہیں خوشی نہیں ہوئی یہ سن کر کہ تمہاری بہن کی اتنی اچھی جگہ بغیر کسی الٹی سیدھی شرط شرائط کے جھٹ پٹ شادی طے پا گئی ہے وہ بھی اتنے شریف اور خاندانی لوگوں میں۔" بیٹے کی خیریت پوچھتے پوچھتے پھر اس خوش خبری کے زیر اثر آ گئیں۔

"ٹھیک ہوں میں امی۔ خوشی ہے مجھے یہ سب سن کر۔" وہ اتنا تھکا ہوا بولا جیسے میلوں میل دوڑ کر آیا ہو۔

نسیم اس کے لہجے پر چونک سی گئیں۔

"مثال کی وجہ سے پریشان ہے نا' میرے بچے! جانتی ہوں تیری تو جان ہے اس ننھی پری میں۔ وہ ہے ہی ایسا تحفہ کہ میں خود کل سے یوں پورے گھر میں بولائی بولائی پھر رہی ہوں جیسے میرے ہاتھوں سے کوئی قیمتی چیز چھوٹ گئی ہو۔"

باتیں بنانے کا اور ان میں الجھانے کا فن وہ بھی برمحل اس فن کو استعمال کرنا تو نسیم کو آتا ہی تھا مگر سامنے والے کی نبض پر ہاتھ رکھنے میں بھی وہ خوب طاق تھیں۔

"دل ایسا اداس اور پریشان سا ہے' وہ ضدی بشریٰ اڑتی نہ تم سے یوں بدزبانی کرتی نہ یہ سارا معاملہ بگڑتا نہ مثال یوں تم سے..... مطلب ہم سے اپنے گھر سے بچھڑتی۔"

وہ آنکھوں کو دوپٹے کے پلو سے پونچھنے لگیں۔

عدیل بے تاثر چہرہ لیے بیٹھا رہا۔ وہ جو کچھ اب کہہ رہی تھیں۔ اس کا خیال تو اول شب ہی عدیل کے دل کو کچوکے لگانے لگا تھا۔

اسے اعتراف کرنے میں' اقرار کرنے میں صرف ایک مروانگی کی جھجک آڑے آ رہی تھی ورنہ وہ ابھی ماں کے منہ پہ برملا کہہ دیتا کہ وہ بشریٰ کو طلاق دے کر پچھتا رہا ہے۔ وہ ماں کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتا تھا۔ بچے کی طرح رو کر ماں سے ضد کرنا چاہتا تھا کہ کسی بھی طرح کوئی صورت نکال کر وہ اس کا من پسند کھلونا واپس لے آئے۔ نسیم تو کسی بھی طرح سے کوئی بھی حل نکالنے میں ناکام تھیں۔

مگر وہ ماں سے یہ سب بول نہیں سکا۔

"کہاں جا رہے ہو عدیل؟" اسے یوں بنا کچھ کہے اٹھ کر جاتے دیکھ کر نسیم کچھ بوکھلا سی گئیں۔

اس وقت انہیں عدیل کی مکمل تائید چاہیے تھی۔ اس کا یہ گم صم رویہ اور ڈھکی چھپی تائید!

جو بھی تھا۔ فوزیہ کی شادی کا سارا بار تو عدیل نے ہی اٹھانا تھا اور اب جو وہ ایسے ذہنی و قلبی بحران کا شکار تھا کیسے کھلے دل سے ہامی بھر سکتا تھا سو اسے بڑے پیار اور طریقے سے اس طرف لے کر آنا تھا کہ اسے ذرا بھی نہ لگے۔ اس کی ماں' بہن مطلبی' خود غرض اور بے حس ہیں۔

"امی! میں کمرے میں ہوں۔ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میرے بچے! اکیلے کمرے میں جا کر کیا کرو گے اور دل برا کرو گے۔ وہ تو اپنا گھر یوں لات مار کر اجاڑ گئی کہ لگتا عورتوں کو صرف اپنی خواہشوں سے مطلب ہوتا ہے۔ پوری ہوتی رہیں تو وہ خوش نہ ہوں تو....."

"امی پلیز۔ میرے سر میں درد ہے' کچھ دیر ریسٹ کروں گا۔" اب وہ بشریٰ کے بارے میں کچھ بھی سننا نہیں

چاہتا تھا۔

سن کر وہ کرتا بھی کیا کہ ان باتوں کا ماحصل تو بشریٰ کو یہاں سے ہمیشہ کے لیے دفعان کرنا تھا سو وہ ہو چکی تھی۔

"میرے بچے ادھر میرے پاس ہی لیٹ جا۔ میں تیرا سر دبا دیتی ہوں۔ فوزیہ! چائے کے ساتھ کوئی گولی لے آتی ہے۔ اکیلے کمرے میں جا کر اور دل برا ہو گا۔" وہ اس کو پیار سے بہلانے لگیں۔

"نہیں امی میں سونا چاہتا ہوں کچھ دیر۔" وہ جان چھڑانے کو بولا ورنہ وہ آج تک کبھی آفس سے آ کر بستر پر نہیں جاتا تھا۔ شادی سے پہلے وہ فوزیہ اور نسیم سے گپ شپ کرتا تھا اور شادی کے بعد بشریٰ کے ساتھ کہیں نہ کہیں ہوٹنگ پہ یا شاپنگ پہ نکل جاتا تھا کیونکہ اسے شام کے وقت بستر پر پڑنا سخت ناپسند تھا۔

"پر عدیل..... مجھے بات کرنی تھی تم سے۔ وہ لوگ مہینے بھر کے اندر شادی کرنا چاہتے ہیں تو میں کیا جواب دوں انہیں؟" وہ پریشان ہو کر اصل مدعا پر آ ہی گئیں۔

"امی! آپ ان سے کہہ دیں۔ جب چاہیں تاریخ رکھنے آ جائیں۔ ہماری طرف سے کچھ دیر نہیں ان شاء اللہ سب کچھ ہو جائے گا۔ آپ بھی فکر مند نہ ہوں۔" وہ کہہ کر لمحہ بھر کو بھی نہیں رکا کہ نسیم پھر سے اسے کسی بات میں نہ الجھا لیں۔

نسیم اسے ڈھیر ساری دعائیں دینا چاہتی تھیں اور دے بھی رہی تھیں مگر جانے کیوں عدیل کو پہلی بار اپنی ماں کی دعاؤں میں کسی دکان دار کی سی خصلت محسوس ہوئی جیسے کوئی پیشہ ور بھکاری زیادہ بھیک کے عوض ان گنت دعائیں دیتا ہی چلا جاتا ہے۔

"مجھے اپنی ماں کے بارے میں اتنے گھٹیا انداز میں نہیں سوچنا چاہیے۔" اس نے اپنی سرزنش کی۔

مگر دل..... یہ بے کل دل بہت ہی پریشان تھا۔

کچھ دیر میں انسپکٹر طارق نے ذکیہ اور بشریٰ سے بات کرنے کے بعد اس کی طرف آنا تھا کہ وہ دونوں مثال کا معاملہ کیسے حل کرنا چاہتی ہیں۔

اور نہ معلوم وہ صاف انکار کر دے کہ وہ مثال پہ باپ کا سایہ بھی نہیں پڑنے دینا چاہتی اور اتنا قانون تو وہ بھی جانتی ہو گی کہ بچے پر پہلا حق ماں کا ہے۔

وہ خالی کمرے کے بیچوں بیچ کھڑا یونہی سوچے جا رہا تھا۔

کمرے میں سب کچھ موجود تھا۔ اسی طرح سے جیسے وہ اس صبح چھوڑ کر گئے تھے جب وہ بشریٰ کو ذکیہ کی طرف عمران اور فوزیہ کے رشتے کی بات کرنے کے لیے چھوڑ کر گیا تھا۔

اوپر والا پورشن اسی طرح سامان سے سجا تھا اگرچہ سب طرف دھول اور مٹی تھی۔ بشریٰ کو معلوم تھا کہ عدیل کو صفائی سے عشق ہے اور جب وہ دونوں نیچے کمرے میں رہتے تھے تب بھی اور بعد میں اس پورشن میں آ کر بھی بشریٰ عدیل کے آنے سے پہلے صفائی اور خاص طور پر ڈسٹنگ کر کے رکھتی تھی۔

جب بھی عدیل گھر میں آتا اس کا جی خوش ہو جاتا تھا۔

صاف ستھرا چمکتا گھر' کچن سے آتی کھانوں کی خوشگوار خوشبوئیں اور بشریٰ کا بنا سنورا مہکتا وجود اور سب سے بڑھ کر ہنستی مسکراتی' چھلتی کودتی صاف ستھری' اچھے لباس میں سلیقے سے بال بنائے پیاری سی مثال۔

اور اب صرف چار دنوں میں یہ پورشن کسی اجاڑ کھنڈر کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔

یونہی اس نے الماری کھولی۔ مثال اور بشریٰ کے کپڑے پریس شدہ ہینگرز میں لٹکے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوسری الماری میں عدیل کے سارے کپڑے ترتیب سے استری کیے ہوئے تہ بہ تہ پڑے تھے۔
نیچے جوتوں کے ریک میں اس کے سارے پالش شدہ چمکتے جوتے اور دراز میں دھلی ہوئی جرابوں کے جوڑے تہ بہ تہ ساتھ پڑے تھے۔

اسے یکدم خود سے بے تحاشا نفرت محسوس ہوئی۔

اتنا خیال رکھنے والی' اتنا پیار کرنے والی' گھر کو سنوارنے والی زندگی کو ڈسپلن کے تحت جیسا عدیل چاہتا تھا ویسی ہی شکل دینے والی بیوی کو اس نے کس طرح ایک لایعنی ضد میں آکر خود سے کاٹ پھینکا۔

کیا اس کی زندگی دوبارہ سے کبھی اس قرینے میں ڈھل سکے گی۔

اسے ایک نیا خیال ستایا۔

یہ سلیقہ' قرینہ جو اس کے لیے زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اس کے بغیر وہ خوش نہیں رہ سکتا..... اور خوش تو وہ اب کبھی بھی نہیں رہ سکے گا۔ اتنا اسے اندازہ ہو چکا تھا۔

وہ تھکا ہوا ڈھول سے اُلٹی بیڈ شیٹ پر گر سا گیا۔

فوزیہ کی شادی کس طرح صرف چند دنوں میں طے ہو گئی جس کی وجہ سے اس نے ماں بہن کے کہنے میں آکر مشتعل ہو کر اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور نتیجہ یہ اجاڑ کمرہ!

اس کا نقصان' اس کا خسارہ ناقابل تلافی تھا۔

بے اختیار اس کی آنکھیں بھر آئیں اور بہت دنوں بعد ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور روتا ہی چلا گیا۔

شاید وہ کچھ دیر اور روتا اگر اس کا سیل فون نہ بج اٹھتا' اس نے سیل پر آتا نمبر دیکھ کر بمشکل خود کو سنبھالا۔

انسپکٹر طارق کی کال تھی۔ وہ بشریٰ اور ذکیہ سے بات کر چکا تھا اور آدھے گھنٹے میں اسے آکر ملنے کو کہہ رہا تھا اس نے ہامی بھر کر فون بند کر دیا۔

اگرچہ اس نے انسپکٹر سے پوچھا بھی کہ ان دونوں نے کیا کہا اسے جانے کیوں دھڑکا تھا کہ بشریٰ اب کبھی بھی مثال کو واپس نہیں کرے گی۔

وہ اب کبھی مثال کی شکل نہیں دیکھ سکے گا۔

جانے کیا اس کے جی میں آیا' اس نے بشریٰ کا نمبر ملا لیا۔

بشریٰ اپنا سیل فون' اپنا بیگ سب کچھ تو یہیں چھوڑ گئی تھی مگر اس نے یا عمران نے بعد میں اس کے فون کی سم نکلوالی تھی اس کا نمبر آن تھا۔

فون کی گھنٹی بجے جا رہی تھی' مگر کسی نے فون نہیں اٹھایا۔

اسے بھی عجیب ضد سی ہو گئی' وہ فون کرتا چلا گیا۔

آخر میں دوسری طرف سے سیل آف کر دیا گیا۔

اسے یوں لگا' بشریٰ نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا ہو بالکل غیر شعوری طور پر اس نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ دیا۔

وہ اب مجھے کبھی مثال سے ملنے نہیں دے گی۔ اس کے دل کا یہ گمان پختہ ہو گیا۔

جو سلوک وہ بشریٰ کے ساتھ کر چکا تھا اس کے بعد وہ بھی رعایت کا مستحق نہیں تھا۔

وہ یوں ہی آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

"ممّا! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔" واثق ماں کی بات سن کر ایک دم سے پریشان ہو گیا۔ عاصمہ اب اور بھی تیزی سے روٹیاں پکا رہی تھی۔

اس نے یوں ظاہر کیا جیسے اس نے واثق کی کوئی بات ہی نہ سنی ہو۔

"جاؤ اور جا کر چینج کرو' روٹیاں پک گئی ہیں' دیکھو جا کر دونوں نے کپڑے تبدیل کر لیے ہیں تو ان سے کہو' آکر تم دونوں مل کر دسترخوان بچھا کر۔" عاصمہ مصروف انداز میں کہتی چلی گئی۔ واثق یوں ہی کھڑا رہا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ماں کو اب کس طرح اپنے سوال کا جواب دینے کے لیے آمادہ کرے۔ وہ کشمکش میں ماں کو بجلی کی سی تیزی سے کام کرتے دیکھتا رہا۔

"واثق! کھڑے کیوں ہو۔ جاؤ ناں۔" وہ اسے یونہی کھڑے دیکھ کر اب کے ذرا سختی سی بولی۔

"مگر ممّا! مجھ سے تو علی نے کہا تھا کہ اس کے ماموں' آنٹی کا بالکل فارمل سا انٹرویو لیں گے اور آپ کو اپائنٹ کر لیں گے تو پھر انہوں نے کیوں نہیں جاب دی آپ کو؟" اس نے ماں کے سخت لہجے کو بھی نظر انداز کر کے بہت ٹھوس لہجے میں بولتے اپنا سابقہ سوال دہرایا تھا۔

عاصمہ کو جی بھر کر غصہ آیا۔ یہ چھوٹا سا لڑکا اکثر اسے کیسے لاجواب کر دیتا تھا۔ اس کا جی چاہا' واثق کو کس کر ایک تھپڑ لگائے۔

لیکن واثق جیسا بچہ تھپڑ سے بھی مطمئن ہونے والا نہیں تھا۔ عاصمہ جانتی تھی۔

"تم چینج کرو۔ کھانا کھاؤ تو پھر میں تمہیں سب بتاتی ہوں۔" اب ذرا طریقے سے اس کے سوالوں کا جواب مہیا کرنے کے سوا عاصمہ کے پاس اور کوئی انتخاب نہیں بچا تھا سو ذرا نرمی سے بولی۔

واثق نے ماں کے چہرے پر سچائی کو تلاش کیا کہ وہ اسے کتنا تشفی بخش جواب دے گی۔ مگر وہ کچھ زیادہ نہ جان سکا کہ تھا تو ابھی بچہ ہی۔ بہت زیادہ چہرہ شناسی اسے ابھی نہیں آتی تھی اگرچہ آج کل اس کا پسندیدہ مشغلہ ہی اس فن کو سیکھنا تھا۔

باپ اور دادا کی بے وقت موت نے اسے اس فن میں دلچسپی لینے پر مجبور کیا تھا۔ اس نے غور کیا تو اسے پتا چلا تھا کہ ان سے ملنے والے' ان سے ہمدردی کرنے والے زیادہ تر لوگ دل میں ان کے لیے ویسے ہمدردانہ جذبات نہیں رکھتے' جیسا وہ اپنے منہ سے اس کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ زیادہ تر لوگ دو چہروں والے بلکہ کئی چہروں والے ہوتے ہیں۔

اس لیے اسے بہت ہوشیار رہنا چاہیے۔

عاصمہ جلدی جلدی سالن نکالنے لگی' واثق سست قدموں سے اندر جا چکا تھا۔

"یہ بچہ بہت مشکل ہے اور اس سے جھوٹ بولنا بھی آسان نہیں۔ وہ علی کے ذریعے میرے کسی بھی ایسے ویسے جھوٹ کا پتا لگوا سکتا ہے جبکہ اس کا ماموں بہت خواہش مند ہے مجھے جاب دینے کے لیے۔" عاصمہ اب گیس کے جلتے شعلوں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

ان شعلوں میں اسے یک دم ہی زبیر کا سادہ سا بے ریا چہرہ اور مکار آنکھیں نظر آئیں جن پر شروع دنوں میں اس نے بالکل بھی غور نہیں کیا تھا۔

اس چہرے کے ساتھ علی کے ماموں نعیم کا چہرہ ابھرنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایسا چہرہ جس پر بہت ہمدردی محبت اور خوش اخلاقی تھی مگر اس کی آنکھوں میں ایسی بھوک تھی جس کی صدیوں سے تشفی نہیں ہو سکی تھی اور شاید کبھی ہو بھی نہیں سکتی تھی۔

عاصمہ کے اندر ریٹ پر بیٹھتے ہی خطرے کی گھنٹی ٹن ٹن بج اٹھی تھی پھر بھی اس نے محتاط انداز میں اس شخص کے سرسری سوالوں کا جواب دیتے ہوئے تھوڑا مارجن نکالنے کی کوشش کی۔

"ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو۔" اس نے پھر سے ہمت کر کے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا۔

اس کی ریڑھ کی ہڈی میں وہی کرنٹ بھری لہر گزری کہ وہ کیا کہہ رہا تھا اس کی سماعتیں سن ہی نہ سکیں۔

ایک شان دار پرکشش تنخواہ کا پیکج!

ساتھ میں میڈیکل فری اور مہینے میں عام تعطیلات کے علاوہ دو چھٹیوں کی سہولت اور بوقت ضرورت ایڈوانس تنخواہ آدھی بھی مل سکتی تھی۔

عاصمہ جیسی ضرورت مند عورت کے لیے آئیڈیل جاب!

مگر اس کی آنکھیں! وہ سخت کشمکش میں مبتلا رہی۔ نعیم نے اس کی سی وی کی فائل عاصمہ کے آگے ذرا سی کی۔ عاصمہ نے غیر ارادی طور پر فائل اپنی طرف کرنے کے لیے ہاتھ فائل پر رکھا اور اس نے یونہی پین ہاتھ سے گرایا اور اٹھاتے ہوئے عاصمہ کے ہاتھ کو بہت نرمی سے دبا کر ایک دل فریب مسکراہٹ لبوں پر سجالی۔ عاصمہ کے لیے فیصلہ آسان ہو گیا۔

وہ سیٹ سے کھڑی ہو گئی۔ فائل وہ کھینچ چکی تھی۔

صاف انکار کرتے ہوئے اس نے اس شخص کی آنکھوں میں جو اضطراب اور بے چینی دیکھی، وہ متوقع تھی مگر اس سے بھی بڑھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

"اگر آپ کو تنخواہ کم لگ رہی ہے تو میں اس کو ڈبل بھی کر سکتا ہوں صرف علی کی وجہ سے اور آپ جس طرح ضرورت مند ہیں، مطلب اپنے بچوں کے لیے محنت کرتے ایک آبرو مندانہ زندگی کی خواہش مند ہیں تو۔" وہ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

سو ایک اور شان دار آفر کرتے ہوئے بولا۔

"نعیم صاحب! یہ میری خواہش تو ہے کہ میں ایک آبرو مندانہ زندگی اپنے بچوں کے ساتھ گزار سکوں لیکن ایسا ہونا آسان نہیں اور یہ زمانہ یہ تو بالکل بھی ایسا نہیں چاہتا اور ہر خواہش پوری ہو آدی کی۔ یہ بھی ممکن نہیں!" وہ سکون سے طنز کے تیر چلا کر بولی کہ اسے کسی بات کا خوف نہیں تھا اسے یہاں جاب نہیں کرنی تھی۔

"میں ہوں نا آپ کے ساتھ، آپ کی سب خواہشات میں پوری کر دوں گا وعدہ کرتا ہوں آپ سے۔ آپ بیٹھ کر بات تو کریں مجھ سے۔ بہت راستے ہیں۔" وہ سیٹ چھوڑ کر اس کے پاس آتے ہوئے بے قرار ہو گیا تھا۔

"جانتی ہوں۔ اندر آنے کے بہت سے راستے ہوں گے لیکن باہر جانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے خدا حافظ۔" وہ کہہ کر اس کے قریب پہنچنے سے پہلے دروازے کھول کر باہر نکل گئی۔

وہ اسے پیچھے سے بلاتا رہ گیا۔

وہ طے کر چکی تھی کہ اسے مڑ کر نہیں دیکھنا۔

وہ واثق کو بہت واضح الفاظ میں تو نہیں مگر ڈھکے چھپے الفاظ میں سمجھا گئی کہ اسے صرف جاب نہیں چاہیے ایک عزت بھری زندگی بھی چاہیے جس میں تحفظ ہو اور سب سے بڑھ کر شرافت ہو۔

واثق کیا سمجھا کیا نہیں لیکن اس نے مزید کوئی سوال نہیں کیا، وہ واقعی ایک سمجھ دار بچہ تھا۔ عاصمہ نے خود سے فرض کیا اور اٹھ کر بچوں کی بکھری ہوئی چیزیں سمیٹنے لگی۔ اگرچہ دل سخت مضطرب اور بے قرار تھا کہ ابھی کوئی

کرائے دار نہیں آسکا تھا۔

حمیدہ خالہ اپنی بہن کے پاس ایک ماہ کے لیے کوئٹہ چلی گئی تھیں۔ ہاشم کی نوکری کا کوئی مسئلہ چل رہا تھا۔ وہ پریشان تھا اس لیے عاصمہ کا خود بھی جی نہیں تھا کہ وہ بھائی کو پریشان کرے مگر وہ اب کیا کرے گی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کیا؟" عدیل جیسے سنتے ہی سکتے میں آگیا۔

"میں نے سمجھایا ہے ان لوگوں کو۔ مگر۔" انسپکٹر کچھ بے بسی سے بولا۔

"تو ٹھیک ہے اگر وہ کورٹ میں جانا چاہتے ہیں تو یونہی سہی۔ میں یہ کیس لڑوں گا اور اپنی آخری سانسوں تک مجھے ہار نہیں ماننی۔ اپنی بیٹی کو حاصل کر کے رہوں گا۔" وہ سخت غصے اور اشتعال میں آگیا۔

وہ کیا کرتا۔ مثال میں جیسے اس کی جان اٹکی تھی۔ دو دن سے وہ اس کو دیکھ نہیں پایا تھا۔

وہ بیٹی جس کو وہ اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا تھا۔ رات کو اپنے ساتھ ہی سلاتا تھا۔ وہ نانی کے گھر جاتی تو وہ آفس سے سیدھا اس سے ملنے پہنچ جاتا۔

اور اب پورے بائیس گھنٹوں سے وہ اسے نظر نہیں آئی تھی۔

"تم فکر نہیں کرو۔ میں نے بات کی ہے۔ سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے۔ تمہاری سابقہ مسز تو کسی صورت بیٹی کو دینے کے لیے تیار نہیں مگر تمہاری ساس نے مجھ سے ٹائم لیا ہے کہ اس دوران۔ وہ بیٹی کو سمجھالے گی تو ایک بار پھر بات کر لیں گے۔"

انسپکٹر نے عدیل کا غصہ دیکھ کر قدرے نرمی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں! وہ نہیں مانے گی۔" عدیل کو بشریٰ پر اتنا شدید غصہ آرہا تھا کہ جی چاہ رہا تھا ابھی جا کر اس ضدی ہٹ دھرم عورت کا گلا دبا دے۔

"نہیں عدیل! ایسا نہیں ہے۔ میں نے تمہاری ساس کی باتوں میں کافی لچک محسوس کی ہے۔" انسپکٹر پر امید تھا۔

"کیا مطلب؟" عدیل اس کی بات پہ کچھ چونکا۔

انسپکٹر کچھ دیر خاموش رہا کہ عدیل کو اس بات کا کیا مطلب سمجھائے۔ اسے خود بھی امید کم تھی۔ مگر تھی۔

"جو بھی ہے وہ ماں ہے بشریٰ کی .... اس نے ان چار پانچ دنوں میں بہت کچھ سوچا تو ہو گا۔ اس لیے وہ کچھ ٹائم لے رہی ہے۔" وہ رک رک کر بولا۔

"یار! میں ابھی بھی نہیں سمجھا۔ کیا مطلب ہے اس بات کا۔" عدیل زچ ہو کر بولا۔

وہ تو بس جھٹ سے مثال کو دیکھ لینا چاہتا تھا۔ ایک بار اسے گلے سے لگا کر خوب پیار کرنا چاہتا تھا۔

وہ بیمار تھی جب اسے عمران یہاں سے لے کر گیا تھا۔ اب وہ کیسی تھی بہتر تھی یا ویسی ہی وہ دیکھنے کے لیے بے چین تھا۔

"یار دیکھو نا! ابھی تمہاری بچی بھی بہت چھوٹی ہے اور تمہاری۔ مسز سابقہ۔ ظاہر ہے اس کی ماں اسے ساری عمر گھر میں تو نہیں بٹھائے گی۔ اس کے دماغ میں بھی ان چار پانچ دنوں میں، بہت کچھ چلا ہو گا۔ اس نے بیٹی کے مستقبل کے متعلق بہت کچھ سوچا ہو گا۔"

انسپکٹر طارق کی بات نے جیسے گردش کرتی کائنات روک دی۔ عدیل کا دل بھی جیسے تھم سا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایسی بات تو اس نے ان چار پانچ دنوں میں ایک لمحے کے لیے ایک ثا کے لیے بھی نہیں سوچی تھی۔
بشریٰ کسی اور کی۔ ناممکن۔
وہ عجیب سی نظروں سے انسپکٹر کو دیکھے گیا۔
"میرے دوست! یہ دنیا ہے اور یہاں زندگی گزارنے اور اسے چلتے رہنے کے لیے ان ہی سلسلوں کی ضرورت ہے اس کے بغیر یہاں سروائیو کرنا بہت مشکل ہے۔" وہ مبہم سی بات کر کے کھڑا ہو گیا۔
"انتظار کروان شاء اللہ بہت اچھا ہو گا جو بھی ہو گا۔" وہ اسے تسلی دے کر جانے لگا۔
"اور کتنا انتظار کرنا ہو گا مجھے۔ میں اپنی بیٹی سے ملنا چاہتا ہوں۔" وہ بے قرار ہو کر بولا۔
"صرف ایک دو دن ٹھہر جاؤ ان شاء اللہ کسی نہ کسی نتیجے پر ہم پہنچ جائیں گے۔ تھوڑا سا صبر کرنا ہو گا اور ریلیکس ہو جاؤ۔ خود کو اتنا نہ تھکاؤ تمہاری بیٹی تمہیں ہی ملے گی۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت تم سے دور نہیں لے جا سکتی۔" وہ اس کا کندھا — تھپتھپا کر اسے تسلی دیتا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
دونوں ایک ریسٹورنٹ میں ملے تھے۔ انسپکٹر طارق اجازت لے کر چلا گیا عدیل وہیں بیٹھا رہا۔ ایسا لگ رہا تھا اسے کہیں بھی نہیں جانا ہے۔
"گھر۔۔۔ گھر جا کر کیا کرتا۔۔۔ خالی گھر۔۔۔ خالی کمرے۔۔۔ خالی دل!"
وہ یونہی بیٹھا ارد گرد خوش گپیوں میں مصروف قہقہے لگاتے نہ تھکنے والی باتوں اور نہ رُکنے والی گفتگو کرتے آتے جاتے لوگوں کو یک ٹک دیکھتا چلا جا رہا تھا۔
لوگ کیسے اتنا خوش رہ لیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے جڑے اور بندھے۔۔۔ ایسے رشتے جن کے ٹوٹنے کا خوف نہیں۔
صرف ایک ہفتہ قبل تک وہ بھی تو ان ہی لوگوں جیسا تھا ہنستا مسکراتا نہ تھکنے والی گفتگو کا حصہ بنا خوش باش خاندان کا حصہ۔۔۔
ایک ضد۔۔۔ ذرا سی دیوانگی نے سب کچھ ختم کر ڈالا۔
اس کے ہاتھ کیا آیا۔ یہ سونا پن اور خالی زندگی۔۔۔ اور بشریٰ جب کسی اور کی ہو جائے گی۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔
اسے لگا کسی نے اس کے دل پر گھونسا مارا ہے۔ بشریٰ کسی اور کی۔۔۔ ناممکن۔
مگر وہ طلاق کا دھبہ ماتھے پہ سجائے تا عمر تو بیٹھی نہیں رہ سکتی۔ ابھی پانچ ماہ پہلے تو اس نے بشریٰ اور مثال کے ساتھ مل کر اس کی انتیسویں سالگرہ منائی تھی اور وہ جتنی خوش لباس نازک اندام تھی۔ کہیں سے بھی پچیس چھبیس سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی۔
"تو۔۔۔" اس کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا۔ وہ تیزی سے اٹھ کر چلا گیا۔

☆ ☆ ☆

"نہیں امی۔۔۔ یہ ممکن نہیں۔ کسی بھی صورت نہیں۔ میں مر تو سکتی ہوں۔ مگر اس کے حوالے اپنی بیٹی نہیں کر سکتی۔" بشریٰ ضدی لہجے میں بچوں کی طرح زور سے سر ہلاتی کہتی چلی گئی۔
ذکیہ بے بس سی اس ضدی بیٹی کو دیکھتی چلی گئیں جس نے آج کل ماں کی ایک نہ ماننے کی قسم کھالی تھی گویا۔
"حوالے کرنے کو کون کہہ رہا ہے بشریٰ؟" ذکیہ نرمی سے بولیں۔
"کچھ بھی کہیں۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں۔" وہ اسی ہٹ دھرم لہجے میں سر جھٹک کر بولی۔

"تم ابھی کچھ بھی نہیں سمجھ رہیں نہ سوچ رہی ہو۔" ذکیہ نے گہرا سانس لے کر قدرے مبہم انداز میں کہا۔
"کیا مطلب؟" ماں کے لہجے نے بشریٰ کو کچھ چونکایا۔
"کیا کرو گی اکیلی اس بچی کے ساتھ۔" وہ لمحہ بھر خاموش رہ کر بولیں۔ بشریٰ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔
وہ ذکیہ کی بات بالکل بھی نہیں سمجھی تھی۔
"امی! کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟" وہ کافی دیر تک ذکیہ کے خاموش رہنے پہ بولی۔
"مثال ابھی چھوٹی ہے اسے تمہاری اور باپ دونوں کی محبت بھی چاہیے اور توجہ بھی اور تم یہ تو مانو گی۔ مثال کو عدیل سے بڑھ کر نہ کوئی پیار دے سکتا ہے نہ توجہ اور نہ۔۔۔" ذکیہ بشریٰ کی تیز نظروں سے خائف ہو کر ایک دم سے چپ کر گئیں۔
"اور نہ اسے آگے کیا کہنا چاہتی ہیں آپ۔" وہ تیکھے پن سے بولی۔
"جتنے مہنگے اسکول میں وہ پڑھ رہی ہے جتنے مہنگے وہ کپڑے جوتے کھلونے جن سے وہ کھیلتی ہے۔ فرمائش کرتی ہے۔ وہ سب صرف عدیل جیسا باپ ہی پوری کر سکتا ہے۔" ذکیہ نے رک رک کر بشریٰ پر کچھ صورت حال واضح کرنے کی کوشش کی۔
"امی!" بشریٰ پر تو جیسے صدمے کا پہاڑ ہی ٹوٹ پڑا "میری مثال۔ اس کا کھانا پینا۔ پہننا اوڑھنا۔ اس کا اسکول آپ پر ابھی سے بوجھ بن گیا۔ ابھی سے۔" اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کے آنسو بہتے ہی چلے گئے۔
"بشریٰ! میری بچی! میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" ذکیہ اس کے آنسوؤں سے ایک دم گھبرا کر رہ گئیں۔
"بس امی۔۔۔ میں سب سمجھ گئی ہوں اور صاف بات ہے۔ پہلے بھی آپ کو میرے بسنے اجڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی آپ کو صرف بیٹے سے پیار ہے۔ اسی کو بچانے کے لیے آپ نے میرا گھر اجاڑ دیا۔ آپ فکر نہیں کریں میں مثال کو لے کر چلی جاؤں گی کچھ دنوں میں یہاں سے۔" وہ آنسو صاف کرتی غصے میں بولتی اٹھ کر چلی گئی۔
ذکیہ پریشان سی بیٹھی رہ گئیں۔

☆ ☆ ☆

"امی! بھائی کبھی نہیں مانے گا میں جانتی ہوں۔ اس مثال میں تو اس کی جان ہے۔" فوزیہ نے بڑے سوٹ کیس میں پڑے شادی کے لیے جمع کیے ہوئے سامان کو نکالتے ہوئے کہا۔
"ارے تو کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ کا دم چھلا ساتھ لگانے کی اور وہ بالشت بھر کی لڑکی ماں جیسی ہوشیار ہے باپ کو عمر بھر مٹھی میں رکھے گی یہاں رہے گی۔ باپ کے پاس تو اسے کچھ اور سوچنے نہیں دے گی۔" نسیم زہر خند لہجے میں بولیں۔
اور یہ تو ان کی منشا کے عین مطابق ہو گیا تھا کہ عمران مثال کو زبردستی لے گیا تھا ورنہ عدیل خود سے تو اسے کبھی نہیں بھیجتا۔
"مگر امی! بھائی کو کیسے سمجھائیں گی؟" فوزیہ نے خود کو بہت صفائی سے اس سارے معاملے سے الگ کر لیا تھا۔
یوں بھی جب سے اس کی خالد سے فون پر بات ہوئی تھی وہ ایک بار ماں کے ساتھ گھر چکر بھی لگا گیا تھا۔
اگرچہ فوزیہ خالد کو دیکھتے ہی لمحے بھر کو بھڑکی تھی۔ ماں سے خفا بھی ہوئی تھی۔ خالد کا رنگ بھی پکا تھا اور عمر بھی دیکھنے میں اچھی خاصی لگ رہی تھی پھر سر پر بال نہ ہونے کے برابر۔
فوزیہ یہ تو جیسے سکتے میں چلی گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہنستے ہوئے خالد کی پوری بتیسی بھی باہر آجاتی تھی اگرچہ قدوقامت کافی حد تک معقول تھا مگر یہ تین چار خامیاں ہی اس کا دل توڑنے کے لیے کم نہ تھیں۔

"امی۔۔۔ میں۔۔۔ خالد سے ملی ہیں آپ؟ اس کی عمر اس کا پکا رنگ' گنجا سر اور۔۔۔" وہ ان کے جاتے ہی روہانسی ہو کر بولی۔

اور نسیم نے فوزیہ کے ہونٹوں پہ زور سے انگلی رکھ دی تھی۔

"ایک لفظ منہ سے نہ نکالیو یہ اللہ نے تیرے لیے آخری موقع بھیجا ہے سمجھ معجزہ بنا کر ورنہ طلاق کے بعد اور اتنی عمر ہو جانے کے بعد سچ فوزیہ! میں تو دل چھوڑ بیٹھی تھی کہ اب میرے جیتے جی تو کہیں تیرے ہاتھ پیلے نہیں ہونے والے اور میں اپنے سوہنے رب کے صدقے جاؤں' کیسے اس نے مجھ بیوہ بے کس کی سن لی۔ اب تو نے ایک حرف منہ سے نہیں نکالنا۔ بس شکر کرا پنے رب کا۔"

نسیم کا بروقت ٹوکنا فوزیہ کو بھی بہت کچھ جتا گیا۔

ہاں۔ طلاقن بن جانے کے بعد کہاں ممکن تھا۔ اسے کوئی دوہاجو دو چار بال بچوں والا یا رنڈوا کے علاوہ کوئی رشتہ مل جاتا۔

خالد کی تو صرف عمر زیادہ تھی' ذرا شکل کم تھی۔ رنگ پکا تھا' بال کم تھے تو کیا ہوا۔ اس کے پاس درہم تھے۔ اچھا دل تھا اور خوب صورت احساس۔

اس کا اندازہ اسے فون پہ خالد سے بات کر کے ہوا۔

اور پھر وہ سب کچھ بھول گئی۔ صرف مہینے بھر میں ہونے والی رخصتی کے دن گننے لگی تھی۔

☆ ☆ ☆

"کل وہ تاریخ رکھنے آرہے ہیں اور ہمارے گھر میں کوئی تیاری ہی نہیں۔ دیکھو تو اس عدیل کو' کچھ پتا ہی نہیں' فکر نہیں کہ گھر بھی جانا ہے' وہاں بھی کوئی کمبخت بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے۔" نسیم جوڑے الٹ پلٹ کرتے ہوئے بڑبڑانے لگیں۔

"امی! مثال کو لے آئیں گے بھائی تو اچھا ہے آپ کے پاس دوسراہٹ ہو جائے گی۔" فوزیہ نے اشارتاً اپنی رخصتی کے بعد کی بات کی۔

"خاک دوسراہٹ ہوگی اور میرا سر درد بڑھ جائے گا۔ کون اس کو کھلائے پلائے گا۔ نہلائے دھلائے گا۔ اسکول بھیجنا' تیار کرنا اور اللہ جانے کیا کیا سیاپے ہیں' کون کرے گا۔ میری بوڑھی بیمار جان تو یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔" نسیم کے دل کے سارے اندیشے زبان پر آگئے۔

"پھر تیرے جانے کے بعد میں کیسے یہ سب کروں گی' نہ بابا! اسے رہنے دو اس کی ماں کے پاس۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر بولیں۔

"پھر۔۔۔ عدیل کا رشتہ کرتے ہوئے یہ لڑکی رستے میں رکاوٹ بنے گی' چلو طلاق کا معاملہ بندہ کچھ بھی کہہ کر ادھر ادھر کر سکتا ہے کہ بیوی صحیح نہیں تھی' مگر اس مثال کی موجودگی میں لوگ ہچکچائیں گے رشتہ کرتے ہوئے۔" نسیم دور کی کوڑی لے کر آئیں۔ فوزیہ ماں کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

"امی۔۔۔ آپ بھائی کی دوسری شادی کی بات کر رہی ہیں۔"

"ہاں تو پاگل!" کیا اسے یوں ہی بٹھائے رکھوں گی اور میں نے تو بلقیس سے کہہ بھی دیا تھا کہ کوئی اچھا سا رشتہ ہاتھ میں رکھے بس آٹھ' دس دنوں میں سلسلہ شروع کر دیں گے۔ وہ مزے سے بولیں تو فوزیہ ماں کو سمجھتے ہوئے بھی

بے بس سی رہ گئی۔

"بلکہ میں تو کہتی ہوں تیری شادی سے پہلے اگر کہیں بات وات پکی ہو جائے۔ شادی مہینہ دو مہینہ میں ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہے۔" وہ اور بھی جوش میں آئیں۔

"امی! اتنی جلدی۔" فوزیہ پریشان سی ہو گئی۔

"ہاں تو پگلی! میں اکیلی گھر کہاں چلا سکتی ہوں' اب تیرے جانے کے بعد مجھے ہی تو یہ سب کچھ سوچنا ہوگا۔ اب اللہ رکھے میرا بچہ کوئی اکیلا تھوڑی رہے گا۔ میں تو ابھی اسے یوں اجڑا اجڑا دیکھ کر بمشکل اپنے دل کو سنبھالے ہوئے ہوں۔" نسیم بیٹے کی محبت میں تڑپ کر بولیں۔

"ہاں امی! بھائی کی طرف تو دیکھا نہیں جاتا۔ اتنے چپ چپ رہنے لگے ہیں' کبھی کبھی تو مجھے دکھ ہوتا ہے اور تھوڑا پچھتاوا بھی۔ کیا تھا امی! آپ خوامخواہ یہ شرط نہ لگائیں بھائی کا گھر تو بسا رہتا۔" فوزیہ کے خیالات میں بڑی جلدی تبدیلی آئی تھی۔

کیونکہ اس کی اپنی قسمت جو تبدیل ہونے جا رہی تھی کبھی تو وہ اس بشریٰ کا نام سننے کی روادار نہیں تھی اور اب اسے لگ رہا تھا کیا فرق پڑتا اگر وہ بیاہ کر چلی جاتی۔ بشریٰ عدیل کے ساتھ رہتی۔ ان کا گھر بنا رہتا' اسے کچھ فرق تو نہیں پڑنا تھا۔

مگر یہ تو اب کی بات ہے۔۔۔ اب اور تب میں فرق تھا۔ جبکہ بشریٰ اور عدیل کی شادی ختم ہو چکی تھی۔ وہ بھی فوزیہ کی وجہ سے۔

"چھوڑ پرے۔ وہ اس قابل نہیں تھی کہ اسے عزت اور شان سے اس گھر میں بسایا جاتا۔ کمبخت سانس بھی وہاں کی مرضی سے لیتی تھی' کہاں ٹکنا تھا اس نے۔۔۔ تیرے جاتے ہی وہ عدیل کو لے کر یہاں سے چلنے کی کرتی تو میں پڑھیا کیا بگاڑ لیتی اس کا۔"

نسیم' بشریٰ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھی' اس صورت میں بھی نہیں جبکہ ایسا ہونا اب ممکن بھی نہیں تھا۔

"خیر چھوڑیں اس موضوع کو۔ کل کا کیا پروگرام ہے۔ آنٹی نے بتایا نہیں کتنے لوگ آئیں گے ان کے ساتھ؟" فوزیہ جلد اکتا گئی بھائی کے بورنگ ٹاپک سے بات کا رخ اپنی طرف موڑنے کو بولی کہ آج کل اس کی دلچسپی

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

شائع ہو گئے ہیں

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

صرف اسی میں تھی۔

"زیادہ نہیں۔ ایک اس کی بہن، دوسری نند اور اس کا شوہر اور ایک شاید بیاہی بیٹی اور داماد ہوگا۔ بہت ہی کیئر دار خیال کرنے والے لوگ ہیں، دھیمے اور سلجھے ہوئے۔ فوزیہ! تیری تو سمجھ اور لاٹری نکل آئی ہے۔" نسیم بیگم بہت خوش تھیں۔

فوزیہ دل ہی دل میں خوش ہونے لگی۔

"امی! بھائی ابھی تک نہیں آئے۔" اس کی نظر گھڑی پر پڑی تو تشویش سے بولی۔

"ہاں، اتنا وقت تو کبھی نہیں ہوا۔ فون ملا ذرا، اس بات کرتی ہوں۔ پتا نہیں شام سے اس نے کچھ کھایا بھی یا نہیں۔" نسیم فکر سے بولیں تو فوزیہ فون پر نمبر ملا کر کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگی، پھر مایوسی سے سیل ایک طرف رکھ دیا۔

"فون نہیں اٹھا رہے۔"

"راستے میں ہوگا، خیر سے آتا ہے تو کل کا پروگرام طے کرتی ہوں اس سے کیا کیا کھانے میں ہوٹل سے آئے گا۔" نسیم اگلا پروگرام دل میں سوچے ہوئے تھیں۔

✡ ✡ ✡

"مما... مما... پاپا آئے ہیں۔" مثال، بشریٰ سے بال بنوا رہی تھی رات کے پہننے والے کپڑے وہ پہن چکی تھی۔

باہر لاؤنج کی طرف ماموں کے ساتھ کھیلنے جا رہی تھی کہ کھڑکی سے لپٹے پردے سے دیکھتے ہوئے ایکدم سرخوشی کے عالم میں بولی۔

بشریٰ ایکدم سے ساکت رہ گئی۔

اسے لگا بالکل پہلے جیسے دن ہیں وہ کچھ دنوں کے لیے ماں کے گھر آئی ہے اور اب عدیل اسے اور مثال کو لینے کے لیے آیا ہے۔"

وہ بے حس ہاتھ میں ہیئر برش لیے بیٹھی رہ گئی۔

مثال اچھلتی کودتی باہر جا چکی تھی۔

گیٹ کھلا تھا، عمران باہر کچھ لینے کے لیے گیا تھا۔ گیٹ ذرا سا کھلا تھا۔

عدیل گھر کی طرف جا رہا تھا کہ یہاں سے گیٹ کے آگے سے گزرتے ہوئے وہ بے اختیار بریک لگا بیٹھا۔

گیٹ کھلا دیکھا تو گاڑی باہر ہی کھڑی کر کے وہ کچھ جھجکتے ہوئے گھر کے اندر آگیا۔

ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اندر جائے یا نہیں کہ مثال پاپا، پاپا پکارتے بھاگتی اس سے آکر لپٹ گئی۔

اور اسے یوں لگا جیسے صحرا کے ایک لمبے سفر کے بعد اسے کسی ٹھنڈے نخلستان کے نیچے پناہ مل گئی۔

اس نے زور سے مثال کو اپنے ساتھ بھینچ لیا۔ آنکھیں بند کیے وہ بے اختیار رونے لگا۔

مثال بھی باپ کے ساتھ زور سے لپٹی تھی۔ جب عمران ہاتھ میں شاپر لیے اندر آیا۔

اندر کے منظر نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

اس کے خون میں ابال سا اٹھنے لگا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا تھا کہ اندر سے آتی ذکیہ نے وہیں سے صورت حال کا اندازہ کر لیا۔

"عمران! تم اندر آجاؤ۔" وہ وہیں سے حکمیہ لہجے میں بولیں۔

عدیل اور مثال نے چونک کر انہیں دیکھا۔

انسپکٹر نے عدیل کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اگر وہ خود سے مثال کو زبردستی لے کر آئے گا یا کچھ ایسا ویسا غیر قانونی حرکت کرے گا تو یہ حرکت اس کے کیس کو اور بھی کمزور کر دے گی اور اس کی بیٹی کو اور بھی اس سے دور لے جائے گی اس لیے ایسا کرنے کا تو اس کا ارادہ نہیں تھا۔

مگر بیٹی کو سامنے دیکھ کر سینے سے لگا کر اب خود سے الگ کرنا بھی اسے بہت مشکل لگ رہا تھا۔

"پاپا... آئیں نا اندر... مما اندر ہیں۔ اب مما بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ ہمیں لینے کے لیے آئے ہیں نا۔" مثال باپ کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اندر لے جانے لگی۔

عدیل نے اپنے قدم وہیں مضبوطی سے جما لیے۔ ذکیہ اور عمران بھی مثال کی بات پر نظریں چرا کر رہ گئے۔

کھڑکی میں کھڑی بشریٰ، مثال کو باپ سے لپٹے اس کے ساتھ لگے دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی روئے جا رہی تھی۔

آج اتنے دنوں بعد اس ستم گر کو سامنے دیکھ کر کیسے اس کا دل پانی بن کر بہے جا رہا تھا۔ حالانکہ اسے عدیل پر سخت غصہ تھا۔ نفرت ہو چکی تھی اس سے... مگر یوں اسے سامنے دیکھ کر وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکی۔

"پاپا آئیں نا... ابھی جائیں، مما کے پاس چلتے ہیں۔" وہ باپ کو بے حس و حرکت کھڑے دیکھ کر کھینچتے ہوئے بولی۔

"نہیں بیٹا میں پھر کسی دن آؤں گا۔ ابھی مجھے ایک بہت ضروری کام سے جانا ہے میں پھر آؤں گا۔" وہ ایک دم سے اس سے ہاتھ چھڑا کر بولا۔

مثال حیران سی باپ کی شکل دیکھنے لگی۔ اس نے کتنی آہستگی سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ جدا کیا تھا۔ اتنا اجنبی تو اسے اپنا باپ کبھی بھی نہیں لگا تھا۔

ذکیہ آگے بڑھ کر آگئیں۔ انہوں نے مثال کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"چلو مثال! اندر چلو بیٹی! تمہارے پاپا بعد میں آئیں گے تم سے ملنے۔" وہ نرمی سے اسے ساتھ لگا کر بولیں۔

"مگر نانو! مجھے تو پاپا کے ساتھ جانا ہے۔" وہ کمزور سے ضدی لہجے میں بولی۔ وہ چند ہی دنوں میں بہت بڑی بڑی لگنے لگی تھی۔

"مثال میری جان! میں پھر آؤں گا آپ کو لینے۔ آپ ابھی ریسٹ کرو۔ میں چلتا ہوں۔" اسے مڑ کر پیار کرتے ہوئے وہ بمشکل خود پر قابو پا کر تیزی سے ادھ کھلے گیٹ سے باہر نکل گیا۔

مثال، باپ کی طرف دیکھتے ہوئے رونے لگی۔

"پاپا۔" وہ بہت ہولے سے بولی تھی جیسے اونچی آواز میں چیخے گی تو سب اسے ڈانٹیں گے۔ وہ نانی کے ساتھ اندر جاتے ہوئے رو رہی تھی، مگر اب کے دل میں باپ کو پکار رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی منزل

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مطلقہ بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کرکے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کرکے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہوکر بشریٰ اور اس کے گھر والوں کو موردِ الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ زبیر کے ہاتھوں لٹ جانے پر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔

عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑجاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل، عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔

بارہویں قسط

دلہن بنی فوزیہ پہ کمال کا روپ آیا تھا۔

یہ نسیم بیگم ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ اس تقریب میں موجود سب ہی لوگوں کا خیال تھا۔ فوزیہ کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔

ساتھ بیٹھا خالد نہ صرف جچ رہا تھا بلکہ ہر کسی نے ایک جیسی جوڑی کہہ کر خوب تعریفیں بھی کیں۔

نسیم کی خوشی کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے صدیوں کا بوجھ کسی نے یک لخت ان کے کاندھوں سے اتار دیا ہو۔

''اے بہن! تمہاری بہو کہاں ہے؟ اپنے عدیل کی بیوی شادی کی کسی تقریب میں نہیں تھی۔ کیا لڑ بھڑ کر میکے جا بیٹھی ہے؟'' خالدہ بھابھی کی بہو اتنی معصوم تھی نہ سادہ اور خاندان میں پھیلی اس خبر سے یقیناً ''نا آشنا'' بھی نہیں ہوگی مگر کمبخت نے ایسے موقع پر ساری خوشی کا جیسے مزا ہی کرکرا کردیا ہو پوچھ کر۔ نسیم نے پہلے تو یوں ظاہر کیا جیسے فضول بکواس انہوں نے سنی ہی نہیں مگر وہ بھی سوڈھیٹوں کی ایک تھی۔

''اے آپا۔۔۔ سنتیں نہیں، تمہاری بہو نہیں نظر آرہی مجھے۔ کسی اور سے پوچھنا اچھا نہیں لگا۔ ہوجاتی ہیں گھروں میں سو باتیں پر ایسے موقع پر تو بہو کو موجود ہونا چاہیے۔'' شمسہ کی یہی عادت سارے خاندان کو بری لگتی تھی۔ وہ کسی بات کے پیچھے پڑجاتی تو اس کے بخیے ادھیڑ دیتی تھی۔

''دیکھو تو اپنے عدیل کی طرف دیکھا نہیں جا رہا۔ کیسے اکیلا اکیلا لگ رہا ہے۔''

''ہاں تو چھٹن ہے گھر بسانے والے اس بشریٰ کے؟'' نسیم جیسے پھٹ کر بولیں۔

شمسہ تو یوں بھولی بن کر دیکھنے لگی جیسے کسی بہت بڑے انکشاف کی منتظر ہو۔

''شمسہ! میں صاف بولوں اتنی کم فہم تم بھی نہیں ہو مگر تولی ہوگی اڑتی پڑتی کوئی ایسی بات۔۔۔ پر زخموں پر نمک چھڑکنے کا تو اس خاندان کو ہڑکا ہے۔'' نسیم اس پر الٹ پڑیں۔

''اللہ توبہ۔۔۔ توبہ۔۔۔ سو بار میری توبہ، میں نہ تین میں نہ تیرہ میں اور مجھے کون ایسی باتیں بتائے گا بھلا، جو میں نے کبھی دلچسپی لی ہو۔ ہمیشہ زندگی بھر ایک ہی اصول رہا ہے میرا۔ اپنے کام سے کام رکھو بابا!'' وہ خود کو خوب معصوم ظاہر کرنے پہ پورا زور لگانے لگی۔

نسیم بری طرح بے زار ہوگئیں۔ پیچھا چھڑانے کے لیے صاف کہہ دیا۔

''طلاق دے دی ہے عدیل نے اس کو۔ جینا دوبھر کر رکھا تھا اس نے میرے بچے کا۔ دن رات فرمائشیں ضدیں۔۔۔ ہر وقت ناک میں دم کیے رکھتی تھی۔ مرد بچہ تھا برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے سو تین حرف بولے اور چوٹی پکڑ کر چلتا کیا۔'' نسیم نے یوں سینے پر ہاتھ رکھ کر چار لائنوں میں پوری کہانی کہہ دی جیسے عدیل نے بڑا مردوں والا کارنامہ انجام دیا ہو۔

''اوئی طلاق دے دی؟'' وہ صدمے سے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

''ہچ۔۔۔ ہچ بے چارہ بچہ۔۔۔ کیسا اکیلا سا نظر آرہا ہے اجڑا ہوا۔'' وہ جی بھر کے تڑپی اور ہمدردی لہجے میں سمو کر بولی۔

''اجڑیں اس کے دشمن۔ میرا بچہ گھربار والا، ایسی اچھی نوکری گاڑی، گھر کیا نہیں میرے بچے کے پاس۔ لڑکیوں کا کوئی کال پڑگیا ہے۔ ابھی اسی فنکشن میں دس ماؤں نے میرا پلو پکڑ کر صاف اپنی بیٹیوں کے رشتے میرے آگے ڈال دیے ہیں۔ پر اب کے تو میں کوئی دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ اپنے بچے کے لیے خوب چھان پھٹک کر بہو لے کر آؤں گی۔'' نسیم سینہ ٹھونک کر بولیں۔

شمسہ لمحہ بھر کو تو کھلے منہ کے ساتھ دیکھتی رہ گئی۔ کچھ بول ہی نہ سکی۔ نسیم نے طلاق کی بات سنا کر اسے افسوس

شائع ہوگئے ہیں

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 250 روپے

☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 600 روپے

☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنے کا چانس بھی نہیں دیا تھا۔
عدیل کی نئی شادی کی بات شروع کردی تھی۔
"ایک لڑکی بھی تھی نا عدیل کی اس بشریٰ سے؟" شمسہ کو اردگرد بھاگتے بچوں کو دیکھ کر کچھ یاد آیا۔
نسیم نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔
"کمبخت شکل سے ایسے بی معصومہ بنی کھڑی ہے جیسے میں اس کی بھینگی عظمیٰ کو اپنے عدیل کے لیے مانگ ہی لوں گی نا!"
"ہاں ہے تو۔ وہ عدیل کے پاس ہی رہے گی بچی تو اسی کی ہے۔" وہ پھر سے اسی طرح سینہ چوڑا کر کے بولیں۔
"اچھا!" شمسہ کچھ خاموش سی ہوگئی۔
"کیوں کیا ہوا؟" نسیم کو اس کے اتنے مختصر "اچھا" سے کچھ وحشت سی ہوئی تو گھبرا کر پوچھنے لگیں۔
"آپا! برا نہیں ماننا۔ وہ ہا جو تو ہو گیا نا تمہارا عدیل اب اگر تم پسند کی لڑکی ڈھونڈو گی تو یہ لڑکی دم چھلا ہو گی عدیل کا تو تمہارے خیال میں لوگ ہنسی خوشی دے دیں گے رشتہ؟" گنوں کی پوری تھی یہ شمسہ۔ جو بات نسیم کے دل میں کسی سنپولیے کی طرح کنڈلی مارے بیٹھی تھی کیسے اس نے کھٹاک سے کہہ دی۔ نسیم فوراً" تو جیسے کچھ بول ہی نہ سکیں۔
"میں تو کہوں آپا! اس لڑکی کو ماں کے حوالے کردو سیدھا سیدھا۔ تم یا عدیل کیوں یہ مصیبت اٹھاؤ۔ ایک تو پالنے کا کشٹ پھر پڑھاؤ لکھاؤ۔۔۔ لڑکی ذات اس کی چوکیداری الگ سے' دوسرے عدیل کے رشتے کے رستے میں رکاوٹ پھر آخر میں بیاہنے کا مسئلہ۔ اپنی فوزیہ کو لے لو اچھے رشتے کی تلاش میں سمجھو دانتوں پسینہ آگیا۔ اب تم سوچ لو خوب اچھی طرح۔"
نسیم تو اس کی شکل ہی دیکھتی رہ گئیں۔
کیسے شمسہ نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے رکھ دیا تھا۔
"بولو آپا نسیم! کیا میں نے غلط کہا؟" وہ نسیم کو بت بنا دیکھ کر فخریہ لہجے میں پوچھنے لگی۔
"اب یہ ساری باتیں میں اور تم تو سمجھ سکتے ہیں۔ عدیل کو کون سمجھائے گا۔ وہ تو اس بالشت بھر کی لڑکی کے لیے بادلا ہوا جا رہا ہے۔ جیسی جادو کرنی ماں تھی' ویسی ہی بیٹی ہے اسے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ سمجھو مارے باندھے اس نے بہن کی شادی کے انتظامات کیے ہیں۔ ہر بات کو مجھے دس دس بار کہنا پڑا ہے۔ پھر بھی دس کام ادھورے رہ گئے۔ وہ تو اللہ نے کرم کیا فوزیہ کی ساس بلکہ سارا سسرال ہی ایسا اچھا اور مہربان ملا کہ آدھا ادھورا جہیز بھی انہوں نے ماتھے شکن ڈالے بغیر قبول کرلیا۔ اب عدیل کو یوں چھوڑ تو نہیں سکتی نا میں!" نسیم کو تو جیسے سب کچھ کہنے کو کسی ہمدرد کا کاندھا مل گیا کہتی چلی گئیں۔
"لو اس عدیل کو کیا ہو گیا۔ اب دفتر جائے گا یا اس بچی کی دیکھ ریکھ کرے گا بلکہ میں تو کہوں آپا! یہ تمہاری سمدھن کی ہوشیاری ہو گی ساری۔" وہ قریب ہو کے یوں رازداری سے بولی جیسے سمدھن کا کوئی وہاں ضرور ہی موجود ہو گا۔
"کیا مطلب؟" نسیم جیسی گھاگ عورت کی عقل شمسہ کی ذہانت کے سامنے چوپٹ ہو گئی تھی جیسے!
"میری بھولی آپا! تمہاری سمدھن اپنی چھوکری کو سدا گھر میں بٹھا کر رکھے گی کیا؟" نسیم تو ٹکر ٹکر دیکھے گئیں۔ وہ واقعی شمسہ کا مطلب نہیں سمجھی تھیں۔
"آپا! وہ اس کی شادی عدت ختم ہوتے ہی فوراً" کرنے کی کوشش کرے گی' دوہاجو یا اس جیسے طلاق والے اسے بھی جلد یا بدیر مل ہی جائیں گے۔" شمسہ نسیم سے جڑ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں' کنوارا تو ملنے سے رہا۔ کم عمر تو نہیں ہے بشریٰ۔ اوپر سے یوں ہی لڑکیوں کا سا بناؤ سنگھار کیے پھرتی ہے۔"
نسیم کو پھر خوامخواہ جی بھر کر بشریٰ پر غصہ آیا۔
ایک دم انہیں لگا کہ وہ جس کام کو بہت آسان سمجھ رہی تھیں' وہ تو بہت کار دشوار ثابت ہونے والا ہے۔ عدیل کا دوسرا رشتہ تلاشنا آسان نہیں ہو گا اور اتنے دنوں تک گھر کی گاڑی کیسے چلے گی۔۔۔ کون چلائے گا' کیسے ہو گا

نسیم تو زمانے ہوئے کام کاج سے فارغ بیٹھی تھیں۔ کچھ فوزیہ نے سنبھال لیا تو کچھ بشریٰ نے۔ اب پھر۔۔۔ نئے سرے سے لڑکی ڈھونڈنا خاندان کی چھان پھٹک۔۔۔ لڑکی کے چال چلن اور دس بکھیڑے۔۔۔
"یہ کیا پنگا لے لیا عدیل نے؟" نسیم کو آخر میں۔۔۔ عدیل پر ہی غصہ آیا۔
"ظاہر ہے اب دوسرا رشتہ بھلے کتنا ہی اچھا کیوں نہ ملے۔ وہ بھی بشریٰ کو ایک بچے کے ساتھ تو قبول نہیں کریں گے نا۔" شمسہ اپنی ہی رائے چھیڑے ہوئے تھی۔
نسیم خالی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ ساری خوشی اُڑن چھو ہو گئی تھی۔
فوزیہ جا رہی تھی اور پورے گھر اور گھرداری کی ذمہ داری نسیم کے بوڑھے کندھوں پر آپڑی تھی۔
وہ تو سالوں سے صوفے اور بستر پر بیٹھی بس حکم چلا رہی تھیں یا کیڑے نکال رہی تھیں۔
"مسودہ تمہاری سمدھن تو یہی چاہے گی کہ بچی باپ کے پاس چلی جائے' پر آپا! میری مانو تو بالکل بھی یہ غلطی نہیں کرنا۔ ورنہ سر پکڑ کر روؤ گی۔" وہ نسیم کے پریشان چہرے سے قطع نظر بولے جا رہی تھی۔
"کیا مطلب۔۔۔ میں کیوں روؤں گی؟" نسیم جلے کٹے انداز میں بولیں۔
"لو تو کیا آنے والی آسانی سے اس بچی کو قبول کرلے گی۔ عدیل کی زندگی سیٹ ہونے سے پہلے ہی نئی مصیبتوں کا شکار ہو جائے گی۔" وہ سر جوڑے نسیم کے کانوں میں زہر گھولے جا رہی تھی۔
فوزیہ اسٹیج پر بیٹھی ماں کو یوں خود سے غافل دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی۔
"امی کو نظر نہیں آرہا کہ بیٹی داماد کے پاس آکر بیٹھیں' میری ساس اللہ میاں کی گائے کب سے آکر بیٹھی ہیں ان کو پہناوٹیوں کا زیور دکھانا ہے پر امی کو تو کوئی ہوش نہیں۔ اب وہ کس کے ذریعے ماں کو پیغام بھجوائے۔ کوئی اپنا قریبی نظر بھی تو نہیں آرہا تھا۔"
"کیوں جھوٹ بولا میں نے کچھ آپا!" شمسہ فخریہ انداز میں نسیم کو سارے زریں مشوروں سے نواز کر سر اٹھا کر بولی۔
"سب صحیح کہا تم نے مگر یہ عدیل کو کون سمجھائے۔" نسیم تو بس روہی دینے کو تھیں۔
"تم ہاں ہو آپا! بہت کچھ کر سکتی ہو۔ میں نے تو یہ بھی سنا ہے عدیل نے بشریٰ کو طلاق تمہارے کہنے پر دی' جب ایک بار وہ اپنا گھر تمہارے کہنے پر اجاڑ سکتا ہے تو دوسری بار بسانے کے لیے تمہارے کہے پر کیوں نہیں عمل کر سکتا۔" اور نسیم کا جی چاہا اس شمسہ کا گلا ہی دبا دیں۔ منحوس کیسی بکواس کر رہی تھی مگر اس وقت اس سے بھڑنے کا موقع نہیں تھا۔
"ہاں دیکھو جو رب کو منظور' میں دیکھوں ذرا فوزیہ کی ساس بھی اسٹیج پر بیٹھی ہے۔" بالآخر نسیم کو رخصت ہو کر جانے والی بیٹی کا خیال آ ہی گیا۔
شمسہ سے جان چھڑا کر سست قدموں سے وہ اسٹیج کی طرف بڑھ گئیں۔ شمسہ اب دوسری عورت کے ساتھ بیٹھی فوزیہ اور خالد کی جوڑی پر کھلے عام تبصرے کر رہی تھی جن میں سے ایک بھی اگر نسیم سن لیتیں تو واقعی شمسہ کا گلا ہی دبا دیتیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

☼ ☼ ☼

"بس امی۔۔۔ بالکل بھی نہیں۔ میں ایسا مر کر بھی نہیں کر سکتی۔" بشریٰ نے جلدی سے مثال کو اپنے ساتھ پکڑ لیا۔

"پاگل ہو گئی ہو تم اور مجھے بھی اپنے ساتھ پاگل کر دو گی۔ ایک جو میری بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہو۔ حد ہے کوئی کم عقلی کی بھی۔"

اتنے دنوں سے ذکیہ جو ضبط کے جاں گسل مرحلوں سے گزر رہی تھیں جیسے پھٹ ہی پڑیں۔

"اور تم جاؤ۔ باہر جا کر کھیلو۔ عمران آ گیا ہے اس سے کہو' تمہیں کسی پارک میں لے جائے۔ ہر وقت اسے ساتھ چمٹائے رکھتی ہو۔ بڑی ہو رہی ہے یہ۔ اب اس کو خود بھی کچھ کرنے دو۔" ذکیہ نے زور سے مثال کو کھینچ کر ماں سے الگ کیا۔

لمحہ بھر کو تو بشریٰ شاکڈ سی ماں کو دیکھتی رہ گئی۔ ماں کا رویہ بہت بدلا ہوا تھا۔

محسوس تو وہ اسی دن سے کر رہی تھی' جب سے اسے ٹھیک سے ہوش آیا تھا مگر دو تین دن سے یہ بدلاؤ کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہا تھا مثال بھی ڈر کر نانی کو دیکھنے لگی۔ اس نے کچھ بے چارگی سے ماں کی طرف دیکھا۔ جیسے اس سے اجازت طلب کر رہی ہو کہ جائے یا نہیں۔

"سنا نہیں تم نے۔ جاؤ کھیلو جا کر باہر۔ مجھے تمہاری ماں سے کچھ بات کرنی ہے" ذکیہ اور بھی سختی سے بولیں تو مثال اور بھی ڈر گئی اس نے مڑ کر ماں کی طرف بھی نہیں دیکھا۔ آہستگی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

"مثال رکو۔ آؤ میرے پاس۔" بشریٰ تو اسے ایک لمحہ کے لیے خود سے جدا نہیں کرتی تھی۔ جیسے ابھی عدیل کہیں سے آ کر اسے چھین کر لے جائے گا۔

"آؤ ادھر' باہر نہیں جانا تم نے۔" وہ مضطرب ہو کر میں بولی۔

"کوئی اس کو چھین کر نہیں لے جا رہا۔ نکال دو اس وہم کو اپنے دماغ سے۔۔۔ تمہارے پاس ہی ہے یہ۔" ذکیہ بے زار کوفت بھرے لہجے میں بولیں۔

بشریٰ نے عجیب سی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

اس بے زاری اور کوفت میں کون سے اشارے تھے' جو بشریٰ کو سمجھ لینے چاہیے تھے۔

"تنگ آ گئی ہیں آپ ہم دونوں سے؟" وہ دل گرفتی سے بولی۔

"تم سے نہیں تمہاری کم عقلی سے۔۔۔ نادانی سے۔" ذکیہ نے بھی بے لحاظی سے کہہ دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔ میں نے کیا کیا ہے؟" بشریٰ نے دروازے کے باہر سے نظر آتے مثال کے سرخ فراک پر نظریں جما کر پوچھا۔

"عدیل۔۔۔ آیا تھا پھر۔" ذکیہ کچھ دیر بعد بہت سوچ سمجھ کر بولیں۔

"تو میں کیا کروں؟" بشریٰ کا چہرہ ایک دم سے جیسے پتھر کا بن گیا۔

"وہ مثال کو کچھ دن کے لیے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔" ذکیہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بات کر رہی تھیں۔

"میں یہ مر کر بھی نہیں ہونے دوں گی۔" بشریٰ بے لچک لہجے میں بولی۔

"باپ ہے وہ اس کا۔ جیسے تم اس کی ماں ہو۔ تمہارا حق ہے مثال کو پاس رکھنے کا تو اس کا بھی حق ہے۔" ذکیہ نپے تلے انداز میں کہہ رہی تھیں۔ جیسے وہ دل میں بہت کچھ طے کر چکی ہوں۔

بشریٰ کو ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ خوف سا آیا۔

"امی! وہ باپ ہوتا اگر اسے اپنی ذمہ داری جو اللہ نے اس پہ ایک بیٹی کی شکل میں ڈالی ہے اس کا احساس ہوتا تو وہ ہم اور اسے اپنی زندگی سے کاٹ پھینکنے سے پہلے سوچتا۔"

بشریٰ کو احساس ہو رہا تھا کہ ذکیہ آج اس معاملے کو ٹھکانے لگانا چاہتی ہیں تو وہ بھی اس پر بات کرے گی پیچھے نہیں ہٹے گی۔

"ہو گیا جو اس سے ہونا تھا غصے میں۔۔۔ ماں بن نے جتنی اسے آگ لگا رکھی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ کمان سے نکلا تیر واپس کمان میں نہیں آ سکتا۔" ذکیہ جیسے عدیل کو رعایتی نمبروں سے پاس کرنے کا ارادہ کر چکی تھیں۔

"تو۔۔۔؟" بشریٰ تنک کر بولی۔

"آگے کا سوچو اب۔" ذکیہ معنی خیزی سے بولیں۔

"آگے کا ہی تو سوچ رہی ہوں۔ اب مجھے صرف اپنی بیٹی کے لیے جینا ہے' اسے پالنا ہے اور اس کی اچھی تعلیم اور تربیت پر دھیان دینا ہے۔ یہ کبھی عدیل کے پاس جائے اور کبھی میرے پاس آ کر رہے اور اس کی نفسیات تقسیم ہو کر رہ جائے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں۔" بشریٰ نے بے دھڑک اپنی پلاننگ ماں کو سنا دی۔ ذکیہ کا جی چاہا اسے خوب کھری کھری سنا دیں مگر اس کھری کھری کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ اس خیال نے انہیں روک دیا۔

"فوزیہ کی شادی ہو گئی ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بولیں۔ بشریٰ نے غصے سے ماں کی طرف دیکھا۔

اس کی پلاننگ کا یہ بھونڈا سا جواب ماں نے کیا اسے تیانے کے لیے دیا ہے۔

"امی منحوس نے دفع تو ہو ہی جانا تھا ایک دن۔ میری بچی کا گھر تو نہ خراب کرتی۔" ذکیہ نفرت سے منہ میں بڑبڑائیں۔ بشریٰ نے کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا۔

باہر خزاں شروع ہو چکی تھی۔ درختوں کے ہرے پتے پیلے پڑتے جا رہے تھے۔ ہر طرف ایک اداسی ایک گہرا سناٹا۔ ادھر ادھر بھٹکتی ہوائیں جب اس کے کمرے کی کھڑکی آ کر بجاتیں تو اسے اپنے بیڈ روم کی وہ کھڑکی یاد آنے لگتی جس کے پیچھے امرود کا پیڑ تھا جس کے پتے ایسی ہوا کے ساتھ کچھ ایسے شور مچاتے جیسے تالیاں بجا رہے ہوں۔

ہاں وہ دن تو ایسے ہی تھے جو اس نے عدیل کے ساتھ گزارے کہ ہر طرف خوشیاں تھیں۔ رنگ تھے اور۔۔۔

"تم سن رہی ہو' میں کیا کہہ رہی ہوں۔" ذکیہ اسے یک ٹک باہر دیکھتے رہنے پر کچھ جھنجلا کر بولیں۔

بشریٰ خالی خالی نظروں سے ماں کو دیکھ کر رہ گئی۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

ذکیہ کو لمحہ بھر کے لیے اس کی شکل دیکھ کر بہت ترس آیا۔ جی تو چاہا کہ جو کچھ وہ کہنے جا رہی ہیں اسے ابھی کچھ دنوں بعد کے لیے اٹھا رکھیں مگر وہ عمران کا بے زار رویہ بھی دیکھ رہی تھیں۔

اس سے پہلے کہ عمران کا یہ رویہ بشریٰ پہ کھلے' وہ بہت گہرائی سے کچھ محسوس کرے یا عمران ہی کچھ ایسا کہہ دے۔

"نہیں۔۔۔ یہ بھرم بھی قائم رہنا چاہیے۔ کم از کم بشریٰ کی زندگی نئے سرے سے جب تک سیٹ نہیں ہو جاتی۔" ذکیہ نے دل میں عزم کیا۔ عمران کی چلتی بات بھی رک گئی تھی۔ اس کی بے زاری کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

ابھی بہت کچھ نئے سرے سے شروع کرنا تھا۔ ذکیہ یک دم ہی خود کو بوڑھا محسوس کرنے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مثال کو کچھ دنوں کے لیے باپ کے پاس بھیج دو۔" ایک گہرا سانس لے کر بدقت وہ بات زبان پر لے آئیں جو بہت دنوں سے دل کے اندر پکے جا رہی تھی۔

"ہرگز نہیں، کبھی نہیں۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"بات سن لو پہلے میری پوری۔" وہ سختی سے بولیں۔

"امی! کچھ نہیں سنوں گی میں۔" وہ قطعیت سے بولی۔

"مثال کی شکل دیکھی ہے تم نے؟" ذکیہ نے دل گیری سے کہا۔

بشریٰ ایک دم سے کچھ بول نہیں سکی۔

"کیا ہوا ہے اسے۔۔۔ وہ ٹھیک ہے۔ خوش ہے۔" وہ کچھ بجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیا خوشی اسی کو کہتے ہیں؟ ٹھیک ہونا یہ ہوتا ہے، بچی سرسوں کا پھول بنی ہوئی ہے۔ کملائی ہوئی، مرجھائی ہوئی۔ چھوٹی سی بچی اور اس کا چہرہ دیکھو، جیسے اسے ہنسے ہوئے زمانے گزر گئے ہوں۔" ذکیہ آنکھوں میں نمی بھر کر بولیں۔

"امی!" بشریٰ کے ہونٹ کانپے اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"ابھی کچھ دن لگیں گے اسے سب کچھ سمجھنے میں۔ سیٹ ہونے میں۔" وہ ذرا دیر بعد جیسے خود کو ڈھارس دیتے ہوئے بولی۔

"اور کتنے دن۔۔۔ بشریٰ! عقل کو ہاتھ مارو بیٹا! وہ بچی تم دونوں کے ساتھ بہت پلی ہوئی ہے۔ وہ تم دونوں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ سوچ ذرا۔" ذکیہ دہائی دے کر بولیں۔

"لیکن امی! اب اسے رہنا ہوگا۔" بشریٰ خود کو جیسے مضبوط کرتے ہوئے قطعی لہجے میں بولی۔

"تم دونوں کی غلطی کی سزا اس ننھی جان کو ابھی سے کیوں دے رہی ہو تم۔" ذکیہ جتانے والے انداز میں بولیں۔

"ہم دونوں کی غلطی؟" وہ ماں کی غلطی پکڑ کر بولی۔

"میری کیا غلطی ہے کہ میں چپ چاپ آپ کی دی ہوئی مٹھائی کا ٹوکرا پکڑ کر ان کے پاس چلی گئی جو آپ نے مجھے کہا۔ وہی جا کر بول دیا۔ یہ ہے میری غلطی؟" وہ اس دن کا وہ تلخ ترین منظر دہرا کر بولی جسے سوچتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں کرچیاں چبھنے لگتی تھیں۔

اس نے پھر سے منہ دوسری طرف کر لیا۔

"جو ہوا سو ہوا۔ اب اس کو جتنا کھینچیں گے تکلیف ہی بڑھے گی۔" ذکیہ بات نپٹانے کے موڈ میں تھیں۔

"صرف میری تکلیف۔" بشریٰ اضطراب سے بولی۔

"اتنی خود غرض مت بنو۔" ذکیہ سے برداشت نہیں ہوا۔

"پہلے دن سے میں۔۔۔ تمہارا بھائی تمہارے ساتھ ہیں۔ دن رات کا سارا آرام سکون چین سب تمہاری ایک آنکھ کے اشارے سے جڑا ہے تم روتی ہو ہم روتے ہیں۔ تم مسکراتی ہو تو ہمیں چین کا سانس آتا ہے۔" ذکیہ بہت کچھ اسے گنوا کر بولیں۔

"امی! اب میری سمجھ میں آرہا ہے۔۔۔ کہ عورتیں گھر والوں کے ہوتے ہوئے بھی دارالامان کیوں جاتی ہیں۔" وہ اذیت پسندی سے بولی۔

"بشریٰ!" ذکیہ کو تو جیسے کسی نے پتھر کھینچ کر مارا دیا۔ "یہ سمجھتی ہو تم؟" وہ دکھ کے گہرے سمندر میں اتر گئیں۔

"امی! میں مثال کو اس شخص کے پاس اس گھر میں نہیں بھیجوں گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ اب کوئی مجھے مجبور نہیں کرے گا۔ میں عدت گزاروں گی یہاں۔ اس کے بعد میں کچھ نہ کچھ سوچ لوں گی۔ آپ دونوں پہ بوجھ نہیں بنوں گی۔" وہ بے لچک لہجے میں کہہ کر اٹھی اور باہر نکل گئی۔

ذکیہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

"اس لڑکی کو میں اب کیسے سمجھاؤں اور کب تک میں اسے یہاں بٹھا سکوں گی۔ میری زندگی کا کیا پتا اور یہ عمران۔۔۔ یہ میرا لحاظ نہیں کرتا۔ موڈ ہو تو ٹھیک ورنہ تو کون میں کون۔۔۔ اور یہ بشریٰ۔۔۔" انہیں بہت کچھ سوچنا تھا اور دماغ تو جیسے ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔ اس بشریٰ کو کون سمجھائے۔ میں تو ہار گئی اس کے آگے۔

ہاں وہ انسپکٹر طارق بھلا شخص ہے۔ وہ اگر اس کو مثال کو عدیل کو دینے کی دھمکی دے تو۔۔۔ شاید۔ انہیں راہ سجھائی دی تو وہ سوچنے لگیں۔

☆ ☆ ☆

گھر میں ایک دم سے گمبھیر سناٹا چھا گیا تھا۔ سب مہمان ایک ایک کر کے چلے گئے تھے۔

اور نسیم جو سوچتی تھیں جس رات فوزیہ کو رخصت کریں گی۔ اس رات وہ خوب مزے سے سوئیں گی۔ سکون جیسا انہیں اس رات نصیب ہوگا، ویسا سکون انہیں کسی اور بات سے نہیں مل سکتا۔

مگر اب تو انہیں گھر کی طرف دیکھ کر خوف سا آرہا تھا۔ پورا گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔

سارا افکشن ہوٹل میں تھا۔ گھر ان چھوا اسی طرح صاف ستھرا پڑا تھا، جیسے دوپہر کو فوزیہ پارلر جانے سے پہلے اپنی نگرانی میں صاف کروا کے گئی تھی۔

"یہ عدیل کہاں رہ گیا۔" دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں کو دباتے ہوئے انہوں نے کوفت سے سوچا۔

"ایسا گوتم بدھ بنا پھرتا رہا ساری شادی میں، سب ہی نے پوچھا سبھوں نے سوال کیے اب میں اس سے کچھ کہوں گی تو بھڑک اٹھے گا اس ذرا سی چھوکری کے غم میں پاگل ہوا جا رہا ہے۔"

وہ کڑھ کر سوچتی چلی گئیں۔

پھر کچھ سوچ کر فون اٹھا کر بمشکل عدیل کا نمبر نکال کر ملانے لگی تھیں کہ گھر کا گیٹ کھلنے کی آواز آئی۔ فون رکھ کر وہ اس کا انتظار کرنے لگیں۔

"میں بس وہ ہوٹل والوں کا کچھ حساب رہ گیا تھا۔ وہی کلیئر کرنے میں کچھ ٹائم لگ گیا۔" وہ بے حد تھکا ہوا سنجیدہ اور بہت اجنبی سا لگ رہا تھا۔ نسیم بیگم جو بہت کچھ سوچے ہوئے تھیں کہ عدیل کو خوب سنائیں گی کہ آج اس بشریٰ کی وجہ سے کیسے کیسے انہیں خاندان بھر کی باتیں سننا پڑیں، مگر عدیل کو اتنا سنجیدہ دیکھ کر کچھ ایسا بول ہی نہ سکیں۔

"تھک گئے ہو بہت۔" وہ یہی کہہ سکیں۔

"ہاں" وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

"آجاتی مثال بھی۔ وہ بشریٰ سے بھیج دیتی تو وہ پھوپھی کی شادی تو دیکھ لیتی۔ فوزیہ آخری لمحے بھی جاتے ہوئے مثال کی راہ دیکھتی رہی۔" صرف عدیل کے مزاج کا درجہ بھانپنے کے لیے انہوں نے اس طرح مثال کا ذکر چھیڑا۔

عدیل کچھ نہیں بولا۔

دونوں بالکل خاموش تھے۔

نسیم بیگم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اب کیا بات کریں جس سے عدیل کا مزاج کچھ کھلے اور عدیل کے پاس تو جیسے کوئی بات ہی نہ رہی تھی کرنے کو۔ "وہ سلمیٰ کی دونوں بیٹیوں کو دیکھا تم نے، لگتا ہی نہیں اتنے سال کینیڈا میں رہ کر آئی ہیں وہ لڑکیاں۔" نسیم نے موضوع کے لیے راہ ہموار کی۔

"امی! آپ کو کچھ چاہیے تو نہیں۔ میں تھک گیا ہوں کافی، سونے جا رہا ہوں۔" اس نے جیسے نسیم کی بات سنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہی نہیں۔ اکھڑے ہوئے لہجے میں بولا۔
"نہیں۔ ہاں پانی کا گلاس لادو زرا تو فوزیہ رکھتی تھی ابھی سوچا بھی تھا کہ خود جا کر لے کر آتی ہوں پھر بھول گئی۔" لہجے میں مسکینی سمو کر نسیم کہنے لگیں مگر عدیل اس سے پہلے ہی پانی لینے جا چکا تھا۔
گلاس نسیم کے سرہانے رکھ کر وہ کچھ کہے بغیر مڑ کر جانے لگا۔
"عدیل!" نسیم کو اکیلے پن سے عجیب ہی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔
"میں تو کہتی ہوں کل کسی طرح جا کر مثال کو لے آؤ مجھ سے تو گھر کا سونا پن دیکھا نہیں جا رہا۔" وہ لہجے میں نمی سی لیے ہوئے بولیں۔
عدیل نے پہلے عجیب سی نظروں سے ماں کو دیکھا پھر کچھ بھی جواب دیے بغیر خاموشی سے چلا گیا۔
"اب کیا ہوگا۔ یہ لڑکا تو بہت عجیب سا ہو گیا۔ مجھے تو اندازہ نہیں تھا کیسے یہ کھلے گا۔ اس کے دل میں کیا ہے وہ بچی گھر آئے گی تو شاید یہ ٹھیک ہو جائے۔ بعد میں شادی کروا دوں گی خود ہی بچی کی طرف سے دھیان ہٹ جائے گا تو اسے بشریٰ کے پاس واپس بھجوا دوں گی۔" نسیم کو فوراً" یہ اس مسئلے کا سوجھا۔

☆ ☆ ☆

"جی فرمائیے۔"
"ہمیں آپ کا اوپر والا پورشن دیکھنا تھا۔ عاصمہ دروازہ کھول کر کچھ متذبذب سی کھڑی رہ گئی۔ سامنے کھڑی عورت ادھیڑ عمر تھی۔ پینتالیس چھیالیس سال کی۔ حلیے سے اچھے گھر کی لگی مگر...
اس کا چہرہ اس کی آنکھیں اسے بہت عجیب سی لگیں۔ جانے کیوں بظاہر وہ اچھے لباس میں تھی۔ دونوں ہاتھوں میں سیاہ اور سفید کانچ کی سادہ چوڑیاں تھیں۔ باقی اس نے کوئی زیور نہیں پہن رکھا تھا۔
"آپ کو کس نے بھیجا ہے یہاں۔" اب اسے کچھ تو پوچھنا تھا۔
"الیاس بھائی نے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کا اوپر والا پورشن خالی ہے۔" وہ ذرا بھاری آواز کی مالک تھی۔ اس کے ماتھے پر گہری دو تین لکیریں تھیں۔
یہ جھریاں بھی نہیں تھیں کہ اس کے چہرے کی ہلکی جلد کسی ہوئی تھی۔
"آپ کے ساتھ کون ہے۔" اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔
"ہر کسی کے ساتھ کوئی نہ کوئی تو ہوتا ہے خواہ اس کا ہمزاد ہی کیوں نہ ہو۔" وہ طنزیہ انداز میں ہنسی تھی۔
"جی!" عاصمہ ٹھٹھک کر رہ گئی۔
"عادت ہے میری مذاق کرنے کی۔" اگرچہ یہ مذاق نہیں تھا مگر اس عورت کو لگا تھا تو خود ہی مزے لے کر بولی۔
"ویسے میری اماں اور میری بہنیں ہیں میرے ساتھ۔ دونوں گاؤں گئی ہوئی ہیں دو دن میں آئیں گی۔ اس سے پہلے تین گلیاں چھوڑ کر رہ رہی تھیں۔ وہ مالک مکان۔ مطلب وہ آدمی۔" وہ رکی جیسے کوئی موزوں سا بہانہ سوچ رہی ہو۔
"آدمی تو شاید بہتر ہو انسان اچھا بالکل نہیں تھا۔" وہ سرہلا کر بولی۔
عاصمہ اس کی باتوں پہ کچھ چکرا سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں۔" عاصمہ نے دل میں سوچ لیا اس عورت کو گھر بالکل نہیں دینا۔
"اگر آپ مجھے گھر دکھا دیں تو میں کچھ سوچ لوں کیونکہ مجھے گھر آج ہی چاہیے۔" وہ عورت کچھ عجلت سے بولی۔ عاصمہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ صاف جواب کیسے دے۔
الیاس کو یوں اس عورت کو اکیلے نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔

"ویسے میں آپ کی تعریف کرنا چاہ رہی تھی کہ آپ نے جس طرح اپنے شوہر کے بعد اپنے بچوں کو سنبھالا ہے۔ وہ واقعی قابل تعریف ہے۔" وہ عورت صحن میں آ چکی تھی۔ کمروں سے جھلکتا سلیقہ اور صفائی دیکھ کر تعریفی انداز میں بولی۔
"جی۔ آپ کو کیسے پتا چلا؟" عاصمہ کو کچھ حیرت ہوئی۔ "یہ آپ کے ماتھے پر۔ جو بیوگی کی لکیر ہے بالکل معدوم سی جس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ چند ماہ۔ سال پورا نہیں ہوا تم بھی آپ کے شوہر کو مرے ہوئے۔ ہے نا؟" وہ عاصمہ کے ماتھے پر انگلی پھیر کر بولی۔ عاصمہ کو جیسے کرنٹ لگا۔ اس کی انگلی برف کی طرح سرد تھی۔ اسے لگا جیسے کسی نوک دار چیز نے اس کی پیشانی کو ذرا سا چھیل دیا ہو۔ اس نے بے اختیار اپنی پیشانی کو چھوا۔ "اور بھروسا ایک بار جو ایسے ویسے شخص پر کر چکی ہیں۔ اس کے بعد آپ کا محتاط انداز آپ کے لیے بہت سود مند رہے گا۔" وہ عاصمہ کی نظروں کو اپنے حصار میں لے کر بولی۔ عاصمہ جیسے اس کی نظروں کے گھیرے میں الجھ کر رہ گئی۔ وہ اسے باہر بھیجنا چاہتی تھی۔ خود دور جانا چاہتی تھی۔ مگر اس عورت کی نظروں نے جیسے اسے بے بس کر دیا تھا وہ جیسے جکڑی گئی تھی۔ وہ عورت اس کی طرف دیکھتے ہوئے پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھی۔ عاصمہ شدت سے وہاں سے بھاگنے کی خواہش مند تھی مگر اس کے دونوں پاؤں زمین نے پکڑ لیے تھے۔ "ابھی چند مہینے تمہیں نوکری نہیں ملے گی بلکہ سال بھر تو ہے ہی نہیں ایسا کوئی سلسلہ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ہولے سے گہری آواز میں بولی۔ عاصمہ تو کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔ "میں اچھا کرایہ دوں گی اور یہ اس کا ایڈوانس اور یہ دو مہینے کا کرایہ۔ بس میری صرف ایک شرط ہے کہ اوپر نہیں آؤ گی اور نہ تمہارا کوئی بچہ ورنہ مشکل ہو جائے گی ہم دونوں کے لیے۔" وہ اپنے برف جیسے سرد اور سنگلاخ ہاتھ سے عاصمہ کے ہاتھ میں رقم تھما چکی تھی۔
"ویسے ہم دونوں بہنوں کی طرح رہیں گی۔ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" اس نے آہستہ سے عاصمہ کے چہرے پہ پھونک ماری۔ پلکیں دوبارہ جھپکیں اور یونہی ہنس کر بولی۔ عاصمہ کو یوں لگا جیسے وہ کسی کی سخت گرفت سے آزاد ہوئی ہو۔ اسے کسی نے دھکاوے کر پرے کیا ہو۔ وہ جھرجھری سی لے کر پیچھے ہوئی۔
"یہ لو پیسے حساب کتاب تو ماں بیٹی میں بھی چلتا ہے۔" وہ بڑے بے تکلف انداز میں بولی۔ عاصمہ سحر زدہ سی یونہی نوٹوں کو ہاتھ میں پھرانے لگی۔ ورنہ اسے کوئی گنتی کوئی حساب کتاب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ "میرا نوکر ابھی میرا سامان لے کر آ رہا ہے۔ باہر سے سیڑھیاں ہیں نا۔ اس لیے مجھے تمہارا یہ گھر پسند آیا ہے۔ پھر اس کی چھت بھی ہے۔ مجھے ایسا ہی گھر چاہیے تھا جس کے اوپر کھلا آسمان ہو۔" وہ سر اٹھا کر اوپر والے پورشن کو دیکھے جا رہی تھی۔ "چابیاں۔" اس نے ہاتھ عاصمہ کے آگے پھیلایا۔ عاصمہ خاموشی سے اندر گئی اور دیوار سے لگی کیل پر لٹکی چابیاں لا کر اس نے عورت کو تھما دیں۔ "ہوں بہت سمجھ دار ہو تم اور فرماں بردار بھی۔" وہ چابیاں مٹھی میں لے کر جیسے خوش ہو کر بولی۔ "یہ اپنی چھوٹی بچی کو دودھ میں ملا کر دے دو۔ وہ کبھی بیمار نہیں ہوگی۔" اس نے دوسرا ہاتھ کھول کر ایک پڑیا سی اس کے آگے کی۔ عاصمہ بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ "لے لو تمہارے فائدے کی چیز ہے بلکہ تم سب بھی اسے گھول کر ایک ایک گھونٹ پی لو تو کبھی کوئی بیمار نہیں پڑے گا تم سمجھ رہی ہو ناں میری باتیں۔" کہتے ہوئے وہ بے تکلفی سے اندر کے کمروں کا چکر بھی لگا آئی۔ عاصمہ وہیں گڑی کھڑی تھی۔ اس کے سر میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا تھا۔
"سر میں درد ہے تو لاؤ میں دبا دیتی ہوں۔ تمہارا سر۔" وہ اس کے سامنے آ کر بہت محبت بھرے انداز میں بولی۔ عاصمہ لرز کر پیچھے ہٹی۔
"نہیں اب میں ٹھیک ہوں۔" اسے خود اپنی آواز اجنبی سی لگی۔ "تم ڈر تو نہیں گئیں۔" وہ لڑکیوں جیسی ہنسی کے ساتھ بولی۔ عاصمہ ڈرے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ "میں اوپر ہوں۔ ابھی میرا نوکر سامان لائے گا تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں باہر والا دروازہ کھول دوں گی۔ تمہیں زحمت نہیں ہوگی۔" وہ کہہ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

"اور ہاں کوئی اوپر نہیں آئے گا۔ میری صرف یہی شرط ہے۔" وہ کہہ کر سرخ آنکھوں سے عاصمہ کو دیکھتی چلی گئی۔ عاصمہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کرسی پہ گر گئی۔ اس کے سر میں اب زور کا درد ہو رہا تھا۔ جی متلا رہا تھا جیسے ابھی قے آجائے گی۔ مجھے اس عورت کو گھر نہیں دینا چاہیے تھا۔ یہ عورت... اچھی لگتی ہے مگر۔ مجھے کسی پہ اتنی جلدی بھروسا نہیں کرنا۔ وہ خود ہی نفی میں سر ہلا کر بولی۔ "مجھے ہاشم بھائی کہہ کر بھی گئے تھے کہ ڈیلر کے بغیر کسی کرائے دار کو گھر میں نہیں گھسانا۔ مگر یہ عورت۔ یہ تو بہت بے ضرر سی ہے۔ مجھے اس سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔" اس کا دل عجیب طرح سے دورائے دے رہا تھا۔ اس نے مٹھی میں ٹھنڈے پسینوں سے گیلے ہوئے نوٹوں کو سیدھا کیا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جتنا کرایہ پچھلے کرائے دار دیتے تھے یہ اس سے دوگنا تھا اور پھر دو ماہ کا ایڈوانس یہ سب تو کوئی بھی نہیں دیتا۔ مگر یہ اکیلی عورت۔ اور کوئی اوپر نہیں آئے گا۔ یہ کیا شرط ہوئی بھلا۔ مجھے الیاس بھائی سے بات کرنا چاہیے۔ مگر نہیں اچھی عورت ہے۔ اس کی آنکھیں بند سی ہونے لگیں۔ وہ وہیں آڑی ترچھی ہو کر لیٹ گئی۔ اور تھوڑی دیر میں وہ گہری نیند سو چکی تھی۔ نوٹ اس کے ہاتھوں میں کھلے پڑے تھے۔ اور چھت پہ کھڑی وہ عورت عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ گہری سوئی ہوئی عاصمہ کو دیکھے جا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"مگر انسپکٹر صاحب! میری بچی۔" وہ مثال کو مجھے واپس نہیں کرے گی۔ میں اس کی فطرت کو جانتی ہوں۔" بشریٰ سخت متذبذب تھی۔ انسپکٹر طارق مثال کو ساتھ لگائے کھڑا تھا۔

"محترمہ! آپ کو میرا اعتبار تو کرنا چاہیے میں نے آپ کو اپنی گارنٹی دی ہے۔ جس طرح اس گڑیا کو میں آپ سے لے کر جا رہا ہوں۔ اسی طرح میں اسے واپس آپ کو لا کر دوں گا۔ رات کو یہ آپ کے پاس ہوگی یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔" انسپکٹر طارق پُراعتماد لہجے میں بولا۔ بشریٰ نے متذبذب نظروں سے ماں اور بھائی کی طرف دیکھا دونوں کچھ گھنٹوں کے لیے مثال کو بھیجنے کے لیے راضی تھے۔ پھر یہ انسپکٹر طارق۔ جس طرح اس نے بشریٰ کو قائل کیا اور یہی بات ہے انسپکٹر طارق میں قائل کرنے کے علاوہ کچھ ایسی دھمکا دینے والی صلاحیت تھی کہ بشریٰ واقعی ڈر گئی تھی۔ قانون کے ذریعے عدیل مثال کو مستقل اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اور ہمارے ملک میں قانون پولیس ہی تو ہے۔ اور بشریٰ کے سامنے یہ انسپکٹر ہی قانون تھا۔

پھر رات بھر مثال کو بخار رہا تھا۔

وہ ساری رات بابا، بابا پکارتی رہی تھی۔ اگرچہ صبح اٹھ کر اس نے باپ کے پاس جانے سے انکار بھی کیا تھا۔ مگر بشریٰ جانتی تھی کہ اس معصوم کا دل کیسے باپ سے ملنے کے لیے تڑپ رہا ہے۔ اتنے سارے دن تو وہ عدیل سے ملے بغیر کبھی بھی نہیں رہی تھی۔ مثال کی شکل، اس کی زرد رنگت اور بجھی ہوئی آنکھوں نے اس کے لیے اس مشکل فیصلے کو جیسے آسان کر دیا تھا اور پھر چند گھنٹوں کی کیا بات تھی۔ تین بجے سے شام سات آٹھ بجے تک۔ مثال پھر اس کے پاس ہوگی۔ اس نے دل پر پتھر رکھ کر ہاں کہہ دی۔ عمران اور انسپکٹر طارق مثال کو لے کر چلے گئے اور وہ آنسو چھپانے کے لیے وہاں سے اٹھ کر بھاگ گئی۔ عدیل کے لیے یہ لمحات ناقابل یقین تھے۔

اتنے سارے دنوں کے بعد اس کی مثال اس کی زندگی، اس کی زندگی کا مقصد سب کچھ اس کی بیٹی مثال اس کی بانہوں میں تھی۔ وہ پاگلوں، دیوانوں کی طرح اسے چومے جا رہا تھا۔ پیار کیے جا رہا تھا۔ کبھی رو رہا تھا کبھی ہنس رہا تھا۔ بیٹے کی دیوانگی دیکھ کر نسیم کی بھی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ پلو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے پہلی بار بڑے ملال اور دکھ کا شکار ہوئیں۔ کاش! وہ اپنے بیٹے کو ایسے مشتعل نہ کرتیں۔ کاش! وہ فضول ضد ان کے دماغ میں بھی

آجاتی کاش! یہ سب کچھ کرنے سے پہلے بیٹے کی خوشی اس کی زندگی کا بھی سوچ لیتیں۔ فوزیہ تو اپنے گھر چلی گئی صرف چند دنوں کے فرق سے، صرف چند دنوں کے لیے وہ اتنی خودغرض، بے حس نہ ہوتیں۔ ان کا دل چاہا وہ دھاڑیں مار مار کر روئیں اور عدیل کے سامنے اقرار کریں کہ آج جو اس کی حالت ہے اس کی ذمہ دار صرف اس کی خودغرض ماں ہے۔ مائیں خودغرض ہو جائیں تو اولاد کی زندگی اسی طرح بنجر اور ویران ہو جایا کرتی ہے۔

"بس عدیل! اب ہم نے مثال کو واپس نہیں بھیجنا۔ ہم دونوں ماں بیٹا اسے مل کر پال لیں گے۔ ہماری گڑیا ہمارے پاس ہی رہے گی۔" دل گم بخت اور ضمیر بدتمیز کے شور و غل سے گھبرا کر نسیم نے جھپٹ کر مثال کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے عدیل سے کہا۔ "نہیں امی!" عدیل آنکھیں صاف کرتے ہوئے آہستگی سے مسکرایا۔

"ہم یہ نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں کر سکتے لو ہماری بچی ہے ہمارا مال۔ کوئی اور حق جتا نہیں سکتا۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولیں۔ عدیل ماں کو دیکھ کر رہ گیا۔ "حق جتانے کے قابل رہا ہی کب ہوں میں۔" وہ گہرے دکھ سے بولا۔ "بابا! میں آپ کے پاس ہوں نا۔" مثال بے اختیار باپ کے ساتھ لگ کر بہت تسلی بھرے انداز میں بولی۔

"ہاں میری بیٹی میری جان میرا سب کچھ تم ہی تو ہو۔ تم ہو تو تمہارے بابا کے سینے میں بھی دل دھڑکے جا رہا ہے۔ تم مجھ سے چھن جاؤ گی نا! تو یہ دل بھی چپ ہو جائے گا۔" وہ اسے ساتھ لگا کے جذب کے عالم میں بولا۔

"اللہ نہ کرے عدیل! میرے بچے! تو باپ ہے تو میں بھی تیری ماں ہوں۔ ایسا الٹا سیدھا بولتے وقت میرا بھی خیال کر لیا کر۔" نسیم بیگم پیار بھری دھونس سے بولیں۔ عدیل صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"اب میری بیٹی بتائے آج کہاں کہاں جانا ہے شاپنگ پر پہلے اور پھر پلے لینڈ میں آئس کریم اور جو کچھ میری گڑیا کہے گی۔"

"بابا! ہم گھر میں رہتے ہیں یاں دادو کے پاس۔ یہ بھی تو اکیلی ہیں۔" جو بات عدیل نہیں محسوس کر سکا تھا۔ وہ چھوٹی سی بچی نے جان لیا۔ نسیم کی آنکھوں سے تو آنسو ہی بہنے لگے۔ عدیل بھی چپ ہو گیا۔

"جان! آج میں نے آپ کی خاطر آفس سے چھٹی کی ہے۔ ہم تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ تو پھر دادو کے پاس ہی ہوں گے۔" وہ بیٹی کو بہلا کر بولا۔

"بلکہ امی! آپ بھی ہمارے ساتھ چلیے نا آپ تو کہیں بھی آتی جاتی نہیں۔" ماں کی دل جوئی کے خیال سے وہ کہہ ہی گیا۔

"نہیں۔ عدیل! یوں بھی ابھی فوزیہ اور خالد نے آنا ہے ملنے، گھر پہ نہیں ہوں گی تو اچھا نہیں لگے گا۔ اگلے ہفتے انہوں نے چلے جانا ہے، تم تھوڑی دیر کے لیے مثال کو لے جاؤ پھر یہ آکر پھوپھی سے بھی مل لے گی جا! میری گڑیا! کچھ وقت باپ کے ساتھ گزار لے۔" وہ دل سے مثال کو پیار کرتے ہوئے بولیں۔ "ہاں یہ دن بھی آنے تھے۔ وقت گزارنے کو میرے بچے نے ترسنا تھا اپنی بیٹی کے ساتھ۔" وہ انہیں جاتے دیکھ کر آہ سی بھر کر بولیں۔

"سب میری جلد بازیوں کے رنگ ہیں۔" اس سے پہلے کہ پھر سے ضمیر لتاڑنا شروع کرے۔ وہ یوں ہی اٹھ کر صحن میں ٹہلنے لگیں۔

"فوزیہ اور خالد آئیں گے تو کھانے کے لیے کیا ہوگا۔ میں نے عدیل سے کہا بھی نہیں کہ آتے ہوئے کچھ لے آئے۔ اتنے دنوں سے ماں بیٹا جس طرح بازار کی روٹیاں کھا رہے ہیں۔ سالن تو جیسے تیسے بنا لیتی ہوں۔ یہ مگر مستقل حل تو نہیں، مجھے دو چار دنوں میں عدیل سے بات کرنا ہوگی، وہ آگے کی پلاننگ سوچنے لگیں۔

"بلکہ فوزیہ سے کہتی ہوں۔ وہ عدیل سے بات کرے۔ میری بات پہ تو بھڑک اٹھے گا۔ مگر فوزیہ کی بات کم از کم تحمل سے سن تو لے گا۔ یہ صحیح رہے گا۔ اب فوزیہ آئی تو اس سے بات کرتی ہوں۔ بھائی یہ گھرداری کے سلسلے مجھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑھیا سے نہیں چلنے والے۔" وہ خود ہی اپنے آپ سے باتیں کرتے ادھر ادھر ٹہلتی ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی چلا کر یونہی چینل گھماتے ہوئے کچھ سوچتی چلی گئیں۔

☼ ☼ ☼

"یہ اچھی عورت نہیں ہے۔" واثق شام کے دھلے کپڑے اتار کر لایا تو ماں سے بولا۔

آٹا گوندھتی عاصمہ چونک کر رہ گئی۔

"کون سی عورت؟" وہ لمحہ بھر کو سمجھ نہیں سکی۔

"جو عورت آپ نے رینٹ پہ رکھی ہے۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"رینٹ پر عورت۔" عاصمہ کی ہنسی نکل گئی۔

"بیٹا اچھی عورت ہے' یوں نہیں کہتے۔" وہ سمجھانے کو بولی۔ واثق طریقے سے اپنے اور بہنوں کے کپڑے الگ کرنے لگا۔

"میں جو کہہ رہا ہوں' وہ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ کس طرح کی ہے۔ مطلب مما آئی ایم کنفیوزڈ۔۔۔ میں کیسے کہوں۔۔ she looks بہت عجیب سی دکھتی ہے اور اس کی آنکھوں میں ہما آپ اسے نہیں رکھیں۔" وہ بچہ جو بہت سمجھ دار بہت سیانا بچہ تھا اس عورت کے الگ ہونے کو بھلا کیسے محسوس نہ کرتا۔ عاصمہ ٹھٹک کر رہ گئی۔

"تم اس سے ملے تو نہیں؟" ایک دم سے اسے۔۔۔ خوف نے گھیرا تو واثق کا بازو سختی سے پکڑ کر بولی۔

"نہیں مما۔۔" ماں کے انداز سے کچھ ڈر کر بولا۔

"میں نے صرف اسے دیکھا تھا اور۔۔۔" وہ بولتے ہوئے رک گیا۔

"اور کیا دیکھا؟" وہ کچھ خوف زدہ سی تھی۔

"مجھے نہیں پتا مما اوپر کمرے میں دھواں سا تھا۔" وہ رک کر بولا۔

عاصمہ اور بھی پریشان ہو گئی۔ اس کی دی ہوئی رقم سے وہ جا کر تھوڑا بہت راشن لے آئی تھی اگرچہ اس کا نہیں ماں رہا تھا مگر صرف یہی سوچ کر کہ الیاس بھائی سے جا کر کہوں گی کہ کسی اور کرائے دار کو ڈھونڈیں مگر۔۔۔

"فوراً" یہ خرچ کی ہوئی رقم کہاں سے بھرے گی رات سے گھر کا راشن بھی ختم تھا۔ نوکری کا کوئی سلسلہ نہیں تھا خالی ٹیوشن سے گھر تو نہیں چل سکتا تھا۔ بجلی اور گیس کے بل بھی جمع کروانے والے تھے۔

"مما کیا سوچنے لگیں آپ؟" واثق ماں کو گہری سوچ میں گم دیکھ کر بولا۔

"میں جا کر الیاس انکل کو بلا کر لاؤں۔" وہ ماں کا چہرہ پڑھنے لگا تو بخوبی جان گیا تھا تسلی دینے والے انداز میں بولا۔

"واثق میں کچھ رقم خرچ کر چکی ہوں اس عورت کے ایڈوانس سے۔" اسے بھی واثق سے اپنی پریشانی کہہ دینے کی عادت ہو گئی تھی۔ روہانسی ہو کر بولی۔

"تو وہ تو ہم نئے کرائے دار سے لے کر انہیں واپس کر دیں گے۔ آپ باقی کی رقم خرچ نہیں کریں۔" وہ چٹکی بجاتے ہی مسئلہ حل کرتے ہوئے بولا۔

عاصمہ مسکرا دی۔ اس کا بیٹا واثق بہت سمجھ دار تھا جو بات سامنے رکھی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

"ہوں ٹھیک ہے جاؤ بلا کر لاؤ ایسے میں خالہ حمیدہ ہوتیں تو مجھے اتنی پریشانی نہیں ہوتی۔ وہ سارا معاملہ سنبھال لیتی ہیں اب تو اکیلی سی پڑنے لگی ہوں میں' پتا نہیں وہ کب آئیں گی۔" وہ بڑبڑا کر بولی۔

"میں جو ہوں مما آپ کے ساتھ۔" وہ بڑے عزم سے بولا۔ عاصمہ کو واقعی اس پر فخر سا ہوا۔ اس عورت نے جس طرح عاصمہ کو ٹریپ کر کے گھر حاصل کیا تھا اگر وہ واثق کو بتا دیتی تو شاید وہ ڈر جاتا۔

☼ ☼ ☼

"امی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں یہ تو میرے جیتے جی ممکن نہیں۔" بشریٰ تڑپ کر بولی۔

ذکیہ نے اس کی بات یوں سنی جیسے اس نے بہت معمولی سی بات کی ہو۔ یا جیسے انہیں پہلے ہی پتا تھا کہ بشریٰ یہی کہے گی۔

"نہیں امی!" وہ پھر زور دے کر بولی۔

"آج نہیں تو کل۔۔۔ کل نہیں تو کچھ مہینوں بعد تمہیں اس بات کو سوچنا ہوگا۔" ذکیہ بے نیازی سے بولیں۔ بشریٰ شاکڈ سی ماں کو دیکھتی رہ گئی۔

"بہرحال تم ساری زندگی یوں ہی تو نہیں بیٹھ سکتیں۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے اور بچی کا ساتھ' اسے بہرحال تحفظ کے لیے اور پرورش کے لیے ایک مرد کے سہارے کی ضرورت پڑے گی تمہیں یہ سوچنا ہی ہوگا۔" ذکیہ نے بہت طریقے سے یہ سب کہا جیسے بشریٰ جو بھی ردعمل ظاہر کرے انہیں فرق نہیں پڑے گا۔ بشریٰ نے ناراضی سے ماں کی طرف دیکھا۔

"میں ایسا کبھی نہیں کروں گی میں فیصلہ کر چکی ہوں۔" وہ پھر سے سخت لہجے میں بولی۔

"تمہاری عدت کچھ دنوں میں ختم ہونے والی ہے وہ ایک جگہ میں نے بات چلائی ہے اور مجھے امید ہے۔"

"امی۔۔۔" وہ اتنی زور سے چیخی کہ بستر پر سوئی مثال بھی ڈر کر اٹھ بیٹھی۔

"مما۔۔ مما۔۔۔ کیا ہوا؟" اس کی نیند بہت کچی ہو گئی تھی۔ ذرا سے کھٹکے سے ڈر کر اٹھ جاتی تھی۔

"کچھ نہیں میری جان تم سو جاؤ کچھ نہیں ہوا۔" وہ اسے ساتھ لگا کر تھپکنے لگی۔ ذکیہ مطمئن سی بیٹھی تھیں۔

"تمہیں پتا ہے نسیم عدیل کے لیے لڑکی دیکھتی پھر رہی ہے۔" وہ اپنے تئیں دھماکا کرتے ہوئے بولیں۔ بشریٰ کے ہاتھ مثال کو تھپکتے وہیں رک گئے۔

"وہ اپنے بیٹے کا کر سکتی ہے تو میری بچی تم تو پھر۔۔۔"

"امی اس سے آگے کچھ نہیں۔" وہ سخت لہجے میں ماں کو ٹوک کر بولی۔

"میری عدت ختم ہو جائے تو آپ عمران کی شادی کی تاریخ رکھیں۔ اس کی شادی کریں میں کہیں بھی جاب کر لوں گی اور اوپر والے کمرے میں چلی جاؤں گی۔ آپ اور آپ کے بیٹے بہو کی زندگی میں دخل نہیں دوں گی۔ اس لیے آپ مجھ سے دوبارہ یہ سب نہیں کہیں گی۔" وہ حتمی انداز میں بولی۔

"بشریٰ تم سمجھ نہیں رہیں میری بچی یہ پہاڑ سی عمریوں نہیں گزرے گی' تمہیں ایک ساتھی کی اور مثال کو ایک باپ کی ضرورت ہے۔" وہ اب کے کچھ عاجزی سے بولیں۔

"عدیل جیسا باپ مل سکتا ہے مثال کو کہیں۔" وہ طنز سے بولی۔

"نہیں" ذکیہ قطعیت سے بولیں۔

"مگر اس کے باوجود اسے ایک باپ کی چھت چاہیے۔ تو تمہیں ایک مرد کا تحفظ۔"

"امی مجھے نیند آرہی ہے' مجھے سونے دیں۔ پلیز!" وہ اکتا کر بستر پر لیٹتے ہوئے بولی۔

"انسپکٹر طارق شادی کرنا چاہتا ہے تم سے۔" ذکیہ نے اپنے تئیں ایک اور بم پھوڑا۔ اور بشریٰ ساکت سی ماں کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"امی یہ کیا کہا آپ نے۔" وہ خوف زدہ سی سوئی ہوئی مثال کو ایک نظر دیکھ کر بولی۔

"وہ شادی شدہ ہے لیکن بیوی کی سال بھر پہلے بچے کی ڈیلیوری کے دوران موت ہو گئی تھی بہت سلجھا ہوا سمجھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دار محض' پھر خاندان بہت اچھا ہے مثال سے تمہاری محبت اور وابستگی سے بھی بخوبی واقف ہے اس لیے اس رشتے میں رکاوٹ نہیں بنے گا کہ۔۔۔ تم سے مثال کو دور کردے۔" ذکیہ بہت مطمئن تھیں۔

یہ رشتہ حقیقتاً" ذکیہ کے لیے کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ ایسا اچھا خوب رو جوان' پھر ایسی نوکری' اچھا گھر' خاندان' سمجھو تو کنوارا بشریٰ کو اس سے اچھا رشتہ کہاں سے مل سکتا تھا۔

انہوں نے تو دل میں سوچ لیا تھا چاہے کوئی بہت بڑا ڈراما کرنا پڑے اپنی جان لینے کا' وہ بشریٰ کو مجبور کر کے ہی چھوڑیں گی طارق کا ہاتھ تھامنے کے لیے۔

جب سے انسپکٹر طارق نے یہ پیغام دیا تھا ذکیہ تو ہلکی پھلکی ہو گئی تھیں۔

اب انہیں صرف بشریٰ کی عدت ختم ہونے کا انتظار تھا۔

"امی! آپ انہیں انکار کر دیں ورنہ میں کہہ دوں گی کیونکہ مجھے دوسری شادی نہیں کرنی۔۔۔ کبھی نہیں' پہلی نے جتنے دکھ دیے ہیں۔ اس کے بعد میں ایسا سوچوں گی بھی نہیں اور آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتیں۔" کہہ کر وہ کروٹ لے کر لیٹ گئی۔ ذکیہ وہیں بیٹھی کچھ سوچتی رہیں۔

☆ ☆ ☆

عاصمہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ یوں ہی عشاء کی نماز کے بعد لیٹی تو اونگھ سی آگئی۔ ابھی کچن میں برتن بھی دھونے والے تھے اور بچوں کے یونیفارم بھی استری کرنے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھلی تو بچے بھی سو چکے تھے وہ جلدی جلدی اٹھ کر کام نپٹانے لگی۔

برتن دھو کر کچن صاف کیا اور کچن بند کر کے کمرے میں آکر کپڑے استری کرنے لگی۔

بارہ بجنے کو تھے۔

اس نے بچوں کے اوپر کمبل ڈالا اور خود باہر نکل آئی۔ باہر کافی خنکی سی تھی۔

وہ یونہی ٹہلنے لگی۔

بے وجہ ہی عفان کی یاد ستانے لگی۔ اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"عفان! میں بہت تھکنے لگی ہوں ابھی سے' ابھی تو آپ کے بعد چند قدم بھی نہیں چلی اور لگتا ہے یہ سفر کبھی تمام نہیں ہو گا۔" وہ ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیے یونہی روئے گئی۔

ایک دم سے اسے زور کی کھانسی آئی اور پھر آتی ہی چلی گئی۔

وہ منہ کے آگے ہاتھ رکھے کھانسی کو روکنے لگی۔

صحن میں سرخ رنگ کا دھواں سا پھیلا ہوا تھا۔

وہ ایک دم سے ڈر گئی۔

"سرخ دھواں۔۔۔ تو نہیں ہوتا۔" وہ تیزی سے بچوں کے کمرے کا دروازہ بند کرنے دوڑی۔

مگر اسے مسلسل کھانسی آتی جا رہی تھی۔

"یہ اس وقت کس نے کیا جلایا ہے۔ کیا ہے یہ۔" اس نے بمشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش کی دھواں ان کی اپنی چھت سے آرہا تھا۔

وہ خوف زدہ سی کھڑی رہ گئی۔

لمحہ بہ لمحہ دھواں بڑھتا جا رہا تھا۔

"یہ خبیث عورت کر کیا رہی ہے آخر؟ آخر یہ کوئی وقت ہے آگ جلانے کا۔ میں منع کرتی ہوں اسے جا کر۔"

وہ آخر برداشت نہ کر سکی تو تیزی سے بیرونی دروازہ کھول کر آہستہ قدموں سے اوپر کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ چھت پر کوئی نہیں تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔

وہ کچھ دیر باہر کھڑی رہی آگے بڑھے یا واپس چلی جائے پھر وہ آہستگی سے بند دروازے کی طرف بڑھی۔

کمرے کی کھڑکی ذرا سی کھلی تھی اور دھواں وہیں سے نکل رہا تھا۔

اس نے ذرا سا آگے ہو کر دیکھا اور ساکت سی کھڑی رہ گئی۔ اندر کے عجیب منظر نے اس کو جیسے وہیں کھڑکی کے ساتھ جکڑ دیا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

"انسپکٹر طارق!" اس نے تو آنکھیں بند کیں اور چھم سے اس شخص کا سراپا اس کے سامنے آگیا۔

وہ دو بار اس شخص سے ملی تھی مگر اسے ایسا کچھ محسوس نہیں ہوا تھا۔

"امی جو کچھ کہہ کر گئی ہیں۔ اس بات میں کتنی حقیقت ہو گی بھلا؟" وہ سوچنے لگی۔

"ہو بھی تو مجھے نہیں سوچنا۔ میں کیوں سوچ رہی ہوں یہ سب' جب مجھے اس شخص کے بارے میں یا دوسری شادی کے بارے میں سوچنا ہی نہیں تو۔" اس نے خود کو جھڑکا۔

"دوسری شادی۔۔۔ آہ!" اس نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا۔ عدیل کے علاوہ' عدیل کے سوا۔۔۔ ایک شخص تھا جو اس کی زندگی میں عدیل سے بہت پہلے آیا تھا اور اس نے اس کو بہت سوچا اور چاہا بھی تھا۔۔۔ مگر وہ تو بہت پہلے کی بات تھی۔ عدیل سے پہلے کی بات۔

عدیل کے بعد تو اس نے کبھی بھول کر بھی اس گزرے کل کو نہ سوچا تھا۔ نہ چاہا تو پھر یہ تیسرا شخص کہاں سے بیچ میں آگیا۔

"نہیں مجھے نہیں سوچنا میں امی۔۔۔ نہیں میں طارق سے بات کر کے اسے صاف خود انکار کر دوں گی ورنہ امی تو سمجھا سمجھا کر مجھے پاگل کر دیں گی۔ ماں باپ الگ الگ کر دینے کے بعد میں اپنی بچی کو کسی تیسرے اجنبی شخص کے حوالے کروں۔۔۔ کبھی نہیں۔" وہ فیصلہ کر کے مطمئن سی ہو کر سونے کی کوشش کرنے لگی کہ گیٹ پر بجتی بیل نے اسے چونکا دیا۔

"اس وقت کون آسکتا ہے بھلا۔" بارہ بج چکے تھے۔

تین بار مسلسل بیل کے بجنے پر اسے مجبوراً اٹھنا ہی پڑا شاید عمران بھی آج جلدی سو گیا امی نے تو نیند کی گولی لی ہو گی۔

"کہیں عدیل تو نہیں۔۔۔ نہیں وہ نہیں ہو سکتا۔" گیٹ کے پاس پہنچ کر وہ سوچنے لگی۔

پھر سے بیل بجنے پر بے اختیار پوچھے بغیر اس نے گیٹ کھول دیا۔

"تم۔۔۔ یہاں!" وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر شاکڈ سی کھڑی رہ گئی۔

(باقی آئندہ ماہ انشاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رخسانہ نگار عدنان

ایک مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر سسر اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ زبیر کے ہاتھوں لٹ جانے پر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔

عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

۱۳
تیرہویں قسط

بشریٰ سامنے کھڑے اونچے لمبے احسن کمال کو دیکھ کر بے یقین سی ہوئی جا رہی تھی اس کے لمبے قد کے سائے میں اس کا اپنا وجود اور بھی اندھیرے میں آگیا تھا۔

"تھینک گاڈ! تم نے مجھے پہچانا تو۔" وہ پہلے کی طرح بے وجہ قہقہہ لگا کر بولا۔ وہی قہقہہ جس سے بشریٰ کبھی بہت چڑا کرتی تھی۔

بشریٰ کا کچھ بھی بڑے سے بڑا نقصان ہو جاتا، احسن کمال یونہی منہ پھاڑ کر جب قہقہہ لگاتا تو بشریٰ سچ مچ اس کے گھنے سیاہ گھنگھریالے بالوں والا سر نوچ دیا کرتی تھی۔

مگر آج جب وہ اس بے تکے انداز میں منہ پھاڑ کر ہنسا تو پہلی بار وہ اسے اچھا لگا۔

گئے دنوں کا کوئی بھی بچھڑا ساتھی ہو، وہ آئے موسموں میں بالکل غیر متوقع طور پر سامنے آجائے تو اس کی ہر اچھی بری ادا پر پیار نہ بھی آئے مگر غصہ ہرگز نہیں آتا۔

بشریٰ کو بھی غصہ نہیں آیا چند لمحوں کے لیے سہی وہ اتنے مہینوں سے جس جمود کا شکار تھی اس کو بھول سی گئی۔

"اے..... سو تو نہیں گئیں تم کھڑے کھڑے۔ سمندری گھوڑی..... یہی جانور سوتا ہے نا کھڑے کھڑے پانی کے اندر نا۔" وہ اپنی لمبی لمبی انگلیوں والا بڑا سا مردانہ ہاتھ اس کی آنکھوں کے آگے لہرا کر بولا۔

اور وہی بھونڈا سا خطاب دینے کا انداز، خفا ہوتے ہوتے بھی وہ ہنس پڑی۔ احسن نے زور سے اس کے چپت

لگائی۔

"شکر ہے تم لوٹ آئیں ورنہ مجھے واقعی تمہارے سر پر کوئی بھاری پتھر یا کچھ ایسا مارنا پڑتا کہ تمہاری یادداشت لوٹ آئے۔" وہ پھر بے تکا قہقہہ لگا کر بولا۔

وہ بے وجہ مسکرائے گئی۔ بہت دنوں بعد تو کوئی ایسا بات کرنے والا ملا تھا جو اس کے حالیہ سانحے سے بے خبر تھا۔

"تم کہاں سے آن ٹپکے۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بظاہر سرسری لہجے میں بولی۔

"کھجور سے۔" بشریٰ کو اس سے ایسے ہی جواب کی امید تھی۔

"آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے ہمیشہ سے تمہارے محاورے کا حال برا رہا ہے۔"

"ماضی تو اچھا تھا پھر حال کیسے برا ہو سکتا ہے۔" وہ فوراً اپنی پکڑی جانے والی غلطی کو معنی خیز معنی پہناتا ہوا بولا۔

"بابا آئے کہاں سے ہو اتنے سالوں بعد۔" بشریٰ کچھ زچ ہو کر بولی۔

"بس یہیں کھڑے کھڑے محل کی دربان بنی سوال پہ سوال کرتی چلی جانا۔ جیسے وہ بچپن میں الف لیلیٰ دیکھتے تھے تو شہزادی بھٹکے ہوئے مسافر سے پوچھتی تھی اے بندہ خدا تو کون کدھر سے آیا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ تین سوالوں میں پوری زندگی کا خلاصہ دریافت کرنا ان عربوں کا ہی فن ہے۔"

بشریٰ زور سے کانوں میں انگلیاں گھساتے ہوئے ایک طرف ہو کر اشارہ کرنے لگی۔

"شکر ہے تمہیں خیال تو آیا۔" اس نے آگے پیچھے پڑا بڑا سا سوٹ کیس اندر کی طرف دھکیلا۔

بشریٰ مڑنے لگی اس کی آواز سن کر ٹھٹک گئی۔

"او تاں سیفی ڈارلنگ، میری جان تھک گئی۔" وہ مڑ کر اندھیرے میں کسی سے مخاطب تھا۔

بشریٰ چونک کر دیکھنے لگی۔

وہ دس گیارہ سال کا خوش شکل سہمی ہوئی صورت والا ایک بچہ تھا۔ احسن کمال اب اسے اپنے ساتھ لگائے اندر لا رہا تھا۔

"سنو بشریٰ!" وہ رک گئی۔

"یہ میرا بیٹا ہے سیف کمال..... ہے نا میرے بچپن کی تصویر وہی آنکھیں، وہی تلوار جیسی ناک اور لڑکیوں جیسے نازک ہونٹ یہی کہتی تھیں نا تم اور کئی بار تم نے کمینگی دکھاتے ہوئے مجھے سچ مچ لپ اسٹک بھی لگا دی تھی یاد ہے نا تمہیں اور پھر میری جوتوں سے پٹائی ہوتی تھی امی کے ہاتھوں۔"

وہ پہلے کی طرح بولتا ہی چلا جا رہا تھا بغیر کسی کوما، فل اسٹاپ کے۔

بشریٰ اس کی باتوں میں بہتی بہت دور نکل گئی تھی۔

بچہ اب باپ کے مسلسل بولنے سے بھی اکتا گیا تھا۔

"بابا ہم کہیں بیٹھ نہیں سکتے اور مجھے نیند بھی بہت آرہی ہے اور بھوک بھی لگی ہے۔" وہ باپ کا باقاعدہ بازو ہلا کر متوجہ کرتے ہوئے بولا۔

"اوہ یار! ایس ایس..... سوری یار..... رئیلی سوری، بہت عرصے کے بعد کسی اپنے کو دیکھا ہے نا تو نہ جذبات قابو میں ہیں نہ زبان۔" وہ بے ساختہ کہہ گیا۔

بشریٰ نے اسے چونک کر دیکھا۔

اس کے جذبات بھی تو کچھ بے لگام ہوتے جا رہے تھے۔ ماضی کے ہنستے کھیلتے دنوں میں کہیں کھو گئے تھے۔ وہ کچھ دیر کے لیے..... بھول گئی تھی کہ وہ بشریٰ ہے اور اسے ابھی کچھ ہی ہفتے پہلے طلاق ہوئی ہے اور اس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

مثال جیسی گڑیا بکھر کر رہ گئی۔

"سن لو! اب تو بچہ بھی تمہیں ٹوک رہا ہے تو پھر بڑوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ بے چارے مروت میں خاموش رہتے ہیں اور تم سمجھتے ہو تمہاری باتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔" بشریٰ بچے کے ٹوکنے پر محظوظ ہو کر بولی۔

"چلو یوں بھی ہوتا ہے اپنے جذبات کو چھپانے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں جیسے جھانک کر بولا بشریٰ لمحہ بھر کو سٹپٹا سی گئی۔ اسے ابھی بھی بشریٰ کے اندر تک جھانکنا آتا تھا۔

وہ نظریں چرا کر رہ گئی۔ وہ ابھی بلکہ کبھی بھی نہیں چاہ سکتی تھی کہ اس کا بھید کھلے۔

وہ بنا کچھ کہے تیزی سے اندر جانے لگی۔

"چلو بیٹا! یہاں کے میزبان کچھ ایسے ہی ہیں۔ خود ہی ڈھیٹ بن کر ہمیں اندر جانا ہوگا۔ بٹ ڈونٹ وری۔ تمہیں یہاں کھانا بھی ملے گا اور بہت مزے کی نیند بھی آئے گی۔ یہ میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں۔" وہ بچے کا ہاتھ تھامے ابھی بھی مسلسل بولتا ہوا پیچھے آرہا تھا اور بشریٰ کا جی چاہ رہا تھا وہ اس سے چھپ کر کہیں اس جگہ روپوش ہو جائے جہاں سے وہ اسے کبھی بھی نہ دیکھ پائے۔

مگر یہ اب ممکن نہیں تھا!

☆ ☆ ☆

اس عورت کے پاس ایک سیاہ رنگ کا ڈبہ پڑا تھا۔ جس میں سرخ رنگ کا مائع تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے اپنے آگے تسلے میں جلی آگ میں اس ڈبے سے کچھ سرخ مائع لیتی اور اس کے چھینٹے آگ پر مارتی۔

آگ سے شعلے سے نکلتے اور سرخ دھواں کمرے میں بھرنے لگتا۔

وہ سرخ مائع.... خون تھا۔

اسے لگا اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا ہے۔

اس نے بے اختیار منہ کے آگے ہاتھ رکھ لیا۔

نہیں اسے خود پہ قابو رکھنا تھا اگر اس عورت کو ذرا بھی یہاں اس کی موجودگی کا شک ہو گیا تو وہ کچھ بہت برا بھی کر سکتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے بچوں کے ساتھ۔

وہ تیزی سے الٹے قدموں پیچھے ہوتے ہوئے دل میں درود شریف آیت الکرسی اور قرآنی آیات پڑھنے لگی۔

اس کے قدم جو بھاری ہو رہے تھے اسے اٹھانا محال تھے۔ اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ آیات کا ورد شروع کرتے ہی بھاری پتھر سے قدم اٹھنے لگے۔ وہ ایک ایک سیڑھی ایک ایک زینے پر رک رہی تھی۔

اس کے دل کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔ کچھ ایسا انہونا انوکھا احساس تھا جو اس کے دل کو جکڑے جا رہا تھا۔

"یا اللہ رحم فرما معافی دے دے ہمارے گناہوں کی حفاظت فرما میری اور میرے بچوں کی۔ میرا تیرے سوا کسی پر یقین نہیں۔ تو وحدہ لا شریک ہے۔ جادو بھی بہت اثر کرتا ہے۔ اے رب باری! اگر تو چاہے تو رحم کر میں تیرے رحم کی طلب گار ہوں تو میری بے چارگی، بے کسی سے واقف ہے۔ تو جانتا ہے صرف تو جانتا ہے میں کتنی بے بس ہوں بے کس ہوں رحم کر مجھ پر میرے یتیم و یسیر بچوں پر.... رحم، رحم۔"

وہ وضو کے بغیر ہی اپنے کمرے کے ٹھنڈے فرش پر بے اختیار سجدہ ریز ہو گئی تھی۔

وہ جانے کتنی دیر یونہی زمین پر اکڑوں جھکی خدا کے آگے گڑگڑاتی رہی۔

"مما.... مما آپ کو کیا ہوا ہے۔" تبھی اریبہ اس کا کندھا ہلاتے ہوئے نیند سے بھری آنکھوں کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

عاصمہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

گریہ زاری سے اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ مگر دل جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔ بے قراری کو قرار مل گیا تھا۔

وہ اریبہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بستر تک لے کر آئی اور اسے آہستہ آہستہ تھپکتے ہوئے سلانے لگی۔ خود اس کی آنکھیں بھی نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔

رات بھر کا رت جگا تھا، پھر ایسے خوفناک لمحے؟

وہ جیسے گہری نیند سے ہڑبڑا کر اٹھ گئی۔ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"نہیں، نہیں مجھے ان لمحوں میں غافل نہیں ہونا۔ یہی تو مانگنے کی خالص گھڑیاں ہیں۔ ہم جیسے طلبگاروں کے لیے ان لمحوں میں مانگی گئی سلامتی رد ہوتی ہے نہ دعائیں پلٹائی جاتی ہیں۔ مجھے آج خدا کے در کو ہلانا ہے اپنے بچوں کی سلامتی اور ان کے لیے رزق اور تحفظ مانگنا ہے آج مجھے سونا نہیں۔" اس کا دل پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔

اگر وہ ڈر کر بیٹھ گئی۔ اس عورت کے جادو ٹونے کے آگے ہار گئی۔ خوفزدہ ہو گئی تو پھر اس دلدل میں اترتی چلی جائے گی۔

بے شک اس عورت کی باتوں سے اس کا دل متزلزل ہو رہا۔ جب اس نے صاف لفظوں میں بتایا تھا کہ ایک مرد سے دھوکا کھانے کے بعد عاصمہ کا محتاط رویہ اچھا ہے۔ اور پھر یہ کہ ابھی اسے نوکری نہیں ملنے والی اور.... اور کچھ باتیں جو اس کے حافظے میں گڈمڈ ہوتی جا رہی تھیں مگر کچھ لمحوں کو سہی اس کا کمزور بے یقین سا دل یقین کرنے لگا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ وضو کر کے مصلہ بچھائے اپنے رب کے آگے بڑے دل سے بڑی لگن سے رکوع و سجود میں مگن تھی۔

تہجد کے نفل پڑھنے کے بعد وہ بڑے صوفے کے ساتھ اپنے رب کے ساتھ سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے ایک ایک کر کے اپنے سارے مسائل اور اپنے محدود وسائل کے بارے میں بتاتی چلی گئی۔

وہ خدا رب جلیل جو پتھر میں موجود کیڑے کے رزق سے غافل نہیں رہ سکتا اس کے مسائل سے کیسے بے خبر ہو سکتا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ یہ سب کہتی چلی گئی۔

ایک ایک کر کے اس دل پر دھرے چھوٹے بڑے بھاری ملکے وزنی سارے پتھر ہٹتے چلے گئے۔

اسے گھپ اندھیرے میں روشنی دکھائی دینے لگی تھی۔ ایک دم سے اپنا کمزور وجود بہت مضبوط اور طاقت ور لگنے لگا تھا۔

جب وہ مصلہ تہہ کر رہی تھی تو بہت کچھ سوچ چکی تھی۔

کم از کم اسے ہارنا نہیں اور ڈرنا تو بالکل بھی نہیں اور خود کو مضبوط ظاہر ہی نہیں کرنا، بنانا بھی ہے۔

وہ خود کو جسمانی طور پر بھی ہر برائی سے لڑنے کے لیے آمادہ کر چکی تھی۔ آج اسے پہلی بار لگا تھا وہ بیوگی کے بعد اپنے پیروں پہ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہے۔

وہ احسن اور اس کے بچے کو کھانا دے کر بغیر اس کے ساتھ شامل ہوئے۔ اگرچہ وہ اصرار کر رہا تھا مگر وہ سر درد کا بہانہ کر کے اسے ذکیہ کے حوالے کر کے چھوڑ آئی تھی۔

وہ اس کا چہرہ یوں ہی پڑھ لیا کرتا تھا۔ یہی خوف بشریٰ کو اس سے دور بھگا رہا تھا۔

مگر کب تک.... اس کا بھاری سوٹ کیس تو کچھ اور کہہ رہا تھا۔

بہت سال پہلے جب اس کی انگلی میں احسن کمال کے نام کی انگوٹھی اس کی چچی نے بہت محبت اور پیار سے ڈالی تھی۔ احسن کمال کچھ زیادہ ہی اس پہ اپنا حق جتانے لگا تھا۔

بشریٰ دوست بنائے گی تو احسن کمال کی پسند اور اجازت سے۔

کھیل کھیلے گی تو اس کی مرضی اور پسند کے۔ حتیٰ کہ اوقات بھی وہ ہوں گے جس میں احسن کمال اپنی پڑھائی، اپنے کلب اور اپنے دوستوں کی کمپنی سے فارغ ہو گا اور وہ اوقات چاہے رات نو بجے کے بعد کے ہوں۔

بشریٰ کے کپڑوں کی شاپنگ امی اور چچی مل کر کیا کرتی تھیں مگر پھر احسن کمال نے اس میں بھی دخل دینا شروع کر

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.READERS.PK
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

دیا۔

جوتے، باریک ہیل کے سینڈل بشریٰ کی جان تھے اور احسن کمال نے ان پر بین لگا دیا۔

"تم یہ سینڈل پہنتی ہو تو یوں لگتا ہے جیسے سرکس میں کرتب دکھا رہی ہو۔ یا فیوزبلب چینج کرنے لگی ہو یا بغیر بانس کے تمہارے گھر کے جالے صاف کرنے ہوں۔"

وہ انتہائی بدتمیزی سے تبصرے کرتا، بشریٰ رو ہی پڑتی۔ اس نے باریک ہیل والے سینڈل پہننے چھوڑ دیے مگر ان کی خواہش اس کے دل سے مر نہ سکی۔

عدیل سے شادی ہوتے ہی اس نے ان گنت ایسے سینڈل خریدے تھے۔ نازک اور قیمتی۔ عدیل کو بھی اس کی پسند کا علم تھا۔ وہ اکثر ہی اسے ان جوتوں کی دل کھول کر شاپنگ کراتا۔

گیارہ ماہ دونوں کی منگنی رہی۔

جب تک احسن کمال کو نازیہ بھٹی سے عشق نہیں ہو گیا۔

بشریٰ تو اس کی حد سے زیادہ جتاتی محبت سے عاجز ہی آچکی تھی۔ اگر احسن کمال اس منگنی کو ختم کرنے کا اعلان نہ کرتا تو وہ خود اس کے نام کی انگوٹھی اتار کر پھینک چکی ہوتی۔

مگر اچھا یہ ہوا کہ پہل احسن کمال نے کی۔ گرین کارڈ ہولڈر نازیہ بھٹی اس کے دوست زبیر بھٹی کی فرسٹ کزن تھی۔

اس نے بھی کھٹ سے احسن کمال کو اوکے کر دیا۔

ان دنوں چچی شرمندگی کے مارے کئی دن تک ذکیہ اور بشریٰ سے نظر بھی نہیں ملا پائی تھیں اور پھر چپکے سے ایک دن ان لوگوں نے گھر شفٹ کر لیا تھا۔

بس رسمی طور پر ملنے کے لیے آئیں وہ بھی اوپرے دل سے۔ ہنس ہنس کر ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں۔

ذکیہ نے تو غصے میں وضو کیا اور جا کر نماز کی نیت کر لی۔

وہ یوں ہی کچھ دیر بیٹھی رہیں پھر اونچی آواز میں سب کو فی امان اللہ کہہ کر چلتی بنیں۔

اس کے بعد احسن کی شادی کا کارڈ بھی اپنی بہن کے ہاتھوں بھجوایا۔ مگر کوئی گیا ہی نہیں۔ ذکیہ کو بے حد غصہ تھا۔

لیکن بشریٰ بہت خوش تھی کہ اس جیسے دم گھٹ منگیتر سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا مل گیا۔

پھر احسن کمال کے نازیہ کے ساتھ امریکا جانے اور وہیں رچ بس جانے کی خبریں ملتی رہیں۔ چچی کچھ عرصہ بیمار رہ کر بیٹے سے ملنے کی آس لیے خاموشی سے دنیا سے چلی گئیں۔

اور احسن کمال کا باب ان کے گھر اور بشریٰ کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے بند ہو کر رہ گیا۔ اس نے دانستہ و نادانستہ طور پر اس سب کو بھلا دیا تھا، پھر عدیل آگیا۔ اس کی زندگی میں اور سب کچھ بدلتا چلا گیا۔

اس نے شادی کے آٹھ نو سالوں میں کبھی مڑ کر احسن کمال کو نہیں سوچا۔ دو ایک بار امی نے شاید اس کے امریکا سے چکر لگانے کا ذکر بھی کیا مگر بشریٰ تو اپنی خوشیوں بھری زندگی میں کچھ ایسی مگن تھی کہ وہ کچھ سن ہی نہ سکی۔

اور اب اتنے سالوں بعد یہ کیوں آگیا؟

وہ مثال کو سوتے میں پیار کرتے ہوئے بے وجہ اس کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔

وہ آج بھی اتنا ہی باتونی اور کھلنڈرا تھا۔

ہاں اس کے کھلنڈرے پن میں کچھ کمی نہیں آسکی تھی کہ اسے ایک بار بھی احساس ندامت یا شرمندگی نے نہیں گھیرا کہ ماں کے منہ کو ہی سہی۔ لوگوں نے ان کے ساتھ بھی کمٹ منٹ کی تھی اور وہ یہاں کس استحقاق سے آیا۔ کیا اس وجہ سے کہ چچی نے چچا کا حصہ اس گھر سے لیا ہی نہیں تھا؟

پھر ان کے خاموشی سے گزر جانے پر احسن کمال کے مستقل لاپتا ہونے پہ امی نے کئی بار شکرانے ادا کیے تھے۔ ورنہ گھر کی ملکیت میں آدھا تو ان کے حوالے کرنا پڑتا۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اب یہ آگیا تو یقیناً "بٹوارہ چاہے گا۔ اگرچہ امی نے بعد میں سارا گھر گرا کر نئے سرے سے ماڈرن طرز کا بنوایا تھا۔ مگر ملکیت میں وہ ابھی بھی برابر کا حصے دار تھا۔

"خیر یہ امی اور عمران کا سردرد تھا، بشریٰ کا نہیں۔" آخری سوچ اس کے غنودگی میں ڈوبتے دماغ میں یہی آئی تھی۔

اور بہت سارے دنوں اور بہت پیاری کالی راتوں کے بعد یہ ایک اکیلی رات آئی تھی، جس میں آخری سوچ اس کے دماغ میں عدیل یا مثال کی نہیں تھی، کسی اور کی تھی۔

اور وہ کسی اور آنے والے دنوں میں کیسے ہر رات اور ہر دن میں اس کی سوچ پر قابض ہونے والا ہے۔۔۔ اس نے اس لمحے ذرا بھی نہیں سوچا تھا۔

☼ ☼ ☼

"نہیں فوزیہ! ہرگز نہیں۔ تم اور امی کان کھول کر سن لو! یہ بات کسی بھی طرح ممکن نہیں۔" عدیل سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گیا۔

فوزیہ نے بے بسی سے ماں کی طرف دیکھا۔

کل اس کی فلائیٹ تھی خالد کے ساتھ اور جانے سے پہلے نسیم نے یہ پہاڑ سا مرحلہ اس کے ذمے لگایا تھا کہ وہ عدیل کو کسی بھی طرح نگہت کی بیٹیوں میں سے کسی ایک کے لیے راضی کر لے۔

مگر عدیل تو یہ سنتے ہی جیسے آگ بگولہ ہو گیا۔

"تو کیا اس بے وفا کی یادوں کو سینے سے لگا کر بیٹھے رہو گے ساری عمر۔۔۔ ابھی تمہاری عمر ہے ہی کیا، یوں بھی اتنے سالوں میں اس نے تمہیں دیا ہی کیا تھا۔ ایک بچی کے سوا۔ یا بے شمار فرمائشوں اور جھگڑوں کے سوا۔" نسیم بھی خم ٹھونک کر میدان میں آگئیں۔

یہی وقت تھا اس بپھرے شیر کے پٹھے پر ہاتھ رکھنے کا۔

"امی! زیادہ بہتر ہو گا کہ آپ آئندہ اس کا تذکرہ نہیں کریں گی ورنہ۔" وہ ایک دم سے پہلے والا غصیلا جذباتی عدیل بن گیا تھا۔

"ورنہ کیا کرے گا۔ اینٹ لے کر سر پھاڑے گا میرا۔" نسیم بھی آج حساب بے باق کرنے پہ تلی تھیں۔ ورنہ فوزیہ کے جانے کے بعد عدیل سے بات کرنا ناممکن ہو جاتا۔

"ورنہ میں یہ گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔" وہ سرد لہجے میں بولا اور "ورنہ" سے آگے تو یہ نسیم نے یا فوزیہ نے ایسا کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔ اگر عدیل اس پر عمل کر لیتا تو۔۔۔"

نسیم کو جھرجھری سی آگئی۔ وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

فوزیہ نے آنکھوں میں ماں کو ابھی کچھ ٹھہر جانے کا مشورہ دیا مگر ایسے نازک لمحے نسیم کی زندگی میں پہلے بھی بہت آئے تھے اور انہیں اچھی طرح علم تھا کہ کس موقع پر کیا کرنا ہے۔

وہ بے اختیار دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر پھپک پھپک کر رونے لگیں اور روتی چلی گئیں۔

"امی۔۔۔! امی پلیز حوصلہ کریں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں ایسے بے قابو ہو کر روئے جا رہی ہیں۔ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" فوزیہ کن انکھیوں سے عدیل کی طرف دیکھتے ہوئے رندھی آواز میں بولی۔

"مر جانے دو مجھے۔ جان خلاصی ہو میری۔ اب زندہ رہ کر دوں گی بھی کیا۔ بیٹے کی محتاج ہو گئی ہوں اب اس کی دھمکیاں ہی تو سنوں گی۔ مر جاؤں میں تو اس سے اچھا۔ اللہ موت دے دے مجھے۔ ایسی زندگی۔۔۔" وہ حسب عادت سینے پر ہاتھ مار کر واویلا کرنے لگیں۔

عدیل کے ماتھے کی رگ غصہ ضبط کرتے ہوئے پھڑکنے لگی۔ اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر خود کو کچھ بہت سخت کہنے سے روکا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر تیزی سے چلا گیا۔ نسیم کا واویلا ایک لمحے میں تھم گیا۔

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.READERS.PK
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

فوزیہ کے لیے بھی یہ کسی جھٹکے سے کم نہیں تھا۔

نسیم کا یہ تیر بہدف نسخہ تھا جس کے آگے عدیل ہار جاتا تھا کہ وہ ماں کے آنسو' برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ موم کی طرح پگھل جاتا تھا۔

مگر آج تو وہ کسی پتھر کی طرح بے حس بنا رہا اور پھر یوں لاتعلقی سے اٹھ کر چل دیا۔

"امی! آپ بھائی کی شادی کا خیال فی الحال دل سے نکال دیں۔ بھائی ابھی کسی بھی صورت میں شادی نہیں کریں گے۔" فوزیہ نے ماں کو مشورہ دیا۔ نسیم کے آنسو تو وہیں تھم چکے تھے۔

"تو کیا میری بوڑھی ہڈیوں میں دم ہے جو میں سارے گھر کو سنبھالوں اور ہانڈی چولہا بھی کروں اس عمر میں؟" وہ چیخ کر بولیں۔

فوزیہ بے بسی سے ماں کو دیکھ کر رہ گئی۔

"میں نے پروین خالہ سے بات کی ہے نا۔ وہ اور ان کی بیٹی صبح سے آجایا کریں گی اور رات تک سارا کام نپٹا کر جایا کریں گی۔" وہ کچھ دیر بعد ماں کو تسلی دینے کو بولی۔

"اب میں گھر غیروں کے حوالے کردوں؟" وہ چمک کر بولیں۔ فوزیہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

"مان جائے تو ابھی بھی دس لڑکیاں ہیں اس کے ساتھ شادی پر راضی۔" وہ ملال بھرے لہجے میں بولیں۔

"زبردستی کریں گی تو کچھ بھی کرسکتے ہیں وہ۔" فوزیہ نے سمجھایا۔ نسیم کچھ سوچنے لگیں۔

"اگر مثال کو یہاں لے آئیں پکا پکا۔ اس کے کاموں کو دیکھنے بھالنے کے لیے کوئی عورت چاہیے ہوگی پھر تو مان ہی جائے گا۔" وہ ذرا دیر بعد جوش بھرے لہجے میں بولیں۔

"دیکھ لیں مثال کی ذمہ داری آپ اٹھا نہیں پائیں گی۔ میں تو کہتی ہوں رہنے دیں اسے ماں کے پاس ہی۔ یہاں آئے گی تو بھائی کی ساری توجہ اس کی طرف ہوجائے گی۔ آپ کی طرف دھیان دیں گے اور نہ دوسری شادی کے لیے راضی ہوں گے۔ اتنی چھوٹی نہیں ہے مثال کہ اس کی دیکھ بھال کے لیے کسی عورت کے ساتھ کی اسے ضرورت پڑے۔" فوزیہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

نسیم دل مسوس کر رہ گئیں۔

کوئی بھی تو دوست نظر نہیں آرہا تھا اور عدیل کی دوسری شادی بھی ضروری تھی۔ فوزیہ اب ادھر ادھر کی باتیں کیے جارہی تھی مگر نسیم کا دماغ اسی ایک نقطے کی تلاش میں جتا تھا کہ کیسے عدیل کو شادی پہ راضی کریں۔

☼ ☼ ☼

"ہیلو!" وہ کچن میں مثال کے لیے ناشتہ بنا رہی تھیں جب وہ صبح سویرے اس کے سر پر سوار ہوگیا۔

"اٹھ گئے تم.... میں تو سمجھی تھی' رات بہت دیر میں سوئے ہو تو صبح دیر تک سوؤ گے۔" بشریٰ مروتاً بولی۔

"ہائے سویٹی! تمہاری بیٹی ہے نا؟" وہ مثال کی سنہری پونیاں ہلا کر اسے جھک کر پیار کرتے ہوئے بولا۔

"ہوں!" بشریٰ کی آنکھوں میں ڈھیر ساری محبت سمٹ آئی۔

"بہت کیوٹ ہے۔ تمہارے بچپن سے زیادہ۔" وہ اسے چڑانے کو بولا مگر بشریٰ کو اچھا لگا۔ مثال کی تعریف تو اسے اپنے سے بڑھ کر لگتی تھی۔

"تمہارا بیٹا ابھی سویا ہوا ہے؟" بشریٰ مثال کے آگے ناشتہ رکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں' وہ دیر تک سوئے گا۔ میں تو صبح جلدی اٹھنے کا عادی ہوں اور واک کے لیے جانے کا۔ آج کچھ دیر ہوگئی۔" وہ بولتے ہوئے مثال کے آگے رکھے آملیٹ کو چھری سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹنے لگا۔

"تمہاری بیوی نہیں آئی ساتھ؟" بشریٰ نے رات سے رکا ہوا سوال پوچھ ہی ڈالا بالآخر۔

اس کے ہاتھ لمحہ بھر کو تھم سے گئے۔

"سچ کہوں بشریٰ!" وہ سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا۔ "ہم دونوں کو ہی جیون ساتھی قدر کرنے والے نہیں ملے یا شاید ہم ہی ان کے قابل نہیں تھے۔"

بشریٰ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ اس کے ساتھ بیت جانے والے سانحے کو یوں ایک جملہ میں سمیٹ کر اپنی بھی کہانی اس میں بیان کرجائے گا۔

اور وہ جو رات سے ڈری ہوئی تھی کہ جب احسن کمال عدیل کے بارے میں پوچھے گا پھر جھگڑے اور طلاق کی وجہ اور پھر مثال اور اس کے فیوچر کے بارے میں خوفناک اندیشوں کا اظہار کرے گا تو وہ کیسے اس کا سامنا کرے گی۔

اس نے کتنی آسانی سے ایک جملہ میں کہہ دیا جبکہ اسے یقین تھا ذکیہ نے رو رو کر بشریٰ کی بدنصیبی اس کی پہاڑ سی زندگی اور اس کی بچی کی برباد زندگی کے قصہ کو کتنا طویل کیا ہوگا اور احسن کمال۔

وہ پہلی بار اسے دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

"بلکہ میں تو کہتا ہوں وہی ہمارے قابل نہیں تھے سو ان پر چار حرف بھیجو ہم اپنی باتیں کرتے ہیں۔" وہ چھری رکھ کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"یہی کہ آج تم مجھے ناشتے میں کیا کھلانے والی ہو۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"جو تم کہو۔" بشریٰ خوش دلی سے بولی۔

"پراٹھا' آملیٹ اور رات کا سالن' ساتھ گرما گرم چائے کا فل سائز مگ۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔

بشریٰ اٹھ کر فریج سے آٹا نکالنے لگی۔

"تم بتاؤ' مجھے سیف کو کون سے اسکول میں داخل کرانا چاہیے۔" وہ اب مثال کو بچا ہوا ناشتہ زبردستی کرا رہا تھا۔ پراٹھا بیلتے ہوئے بشریٰ کے ہاتھ رک سے گئے۔

"تم کیا مطلب؟"

اف یار! تم مطلب بہت پوچھنے لگی ہو' ایسی کوڑھ مغز تو تم کبھی بھی نہیں تھیں۔" وہ چڑ کر بولا۔

"تم کیا مستقل یہاں آگئے ہو۔" وہ سنبھل کر بولی۔

"آف کورس۔" وہ اب نیپکن سے مثال کا منہ صاف کر رہا تھا اور دودھ کا گلاس اس کے آگے رکھ رہا تھا۔

بشریٰ کو اس کے انداز بہت اچھے لگ رہے تھے۔

اس نے بہت آرام سے مثال کو سارا ناشتہ ختم کرا دیا تھا۔

"دیکھو نا' وہاں میں نے بزنس اسٹارٹ کیا تھا۔ جاب کچھ عرصہ کی پھر بعد میں بزنس میں آگیا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے یہاں کی دو کمپنیوں کے ساتھ بہت اچھی ڈیل ہوگئی۔ پارٹنرشپ بھی چل رہی ہے اور کچھ دوسرے معاملات بھی تو مجھے لگا' مجھے پاکستان واپس آجانا چاہیے۔" وہ تفصیل بتانے لگا۔

"بلکہ بشریٰ! اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو مجھے تمہاری تھوڑی ہیلپ چاہیے ہوگی یہاں سیٹل ہونے میں۔" وہ بے تکلفی سے کہہ رہا تھا۔ بشریٰ اب اس کے لیے آملیٹ بنا رہی تھی۔

"مجھے یہاں اپنے اور سیفی کے لیے گھر دیکھنا ہے۔ آفس کا ارینج منٹ میں کرلوں گا۔ سیفی کا اسکول تم کرواؤ گی اور کچھ گھر کو سیٹ کرنے میں.... کیا تم تھوڑا ٹائم دے سکو گی مجھے؟"

وہ بہت طریقے سے پوچھ رہا تھا۔

"ہوں کیوں نہیں۔" بشریٰ کو کہنا پڑا۔

"اوکے تو آج ہی سے کام اسٹارٹ کیا جائے۔ اسپیشلی گھر دیکھنے کا۔" بشریٰ ہاتھ روک کر اسے دیکھے گئی۔

"ارے.... آملیٹ کوئلہ بن جائے گا' واپس آجاؤ۔" وہ زور سے بولا تو وہ جلدی سے آملیٹ پلیٹ میں نکالنے لگی۔

"چلو' دو چار دن بعد شروع کردیں گے سروے' جس میں تم ایزی فیل کرو۔" وہ ناشتہ کرتے ہوئے اطمینان سے بولا۔

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTANI.WEB.PK

بشریٰ کچھ نہیں بولی۔ اس کے آگے چائے کا کپ رکھتے ہوئے چولہا بند کر کے لمحہ بھر کو رکی۔

"میں امی سے ناشتے کا پوچھ لوں۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

احسن اسے جاتا دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔

☆ ☆ ☆

"غلطی ساری آپ کی ہے عاصمہ بہن! آپ کو بغیر قانونی کارروائی کے اس عورت کو اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دینا چاہیے تھا۔" الیاس ساری بات سن کر کچھ پریشانی سے بولا۔

"میں جانتی ہوں۔ غلطی میری ہے لیکن بھائی آپ یقین کریں' میں کچھ اس طرح سے بے بس ہو گئی تھی کہ۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں سے کنپٹیاں دبا کر بولی۔ "آپ اس سے ملیں گے تو یقین کریں۔۔۔ میں نے ایسی عورت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ وہ جادو ہی نہیں کرتی' سامنے والے کو بے بس بھی کر دیتی ہے۔ اور خدا کے لیے کچھ کریں' میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ وہ رات بھر چلے کاٹتی ہے اور۔۔۔ یا اللہ! میں کیا کروں؟"

وہ روئی نہیں' مگر آنسو کنٹرول کرنا بھی مشکل ہو تا جا رہا تھا۔

"خیر آپ پریشان نہیں ہوں' میں اس کا بندوبست کر لوں گا۔ بس آپ کو اپنے گھر کے اندر والا دروازہ بند رکھنا ہے ہر صورت' جو راستہ اوپر کی طرف جاتا ہے وہ۔" وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا تھا۔

"وہ تو بند ہے اسی دن سے۔ جس دن وہ عورت آئی تھی اور اتنی چھوٹی ہے۔ کہتی تھی میری ماں اور بہنیں ایک دو دن میں آجائیں گی۔ کوئی بھی نہیں آیا۔" عاصمہ حقیقتاً" پریشان تھی۔

"خیر یہ اس کا انتظام تو میں کر لوں گا۔"

"بھائی! آج ہی کچھ کریں۔ میں اس جادوگرنی کو مزید ایک رات بھی اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ تیزی سے بولی۔

"آپ پرسکون ہو کر گھر جائیں۔ میں کچھ نہ کچھ کرتا ہوں۔" الیاس نے اسے تسلی دے کر بھیج دیا۔

مگر گھر آکر بھی اس کا دل گھر کے کاموں میں نہیں لگ رہا تھا۔ سارا دھیان اوپر کی طرف تھا' جہاں بالکل خاموشی تھی۔

"کمبخت رات بھر جاگ کر جادو ٹونا کرتی ہے اور دن میں پڑی سوتی ہے۔" وہ خوامخواہ جھلائے جا رہی تھی۔ غصہ اپنی بے بسی پر آرہا تھا کہ اپنے گھر میں بھی وہ کتنی لاچار ہے ایک ناپسندیدہ انسان کو نکال باہر نہیں کر سکتی۔

"بچے اسکول سے آجائیں تو میں حمیدہ خالہ کے گھر جاؤں' شاید ان کے کچھ آنے کا پتا چل سکے۔" اس نے بے دلی سے کھانا بنایا۔

دھونے والے کپڑے کافی اکٹھے ہو چکے تھے۔ مگر وہ ابھی دھونا نہیں چاہتی تھی۔ پھر اوپر چھت پر سوکھنے کے لیے ڈالنے جانا پڑتا اور اسے ابھی اس عورت کا سامنا نہیں کرنا تھا۔

بیرونی دروازے پر ہونے والی دستک سے وہ چونکی۔

"اس وقت کون ہو سکتا ہے۔ بچے تو ابھی نہیں آئیں گے۔" وہ سوچتی ہوئی دروازے تک گئی۔

"کون؟" اس نے دروازے کی جھری سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ اور دوسرے لمحے دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ وہ عورت دروازے کی جھری میں نظریں جمائے دیکھ رہی تھی۔

"تو تم باز نہیں آئیں غلط حرکت کرنے سے۔" وہ عجیب پھٹی ہوئی آواز میں عاصمہ پر نظریں جمائے کہہ رہی تھی۔

عاصمہ کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں پائی۔

"دروازہ کھولو' مجھے بات کرنا ہے تم سے۔" وہ حکمیہ انداز میں بولی۔ عاصمہ جہاں کھڑی تھی' وہاں سے ہل بھی نہیں سکی۔

"تو تم دروازہ نہیں کھولو گی؟" وہ اور بھی حقارت بھرے انداز میں بولی۔

"نہیں۔" اللہ جانے کیسے وہ اپنے پورے جسم کی قوت مجتمع کر کے بول پائی۔

"اوہ تو اتنی جرات آگئی ہے تم میں' مبارک ہو پھر تو تمہیں۔۔۔ تم بہت جلد اپنے بچوں کو بھی رونے والی ہو۔" وہ منحوس لہجے میں بولی۔

اور دوسرے لمحے دروازے کے باہر مختلف آوازیں آنے لگیں۔

"اے ادھر منہ کرو۔ تم زلیخا ہو نا۔۔۔ زلیخا شمشاد۔" کوئی بہت ہی بھاری رعب دار آواز تھی۔

"سر جی! یہی عورت ہے' شناخت کی کیا ضرورت ہے۔ اس مردود کو تو میں نے خود موقع واردات سے پکڑا تھا مگر یہ مجھے جل دے کر بھاگ گئی۔" دوسری خوشامدی سی آواز ابھری۔

"آپ کون ہیں جی۔ ہٹیں۔ جانے دیں مجھے اوپر اپنے گھر۔" وہ اب کے ذرا گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اپنے گھر کی بچی۔۔۔ تیرے باپ نے خرید کر تیرے نام کیا تھا۔" "یہ یقیناً" کسی پولیس والے کا لہجہ تھا۔ مگر ڈر کی وجہ سے عاصمہ نے دروازہ نہیں کھولا۔

"یہی ہے وہ انسپکٹر صاحب! جادو ٹونا کرتی ہے اور لوگوں کو بے وقوف بنا کر رقمیں اینٹھتی ہے۔" یہ الیاس کی آواز تھی۔ عاصمہ صاف پہچان گئی۔

"ارے جی جادو ٹونے کو گولی ماریں۔ یہ تو بڑی مردود عورت ہے۔ ڈیڑھ مہینے سے مختلف جگہوں پر اس کی تلاش میں چھاپے مار رہے ہیں۔ پھانسی کا پھندا اس کا انتظار کر رہا ہے۔" وہی خوشامدی آواز تھی۔ اب کے عاصمہ سے رہا نہیں گیا۔

اس نے دوپٹے کو اچھی طرح چہرے پہ اور سر پر لپیٹا اور ذرا سا دروازہ کھول دیا۔

باہر پولیس والے کھڑے تھے۔ ان کے ساتھ الیاس تھا۔ زلیخا کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

آنکھوں کی جادوئی طاقت ناپید تھی۔ اس وقت آنکھوں میں التجا اور بے بسی تھی۔

عاصمہ کو یک گونہ اطمینان ہوا۔

"اپنے شوہر کو قتل کر کے بھاگی ہے یہ۔ پکڑی گئی تھی عین موقع واردات سے مگر بچ نکلی' سارے ثبوت' گواہ اس کے خلاف سب کچھ موجود ہے۔ اب کے نہیں بچ سکے گی۔ چل لگ آگے۔" انسپکٹر غرا کر بولا۔

"سر جی! آپ لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام تو مذرا ہے۔ آپ عاصمہ بہن سے پوچھ لیں۔ انہوں نے خود چھان بین کر کے مجھے کرائے پر اپنے گھر کا اوپر والا پورشن دیا تھا۔ کیوں عاصمہ بہن۔۔۔؟" وہ کانپتی آواز میں اپنائیت بھرے لہجے میں عاصمہ کے ذرا قریب ہونے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"الیاس بھائی! میں اس عورت کو جانتی بھی نہیں' یہ زبردستی۔۔۔" عاصمہ نے اسے نفرت سے دیکھتے ہوئے کہنا چاہا۔

"بہن جی! آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں۔ میں کافی ہوں اس عورت سے نپٹنے کے لیے اور دیکھیں آپ کی جان چھڑانے کو اللہ نے کیسا انتظام فرمایا۔ خود سے مدد بھیج دی۔" الیاس اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"اب تم خود چل کر آگے گاڑی میں بیٹھو گی یا تمہاری ڈنڈا ڈولی کی جائے۔" پولیس والا فخر سے بولا۔

"سر جی! میں بے گناہ ہوں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ آپ قسم لے لیں۔ قرآن اٹھوا لیں مجھ سے۔ میں تو۔۔۔" وہ

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اب گڑبڑاتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑے معافیاں مانگ رہی تھی۔

"سر جی! پیشہ ور ہے' ایسے نہیں مانے گی' اس کا علاج کرنا پڑے گا۔" اس نے بندوق کے بٹ سے اسے آگے دھکیلا تو پھر وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

گلی میں ایک' دو لوگوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔

تینوں پولیس والے اسے دھکیلتے ہوئے آگے لے گئے۔

ایک پولیس والا واپس آتا دکھائی دیا۔ عاصمہ دروازہ بند کرتی رک گئی۔

"بہن جی! اوپر اس کا سامان ہے اور سر جی نے کہا ہے کہ اوپر کے کمرے ابھی سیل کیے جائیں گے۔" وہ پاس آکر بولا۔

عاصمہ پریشان نظروں سے الیاس کی طرف دیکھنے لگی۔

"آپ پریشان نہیں ہوں۔ میں جاتا ہوں ساتھ۔" الیاس پولیس والے کے ساتھ بیرونی سیڑھیوں سے اوپر چلا گیا۔

عاصمہ فکرمندی سی صحن میں ٹہلنے لگی۔ آدھے گھنٹے بعد الیاس نے دروازے پر دستک دی۔

"کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے الیاس بھائی!" وہ خوف زدہ سی تھی۔

"اللہ کا شکر ادا کریں۔ اس نے آپ کو بہت بڑی گڑبڑ سے بچا لیا ہے۔" وہ گہرا سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ اور بھی پریشان ہو گئی۔

"شام تک پولیس یہاں سے اس کا سارا سامان اٹھالے جائے گی تو اسے کھول دیں گے۔ اس کا سامان کچھ خاص نہیں ہے۔ جادو ٹونے کے کچھ آلات ہیں۔ شاید اپنے قتل والے کارنامے کو چھپانے کے لیے اس نے جادوگرنی کا بہروپ بھرا تھا۔ بہرحال اللہ نے آپ پہ فضل کیا۔ آپ شکر ادا کریں۔"

"شکر ہے اس کی ذات کا۔" وہ آہستگی سے بولی۔ "اس نے کسی بڑی مصیبت سے بچالیا۔"

"فی الحال میں ادھر ہی ہوں۔ جب تک اوپر کا سیل ختم نہیں کیا جاتا میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ آپ بالکل پریشان نہیں ہوں گا۔" وہ کہہ کر جانے لگا۔

"بہت شکریہ الیاس بھائی! آپ نے ساتھ دیا تو۔۔۔"

"اللہ ساتھ دینے والا ہے جی اور بہن جی! آپ بچوں سے اس واقعہ کا ذکر نہ کیجئے گا' چھوٹے سے دل دماغ ہوتے ہیں ان کے۔ وہ ڈر جائیں گے تو اوپر کے پورشن سے خوف کھانے لگیں گے۔" وہ احتیاطاً بولا۔

"جی بالکل۔ میں سمجھتی ہوں۔ بھائی! آپ کا ایک بار پھر شکریہ۔" وہ سر ہلا کر بولی تو الیاس کچھ کہے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

"او میرے پیارے اللہ! ایک بار۔۔۔ اپنی پوری زندگی میں صرف ایک بار میں پورے خلوص سے تیرے آگے جھکی اور تو نے مجھے اس طرح سے نوازا۔ اس طرح سے میری بے کسی پر رحم فرمایا۔ اگر میں تاعمر تیرا شکر ادا کروں۔ تجھے خلوص دل سے پکارتی رہوں تو۔۔۔ تو بڑا مہربان ہے' تو بڑا رحیم ہے۔ مجھے بخش دینا اور میرے گناہوں سے سیاہ ہوتے دل کو بھی حق اور یقین کی روشنی سے منور کردے۔"

وہ بالکل رات والے انداز میں پھر خدا کے آگے سجدہ ریز تھی۔

☆ ☆ ☆

"آؤ کھیلیں۔" سیفی نے ہاتھ میں پکڑے فٹ بال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کرسی پر گم صم بیٹھی مثال سے

WWW.READERS.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

کہا۔

"نہیں۔۔۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"کیوں؟" وہ اس کے پاس آگیا۔

"مجھے نہیں کھیلنا۔" وہ منہ دوسری طرف پھیر کر بولی۔

"وہی تو پوچھ رہا ہوں' کیوں نہیں کھیلنا۔" وہ اصرار سے بولا۔

"میری مرضی۔" وہ اڑیل پن سے بولی۔

"چلو ٹھیک ہے' نہیں کھیلتے۔ ہم باتیں کرتے ہیں۔" وہ صلح جو انداز میں بولا۔

"نہیں۔ مجھے تم سے باتیں بھی نہیں کرنا۔" وہ رکھائی سے بولی۔

سیفی کچھ حیران سا اسے دیکھنے لگا۔

"تم مجھے پسند نہیں کرتیں؟" وہ کچھ پریشان ہو کر بولا۔

"نہیں۔" وہ کھٹ سے کہہ گئی۔

سیفی کا منہ اتر گیا۔

"کیوں؟" وہ ذرا دیر بعد پھر بولا۔

"میں جواب نہیں دینا چاہتی۔" وہ پکا سا منہ بنا کر بولی۔

"لیکن تم تو مجھے اچھی لگی ہو اور تمہاری ماما بھی مجھے اچھی لگی ہیں۔ شی از ویری نائس۔" وہ نرمی سے بولا۔

"شٹ اپ!" وہ ایک دم غصے میں آگئی۔

"مثال۔۔۔ میں نے ایسا کیا کہا ہے۔" وہ پریشان ہو گیا۔

"تم کون ہوتے ہو میری ماما کو پسند کرنے والے اور تمہارے پاپا۔۔۔ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو' جاؤ اپنے گھر جہاں تم لوگ پہلے رہتے تھے۔" وہ غصے میں سرخ چہرہ لیے بولتی چلی گئی۔

اور باہر سے آتی بشریٰ اس کا یہ روپ دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔ اس کے پیچھے ذکیہ بھی تھیں۔

"سن لو اپنی بیٹی کے فرمان' انہیں اب یہاں آنے والے مہمان بھی برے لگنے لگے ہیں۔" وہ جتا کر بولیں۔

"مثال میری جان! کوئی گیسٹ سے ایسے کہتا ہے۔" وہ نرمی سے مثال کو اپنے ساتھ لگا کر بولی۔

"مما! میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتی۔" وہ بے لحاظ لہجے میں بولی۔

"کیوں بیٹا! احسن انکل تو بہت اچھے ہیں اور سیفی بھی۔" وہ اس کے بال سنوارتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"بٹ۔۔۔ آئی ڈونٹ لائیک دیم۔" وہ قطعیت سے بولی۔

بشریٰ کچھ کہہ نہ سکی۔ مثال اس سے ہاتھ چھڑا کر اندر چلی گئی۔ سیفی اکیلا بال سے کھیلنے لگا۔

"ابھی سے اس بچی میں خودسری آتی جارہی ہے۔ تم نوٹ کر رہی ہو بشریٰ؟" ذکیہ خبردار کرنے والے انداز میں بولیں۔

بشریٰ تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچھ بول ہی نہ سکی۔

☆ ☆ ☆

فوزیہ چلی گئی۔

اور تسیم کے لیے جیسے گھر کیا پورا شہر ہی ایک دم سے سونا ہو گیا۔

پروین اور اس کی لڑکی آتیں۔ لشتم پشتم سارا کام نپٹاتیں۔ دو ٹائم کی ہانڈی چڑھاتیں۔

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اکثر شام میں رات کی روٹیاں پکا کر ہاٹ پاٹ میں رکھ کر چلتی بنتیں۔

نسیم موٹے کچے کناروں والی ادھ پکی روٹیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتیں اور انہیں بشریٰ کے ہاتھوں کے پھلکے یاد آنے لگتے۔

ہنڈیا فوزیہ بنا بھی لیتی تو روٹیاں بشریٰ ہی بناتی تھی کہ نسیم کو اسی کے ہاتھ کی روٹی چاہیے ہوتی تھی۔

کچن کا راشن ہفتوں میں نہیں، دنوں میں بار بار ختم ہونے لگا۔ عدیل تو اکثر ہی رات کا کھانا باہر کھا کر آتا۔ معلوم نہیں کھاتا بھی تھا یا نہیں۔ بس آکر کمرے میں پڑ کر سو جاتا۔

نسیم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ ہاتھوں کی لگائی گرہیں اب دانتوں سے کیسے کھولیں۔ تھوڑی سی عجلت، تھوڑی سی جلد بازی نے کیسے زندگی کی کایا پلٹ ڈالی تھی۔

ان کے تو چند سال ہی تھے اور برے بھلے کٹ ہی جاتے مگر عدیل کی پوری زندگی... اگر وہ دوسری شادی نہیں کرتا تو اس کی مجرم نسیم ہی ہوتیں۔ وہ ابھی سے بیٹے سے نظریں چرانے لگی تھیں۔

رشتے والی ان کے کہنے پر تین، چار اچھے گھروں کے رشتے لائی بھی تھی۔ مگر عدیل تو کچھ سننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

اور تو اور نسیم کو اب مثال بے طرح یاد آتی اور اس دن تو ان سے صبر ہی نہیں ہو سکا۔ وہ ذکیہ کی طرف پہنچ گئیں مگر وہاں موجود احسن کمال کو دیکھ کر وہ تو جیسے دنگ ہی رہ گئیں۔ مثال گیٹ پر ہی مل گئی تھی۔

"دادو، دادو..." دوڑ کر وہ نسیم کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

اور کچھ فاصلے پر احسن کمال کے ہمراہ باہر کی طرف جاتی بشریٰ بے اختیار ٹھٹک کر رکی تھی۔

نسیم نے مثال کو خوب چمٹا چمٹا کر پیار کیا۔

"اپنی نانی کو بلا کر لاؤ مثال! میں نے ان سے بات کرنی ہے۔" وہ وہیں گیٹ پر کھڑے بشریٰ کو دیکھ کر لاتعلق بنتے ہوئے بولیں۔

"دادو! اندر آجائیں۔ اندر بیٹھ کر بات کریں۔" مثال بڑے مودب انداز میں میزبان بنی کہہ رہی تھی۔

بشریٰ کو جی بھر کر غصہ آیا۔

"جن کی نسل ہے یہ دیکھنا... ان ہی پر پڑے گی۔ بے مروت، بے لحاظ، تم لاکھ اسے بھر بھر دودھ کے کٹورے پلاؤ۔ یہ نسل ڈنک مارنے سے باز نہیں آئے گی۔" بشریٰ کو وہیں کھڑے کھڑے ذکیہ کی بات یاد آنے لگی۔

مثال نے بڑے پیار سے دادی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں لان میں پڑی کرسی پر بٹھا دیا اور خود نانی کو بلانے چلی گئی۔

بشریٰ آہستگی سے اندر چلی گئی تو احسن کمال خاموشی سے باہر نکل گیا۔ نسیم کے لیے ایک بڑا موقع ہاتھ لگ گیا۔

☼ ☼ ☼

شام تک اوپر والے پورشن کی سیل ختم کر دی گئی۔

الیاس نے جلد اچھے کرائے دار لانے کا وعدہ بھی کیا تھا مگر اب وہ واقعی ڈر گئی تھی۔

نیا آنے والا کسی اور ڈھب کا نکل آئے تو پھر وہ کیا کرے گی۔

ابھی تو غیب سے مدد آگئی پولیس کی۔ اگر واقعی کوئی جرائم پیشہ آکر رہنے لگا۔ اسے یا بچوں کو نقصان پہنچا گیا تو...

وہ اکیلی عورت کیا کرے گی۔ وہ اب بہت کچھ سوچنے لگی تھی۔

"مما! اب آپ ایسے کسی کو گھر میں نہیں گھسنے دیں گی اور دروازہ تو بغیر پوچھے دیکھے بالکل نہیں کھولیں گی۔" واثق اسے تاکید کر رہا تھا۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

مگر وہ اپنے ہی دھیان میں گم تھی۔

"مما! وہ علی کے ماموں نے پھر پیغام بھیجا تھا کہ اپنی مما سے کہو وہ آکر ہمارا اسکول جوائن کرلیں۔" وہ پھر سے ماں کو متوجہ کرنے کو بولا۔

"واثق! خاموش ہوجاؤ، جتنی تمہاری عمر ہے نا اتنی بات کیا کرو۔ جب میں تمہیں منع کر چکی ہوں، مجھے اس جگہ جاب نہیں کرنی تو... اور کان کھول کر سن لو۔ آئندہ کسی کے سامنے اپنی مجبوریوں کے رونے نہیں رونا۔ یہ دنیا بہت دھوکے باز ہے۔ بہت سے جال ہیں اس کے پاس سنا تم نے..." وہ ایک دم سے اس پر برس پڑی۔

واثق پریشان سا ماں کی شکل دیکھتا رہ گیا۔

یہ بات عاصمہ کو بھی آج ہی سمجھ میں آئی تھی کہ اپنی مجبوریوں اور بے بسی کا حال ہر کسی سے نہیں کہنا چاہیے۔ حتیٰ کہ الیاس سے بھی نہیں۔ خالہ حمیدہ سے بھی نہیں۔ ہر ایک کے ساتھ ایک فاصلہ ضروری ہے۔ سننے کے لیے اس کا اللہ موجود ہے تو پھر ادھر ادھر کسی دوسرے سے کیوں کہتے پھریں۔ وہ جو اس کے دل کا حال جانتا ہے، اب اسے کسی اور رازدار کی ضرورت نہیں۔

وہ فیصلہ کر کے مطمئن انداز میں اٹھ کر اندر چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں امی؟" بشریٰ کے لیے یہ بات کسی جھٹکے سے کم نہیں تھی۔

"اب کیا اس پر بھی انکار کرو گی۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولیں۔ بشریٰ کو بہت برا لگا۔

"تو آپ کے خیال میں مجھے اقرار کر لینا چاہیے جھٹ سے۔" وہ ناگواری سے بولی۔

ذکیہ بیٹی کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔

"انکار کرو گی تو میں سمجھوں گی تمہیں کفران نعمت کی عادت پڑ گئی ہے۔" وہ جتا کر بولیں تو بشریٰ کچھ کہہ ہی نہ سکی۔

"بہرحال! احسن کمال نے ابھی پروپوزل دیا ہے۔ وہ تم سے بھی بات کرے گا۔ بشریٰ! میرے خیال میں اس سے اچھا رشتہ اور نہیں ہوگا۔ یوں تو طارق والے پروپوزل میں بھی کچھ کمی نہ تھی۔ لیکن یہ تو اپنے گھر کی بات ہے۔" ذکیہ نرمی سے بولیں۔

"امی! جب مجھے شادی کرنی ہی نہیں۔" وہ زچ کر بولنے لگی۔

"میری بچی! جلد بازی نہیں کرو۔ خدا ایسی کرم نوازیاں ہر کسی پر نہیں کیا کرتا۔ آج اس نسیم کا حلیہ دیکھا تھا تم نے۔"

بشریٰ کچھ نہیں بولی کہ اس موضوع پر بات کرنا بہت تکلیف دہ تھا۔

"عدیل دوسری شادی پر راضی نہیں۔ اس نے اپنی ہر آس صرف مثال سے جوڑ رکھی ہے اور مثال کو آج تم نے دیکھا۔ کیسے وہ بچی دادی کے آگے بچھی جا رہی تھی۔ بیٹا! ناخنوں سے ماس جدا نہیں ہو سکتا۔ تم لاکھ اپنا سب کچھ اس بچی کے لیے نچھاور کر دو تو بھی یہ ددھیال سے دور ہوگی، نہ باپ کی محبت کو نظر انداز کر سکتی ہے۔ تم سوچ لو اس لاحاصل تپسیا میں تمہارے ہاتھ کیا آئے گا۔" ذکیہ رک، رک کر بول رہی تھیں۔

"اس بچی کے لیے سب کچھ تیاگ دو گی۔ یہ کل کو جوان ہو کر باپ کے ساتھ چلتی بنی۔ میری زندگی تو بجھتا چراغ ہے اور عمران... اس کی طرف سے میں تمہیں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتی۔ وہ دل چاہے تمہارا بنے۔ ورنہ آج گھر میں بیوی آئی تو وہ اس کا ہو جائے گا۔"

WWW.READERS.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.READERS.PK
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKISTANIWEB.PK

بشریٰ کی آنکھوں میں نہ چاہتے ہوئے بھی نمی آگئی۔ ذکیہ نے اس کی لاچاری کا نقشہ ہی کچھ ایسا کھینچا تھا۔

"میری بیٹی! میری زندگی میں پھر سے اپنے گھربار کی ہو جاؤ گی تو میں سکون سے آنکھیں بند کرسکوں گی۔ یوں طلاق کے بعد ایک بھی رشتہ خود سے آجائے تو فی زمانہ اسے معجزہ سمجھا جاتا ہے اور اللہ نے تمہارے لیے دو' دو رشتے بھیجے ہیں۔

میں نے انسپکٹر طارق کو بھی صاف جواب نہیں دیا لیکن میری مانو تو احسن کمال جیسا رشتہ کسی بھی طرح ٹھکرانے کے لائق نہیں۔ تم سوچو اور خوب ٹھنڈے دل اور دماغ سے غور کرو۔ بہت جلدی نہیں۔ ابھی وہ گھر ڈھونڈ رہا ہے اور پھر دیکھو! اس رشتے میں تو ماں' بہن والی کوئی چخ چخ بھی نہیں۔ ان چڑیلوں کی وجہ سے پہلے تمہارا بسا بسایا گھر اجڑا۔ انسپکٹر طارق کی تو پھر ماں سلامت ہے اور ہم کسی کی زندگی کی کمی کی دعا کیوں مانگیں۔ بہرحال تم سوچ لو۔"

بشریٰ کی خاموشی کو نیم رضامندی جانتے ہوئے ذکیہ کہہ کر اٹھیں اور باہر نکل گئیں۔

اور سچ بات تو یہ ہے کہ صبح والا منظر بشریٰ کی نظروں میں جیسے جم سا گیا تھا۔ مثال جس طرح دادی سے لپٹی تھی پھر انہیں کرسی پر بٹھا کر نانی کو بلانے گئی راستے میں کھڑی ماں کو نظرانداز کرکے۔

"میں مثال پر جتنی بھی اپنی زندگی قربان کردوں یہ باپ اور دادی کو نظرانداز نہیں کرسکتی۔ انہیں فراموش نہیں کرسکتی۔ پھر میں کیا کروں عدیل کی جگہ کسی اور کو۔۔۔ وہ بھی احسن کمال ایک نکتہ چین انسان جس کے ساتھ منگنی کا ایک ناخوشگوار عرصہ بھی وہ گزار چکی تھی۔" اس نے نڈھال ہوکر آنکھیں بند کرلیں۔

وہ ابھی کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ مگر اس کے باوجود سوچے جارہی تھی کہ ان دس بارہ دنوں میں احسن کمال کی وجہ سے اس کی زندگی ایک دم سے بدل سی گئی ہے۔

اسے اب عدیل بہت کم یاد آتا تھا۔

اسے اپنے ساتھ ہونے والے سانحے سے پہنچنے والے زخم کی ٹیسیں بہت کم محسوس ہوتی تھیں۔ اسے باربار خود اذیتی کا احساس بھی بہت کم ہونے لگا تھا۔

وہ بہت کچھ جو بہت برا تھا۔ بھولنے لگی تھی۔ اور اس میں سارا کمال احسن کمال کا تھا۔

احسن کمال بہت بدل گیا تھا۔ اس نے اتنے سارے دنوں میں ایک بار بھی اسے نہ عدیل کے حوالے سے کچھ کہا تھا' نہ پوچھا تھا۔

نہ اس کی آئندہ زندگی کا کوئی خوفناک ڈراوا دیا تھا۔ وہ گھر کے سروے کے دوران اسی کی رائے کو مقدم رکھ رہا تھا۔

کل اس نے اس کے ساتھ فرنیچر دیکھنے جانا تھا۔ گھر وہ فائنل کرچکے تھے۔ ایسا گھر جس کا خواب بشریٰ نے عدیل کے ساتھ سوچا تھا مگر جسے خرید احسن کمال رہا تھا۔

اور جس میں اسے تو نہیں رہنا تھا مگر پھر بھی وہ بہت خوشی سے اس کی ڈیکوریشن' تزئین و آرائش کے لیے پرجوش تھی۔ کیوں۔۔۔؟

☼ ☼ ☼

"میں جانتا ہوں۔" عدیل نے نسیم کی مرچ مسالے سے گھڑی کہانی سننے کے بہت دیر بعد کہا بھی تو یہ مختصر سا جملہ۔

"کیا۔۔۔ یعنی وہ اس لڑکے کے ساتھ گلچھرے اڑاتی پھر رہی ہے اور۔۔۔"

"امی! وہ نہ اب میری بیوی ہے' نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے تو بہتر ہے وہ جو بھی کررہی ہے اسے کرنے دیں کہ اس کی ذاتی زندگی سے اب مجھے کوئی سروکار نہیں۔" وہ تو ایک دم سے جیسے برف کی سل بن گیا تھا۔

"تیری لڑکی کی ماں تو ہے نا۔ کیا تربیت کرے گی وہ اس کی۔ یہ نہیں سوچتے تم۔" نسیم نے عدیل کی کمزوری کو چھیڑا۔

وہ لمحہ بھر کو چپ ہوگیا۔

"میں آج کل میں کیس فائل کروا رہا ہوں مثال کی کسٹڈی کے لیے اگر بشریٰ دوسری شادی کرلیتی ہے تو یہ بات میرے حق میں اور بھی اچھی ہوگی۔ اس طرح مثال کے مجھے ملنے کے چانسز بڑھ جائیں گے اور مجھے بشریٰ کی دوسری شادی کا بہرحال انتظار تھا۔" وہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا۔

اس کا ردعمل نسیم کی توقع کے برعکس تھا۔

"مثال تو اس کے حواسوں پر چھا گئی ہے' اس چھٹکی کی فکر ہے اور اپنی زندگی کی کچھ فکر نہیں کہ اس کا بھی کچھ کرنا ہے۔" وہ بڑبڑانے لگی۔

"اگر بشریٰ شادی کرلیتی ہے اور مثال یہاں آجاتی ہے تو اس کو سنبھالے گا کون۔۔۔ اور یہ عدیل پھر تو کبھی دوسری شادی نہیں کرے گا۔ یااللہ! میں کیا کروں' یہ فوزیہ بھی اتنی دور جاکر بیٹھ گئی۔" وہ سخت پریشان تھیں۔

☼ ☼ ☼

"میں جانتا ہوں جس طرح میں نے تم سے منگنی کی اور پھر جس طرح غلط طریقے سے توڑ کر چلا گیا اور منگنی کے دوران میں تمہیں پریشان کرتا رہا۔ تمہارے دل میں میری جگہ بہت پسندیدہ نہیں۔" دونوں چاند کی چاندنی میں باہر لان میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ جب احسن کمال نے ایک دم سے کہنا شروع کردیا۔

"ان دنوں میرے لیے کچھ بھی اہم نہیں تھا۔ میری ترجیحات ہر روز بدلتی تھیں۔ تم مجھے بہت اچھی لگتی تھیں مگر جب تم منگنی کے بعد میری دسترس میں آگئیں تو میں نے تمہیں تنگ کرنا شروع کردیا۔ کبھی کسی بات پر' کبھی کسی بات پر اور میں دل میں توقع کرتا تھا کہ تم مجھ سے لڑوگی اور پہلے کی طرح ری ایکٹ کروگی مگر تم تو مجھ سے مزید دور ہوتی چلی گئیں اور میں اس ضد میں تمہیں اور ستاتا کہ ایسے میں نازیہ آئی۔

ان دنوں گرین کارڈ کس کا خواب نہیں تھا۔ میں نے اس غیر متوقع تحفے کو خدائی نعمت سمجھا اور فورا" سے پیشتر اپنی ترجیح بدل دی۔ میں نے صرف اپنے لیے سوچا اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

لیکن یقین کرو اور اس یقین کو دلانے کے لیے میرے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ نازیہ بھٹی جس احسن کمال کو اپنے ساتھ امریکا لے کر گئی' وہ کوئی اور احسن کمال تھا۔ اصل والا احسن تو پیچھے کہیں تمہاری معصوم صورت کے ساتھ بندھا رہ گیا۔

بشریٰ! مجھے وہاں جاکر معلوم ہوا' میں تو تمہارے عشق میں گرفتار ہوچکا ہوں۔ پھر اس کے بعد آنے والے ہر مہینے' سال' ہفتے' دن' گھڑیاں اس عشق کو بڑھاتی چلی گئیں اور میں بے بس ہوتا چلا گیا۔"

وہ کہتا جارہا تھا اور بشریٰ کسی بت کی طرح ساکن بیٹھی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

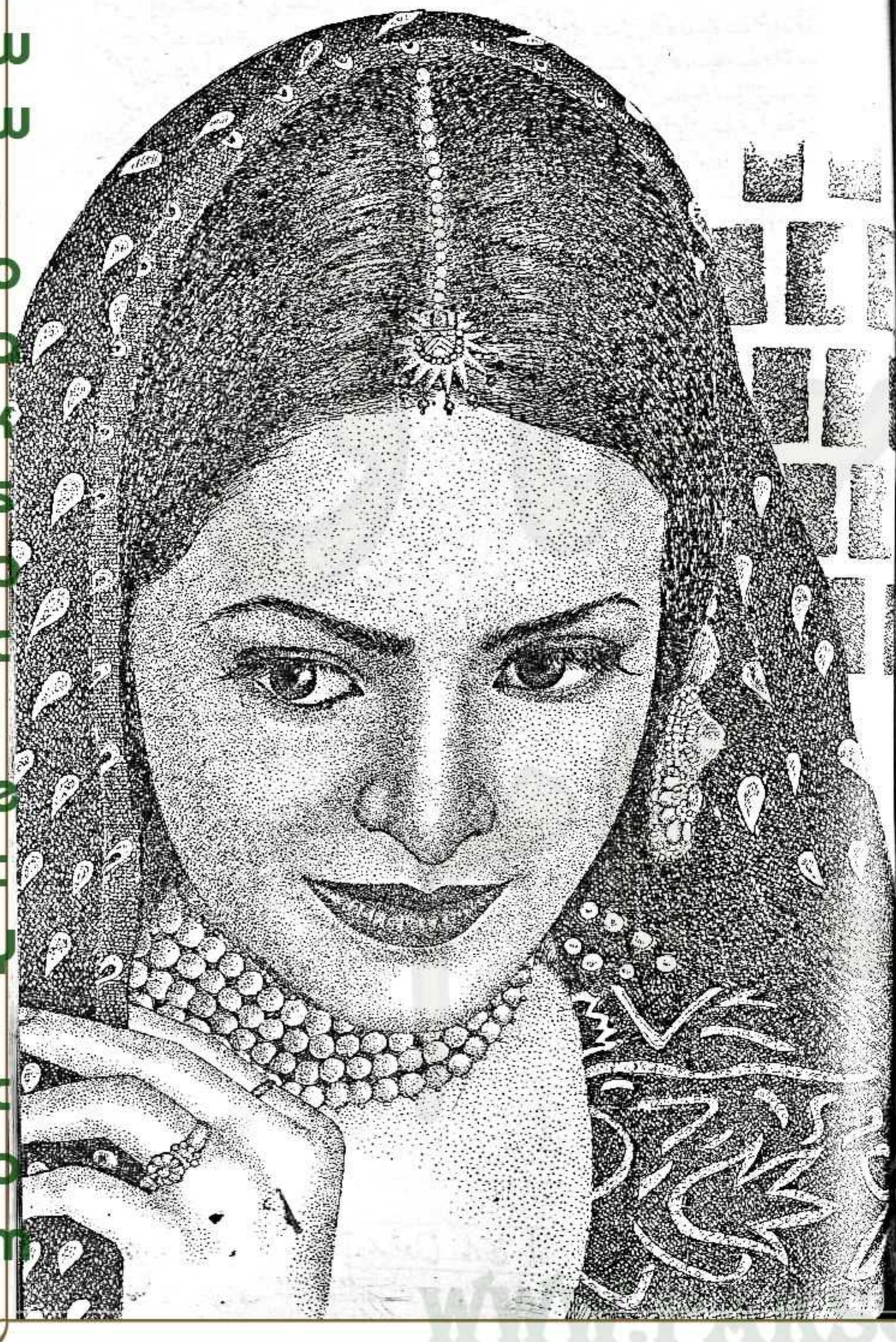

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو گئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وصول کرپاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کررہا ہے۔
اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی
رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل، بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔
حمیدہ خالہ، عاصمہ کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنارہے ہیں
جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ
جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے
پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔
رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہوکر بشریٰ اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام
ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس
کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہوکر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی
جاتی ہے۔
اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ
آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہوکر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ
کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کرکے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور
اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلاپاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی
ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔
عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروادیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے
عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ
بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑجاتی
ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھودیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کرلے آتا ہے۔ عدیل عمران پر
اغوا کا پرچا کٹوادیتا ہے۔
عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی
جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔
انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے
جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کرسکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی شادی کے بعد
نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔
انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے فوزیہ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہوجاتی ہیں مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔ ایک
پُراسراری عورت عاصمہ کے گھر بطور کرائے دار رہنے لگتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں اور انداز سے جادو ٹونے والی عورت لگتی
ہے۔ عاصمہ بہت مشکل سے اسے نکال پاتی ہے۔
بشریٰ کا سابقہ منگیتر احسن کمال ایک طویل عرصے بعد امریکا سے لوٹ آتا ہے۔ وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے
منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کرلیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہوجانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم
کے پاس آجاتا ہے اور دوبارہ شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہوجاتی ہے۔

۔۔۱۴۔۔
چودھویں قسط

احسن کمال پہلے بھی اتنا بڑا فنکار تھا یا یہ اضافی خوبی اب اس میں پیدا ہوئی تھی بشریٰ آہستہ آہستہ اس سے متاثر ہوتی جارہی تھی۔

وہ اسے اپنی باتوں میں کچھ اس طرح سے الجھاتا کہ وہ کسی اور طرف نہ دیکھ پاتی نہ زیادہ سوچ بچار کرتی۔

وہ ہر مشورے میں اسے شامل کرتا اور اولیت اس کی رائے کو دیتا بشریٰ کا کھویا ہوا اعتماد جیسے بحال ہونے لگا تھا۔

بہت دنوں بہت سارے دنوں کے بعد اس نے اپنے اوپر پھر سے دھیان دینا شروع کیا تھا۔

اس پہ کون سے رنگ کھلتے تھے۔ کن رنگوں میں وہ خود کو بہت الگ سا محسوس کرتی تھی۔ کون سا فیشن کا لباس اس کے نازک بدن پر اٹھتا تھا نہ چاہتے ہوئے اس کے ہاتھ الماری سے ان ڈریسز کے ہینگرز نکالنے لگتے۔

اگرچہ کچھ مزاحمت بھی اس کے اندر ہوتی۔ وہ متذبذب سی گومگو کیفیت میں وہ لباس واپس الماری میں رکھ دیتی مگر اگلے ہی روز یا دو چار دن بعد جب نہا کر نکلتی تو عجلت میں بالکل غیر شعوری طور پر وہی لباس نکال کر زیب تن کر لیتی۔

”یہ وہ سوٹ ہے نا جو پاپا آپ کے لیے میری پچھلی برتھ ڈے پر لے کر آئے تھے؟“

وہ شرٹ پہن چکی تھی ——— دوپٹہ ابھی ہینگر میں تھا جب مثال اندر آکر اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

بشریٰ کو جیسے کسی نے کھینچ کر پتھر مار دیا ہو۔ اس کے تیزی سے برش کرتے ہاتھ وہیں پر ٹھٹک گئے۔

اس کے ریشمی تازہ شیمپو کنڈیشنر کیے بال بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔

”مما! یہ سوٹ آپ پر بہت اچھا لگتا ہے۔ پاپا بھی یہی کہتے تھے نا!“ مثال شرین کے پاس آکر اس کی شرٹ پہ نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

بشریٰ کے خون میں ابال اٹھا تھا جیسے سب کچھ تہس نہس کرڈالے گا۔

شاید مثال کو بھی۔

اس نے زور سے کھینچ کر ہیئر برش ڈریسنگ ٹیبل پر مار دیا۔

”تم جانتی ہو ناں..... بتایا ہے نا میں نے تمہیں کہ اب تمہارے پاپا سے میرا کوئی رشتہ نہیں۔ کیوں بار بار اس شخص کا نام لیتی ہو میرے سامنے۔ مجھے تکلیف دینے میں تمہیں مزا آتا ہے۔ ہاں مزا تو آئے گا۔ ہونا اسی پتھر دل انسان کی بیٹی۔ اس سنگ دل فیملی کا حصہ جس نے مجھے دھکے دے کر گھر سے نکالا۔ یہ بات تمہیں یاد نہیں آتی۔“

وہ پہلی بار یوں چیخ کر مثال سے بولی تھی۔ مثال خوف زدہ سی ذرا سا پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں ڈر اور وحشت تھی۔

”مما!“ سفید پڑتے لبوں سے صرف یہی نکل سکا۔

”تم مجھے خوش دیکھنا ہی نہیں چاہتیں۔ میں اس گھٹیا انسان کا بیٹھ کر سوگ مناتی رہوں۔ اندھیرے کمرے میں پڑی روتی رہوں۔ خود کو فراموش کردوں بھول جاؤں کہ اس زندگی پر، اس کی خوشیوں پہ کچھ میرا بھی حق ہے یہی چاہتی ہو نا تم۔“ اس کے اندر کا ڈپریشن جیسے باہر نکل رہا تھا۔

مثال ڈری ہوئی، خوف زدہ سی دیوار کے ساتھ جا لگی تھی۔

”اتنے دنوں، اتنے مہینوں سے میں یونہی پڑی ہوں زنگ آلود سی۔ تمہیں کبھی ماں پر تو ترس آیا نہیں۔ میرا تو خیال آیا نہیں اور باپ..... اس کو تم بھولتی نہیں۔

اس روز کیسے دادی کے آگے پیچھے پھر رہی تھیں تم۔ وہ ذلیل عورت جس کی وجہ سے آج ہم یہاں پڑے ہیں۔ جانتی ہو ناں تم، اسی عورت کی وجہ سے ہوا تھا یہ سب۔“

مثال پھٹی آنکھوں اور سفید ہونٹوں کے ساتھ پلکیں جھپکے بغیر یک ٹک چیختی چلاتی ماں کو دیکھے جارہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اتنی ناسمجھ اور ننھی بھی نہیں ہو تم۔ اب سمجھ سکتی ہو ان ساری باتوں کو کہ کن لوگوں کی وجہ سے ہم دونوں امی کے گھر آپڑے ہیں۔" اس کے اندر سے اٹھے غصے کا ابال کچھ ٹھنڈا پڑنے لگا تھا۔ اسے اپنی چیختی آواز کی گونج سی سنائی دی تو اسے لگا کہ وہ مثال کو کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔

کچھ دیر خاموش رہ کر غصے پر قابو پانے لگی۔

"مثال میں بھی تو تمہاری ماں ہوں بیٹا! تمہیں میرا بھی تو خیال ہونا چاہیے۔ تمہیں حاصل کرنے کے لیے جس طرح میں تمہارے باپ سے لڑ رہی ہوں۔" وہ اب کے نرم لہجے میں بولی اور آگے بڑھ کر مثال کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اسے اپنے ساتھ صوفے پہ بٹھا کر خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"ایک بات بتاؤ مجھے مثال!" بہت دیر بعد وہ اس کے ننھے سے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر نرمی سے بولی۔

"سوری..... مما! آپ کو غصہ آگیا تھا۔ میں تو....." مثال ماں کی محبت پا کر آنکھوں میں آنسو لیے بولی۔

"ہاں۔ بہت غصہ آگیا تھا..... اگرچہ نہیں آنا چاہیے تھا..... اس سارے میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

مثال ماں کو پیار اور ہمدردی سے دیکھنے لگی۔

"مما! پہلے تو کبھی ایسے نہیں چلاتی تھیں۔ انہیں میری بات بہت بری لگی ہوگی۔ مجھے مما کا بھی خیال کرنا چاہیے۔" وہ اب جانبداری سے ماں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"مثال اگر تمہیں صرف میرے پاس رہنا ہو؟" بشریٰ بہت سوچ سوچ کر بولی تھی۔

مثال ناسمجھی سے ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں آپ کے پاس بھی تو ہوں نا۔" وہ بہت ہولے سے ماں کی گود میں سر رکھ کر افسردگی سے بولی۔

"اگر مما نے ناراض ہو کر اسے خود سے دور کر دیا تو اسے تو پاپا کے گھر کا راستہ بھی خود سے نہیں آتا۔" پہلی خوف زدہ کرنے والی سوچ یہی اس کے دماغ میں آئی تھی۔

"نہیں مثال!" بشریٰ جیسے اسے سمجھانے کے لیے موزوں الفاظ سوچنے لگی۔ مثال بڑی بڑی آنکھیں کھولے سر اٹھا کر ماں کو دیکھ رہی تھی۔

"اگر تمہیں صرف میرے پاس رہنا پڑے..... یا پھر صرف اپنے پاپا کے پاس مطلب..... ہم دونوں میں سے صرف ایک کے ساتھ۔"

بشریٰ اس کے بال سہلاتے ہوئے رک کر بولی۔ مثال یک ٹک اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم رہ لوگی میرے ساتھ صرف..... یا اپنے پاپا کے ساتھ صرف۔" وہ "صرف" پر زور دے کر بولی۔

"بولو مثال! مجھے تمہارا جواب چاہیے۔" وہ پیار سے اس کی کشادہ پیشانی چوم کر بولی۔

"ناحق میں نے اپنی گڑیا کو اتنا ڈانٹا۔" بشریٰ کے دل میں ملال سا ابھرا۔

"مما..... میں نہیں رہ سکتی ایسے۔" وہ ڈرے ہوئے انداز میں اٹک کر بولی۔

"کیا مطلب بیٹا! میں نہیں سمجھی۔" بشریٰ اس کی پونی ٹھیک کرتے رک کر بولی۔

"مما! میں اکیلی صرف آپ کے پاس..... یا پاپا کے پاس..... نہیں رہ سکتی۔ میں آپ دونوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپ دونوں کے ساتھ رہنا اچھا لگتا ہے۔ میں۔" وہ کہتے کہتے ماں کے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔

بشریٰ جیسے ساکت سی رہ گئی۔

وہ تو سمجھ رہی تھی شاید اتنے دنوں میں مثال ۔ یہ بات سمجھ گئی ہوگی کہ یہ ممکن نہیں اور پھر جس طرح اسے بشریٰ نے اسے اتنے دنوں سے ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھا ہے۔ وہ صرف اس کے ساتھ رہنا چاہے گی۔

مگر عدیل کی محبت اس کے دل میں ابھی بھی کمزور نہیں پڑی تھی۔

"مثال!" وہ صرف اتنا کہہ سکی۔ مثال ماں کے سینے سے لگی سسکتی رہی۔

"میری بچی یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ہم دونوں کے ساتھ..... ہم دونوں اب کبھی ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ کو کس کے ساتھ رہنا ہے۔ میرے ساتھ صرف یا اپنے پاپا کے ساتھ۔" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر بولی اور اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو بشریٰ کو تڑپا گئے۔

"نہیں مما! میں نہیں جانتی۔" وہ صاف اقرار بھی نہیں کر رہی تھی کہ اسے دونوں میں سے کس کے ساتھ رہنا ہے۔

اور بشریٰ تو جیسے خود پر بھی حیران تھی۔ آج سے پہلے تو کوئی یہ بات مذاق میں بھی کہتا تھا کہ مثال کو عدیل کے پاس چھوڑ آؤ تو وہ مرنے مارنے پر تل جاتی تھی اور آج خود وہ یہ سب مثال سے پوچھ رہی تھی۔ وہ اپنی اس کایا پلٹ پہ خود بھی جیسے حیران سی تھی مثال کو تو اس نے کچھ نہیں کہا۔

کہ بالکل صاف جواب تو وہ ابھی خود کو نہیں دے پائی تھی کہ مثال کو کس کے ساتھ رہنا چاہیے تو یہ معصوم سی بچی کیا فوراً جواب دیتی۔

"مگر کیا میں خود اپنے فیصلے سے پھر چکی ہوں کہ مثال صرف میرے پاس رہے گی؟" وہ خود سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں..... نہیں میں مثال کو کبھی خود سے جدا نہیں کر سکتی۔ میں اس کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ نہیں نہیں۔" وہ زور سے خود اپنی نفی کرنے لگی۔

"پھر میں نے مثال سے کیوں پوچھا؟" اس کے پاس پڑا سیل فون بج رہا تھا۔

"احسن کمال!" جیسے اس کا نام دیکھتے ہوئے اسے اپنے سوال کا جواب مل گیا۔

"کیا احسن کمال کی وجہ سے میں نے یہ سب سوچا کہ مثال عدیل کے پاس چلی جائے تو۔"

"نہیں نہیں۔ میں اتنی خود غرض نہیں ہو سکتی۔ میں اپنی بیٹی کو۔ جان سے پیاری بیٹی کو خود سے دور نہیں کر سکتی۔" فون بجے جا رہا تھا اور وہ خود کو مضبوط کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

عاصمہ نے کلام پاک پڑھ کر اسے بند کرتے ہوئے الماری میں رکھا۔

آج شام کو اس نے محلے کی چند خواتین کو - قرآن خوانی کے لیے گھر میں بلایا تھا۔

"جب آپ کو کہیں سے سکون نہ ملے تو پھر اللہ کے کلام کی طرف رجوع کرو۔" اس کے دل نے اسے یہ راہ سجھائی تھی۔

اس نے اوپر کا پورشن صاف کرنے کے بعد قالین جو ان کے پہلے ڈرائنگ روم میں بچھا تھا' وہ بچھا کر چادریں بچھا دیں چائے کے ساتھ اس نے گھر میں سموسے' آلو' چکن کباب اور میٹھا تیار کیا تھا۔

خرچا ہو گیا تھا مگر جانے کیوں اس کے دل کو یقین تھا۔ آج کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکل آئے گا۔

اس کا فون مسلسل بج رہا تھا۔

وہ اپنی سوچوں سے نکل کر تیزی سے کچن سے باہر آئی۔

ہاشم بھائی کی کال تھی۔ اس کا دل خوش ہو گیا۔

"بہت کوشش کر رہا ہوں عاصمہ! کسی طرح واپسی کی کوئی راہ نکل آئے مگر ابھی اللہ کو شاید منظور نہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

میرے ویزے کی مدت پانچ سال ہے۔ سوچ رہا ہوں۔ درمیان میں ایک چکر لگالوں دونوں بچوں اور تمہاری بھابی کو ساتھ لے کر۔"

"بھائی! یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔ کب آئیں گے آپ؟" وہ یہ بات سن کر ہی جیسے جی اٹھی۔ "بھائی مجھے بھی آپ سے کچھ ضروری مشورے کرنے ہیں فون پر تو بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"ابھی کچھ دنوں میں بتادوں گا اور سنو میں تھوڑے سے پیسے بھیج رہا ہوں۔ تمہارے اکاؤنٹ میں کل ٹرانسفر ہو جائیں گے۔"

"بھائی نہیں پلیز' یہ نہیں کریں۔ میں۔"

"عاصمہ! مجھے شرمندہ نہیں کرو۔ میں پہلے ہی تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکا۔" ہاشم کچھ شرمندگی سے بولا۔

"آپ کی وجہ سے تو بھائی! اپنے بچوں کو اپنی چھت تلے لے کر بیٹھی ہوں ورنہ میں تو جیسے پوری دنیا میں بے آسرا ہوگئی تھی۔ بہت کچھ کیا ہے آپ نے میرے لیے۔ میں آپ کا احسان نہیں چکا سکتی۔"

عاصمہ کو وہ خوفناک دن یاد آگئے تو آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"غیروں جیسی باتیں نہیں کرو' یہ تمہارا حق تھا مجھ پر اور میں الیاس کو فون کر رہا ہوں۔ اس کا نمبر نہیں مل رہا ہے۔ کیا اس کا نمبر بدل گیا ہے؟"

"جی بھائی! میں آپ کو دیتی ہوں اس کا نیا نمبر۔"

"کرائے دار ٹھیک طرح سے رہ رہے ہیں نا؟" کرایہ وقت پر دیتے ہیں؟ کوئی مسئلہ تو نہیں؟" عاصمہ اس کی بات سن کر ٹھٹک سی گئی۔

"اب بھائی الیاس کو فون کریں گے اور وہ میری بے وقوفی کے بارے میں بتائے گا تو ہاشم بھائی کیا کہیں گے۔ نہیں جب تک نئے کرائے دار نہیں آجاتے' مجھے ابھی بھائی کو نہیں بتانا کچھ بھی۔" اس نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ وہ الیاس کا نمبر ابھی ہاشم کو نہیں دے گی۔

دو چار ادھر ادھر کی باتوں کے بعد ہاشم نے فون بند کردیا۔

عاصمہ گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے کچن میں چلی گئی کہ ابھی بہت کچھ کرنے والا رہتا تھا اور ٹائم کم تھا

☼ ☼ ☼

بشریٰ مثال کا ہاتھ تھامے چہرے پہ خوشگوار مسکراہٹ لیے دوسرا ہاتھ سیفی کے ہاتھ میں دیے احسن کمال کے ساتھ چل رہی تھی۔ چاروں بہت خوشگوار موڈ میں تھے۔

باتیں کرتے ہوئے کسی بات پہ ہنس رہے تھے۔ بشریٰ باری باری جھک کر دونوں بچوں سے کچھ پوچھ رہی تھی۔

احسن کمال منتظر نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ بھی ساتھ میں جھکتا اور پھر مسکراتے ہوئے باتیں کرتے چاروں آگے بڑھ گئے۔

عدیل کو لگا وہ جس جگہ کھڑا ہے اب صدیوں تک وہاں سے ہل نہیں سکے گا۔ پتھر کا بن کر رہ گیا ہے۔

اسے تو یہ بھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ اس کی سانسیں چل بھی رہی ہیں یا نہیں۔

اتنے مہینوں کے بعد بشریٰ کو دیکھا تھا۔

یوں ہنستے مسکراتے' خوشگوار موڈ میں۔

اس کی مثال خوب صورت فراک میں ماں اور دو اجنبیوں کے ساتھ کتنی خوش اور کھلی کھلی سی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پھر میں کون ہوں۔۔۔؟ کیوں ہوں۔۔۔؟ کس لیے میرا ان کے ساتھ تعلق تھا اگر مجھے یہ منظر ہی دیکھنا تھا تو۔"
اس کی آنکھیں بے طرح جلنے لگی تھیں۔
"پلیز۔ راستہ دیں۔" وہ کب سے رستے کے بیچ میں کھڑا تھا۔ کسی نے پیچھے سے کہا تھا۔
وہ چونک کر خالی خالی نظروں سے اردگرد کی چہل پہل کو دیکھنے لگا۔
بہت پررونق شاپنگ مال تھا یہ۔
اور وہ بہت دنوں بعد آج مثال کے لیے کچھ خریدنے نکلا تھا۔
وہ سوچ رہا تھا کہ فون کر کے ذکیہ سے کہے کہ وہ مثال کو لینے کے لیے آرہا ہے۔ کچھ دیر میں شاپنگ کے بعد اسے واپس چھوڑ جائے گا۔
"تو امی کا کہا جھوٹ نہیں تھا لیکن وہ سب سن کر بھی مجھے کچھ نہیں ہوا تھا مگر یہ منظر۔۔۔ یہ منظر کتنا تکلیف دہ تھا جیسے کسی نے مجھے پھانسی پر چڑھا کر بغیر بتائے رسی کھینچ دی ہو اور میرا وجود کسی خلا میں معلق ہو۔
بشریٰ کی ہنسی، مثال کی مسکراہٹ سب کچھ تو موجود ہے، برباد تو صرف میں ہوا ہوں۔ خالی ہاتھ، خالی دل تو میں ہوں۔
میں اکیلا ہوں۔ بالکل اکیلا۔ اس بھرے شہر اس بھری دنیا میں بالکل تنہا۔
اسے رونا آرہا تھا۔
وہ کسی کے بھی کندھے پر، دیوار پر سر رکھ کر بہت رونا چاہ رہا تھا۔
اسٹیئرنگ پر اس کی انگلیوں کی گرفت بہت مضبوط تھی مگر پھر بھی جانے کیسے وہ غلط موڑ کاٹ رہا تھا۔ غلط سائیڈ میں جا رہا تھا۔ اس نے اشارہ بھی کاٹا۔
اور پھر ایک تنہا اکیلی سنسان سڑک پر جا کر اس نے بالکل درمیان میں ایک دم سے بریک لگا دی۔ ہر طرف سناٹے کا راج تھا۔
یہ کوئی پوش رہائشی ایریا تھا۔ اردگرد کھڑی سنگ مرمر کی اونچی اونچی کوٹھیاں، بنگلے سب بالکل خاموش اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسے لگا جیسے ہر کھڑکی، ہر دروازے میں بشریٰ اور مثال کھڑی ہیں اور دونوں ہنس رہی ہیں، مسکرا رہی ہیں۔
بشریٰ، مثال کو گود میں اٹھا کر اس کی طرف طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے بہت کچھ جتا رہی ہے۔
"دیکھو، کیا ہوا۔ مجھے تم نے چھوڑ بھی دیا تو کیا ہوا۔ میں تو ابھی بھی مکمل ہوں۔ ادھورے تو تم ہو گئے ادھورے، آدھے، اکیلے، نامکمل تم مجھے برباد کرنا چاہتے تھے نا۔ برباد تو تم ہو گئے۔ ہم تو ابھی بھی آباد ہیں خوش ہیں اور سکھی ہیں۔"
عدیل کو پتا بھی نہیں چلا۔ کب اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔
وہ اسٹیئرنگ پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔
اسے لگا اس نے آج ہی بشریٰ کو چھوڑا ہے۔ آج ہی اس کا گھر ٹوٹا ہے آج ہی مثال اس سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی ہے۔
"دیکھو۔۔۔ دیکھ لو، میں تو ہار کر بھی جیت گئی۔ اصل میں تو ہار اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھی تھی۔ تم لٹے پٹے، بے حال شہر کی سڑکوں پر اکیلے اپنی مردانگی کا زعم لیے پھرتے رہو۔ اکیلے، تنہا برباد۔" عدیل شاکڈ تھا۔
بشریٰ پھر کسی کھڑکی میں آکر کھڑی ہو گئی تھی۔
اس کے چہرے پہ ہنسی اور مسکراہٹ نہیں تھی۔ نفرت اور حقارت تھی۔ لبوں پہ زہریلی مسکراہٹ تھی۔

عدیل کا پاؤں ایک دم سے اسپیڈ بڑھاتا چلا گیا۔
وہ شہر کی روشن سڑکوں پر بھی یوں اندھا دھند گاڑی دوڑا رہا تھا جیسے پورے شہر میں وہ ایک گاڑی چلا رہا ہو۔
"وہ کیا سمجھتی ہے خود کو۔ میں برباد ہوا ہوں۔ میں ہارا ہوں۔ اب میں اسے بتاؤں گا کہ کون ہارا ہے، کون برباد ہوا ہے۔ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔" غصہ، طیش، نفرت، انتقام اس کے دل و دماغ پہ طاری تھے۔

☼ ☼ ☼

قرآن خوانی کے بعد حاجن خالہ نے صدق دل سے بہت اچھی دعا کرائی تھی۔
عاصمہ کے دل کو بہت سکون ملا تھا۔
"عاصمہ آپا! آپ کو ایک مشورہ دوں میں؟" ساتھ والی نسرین کی بیٹی سعدیہ اس کے ساتھ کچن کے کام میں مدد کروا رہی تھی۔
واٹق اور بچیاں خالی برتن نیچے لا چکے تھیں۔
عاصمہ انہیں دھو رہی تھی اور سعدیہ پھرتی سے سب کچھ سمیٹتی جا رہی تھی۔ عام سے نقوش والی مناسب قد کاٹھ کی سعدیہ جس کا رشتہ فی الحال کہیں نہیں ہو رہا تھا۔ جو نسرین کے لیے سردرد تھا مگر سعدیہ ایک متوازن شخصیت کی مالک تھی۔ کبھی اس کے چہرے سے اندر کے مدوجزر کی خبر نہ ہوئی تھی۔
"کیسا مشورہ بھئی؟" عاصمہ بہت ہلکی پھلکی ہو چکی تھی۔
"آپ اپنا یہ پورشن ابھی کرائے پہ نہیں دیں۔"
"کیا مطلب۔۔۔؟ تم جانتی ہو ناں، فی الحال میرے پاس جاب نہیں ہے تو ہمارا گزارہ اسی پورشن کے کرائے پہ ہے۔" عاصمہ اسے ٹوک کر بولی۔
"تو کیا فائدہ ایسے غلط سلط لوگ آرہے ہیں اگر اس الیاس نے اور کوئی الٹا سیدھا اٹھائی گیرا بھیج دیا تو۔۔۔" سعدیہ بولی۔
"اب تم مجھے ڈراؤ گی۔" عاصمہ پریشان ہو کر بولی۔
"آپ کے برتن کتنے رہ گئے؟" سعدیہ کچن تقریباً سمیٹ چکی تھی۔
ہاں۔ بس ہو گئے۔" عاصمہ نے جلدی جلدی باقی کے برتن دھو کر ٹونٹی بند کر دی۔
"تو آجائیں۔ باہر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔"
سعدیہ اس سے کہہ کر باہر نکل گئی تو عاصمہ نے بھی دو چار چیزیں سمیٹیں۔ کچن کی لائٹ بند کی اور باہر نکل آئی۔
"آپ اپنے اوپر والے پورشن میں ٹیوشن سینٹر کھول لیں۔"
"ٹیوشن سینٹر۔ ماشاء اللہ۔ بچے کہاں سے آئیں گے؟" عاصمہ جیسے طنز سے بولی۔
"تین بچے تو میرے پاس آتے ہیں پڑھنے۔ ہمارے گھر میں تو جگہ ہی نہیں ہے کہ میں دو تین سے زیادہ بچے پڑھا سکوں، جب کہ مجھے ان بچوں کے کچھ جاننے والے بچے بار بار آکر کہتے ہیں کہ انہیں بھی ٹیوشن پڑھنی ہے لیکن اماں اجازت نہیں دیتیں۔"
عاصمہ خاموش بیٹھی جیسے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔
"میں تمہاری بات نہیں سمجھی سعدیہ!" وہ متانت سے بولی۔
"تقریباً دس سے بارہ بچے ہوں گے ٹیوشن کے۔ ہم دونوں مل کر پڑھائیں گے۔ اسی حساب سے ہم دونوں فیس بھی تقسیم کر لیں گے چونکہ ٹیوشن سینٹر کی جگہ آپ کی ہو گی تو آپ کو تین حصے اور میں ایک حصہ فیس کا لیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کروں گی۔ آہستہ آہستہ بچوں کی تعداد بڑھے گی تو ہم صبح میں یہاں چھوٹے بچوں کی نرسری بھی شروع کر سکتے ہیں۔" سعدیہ جوش میں کہہ رہی تھی۔

"مما! سعدیہ آپا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ چھ سات بچے تو میں بھی لے آؤں گا جو ہمارے محلے میں یا کچھ فاصلے پر رہتے ہیں۔" واثق جوان کی باتیں سن رہا تھا۔ بیچ میں آکر بولا۔

"لیکن واثق!" عاصمہ پریشان سی ہو گئی۔

"لیکن کیا آپا؟" سعدیہ تحمل سے بولی۔

"میں اتنی پڑھی لکھی کب ہوں۔ میں زیادہ ٹیوشن... میرا مطلب ہے زیادہ سے زیادہ پانچویں چھٹی کے بچوں کو پڑھا سکتی ہوں وہ بھی سکس کا میتھس نہیں۔" وہ جھجک کر بولی۔

"بھئی یہ سب مینج کر لیں گے۔ آپ ہامی تو بھریں۔ کل سے ہی شروع کرتے ہیں بس یہ مہینہ... بلکہ نہیں جو بچے ایڈوانس دیں گے تو اس سے آپ کا کچھ گزارہ ہو جائے گا۔" سعدیہ چٹکیوں میں مسئلہ حل کرتے ہوئے بولی۔

"سعدیہ! یہ بہت مشکل ہے۔" عاصمہ متذبذب تھی۔

"مما! آپ ہی تو کہتی ہیں مشکل کے ساتھ آسانی ہوتی ہے' بس کہیں نظر نہیں آتی جب ہم ارادہ کرتے ہیں تو پھر نظر آنے لگتی ہے۔" واثق عاصمہ کے اقوال زریں خوب یاد رکھتا تھا ایسے موقع پر جتانے کے لیے۔

عاصمہ کو پہلے غصہ آیا پھر ہنسی۔ تینوں ہنسنے لگے۔

☆ ☆ ☆

گاڑی گیٹ کے اندر داخل ہوئی۔

دونوں بچے پہلے گاڑی سے اترے۔ بشریٰ انہیں احتیاط کی' خیال رکھنے کی ہدایت کرتے ہوئے ان کے بعد اتری۔

احسن کمال گاڑی بند کرتے ہوئے پچھلی ڈگی کھول کر شاپنگ کا سامان نکال رہا تھا۔ بشریٰ اس کے ساتھ کھڑی اس کی مدد کر رہی تھی۔

مثال اور سیفی اپنے کھلونے لینے کے لیے بے تاب کھڑے تھے۔

جب عدیل تیزی سے اندر آیا۔

گیٹ ابھی تک ادھ کھلا تھا۔ کسی کا دھیان ابھی اسے بند کرنے کی طرف نہیں تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے اس سے پہلے کہ کوئی اس کی طرف متوجہ ہوتا یا دھیان دیتا' وہ مثال کو گود میں بھر کر جس تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے باہر نکل گیا۔

لمحہ بھر کو بشریٰ اور احسن کمال ساکت رہ گئے۔

"مثال!" دوسرے لمحے بشریٰ کے منہ سے چیخ کی طرح نکلا۔ احسن کمال جیسے خواب سے چونکا۔

"یہ تمہارا آئی مین ایکس ہزبینڈ..." وہ اس طرف اشارہ کر کے بولا جدھر ابھی عدیل گیا تھا۔

"مثال... مثال وہ لے گیا میری مثال کو... میری بیٹی... میری گڑیا۔" وہ پاگلوں کی طرح دیوانہ وار گیٹ کی طرف بڑھی۔

عدیل گاڑی میں مثال کو لے کر بیٹھ چکا تھا۔

گاڑی ریورس ہوئی۔ دوسرے لمحے جیسے ہوا میں اڑتی تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

بشریٰ گیٹ کے باہر خالی ہاتھ کھڑی رہ گئی۔

عدیل کی گاڑی گیٹ کے سامنے کھڑی تھی۔ بشریٰ نے اندر آتے ہوئے سرسری نظر اس پر ڈالی تھی۔ مگر جانے کیوں وہ دھیان میں لا ہی نہ سکی تھی کہ یہ تو وہ گاڑی ہے جس میں وہ کئی سالوں سے بلا شرکت غیرے اگلی سیٹ پر عدیل کے پہلو میں بیٹھ کر خوشی کے بہت سے انمول لمحے بتا چکی ہے۔

اس کی آنکھوں سے آنسو گرم گرم لاوے کی طرح پھوٹ رہے تھے احسن کمال نے اس کے کندھے پر آہستگی سے ہاتھ رکھا۔

"تم پریشان نہیں ہو بشریٰ! ہم اسے لے آئیں گے۔" وہ بت کی طرح کھڑی آنسو بہاتی رہی۔

"وہ کسی بھی طرح مثال کو اپنے پاس رکھنے کا مجاز نہیں کہ چھوٹا بچہ ماں کے پاس ہی رہتا ہے۔ تم پریشان نہیں ہو میرا واقف ہے، بہت بڑا وکیل۔ میں ابھی اس سے بات کرتا ہوں۔"

"وہ نہیں دے گا۔ اسے میں جانتی ہوں۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"نہیں احسن! میرا خیال ہے' عدیل اسے یہاں سے دور' شہر سے باہر یا کہیں بھی لے جا سکتا ہے۔ پلیز تم جلدی کرو' گاڑی نکالو۔ میں اس کے پیچھے جاؤں گی اور اپنی بیٹی کو لے کر آؤں گی۔ پلیز جلدی کرو۔" وہ اسے کھینچتے ہوئے اندر لے جانے لگی۔

احسن کمال اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔ نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے آیا۔

"پلیز گاڑی نکالو' مجھے جانا ہے اس کے پیچھے۔" وہ وحشت زدہ سی چیخ کر بولی۔ اسے لگا جیسے یکایک اس کی دنیا اندھیر ہو گئی ہو۔ مثال تو اس کا سب کچھ تھی۔

"بشریٰ! تم یقین رکھو' وہ چاہے بھی تو اسے کہیں نہیں لے جا سکتا۔ شہر سے باہر کہاں لے کر جائے گا اور ملک سے باہر لے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم ٹینشن نہیں لو۔"

"تمہاری بیٹی نہیں ہے وہ' وہ تم سے اسے چھین کر نہیں لے گیا۔ اس لیے تم یہ سب کہہ رہے ہو۔" وہ پاگلوں کی طرح چیخی تھی۔

"پاپا یہ آدمی کون تھا؟ وہ مثال کو کیوں لے گیا؟" سیفی باپ کا ہاتھ ہلا کر پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

"تم اگر مجھے نہیں لے کر جا رہے تو میں خود چلی جاتی ہوں۔ ہٹو' میرے راستے سے۔" وہ اسے پرے دھکیل کر بولی۔

"بشریٰ! پلیز' ٹرائی ٹو انڈر اسٹینڈ یار... اس کے پیچھے جا کر اس سے مثال کو چھینو گی تو وہ کیا ایسے تمہیں دے دے گا بچی کو۔ ابھی تم چلو میں بات کرتا ہوں پہلے معلوم کرتے ہیں وہ اسے کہاں لے کر گیا ہے پھر ہم اس کے پیچھے جائیں گے۔" احسن کمال اسے سمجھا رہا تھا۔

ہاں چھین تو سکتی نہیں تھی وہ اسے' اتنی سمجھ تو تھی بشریٰ کو۔

"اگر وہ اسے کہیں اور لے گیا تو؟" وہ اپنے آنسو کو شش کے باوجود ضبط نہیں کر پا رہی تھی۔

"وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔"

"احسن! میں جانتی ہوں اسے' وہ ضد میں' انتقام میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ صرف مجھے تکلیف پہنچانے کے لیے۔" وہ بکھرتی جا رہی تھی۔

"میرا یقین تو ہے نا تمہیں... پلیز صرف تھوڑا سا' چند گھنٹے تو انتظار کر سکتی ہو ناں... میں خود اسے تمہارے پاس لے کر آؤں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے بولا۔

بشریٰ بے یقینی سے اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

"صرف تھوڑا سا ویٹ کر لو۔ میں خود مثال کو لے کر آؤں گا اور تم یقین رکھو' وہ صرف تمہارے پاس ہی رہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

گی۔"

اس کے لہجے میں کچھ تھا کہ بشریٰ کے آنسو تھم سے گئے اس کا دل ٹھہر سا گیا۔

اور جو پورے بدن میں بھونچال کی کیفیت تھی۔ اس میں ٹھہراؤ سا آگیا۔

"کتنی دیر تک لے کر آؤ گے اسے۔" وہ اب کے سنبھلے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تم اندر تو چلو پھر بتاتا ہوں تمہیں۔" وہ اسے کندھے سے تھام کر اندر لے جانے لگا۔ سیفی ان کے ساتھ تھا۔

ذکیہ یہ سب کچھ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔

اور عدیل جیسے مثال کو لے کر گیا تھا۔ اتنے دنوں میں پہلی بار ذکیہ کے دل کو ڈھارس سی ہوئی تھی۔

اب بشریٰ جلد یا بدیر خواہ مثال کو حاصل کرنے کے خیال سے سہی احسن سے شادی کے لیے راضی ہو جائے گی۔

احسن نے آنے کے دو دن بعد ہی بشریٰ کا ہاتھ ذکیہ سے مانگ لیا تھا۔ مگر ذکیہ کے ساتھ احسن کا بھی یہی خیال تھا کہ مثال کی وجہ سے بشریٰ آسانی سے راضی نہیں ہوگی۔

اور جب تک مثال اس کے ساتھ رہے گی۔ وہ کبھی بھی اپنے نئے گھر کے بارے میں نہیں سوچے گی۔

دونوں کا خیال تھا اگر مثال درمیان سے نکل جائے تو ایسا ممکن ہے..... مگر ایسا کرنا آسان نہیں تھا۔ بشریٰ کبھی بھی بچی کو خود سے دور نہیں کرتی۔ مگر عدیل نے جیسے یہ ناممکن کام آسان کر دیا۔

وہ جو اتنے دنوں سے پریشان تھیں کہ بشریٰ نے ابھی تک احسن کا پرپوزل قبول نہیں کیا اب انہیں امید ہو چلی تھی کہ جلد ہی ان کے دل کی مراد پوری ہونے والی ہے۔

☆ ☆ ☆

عدیل تو عدیل نسیم مثال کو چوم چوم کر پیار کرتے ہوئے جیسے پاگل ہوتی جا رہی تھیں۔

بہت دنوں بعد انہیں لگا عدیل کی شادی کے بارے میں انہوں نے جو سوچ رکھا تھا۔ وہ اب پورا ہو جائے گا۔

"دیکھو۔ میں صاف کہے دے رہی ہوں۔ عدیل! اب میں اپنی گڑیا کو کہیں بھی بھیجنے والی نہیں ہوں۔ یہ اب میرے پاس ہی رہے گی۔ اپنے پاپا اور اپنی دادو کے پاس۔۔۔ ہمیشہ۔ ہے نا مثال یہیں رہے گی نا میری گڑیا!" وہ اسے جوش میں وقفے وقفے سے ساتھ لپٹاتی جاتیں۔

مثال سہمی ہوئی کبھی باپ کی طرف دیکھتی اور کبھی دادی کی لگاوٹ کو۔ نظریں جھکائے وہ بار بار اس منظر کو سوچ رہی تھی جب عدیل اسے بشریٰ سے چھین کر لایا تھا۔

"امی! میں مثال کو لے کر فی الحال اسلام آباد جا رہا ہوں کچھ دنوں کے لیے۔" وہ کمرے میں آکر ایک دم سے بولا تو نسیم کے ساتھ مثال بھی خوف زدہ سی باپ کو دیکھنے لگی۔

پتا نہیں کیوں اسے یہ والے پاپا اپنے پہلے والے پاپا سے بہت مختلف بہت اجنبی سے لگ رہے تھے۔

وہ دل میں ان سے کچھ خوف زدہ سی تھی۔

"عدیل! یہ کیا کہہ رہا ہو بیٹے! اسلام آباد کیوں۔۔۔؟ کس لیے؟ وہاں کیا ہے اور میں کیا اکیلی رہوں گی یہاں؟" نسیم بری طرح سے بوکھلا گئیں اور ایک دم سوال پر سوال کرتی چلی گئیں۔

"امی! ابھی کچھ دنوں کے لیے جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے بعد میں مستقل وہیں رہ جاؤں۔" وہ اسی کٹھور پن سے بولا جواب اس کا تیر بنتا جا رہا تھا۔ نسیم کو تو یوں لگا جیسے کوئی پہاڑ کسی نے ان کے سر پر گرا دیا ہو۔

"کیا۔۔۔ کہنا چاہتا ہے تو۔۔۔ ہمیشہ کے لیے وہاں۔۔۔ اکیلے۔۔۔ کیوں۔۔۔ یہ کس لیے؟" نسیم کو سب کچھ بھول گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہاتھ پیر پھول گئے۔

"جب وہاں مستقل رہنے کا ارادہ کرلیا' گھر لے لیا' تو آپ کو بھی بلالوں گا۔ لے جاؤں گا ساتھ۔" وہ اسی اجنبی پن سے بولا۔ اس نے تھوڑی سی دیر میں اپنا اور مثال کا مختصر سامان ایک سوٹ کیس میں رکھ بھی لیا تھا۔

"عدیل!" نسیم کی آنکھیں صدمے سے جیسے پھٹنے کو تھیں۔

"تو میں اتنے دن یہاں اکیلی... یوں ہی بے یار و مددگار... عدیل تو سمجھ نہیں رہا۔ میں کیسے رہ سکتی ہوں اکیلی۔"

انہیں تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا' بے ربطگی سے بول رہی تھیں۔

"امی! یہ آپ کی چوائس تھی کہ آپ کے گھر میں کوئی بھی دوسرا بندہ دخل دینے والا نہ ہو۔ آپ اکیلی اس بادشاہت کو چلائیں' سو آپ کو موقع مل رہا ہے۔"

وہ کیا بول رہا تھا۔ نسیم کو بالکل سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

وہ بس آنکھیں پھاڑے بے بس بیٹھی اسے دیکھے جارہی تھیں۔

"چلو مثال!" وہ مثال کا ہاتھ تھام کر دوسرے ہاتھ میں سوٹ کیس کی اسٹرپ پکڑے جانے کو تیار تھا۔

نسیم کا جیسے ہارٹ فیل ہونے کو تھا۔ وہ بمشکل خود کو' اپنے بھاری جسم کو سنبھالتی اٹھنے لگیں۔

"ارے رکو... ٹھہرو... عدیل! یہ کیا کررہا ہے۔ میں کیوں ایسا چاہوں گی۔ میں اکیلی یہاں' اس پورے گھر میں کیا کروں گی۔ میں نے نہیں رہنا' تم جہاں' جدھر جارہے ہو' مجھے بھی ساتھ لے کر جاؤ۔"

وہ بچوں کی طرح اس کا ہاتھ پکڑ کر بے اختیار رونے لگی تھیں۔ عدیل کے قدم جیسے کسی نے جکڑ لیے۔

"امی! میں آپ کو ساتھ نہیں لے جاسکتا۔" اتنی دیر میں وہ پہلی بار قدرے نرم لہجے میں بولا تھا۔

"مم... میں چلی جاؤں گی۔ وہاں اسلام آباد میں میری پھوپھی کی بیٹی... یاد نہیں تجھے خالہ شاہدہ رہتی ہیں' میں اس کے پاس چلی جاؤں گی۔ دو چار دن... جتنے دن مجھے رکنا ہوگا۔ میں بھی وہاں رک جاؤں گی۔ مجھے ساتھ لے کر جانا' عدیل! میں یہاں نہیں رہ سکتی۔"

نسیم نے مضبوطی سے عدیل کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے۔ وہ بے بس سا ہوگیا تھا۔

"پاپا... مجھے مما کے پاس جانا ہے۔ مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔" مثال نے عدیل سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا تو وہ شاکڈ سا اسے دیکھنے لگا۔

☼ ☼ ☼

"امی! ہم پہلے بھی تو ٹیوشن پڑھاتے تھے نا دونوں مل کر۔ اب یہ سب ذرا طریقے سے ہوجائے گا۔"

واثق ماں کی جھجک' اس کا خوف دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تسلی دے رہا تھا۔

"وہ اور بات تھی بیٹا۔ تین' چار بچے چھوٹی کلاسوں کے اور بس... یہ تو دس سے پندرہ بچے... ساتویں' آٹھویں کے بھی... انہیں ہینڈل کرنا... پھر... ان کے اچھے رزلٹ کی ذمہ داری... لیتا مجھے واقعی بہت مشکل لگ رہا ہے۔" وہ گھبرائی ہوئی تھی۔

جب بھی کوئی نئی مشکل اس پر آتی تھی' وہ ایسے ہی گھبرا جاتی تھی۔

"کچھ دن تھوڑی پریشانی ہوگی' پھر سب ٹھیک ہوجائے گا اور مما! میرے خیال میں اوٹ پٹانگ لوگوں کو گھر کرائے پر دینے سے بہتر ہے کہ ہم خود اس کو استعمال کریں اور آپ بھی جاب کرنے جو گھر سے نکلیں گی تو کیا یہ زیادہ بہتر نہیں۔"

"واثق! یہ سب بچوں والی باتیں ہیں۔ اول تو مجھے امید نہیں' اتنے زیادہ بچے آسکیں گے کہ ہم پورے گھر کا خرچ چلا سکیں۔ دوسرے..." باہر گھنٹی بجی تو وہ بولتے ہوئے رک گئی۔

واثق دروازہ کھولنے چل دیا۔

سعدیہ تین لڑکیوں کو لے کر اندر آرہی تھی۔

اس کے چہرے پر جوش سا تھا اور کچھ کر دکھانے کا جذبہ۔

"آپا! آپ کی تین شاگردیں تو سمجھیں آگئیں۔" وہ اندر آکر بولی۔ واثق نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ماں کا حوصلہ بڑھایا۔

"چلو ٹھیک ہے' تم دونوں اوپر چلو۔ میں نے کمرے صاف کرکے بیٹھنے کا انتظام کرلیا ہے۔ میں ان تینوں کو لے کر آتی ہوں تو پھر دیکھتے ہیں' کیا کرنا ہے۔"

وہ ایک بار پھر سنبھل چکی تھی کہ اسے اب اس مشکل کا مقابلہ کرنا ہے۔ اگر گھر بیٹھے اس کے بچوں کے رزق کا انتظام اللہ کررہا تھا تو اسے بھرپور کوشش کرنا ہوگی۔ دو دن سے وہ سوچ سوچ کر پریشان تھی۔ اب ایک دم سے لگا' یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

ہاشم نے پچیس ہزار کی رقم اسے بھجوائی تھی۔ اس سے مہینہ آرام سے گزر سکتا تھا۔

اور جو سعدیہ کی تجویز تھی کہ عاصمہ کو آگے انٹر کے بعد اپنی پڑھائی کو پھر سے شروع کردینا چاہیے' پہلے تو وہ شرمائی' گھبرائی اور خوب پریشان ہوئی تھی کہ اس عمر میں بچوں کی طرح پھر سے پڑھنا عجیب سی بات تھی۔

مگر پھر آہستہ آہستہ بچوں کو پڑھاتے سمجھاتے اس کا دل اس بات کو بھی مان گیا۔

علم حاصل کرنے کی کوئی عمر نہیں ہوتی' وقت کی قید نہیں ہوتی' شوق اور ضرورت انسان کو کسی بھی وقت اس سیڑھی پر پھر چڑھنے کی طرف راغب کرسکتا ہے۔

سعدیہ نے اسے اپنی گریجویشن کی بکس لادی تھیں' وہ اب اکثر رات میں ان کو پڑھنے کی کوشش کرتی۔ اسے ابھی اپنے لیے مضامین کا انتخاب بھی کرنا تھا۔

سعدیہ اچھی لڑکی تھی' ہمدرد اور مددگار بھی۔ اس کے بہتر رویے نے عاصمہ کے لیے بہت سی آسانی پیدا کردی تھی۔

کچھ بچے جو اسکول نہیں جاتے تھے کسی وجہ سے وہ صبح میں بھی عاصمہ کے پاس پڑھنے کے لیے آنے لگے۔

اس کے گھر میں اب ایک پڑھائی والا ماحول سا بنتا جارہا تھا۔ جس میں وقت ملنے پر وہ بھی اپنی کتابیں لے کر بیٹھ جاتی۔

الیاس کو اس نے فی الحال منع کردیا تھا کہ ابھی اسے گھر کرائے پر نہیں دینا' وہ یہ تجربہ بھی کرکے دیکھنا چاہتی تھی۔

اور ابھی تک اسے بہت اچھا نتیجہ ملا تھا۔

گھر کا خرچ تھوڑا تنگی سے مگر ہورہا تھا' پھر اتنی مصروفیت اسے الٹی سیدھی سوچوں سے بچانے لگی۔

اس کی تمام تر توجہ بچوں کی' اپنی پڑھائی کی طرف تھی۔

سعدیہ بڑی لڑکیوں اور بچوں کو پڑھاتی۔ عاصمہ چھوٹی کلاسز کو اور بڑی کلاسز کے آسان مضامین کو۔ رفتہ رفتہ اسے پڑھانے کا' سمجھانے کا سلیقہ آگیا اور بہت سی مشکلیں آسان ہوتی چلی گئیں۔ صرف محنت زیادہ تھی جس کی وہ عادی تھی۔

گھر بیٹھے عزت کے ساتھ روزی حاصل کرنے کا یہ طریقہ اسے بہت اچھا لگا تھا۔ وہ بہت محفوظ اور پرسکون محسوس کرنے لگی تھی خود کو... چند ہی دنوں میں جیسے بہت کچھ بدل سا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عاصمہ بہت مہینوں کے بعد گھر اور بچوں کے ساتھ خوش تھی اور اب بچوں کے اچھے مستقبل کے لیے بہت پرامید بھی۔

☆ ☆ ☆

پھر عدیل، مثال کو سمجھا سمجھا کر تھک گیا مگر وہ روتے ہوئے ایک ہی ضد کیے جا رہی تھی کہ اسے بشریٰ کے پاس جانا ہے۔

عدیل اس کی بات مانتے ہوئے جیسے ہار سا گیا۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں تمہاری ماں کے پاس چھوڑ آؤں گا مگر پھر تم کبھی مجھ سے نہیں ملو گی۔" عدیل کی کڑی شرط نے مثال کے معصوم دل کو ہلا کر رکھ دیا۔

وہ پریشان سی باپ کو دیکھے گئی۔

"پاپا۔۔۔ میں آپ کو بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ آپ کے ساتھ بھی رہنا ہے مجھے۔" پتا نہیں کہاں سے اس کے اندر ہمت آگئی۔ وہ باپ کا ہاتھ پکڑ کر ڈرے ہوئے لہجے میں بولی۔

عدیل اسے دیکھتا رہ گیا۔

اسے اس مسئلے کا کوئی حل نہیں سوجھ رہا تھا۔

"میں تمہارے کھانے کے لیے کچھ لاتا ہوں۔ تم بیٹھو۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں کہہ کر باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ بھونچکی سی احسن کمال کی شکل دیکھ کر رہ گئی۔ ذکیہ یوں کمرے میں بیٹھی تھیں جیسے وہاں موجود ہی نہیں۔

"اس کے بغیر بشریٰ، میرے لیے کوئی بھی قدم اٹھانا ممکن نہیں۔" وہ بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

"اس طرح تو عدیل کو اور موقع مل جائے گا یہ کہنے کا کہ اب میں مثال کی بالکل بھی دیکھ بھال نہیں کر سکتی۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"صرف تم عدیل کا کیوں سوچ رہی ہو بشریٰ! تم مثال کا سوچو اس کو حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔" ذکیہ جیسے اس کی دل جوئی کرتے ہوئے بولیں۔

بشریٰ بے بسی سے ماں کو دیکھ کر رہ گئی۔

اسے یہ تو معلوم تھا کہ یہ اس کی ماں کی بھی مرضی ہے۔ مگر وہ اس طرح یہ سب پورا کروانا چاہیں گی اسے یہ امید نہیں تھی۔

"جتنا سوچو گی اتنا الجھو گی۔" احسن نے نرمی سے کہا۔

"ہاں تو اور کیا، وہ سمجھتا ہے یہ تنہا اکیلی ہے، کمزور ہے، کچھ کر نہیں سکتی، وہ مرد ہے، طاقت ور ہے، سب کچھ کر سکتا ہے، جب اسے پتا چلے گا کہ اس کے ساتھ بھی کوئی کھڑا ہونے والا ہے، کوئی سہارا، کوئی مضبوط آسرا ہے تو دیکھنا اس کی ساری اکڑ، ساری شیخی جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گی۔" ذکیہ اسے دلیلوں سے قائل کر رہی تھیں۔

"امی!" وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"بشریٰ! تم اتنی پریشان ہو تو سوچو، مثال کتنی سہمی ہوئی ہوگی۔" احسن نے اس کی کمزوری پر ہاتھ رکھا۔

"وہ معصوم تم دونوں کے جھگڑوں کو کیا سمجھے گی، مگر وہ تمہاری محبت کو سمجھتی ہے۔ اسے اپنے مضبوط ساتھ کا یقین دو یہ تب ہی ہو سکتا ہے۔ ممکن۔۔۔" وہ جتانے والے انداز میں ممکن سے آگے خاموش ہو گیا۔ کمرے میں لمحہ

بھر کو خاموشی سی ہو گئی۔

"اگر اس کے بعد بھی عدیل نے مجھے میری بیٹی واپس نہیں کی تو؟" بشریٰ کچھ دیر بعد بولی۔ "جبکہ میں ابھی بالکل بھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"تم کہنا چاہتی ہو کہ اس طرح نکاح کر کے تم پھنس جاؤ گی۔ اگر تمہیں بعد میں عدیل نے بچی واپس نہیں کی تو؟" احسن نے کچھ چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

بشریٰ کچھ شرمندہ سی ہو گئی، کیونکہ اس کا مطلب یہی تھا۔

"تم فکر نہیں کرو، پھر۔۔۔ ہم یوں ہی نکاح اناؤنس کر دیتے ہیں۔ جھوٹ موٹ اور مثال کو حاصل کرنے کے بعد۔۔۔"

"ہرگز نہیں۔۔۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔ خدانخواستہ نکاح، مذہب کوئی کھیل تو نہیں۔" ذکیہ کو لگا اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر بشریٰ کو نکیل ڈالنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گا۔ احسن نے ذکیہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"نکاح ہو گا، ابھی اور اسی وقت ہو گا، ورنہ پھر کبھی نہیں، اس لڑکی کا کیا ہے، اسے تو اپنے برے بھلے کی کچھ تمیز نہیں۔" ذکیہ خم ٹھونک کر بولیں۔

"امی۔۔۔ میں ابھی ایسا کچھ نہیں سوچ رہی پلیز۔" وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بولی۔

ذکیہ کا جی چاہا اسے دو، تین لگائیں۔

"ٹھیک ہے چچی! آپ اسے مجبور نہیں کریں اور نکاح جیسے معاملے کو کسی بلیک میلنگ کے تحت ہماری زندگی میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔" احسن کمال نے اسے ایک بار پھر حیران کر دیا۔

وہ اتنا بردبار، اتنا متحمل مزاج کب سے ہو گیا۔ اسے سخت حیرت سی ہوئی تھی۔

"بلیک میلنگ، اللہ نہ کرے، کیوں کریں گے ہم۔ سیدھی بات ہے، اسے بچی چاہیے تو اس کے لیے یہ پاپڑ بیل رہے ہیں، اگر یہ نہیں چاہتی تو اور بھی اچھی بات ہے، وہ بھی اس کا باپ ہے، خدانخواستہ کوئی دشمن تو نہیں، بھلے اس کے پاس وہ رہتی رہے، کچھ نہیں ہو گا، بلکہ اچھا ہے، دو دھڑوں میں تقسیم ہونے کے بجائے وہ ایک گھر میں رہ جائے۔" ذکیہ نے جیسے معاملہ ہی آر پار کر دیا۔

احسن سر ہلا کر رہ گیا۔ بشریٰ گنگ سی تھی۔

یہ تو وہ کبھی بھی نہیں چاہتی تھی کہ مثال ہمیشہ کے لیے عدیل کے پاس رہ جائے چاہیے، وہ اس کا کتنا ہی خیال کیوں نہ رکھنے کا وعدہ کرے۔ اندر ہی اندر اس کی بھی یہی ضد تھی کہ اسے بھی عدیل کو یہ خوشی نہیں دینی، جس طرح سے وہ ناخوش ہے، عدیل نے اسے جیسے دھوکا دیا۔ ساری دنیا میں تماشا بنایا۔ وہ بھی اب اس کا بدلہ لے گی۔ کبھی اسے خوش نہیں ہونے دے گی۔

"چچی جان! میں کل اپنے گھر میں شفٹ ہو جاؤں گا سیفی کو لے کر۔ اب اتنے دن ہو گئے یہاں رہتے ہوئے۔ آپ لوگوں کو بہت تکلیف دی میں نے۔" وہ ذکیہ سے کہہ رہا تھا۔

"بچے! تیرا اپنا گھر ہے، تو نے ہمیں کیا تکلیف دینا تھی، بلکہ تیرے آنے سے تو جی ایسا خوش ہوا، تیری ماں زندہ ہوتی تو کیسا نہال ہوتی۔" ذکیہ آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے بولیں۔

"بشریٰ! تم فکر نہیں کرو، میں نے اپنے دوست سے بات کی ہے اور کل صبح ہم دونوں کی میٹنگ ہے اس کے ساتھ۔ اس نے امید تو دلائی ہے اور بچی تمہیں ہی ملے گی اور بہت جلد۔ اس میں زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔ یوں بھی میرے خیال میں مثال تمہارے ساتھ زیادہ اٹیچ ہے۔ اگر کوئی مرحلہ ایسا آیا بچی کی رائے پوچھنے کا تو وہ یقیناً"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمہارے ساتھ رہنا چاہیے گی۔"

وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔ بشریٰ کا جی بھر آیا۔ وہ کیسا اس کا ہمدرد تھا اور وہ اس کی ایک بات بھی نہیں مان رہی تھی۔ کوئی خوشی بھی اسے نہیں دے رہی تھی۔

وہ تو جب سے آیا تھا مسلسل اس کی دل جوئی' اس کی تسلی کے بندوبست میں لگا تھا۔

اور پھر کل یہ چلا جائے گا۔ اس عالی شان گھر میں جسے دیکھتے ہی خوابوں میں کھو جانے کو جی چاہتا ہے۔

اور ہو سکتا ہے' اسے چند ہی دنوں میں کوئی اور بھی پسند آجائے اور یہ جس طرح فیصلے کرنے کا عادی ہے' گلے ہفتے ہی ہاتھ میں شادی کا کارڈ لیے ہوئے آجائے۔

اس کے بچے کو' اس کے گھر کو تو ایک عورت کی ضرورت ہے اور میں اکیلی کب تک اور کہاں تک عدیل کے ساتھ مثال کی کسٹڈی کی جنگ لڑوں گی۔

وہ زمانے بھر کا گھٹیا انسان... اگر اسے مجھ سے ذرا بھی محبت' ذرا بھی خیال ہوتا میرے دکھ کا احساس کر کے وہ خود ہی مثال کو مجھے دے دیتا' مگر وہ تو اسے مجھ سے بیدردی سے چھین کر لے گیا اور میں اس کی خاطر کب تک اچھی زندگی سے منہ موڑتی رہوں۔ لمحوں میں وہ وہاں بیٹھے بشریٰ نے بہت سے حساب کتاب لگا لیے۔

"چچی جان! میں اب سونے کے لیے جا رہا ہوں۔ صبح مجھے جلدی اٹھنا ہے۔ ظاہر ہے گھر شفٹ کرنا آسان نہیں۔" وہ جانے کے لیے کھڑا تھا۔

"احسن..." وہ ایک دم سے کھڑی ہو گئی۔

دونوں سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"امی... میں ابھی... ابھی نکاح کے لیے راضی ہوں احسن کے ساتھ۔ کیونکہ میں مثال کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کے بغیر زندگی بے معنی ہے میرے لیے۔"

کہتے کہتے وہ بے اختیار آگے بڑھ کر ماں کے گلے لگ کر رونے لگی۔

"میری بچی! میری بشریٰ! اللہ تیری جھولی خوشیوں اور میٹھی مرادوں سے بھرے' تیری گود ہمیشہ آباد رہے' تیری بچی کے دم سے۔" ذکیہ پر تو جیسے شادی مرگ طاری ہونے لگا۔

"اور وہ معصوم سا سیفی اسے ماں مل جائے گی۔ مثال کو باپ کا پیار مل جائے گا۔ تیری اس اجڑی اور روکھی زندگی میں اللہ کے فضل سے پھر بہار آجائے گی۔ اللہ میری دعائیں اس طرح سنے گا' مجھے یقین نہیں تھا' وہ بڑا مہربان ہے۔"

وہ بشریٰ کو ساتھ لگا کر کہنے لگیں۔

احسن کمال نے طمانیت بھرا گہرا سانس لے کر بشریٰ کی طرف دیکھا۔ اس کی اتنے دنوں کی محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔

"احسن بیٹا! عمران کو بلاؤ' میرے خیال میں سادگی سے ابھی نکاح کر دیتے ہیں' پھر تم دونوں اکٹھے وکیل سے ملنا۔ میاں' بیوی کی حیثیت سے۔ دیکھنا کیسے وہ عدیل بھیگی بلی بنتا ہے پھر..." ذکیہ کے دل کی کلی کھل اٹھی تھی۔

☆ ☆ ☆

"پاپا... مما... شادی کر رہی ہیں... احسن انکل سے۔ وہ اچھے ہیں... بہت... مگر پاپا! وہ آپ تو نہیں۔"

مثال باپ کے چہرے پر اپنے ننھے ننھے ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھوں میں نمی لیے سونے سے پہلے کہہ رہی تھی۔

"کاش میں اپنی بیٹی کو اس امتحان میں کبھی نہ ڈالتا۔" وہ رونا چاہتا تھا۔ مثال کو تسلی دینا چاہتا تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ مگر وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔ بس ٹکر' ٹکر مثال کو دیکھتا رہا۔

"پاپا! کیا وہ دوسری شادی کر لیں گی۔ پھر... میں کہاں جاؤں گی؟" وہ نیند سے پہلے معصومانہ لہجے میں سوال کر رہی تھی اور آج عدیل کے پاس اس کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ ایسا ہر حق خود کھو چکا تھا۔ جس سے وہ بشریٰ کو ایسا کوئی بھی قدم اٹھانے سے روکے' جس سے مثال کی نفسیات پر' اس کی ذات پر اتنے برے اثرات پڑیں۔

"پاپا... آپ مما سے پھر شادی کر لیں۔ ہم سب پھر ایک ساتھ رہنے لگیں... کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟" اس کا معصوم ذہن یہی حل نکال سکا تھا۔

عدیل پھر بھی کچھ نہیں کہہ سکا' بس دیکھتا رہا۔ مثال جیسے اپنے ہی سوالوں کی بازگشت سنتے سنتے تھک گئی۔ اس نے پلکیں موندلیں اور ذرا دیر میں بچپن کی معصوم نیند اس پر طاری ہو گئی۔

عدیل اس کے پاس گم صم سا بیٹھا رہا۔

وہ تو دن بھر یہی سوچتا رہا تھا کہ وہ مثال کو بشریٰ سے چھین لے گا' تو وہ ایک بار پھر برباد ہو جائے گی۔ تباہ ہو جائے گی۔ اسے خوب مزہ ملے گا عدیل سے علیحدگی کا۔ مگر اس نے تو ایک بار بھی نہ تو فون کیا' نہ مثال کو لینے آئی۔

"کیا میں نے مثال کو یہاں لا کر اس کے دل کی مراد پوری کر دی' کیا وہ یہی چاہتی تھی؟" اس کا دماغ جیسے اس سوال کو سوچتے ہوئے تھک سا گیا۔

"وہ دوسری شادی کر رہی ہے' اسے اب مثال کی کیا پروا' وہ نئی زندگی میں اسے تو ایک وبال ہی سمجھے گی نا۔" میں نے مثال کو یہاں لا کر اس کے دل کی خوشی پوری کر دی۔ یہ خیال اور بھی سکون برباد کر دینے والا تھا۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو
نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں
میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

شریک سفر
زہرہ ممتاز
قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی
راحت جبیں
قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا جی چاہا ابھی اور اسی وقت مثال کو اٹھا کر وہیں چھوڑ آئے جہاں سے لے کر آیا تھا۔
اور بشریٰ کبھی بھی دوسری شادی کی خواہش پوری نہ کر سکے۔ وہ مٹھیاں بھینچے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

سادگی سے دو گھنٹے کے اندر دونوں کا نکاح ہو گیا۔ بشریٰ نے جو سوچا نہیں تھا' وہ لمحوں میں ہو گیا۔
وہ... اس نے تو یہی سوچا تھا کہ زندگی بھر وہ عدیل کے سوا کسی اور کا نہیں سوچے گی۔
مگر اب نکاح کے پیپرز پر دستخط کرتے ہی اسے لگا جیسے وہ ہمیشہ سے صرف احسن کمال کی تھی۔ عدیل تو یوں ہی دونوں کے درمیان آگیا تھا۔
یہ بیچ کے آٹھ سال تو یوں ہی بیچ میں آگئے تھے۔ ورنہ وہ دونوں تو شروع سے ایک تھے۔
احسن کمال کے چہرے پہ اسے دیکھ کر خوشی بھی تھی اور اطمینان بھی۔
ذکیہ کو تو جیسے دو جہانوں کے خزانے مل گئے تھے۔
اتنا بڑا پہاڑ جو انہوں نے سوچا تھا کہ ان کے سینے پر آپڑا ہے' اب کبھی نہیں اترے گا' اتنی آسانی سے سب ہو گیا۔ وہ بشریٰ کو گلے لگائے پیار کر رہی تھیں۔
عمران بھی خوش تھا کہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ تھا یہ جو حل ہو گیا۔ اب اس کی اپنی شادی کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔
اور احسن کمال کو لگ رہا تھا' وہ جس مقصد کے لیے پاکستان آیا تھا' وہ مقصد بہرحال پورا ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

"پاپا! کیا آپ مجھے اسلام آباد لے کر جا رہے ہیں۔" مثال' باپ کی مسلسل خاموشی سے کچھ سہمی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے مثال کے اور اپنے کپڑے تیار ہونے کے لیے نکال چکا تھا۔ خود تیار ہو چکا تھا' مثال کی مدد کر رہا تھا۔
"پاپا... بتائیں نا؟" وہ اس کی چپ پہ پھر بولی۔
"نہیں۔" اسے کہنا پڑا۔ مثال کا چہرہ کھل اٹھا۔ وہ الجھے ہوئے بالوں کو بمشکل سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔
"یہ مما سلجھاتی ہیں اور پونی بناتی ہیں۔ مگر یہ مجھ سے نہیں ہو رہے۔" اس نے تھک کر برش بیڈ پر پھینک دیا۔
"اوکے... بال ایسے ہی رہنے دو' پونی نہیں بناؤ' ہیئر بینڈ لگا لو۔" عدیل نے اسی سنجیدگی کے ساتھ اسے ہیئر کیچر پکڑا دیا۔
اور خود بیٹھ کر جوتے پہننے لگا۔
"تو ہم کہاں جا رہے ہیں؟" وہ پھر اسی سوال سے الجھتے ہوئے بولی۔
"تم کہاں جانا چاہتی ہو؟" عدیل نے سر اٹھائے بغیر پوچھا۔
مثال اندازہ نہیں کر سکی کہ عدیل نے کس موڈ میں پوچھا ہے۔ وہ جو جواب دینا چاہتی ہے۔ اسے سن کر پاپا کو غصہ آجائے گا یا نہیں' وہ خاموش رہی۔ آہستگی سے وہ باپ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور اس کے سر اٹھانے کا انتظار کرنے لگی۔
"پاپا!" وہ باپ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے بولی۔ عدیل نے آہستگی سے اسے اٹھا کر گود میں بھر لیا۔
عدیل کے چہرے پر خوف ناک سی سنجیدگی تھی۔ مثال کو خوف بھی آرہا تھا' مگر ترس بھی' اس کے پاپا کتنے کمزور ہو گئے تھے۔

پہلے کتنا ہنستے تھے' مسکراتے تھے اور اب تو اس نے انہیں کبھی ذرا سا بھی خوش ہوتے نہیں دیکھا۔
لیکن مما تو احسن انکل کے ساتھ ہنستی بھی ہیں' شاپنگ بھی کرتی ہیں' انجوائے بھی کرتی ہیں۔ اور پاپا... بے چارے۔ اسے باپ کی شکل دیکھ کر رونا آرہا تھا۔
"نہیں۔ میرے پاپا بے چارے نہیں ہو سکتے۔" اسے اپنی سوچ پر خود ہی غصہ آگیا۔
"پاپا ایک بات بولوں۔ آپ غصہ تو نہیں کریں گے۔" وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔
"نہیں میری جان! آپ جانتی ہو' پاپا آپ کی بات پر غصہ نہیں ہوتے۔" وہ اسے پیار کر کے بولا۔
"نہیں... اس بات پر غصہ ہو سکتے ہیں۔"
"مثال! کیا بات ہے' بتاؤ مجھے۔"
"ہم ابھی تیار ہو کر کہاں جا رہے ہیں؟" شاید وہ بات کہنے کے لیے اسے کچھ اور وقت درکار تھا۔
"تمہاری مما کے پاس۔" عدیل نے سنجیدگی سے کہا۔ مثال بے یقینی سے باپ کی طرف دیکھنے لگی۔
"واقعی پاپا... ہم ماما کے پاس جا رہے ہیں۔"
"صرف تم... تمہیں میں وہاں چھوڑنے جا رہا ہوں۔" وہ تصحیح کرتے ہوئے بولا۔ مثال کا چہرہ اتر سا گیا۔
"جی... میں جانتی ہوں۔" وہ آہستگی سے کہہ کر گود سے اتر آئی۔
"میری بیٹی کون سی بات کہنے والی تھی ابھی۔" عدیل کو یاد آیا۔ مثال خاموش اسے دیکھنے لگی۔
"جان! میں نہیں ناراض ہوں گا۔ نہیں ڈانٹوں گا' پرامس' آپ بولو' کچھ چاہیے پیسے' کھلونے یا کچھ بھی۔" وہ پیار سے بولا۔
"کچھ بھی نہیں پاپا... ان میں سے۔" وہ آہستگی سے بولی۔
"تو پھر؟"
"پاپا... آپ بہت اچھے ہیں' بہت اچھے۔" وہ باپ کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر بولی۔ یہ اس کی مخصوص عادت تھی' جب باپ پر بہت پیار آتا تھا تو وہ ایسے ہی کرتی تھی۔
"اوکے... اب بول دیجئے۔ یہ سب کیوں کہا جا رہا ہے۔" وہ اسے چوم کر بولا۔
"پاپا! آپ ہنسا کریں' مما کی طرح۔ وہ بھی احسن انکل کے ساتھ خوش رہتی ہیں۔ آپ... بھی آپ بھی شادی کر لیں۔" کہہ کر وہ ڈرے ہوئے انداز میں باپ کو دیکھنے لگی۔ عدیل اسے دیکھتا رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

بشریٰ خوب صورت ساڑھی' میچنگ جیولری اور میک اپ کے ساتھ تیار حلیے میں احسن کمال کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہی تھی' جب کھلے گیٹ سے مثال دوڑتی ہوئی اندر آئی اور اس سے لپٹ گئی۔ بشریٰ نے گیٹ پر کھڑے عدیل کو دیکھا' جو یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

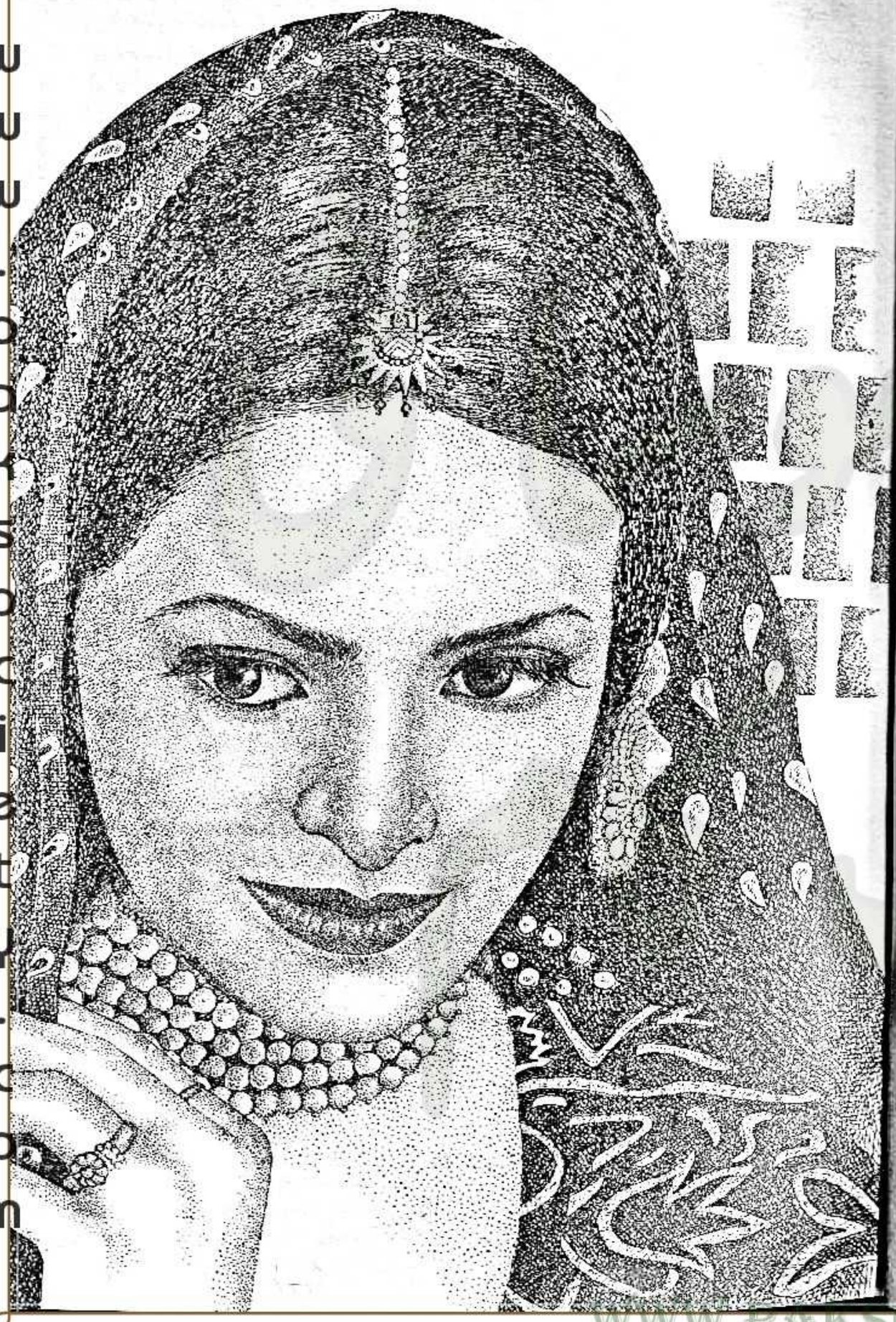

رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پاجاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کردیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کرکے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کرکے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آرہے ہیں۔ عاصمہ کو فون کے ذریعے کوئی اطلاع ملتی ہے، جسے سن کر وہ بے ہوش ہوجاتی ہے۔

فون پر پتا چلتا ہے کہ شہر آتے ہوئے عفان اور فاروق صاحب ڈکیتی کی واردات میں قتل ہوگئے۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کرپاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کررہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

حمیدہ خالہ 'عاصمہ' کو سمجھاتی ہیں کہ عدت میں زبیر کا اکیلے اس کے گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ باتیں بنا رہے ہیں جبکہ عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آجاتا ہے کہ وہ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے، بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آجائے' سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے جاتا ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہوجاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر بہو اور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہوجاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔

اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے معاملات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کردیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم 'عاصمہ' کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔ بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کردیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل سخت پریشان ہے۔

عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے اور کچھ دنوں بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کرلیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔ اچانک ہی فوزیہ کا کہیں رشتہ طے ہوجاتا ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل 'مثال کو لے جائے' تاکہ وہ بشریٰ کی کہیں اور شادی کرسکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔

انسپکٹر طارق 'ذکیہ بیگم سے فوزیہ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہوجاتی ہیں 'مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔ ایک پراسرار سی عورت عاصمہ کے گھر بطور کرائے دار رہنے لگتی ہے۔ وہ اپنی حرکتوں اور انداز سے جادو ٹونے والی عورت لگتی ہے۔ عاصمہ بہت مشکل سے اسے نکال پاتی ہے۔

بشریٰ کا سابقہ منگیتر احسن کمال ایک طویل عرصے بعد امریکا سے لوٹ آتا ہے۔ وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کرلیتا ہے' پھر شادی کے ناکام ہوجانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور دوبارہ شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہوجاتی ہے۔

بالآخر وہ احسن کمال سے شادی پر رضامند ہوجاتی ہے اور سادگی سے دو گھنٹے کے اندر نکاح بھی ہوجاتا ہے۔ عاصمہ اس جادوگر عورت کو نکالنے کے بعد اپنا مکان دوبارہ کرائے پر نہیں دیتی بلکہ پڑوس میں رہنے والی سعدیہ کے ساتھ کوچنگ سینٹر کھول لیتی ہے۔ ساتھ ہی اس کے مشورے پر بی اے کے پرائیویٹ امتحان دینے کی تیاری شروع کردیتی ہے۔

پندرہویں قسط

بہت ٹھہرا ہوا' جامد ساکن سا منظر تھا۔

اسے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی' صرف بشریٰ کے سڈول جسم سے لپٹی قرمزی ساڑھی کا اڑتا پلو جس کی سرسراہٹ جیسے اس کے کانوں کے پاس کہیں ہو رہی تھی اور اس کا مسکراتا' خوش باش چہرہ۔

بشریٰ کے پہلو میں کھڑا مضبوط توانا وجیہہ مرد جس کی رفاقت کسی بھی عورت کا فخر ہوسکتی ہے۔ وہ اچٹتی نظر سے یوں عدیل کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی بہت معمولی شے ہو۔

عدیل کو عجیب سی ہزیمت کا احساس ہوا تھا۔

اس کے دل کے بہت قریب کوئی کانٹا سا چبھا تھا۔ کانٹا تو شاید بہت دنوں سے گڑا ہوا تھا مگر جس کی چبھن آج ہوئی تھی' اسے لگا اس کا دل یہیں کھڑے کھڑے خون کے لوتھڑوں میں بدل جائے گا۔

بشریٰ اور احسن کمال کا ساتھ ساتھ کھڑے ہونا اس کی شکست پر گویا آخری مہر تھی۔ اب کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا تھا نہ دیکھنے کو نہ سوچنے کو' وہ شکست خوردہ سا مڑ کر کھلے گیٹ سے باہر جانے لگا۔

"ایک منٹ مسٹر عدیل! رکیے پلیز!" اسے یہ پکار احسن کمال کی طرف سے سنائی دیتی تو شاید اتنی حیرت نہ ہوتی۔ اتنے ٹھوس اور واضح لہجے میں اسے مسٹر عدیل کہہ کر پکارنے والی کوئی اور نہیں بشریٰ تھی۔ وہ لمحہ بھر کو ان ہی قدموں پر ساکت کھڑا رہ گیا۔

مثال کو یوں لگا جیسے اس پکار میں ماضی کی کوئی گونج تھی شاید۔ اس کی ماں نے اس کے باپ کو اس کے پرانے "منصب" پر بحال کرنے کا کوئی عندیہ دیا ہو۔ وہ اندھا دھند آکر باپ سے لپٹ کر اسے کھینچنے لگی۔

"پاپا! چلیں نا' ماما نے آپ کو بلایا ہے۔ انہیں آپ سے کوئی بہت ضروری بات کرنی ہے' شاید وہ... ہمارے ساتھ گھر چلنے کے لیے ریڈی ہیں۔ پاپا! آپ پلیز ماما کی بات مان لیجیے گا۔ ابھی ہم صرف ماما کو ساتھ لے کر چلتے ہیں بعد میں سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مما آپ سے جو کہیں۔ جیسی بھی بات آپ مان لیجیے گا۔ پلیز پاپا!"

مثال بظاہر سرگوشیوں میں مگر خوشی بھرے لہجے میں تیز تیز باپ سے کہتی چلی جارہی تھی۔

عدیل مغموم نظروں سے اپنی لاڈلی کے خوش فہم چہرے کو دیکھتا جارہا تھا۔

کاش ان دونوں نے مثال کے بچپن کو اس دھوکے سے آشنا نہیں کیا ہوتا۔ جس سے وہ فریب مسلسل میں مبتلا نکل ہی نہیں پا رہی تھی۔ وہ بس اسے دکھ سے دیکھ کر رہ گیا۔

"مثال! تم سنی کے ساتھ اندر جاؤ۔ مجھے تمہارے فادر سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔ پلیز گو اوے۔" بشریٰ اس کے ذرا پاس آکر بے حد سنجیدہ مگر قدرے درشت لہجے میں بولی۔

مثال جو عدیل کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی یونہی کھڑی رہ گئی۔

"تم نے سنا ہے نا جو میں نے کہا ہے۔" وہ اسے جتانے والے انداز میں اس سے پھر کہہ گئی۔

مثال کی بھوری آنکھوں میں آنسو بھر گئے مگر وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ ابھی کل ہی تو پاپا نے اسے سمجھایا تھا کہ "مثال بیٹا! حالات کیسے بھی ہوں آپ کو کتنا بھی رونا آرہا ہو' آپ نے کسی کے سامنے نہیں رونا۔ بھلے اکیلے میں خوب رو لینا مگر کسی کے سامنے رو کر خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا۔ یو آر مائی بریو ڈاٹر۔" انہوں نے بظاہر اسے حوصلہ مند بنانا چاہا تھا۔ مگر وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ نہ رونا' رونے سے زیادہ تکلیف دہ ہے کہ اگر آپ کو اپنے آنسوؤں کو بہت دیر تک روکنا پڑے اور اکیلے ہونے کا انتظار کرنا پڑے۔

مگر اس نے باپ سے کچھ بھی نہیں کہا اور اب بھی آنسو بھری آنکھوں کو بغیر جھپکے عدیل کے ہاتھ آہستگی سے اپنے ننھے ہاتھوں سے آزاد کرتی خاموشی سے سر جھکائے اندر کی طرف چلی گئی۔

"کیا بات رہ گئی ہے اب کرنے کے لیے؟" وہ اس طرح رخ پھیرے بے رخی سے بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مثال کے بارے میں... ہمیں بات کرنا ہوگی۔" بشریٰ بہت پراعتماد لہجے میں اس سے مخاطب تھی۔ یوں جیسے وہ روز آفس جاتے ہوئے عدیل کا رستہ روک کر اس سے آج کے مینیو کے بارے میں پورے اعتماد سے پوچھا کرتی تھی۔ عدیل نے ذرا سی نظر اٹھا کر اسے دیکھا مگر وہ تادیر دیکھ نہیں سکا۔

"بیٹھ کر بات کرنی چاہیے۔ آنٹی کو بھی بلا لو بشریٰ! اس معاملے کو سیٹل کر لیا جائے۔" احسن کمال آہستگی سے بشریٰ کے پہلو میں پھر سے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے کندھے پہ استحقاق بھرے انداز میں ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔

"بالکل، میرا بھی یہی خیال ہے۔ پلیز آپ کو تھوڑا سا ٹائم دینا ہوگا کہ بعد میں یہ ایشو ہمارے لیے کوئی ٹینشن کری ایٹ نہ کرے۔ ہم دونوں کی فیملیز یہ بات افورڈ نہیں کرے گی کہ ہم اس مسئلے کو کورٹ میں لے کر جائیں۔ ہمیں ٹیبل ٹاک کے ذریعے اس کو سولو کر لینا چاہیے۔ آپ کا کیا خیال ہے مسٹر عدیل؟" احسن کمال کے استحقاق بھرے ساتھ نے اس کے اعتماد کو کچھ اور بھی بڑھاوا دیا تھا۔

عدیل آہستہ سے سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ اندر کی طرف چل پڑے وہ ان کی طرف پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتا رہا اور پھر ان کے پیچھے ان کے قدموں پہ چلتا آگے بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

اس کے چاروں بچے بہت پرسکون گہری نیند سو رہے تھے۔ بچپن کی میٹھی بے فکر نیند! وہ یک ٹک ان کو دیکھتی رہی۔

یہی تو اس کا کل اثاثہ تھے اور وہ اب تک جو موت سے مشکل مرحلوں سے بہت آرام سے تو نہیں مگر گزرتی چلی آئی تھی، صرف ان چاروں کے لیے۔ اور شاید ان ہی کی وجہ سے قدرت نے بہت سی بلائیں اور مصیبتیں اس کے اوپر سے کم کی تھیں کہ ان چاروں کا آسرا بھی خدا کے بعد اس کے سوا کوئی نہیں تھا۔ عفان اگر زندہ ہوتے تو دیکھتے ہم ان کے بغیر کیسی مشکل زندگی گزار رہے ہیں تو شاید برداشت نہ کر پاتے۔

مگر نہیں عفان۔ میرے اللہ کا وعدہ سچا۔ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

وہ اپنے آگے بی اے کے کورس کی کتابیں پھیلا کر بیٹھی تھی۔ باہر ابھی فجر کی نماز کے بعد صبح کا ہلکا سا دھندلکا پھیل رہا تھا۔ عاصمہ کو دن میں بچوں کے سامنے کتابیں کھولتے شرم سی محسوس ہوتی تھی۔ پھر اس کے دل میں ناکامی کا بھی خوف تھا۔ اگر وہ فیل ہو گئی۔ وہ بہت سالوں کے بعد اس طرح کے امتحان کا سامنا کر رہی تھی۔

وہ کبھی بھی اچھی اسٹوڈنٹ نہیں رہی تھی بس رو دھو کر پاس ہو جایا کرتی تھی۔ انٹر میں تو وہ اتنی مشکل سے پاس ہوئی تھی کہ اس نے اپنی سند کبھی کسی کو دکھائی بھی نہیں تھی۔ مارکس شیٹ عفان سے بھی چھپاتی رہی تھی اور اس روز جب داخلہ فارم کے ساتھ اسے مارکس شیٹ لگانے کے لیے فوٹو کاپی کرنے کے لیے سعدیہ کو دینی تھی تو وہ بہت شرمندہ شرمندہ سی تھی۔

"ارے آپا! اس زمانے میں جب آپ نے انٹر کیا تھا یہ نمبرز بھی بہت اچھے سمجھے جاتے تھے اور سچ بتاؤں آپ کو، انٹر میں تو میرا اس سے بھی ردی حال تھا۔ وہ تو میں نے گریجویشن میں محنت کی تو سر اٹھانے کے قابل ہو سکی ہوں۔ آپ بھی محنت کیجیے گا۔ ڈگری گریجویشن پر ملتی ہے۔ انٹر پر نہیں۔"

سعدیہ معلوم نہیں اس کا دل رکھنے کو کہہ رہی تھی یا واقعی اس کی بات میں کوئی وزن تھا، عاصمہ نے جیسے یہ بات پلو سے باندھ لی کہ کم از کم ڈگری دکھانے کے قابل ہونی چاہیے۔

وہ بچوں سے چھپ چھپ کر واقعی بہت محنت کر رہی تھی۔ صرف اس خیال سے کہ جب اس کا رزلٹ آئے تو

اسے مارکس شیٹ کسی سے چھپانی نہیں پڑے۔ واثق ماں کی بہت حوصلہ افزائی کرتا۔

اسے بہت اچھا لگتا جب وہ اسے سبق سناتے ہوئے جھینپتی ہوئی اٹک جاتی، بھول جاتی تو وہ پکا سا منہ بنا کر بہت سنجیدگی سے عاصمہ کو نوٹس واپس کرتے ہوئے کہتا۔

"مما! ابھی آپ کو اور پڑھنا چاہیے۔ کم از کم تین سے پانچ بار مزید پکا کریں۔"

عاصمہ کچھ شرمندہ ہوتی اور کچھ نادم بھی۔ مگر اب اس کا شوق دن بدن بڑھتا جا رہا تھا۔ ٹیوشن والے بچوں کو پڑھانے کے دوران بھی جو ٹائم فارغ ہوتا وہ اپنی کتاب نکال کر پڑھنا شروع کر دیتی۔ ٹیوشن سے ملنے والی آمدنی کافی کم تھی۔ مگر عاصمہ بہت طریقے سے خرچ کرتے ہوئے گزارہ کر رہی تھی۔ اس کے لیے یہی بات باعث سکون تھی کہ وہ اپنے گھر میں محفوظ رہ کر اپنے بچوں کی روزی کا انتظام کر رہی ہے۔ فارغ وقت میں، جو اب بہت کم ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کوشش کر کے سلائی یا کڑھائی کا بھی کچھ کام کرتی۔ اکثر سعدیہ بھی اس کی مدد کر دیتی۔ اس لڑکی کے لیے عاصمہ کے دل سے بہت دعائیں نکلتیں۔

یقیناً "جب ارادہ مضبوط ہو جائے، کسی مشکل پر قابو پانے کا تو خدا اپنی رحمت کے وسیلے بنا ہی دیا کرتا ہے۔"

حمیدہ خالہ نے بعد میں دو، تین اچھی فیملیز کرائے کے لیے بھی بتائیں۔ الیاس بھی کچھ لوگوں کو لے کر آیا مگر عاصمہ نے مناسب الفاظ میں فی الحال منع کر دیا۔ وہ اپنے ایگزام تک اس سلسلے کو بھی اسی طرح چلانا چاہتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"کیا؟" عدیل پریشان سا ہو کر بشریٰ اور احسن کمال کی شکلیں دیکھنے لگا۔ وہ کچھ بول نہ سکا۔ اس نے، بہرحال یہ نہیں سوچا تھا۔

"وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ جانتے ہیں مسٹر عدیل۔" وہ بار بار اسے مسٹر عدیل کہہ کر اپنے اور اس کے درمیان موجود فاصلے کو جتائے جا رہی تھی۔ اس اب غصہ آ رہا تھا اس کے اس انداز تخاطب پر۔ بہرحال کچھ بھی تھا وہ اس کی بچی کا باپ تو تھا۔ اور کبھی اس کا بھی بہت کچھ...

لیکن اب ان باتوں کو دل میں بھی دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"وہ میرے بغیر بھی نہیں رہ سکتی اور یہ قطعی ممکن نہیں کہ میں اگلے پانچ سالوں تک اسے آپ لوگوں کے پاس چھوڑ دوں۔" نرمی سے بات کرتے کرتے بھی اسے غصہ سا آ گیا۔

"لیکن آپ اس سے مل سکتے ہیں۔" بشریٰ نے بڑی فیاضی کا مظاہرہ کیا۔

"شکریہ... اس سخاوت کا۔ ملنے سے تو مجھے اپنی بیٹی سے کوئی بھی نہیں روک سکتا، لیکن اس کے باوجود میں اسے آپ کے پاس خود سے دور کر کے ——— پانچ سال تک نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ اپنے ازلی حتمی ضدی لہجے میں واضح کرتے ہوئے بولا۔

بشریٰ اور احسن کمال نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ذکیہ نے تو بہانے سے بیچ میں بیٹھنے سے منع کر دیا تھا۔ عمران بھی اپنے کسی کام سے گھر سے غائب تھا۔

"اگر آپ دونوں کو ناگوار نہ گزرے تو میں کچھ کہہ سکتا ہوں؟" احسن کمال نے بڑے مہذب انداز میں دونوں کی طرف اجازت طلب نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"ہاں... ضرور احسن!" بشریٰ فریفتہ ہونے والے انداز میں بولی۔ عدیل کا چہرہ سپاٹ ہی رہا۔

"کیونکہ مثال ابھی بچی ہے اور وہ آپ دونوں کے درمیان ہونے والی اس سچویشن کو ابھی ٹھیک طرح سے سمجھ بھی نہیں پا رہی تو اسے ایک دم سے صرف ایک کے پاس ٹھہرانا مناسب نہیں ہوگا۔ اس کا ذہن اس بات کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

قبول نہیں کرے گا۔ بہرحال وہ آپ دونوں سے ہی بہت اٹیچ ہے۔" وہ رک رک کر بول رہا تھا۔ بشریٰ کو اس کی بات اچھی نہیں لگی۔ بے شک مثال دونوں سے اٹیچ تھی، مگر وہ اب دونوں کے ساتھ تو کسی طور پر بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ احسن کو یہ بات سمجھنی چاہیے۔ وہ دل میں تلملائی۔

"وہ ابھی چھوٹی ہے۔ اسے صرف میرے پاس رہنا چاہیے۔ کم از کم اگلے پانچ سال تک ضرور۔ میں اسے خود سے دور نہیں کر سکتی۔" وہ اسی ہٹ دھرم لہجے میں بولی۔

عدیل تیزی سے کچھ بولتے بولتے رک گیا۔

"لیکن وہ تمہارے ساتھ بھی پوری طرح خوش نہیں رہ سکتی۔ یہ بات تم لکھ لو بشریٰ۔" احسن نرمی سے بولا۔

"یہ میرا مسئلہ ہے۔ وہ کچھ دن پریشان ہوگی۔ نیچرل سی بات ہے۔ مگر یہ سب کچھ دنوں کے لیے ہوگا۔ میں اسے سنبھال لوں گی۔ مجھے اپنی مامتا، اپنی محبت پر بھروسا ہے۔ میری بیٹی مجھے اور میں اس کو خوب سمجھتی ہوں، جو بھی مسئلہ ہوگا... میں ہینڈل کرلوں گی۔" وہ بھرپور اعتماد سے بولی۔

"تو میں یہاں کیوں بیٹھا ہوا ہوں... اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ میں مثال ہمیشہ کے لیے تمہیں بخش دوں۔" عدیل بھی بے لحاظ ہو کر بولا۔

"ہمیشہ کے لیے نہیں... صرف پانچ سال کے لیے۔" وہ زور دینے والے انداز میں دہرا کر بولی۔

"کیا میری یہاں کچھ ضرورت ہے۔ میرے خیال میں آپ دونوں کی اجازت سے میں کچھ کہہ رہا تھا۔" احسن کمال اتنے جتا دینے والے انداز میں بولا کہ بشریٰ بے اختیار ٹھٹک کر خاموش ہوگئی۔

"وہ بچی آپ دونوں کے پاس رہ سکتی ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بہت ڈرامائی انداز میں بولا۔

"کیا مطلب۔ ایٹ اے ٹائم... ہم دونوں کے پاس... کیسے؟" بشریٰ اچنبھے سے بول اٹھی۔ عدیل بھی منتظر نظروں سے احسن کو دیکھنے لگا۔

"مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں، آپ دونوں ایک ہی شہر میں ہیں۔ پندرہ دن بچی کو بشریٰ رکھ لے اور اگلے پندرہ دن مسٹر عدیل۔" وہ سرپرائز دینے والے لہجے میں بولا۔

دونوں الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"کیا آپ دونوں کو میری تجویز پسند نہیں آئی؟"

"یہ کیسے ممکن ہے، نہیں۔" بشریٰ قطعیت سے بولی۔

"اس بات کا بشریٰ! صرف ایک مطلب ہے کہ تم اس بات کو کسی منطقی انجام تک نہیں پہنچانا چاہتیں۔" احسن کچھ خفگی سے بولا۔

"کیا مطلب... میں اپنی بیٹی کی دشمن نہیں کہ اتنی سی عمر میں اسے دنوں کے چکر میں پھنسا دوں۔ وہ میرے پاس رہے تو محض دن گنے، باپ کے پاس جائے تو بھی دن گنے۔ نہیں احسن! یہ ٹھیک نہیں۔ اس کی نفسیات بری طرح خراب ہو جائے گی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں۔" وہ رک رک کر ٹھوس لہجے میں بولی۔ احسن کمال ایک لمحہ کے لیے بالکل خاموش ہوگیا۔

"میرے خیال میں احسن صاحب کا یہ پروپوزل برا نہیں مثال آہستہ آہستہ سچویشن کو سمجھ لے گی تو اسے دونوں کے پاس رہنا آسان لگنے لگا۔" عدیل کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"مرد ہو نا، ایک مرد کی ایسی بھونڈی تجویز کو ضرور پسند کرو گے۔" بشریٰ... وہ یکدم ہی جارحانہ انداز میں بولی۔ احسن کمال کا چہرہ غصے سے لال ہوگیا۔

"سوری... مگر مجھے یہ سب مثال کے لیے ٹھیک نہیں لگ رہا۔" وہ فوراً ہی اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"او کے... تو پھر یہ آپ دونوں کا آپس کا معاملہ ہے۔ آپ دونوں اسے جس طرح سے ہینڈل کرنا چاہیں میں بیچ میں دخل نہیں دوں گا۔" وہ خشک لہجے میں کہہ کر کھڑا ہوگیا۔

"او بشریٰ! اگر تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے تو دس منٹ میں آجاؤ۔ ورنہ میں تمہیں لنچ آور میں لینے آجاؤں گا۔ اس پرابلم کو اتنے ٹائم میں سارٹ آؤٹ کرلینا۔"

"احسن! میں آرہی ہوں تھوڑی دیر میں... لیکن آپ رکیں تو ہم بات کر رہے ہیں۔" وہ کچھ معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

"نہیں... میں آل ریڈی لیٹ ہو رہا ہوں اور یوں بھی میرے خیال میں یہ معاملہ آپ دونوں کا خالصتاً" آپس کا معاملہ ہے۔ میں اس میں دخل نہیں دوں تو بہتر ہوگا۔ چلتا ہوں میں ہم ایک بجے تک ریڈی رہنا۔ میں آکر لے جاؤں گا، اللہ حافظ۔" کہہ کر وہ رکا نہیں۔ تیزی سے چلا گیا۔

بشریٰ اسے پکارنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھی اور پھر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ کمرے میں معنی خیز خاموشی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تڑاخ۔" کی تیز آواز گونجی۔ وہ سخت حیرت زدہ سا اس تھپڑ کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا۔ سنبھلتے سنبھلتے بھی خود کو گرنے سے نہیں بچا سکا۔

وہ زمین پر اوندھا گرتے ہوئے بھی پلٹ کر وحشت زدہ سا مڑ کر دیکھنے لگا۔

عاصمہ کی حالت اس کو تھپڑ مارنے کے بعد اس سے بھی زیادہ بری تھی، وہ کھڑے کھڑے کپکپا رہی تھی۔ اس نے واثق کو پہلے کبھی ایسے نہیں مارا تھا۔ مگر اس وقت غصے اور رنج سے اس آنکھوں میں پانی بھی تھا اور دکھ بھی۔

"مما... میں نے صرف آپ کے لیے، اس گھر کے لیے۔" وہ خود کو سنبھلتے ہوئے بمشکل بول سکا۔

"کس دن... کس دن میں نے تم سے ایسا کہا تھا واثق! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم یہ... کرو گے۔ اگر آج تمہارے اسکول سے فون نہیں آتا... مگر نہیں، اس فون کا بھی کیا فائدہ... سب کچھ تو ختم ہوگیا۔ انہوں نے تمہیں اسکول ہی سے نکال دیا۔ مسلسل ایک مہینے سے تم اسکول سے غیر حاضر رہے ہو تو کون تمہیں وہاں رہنے دیتا... میرے خدا...!" وہ سر پکڑ کر رونے ہی لگی۔

"تم نے کس طرح مجھے دھوکا دیا... وہ بھی تم نے... تم جو میری امید... میرے اچھے دنوں کی آس... واثق! تم تو میرا سب کچھ تھے اور تم نے... میرے پاس بچا ہی کیا ہے، سب کچھ تو لٹ چکا... برباد ہو چکا۔ اب تم بھی... ان رستوں پر چل پڑے ہو جن کا انجام صرف اور صرف بربادی اور تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ اب بھی روئے جا رہی تھی۔

واثق کے چہرے پر ماں کو روتے دیکھ کر سخت بے چارگی اور دکھ تھا۔

"پلیز مما! ایسے نہیں روئیں۔" وہ ماں کے پاس آکر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر گلوگیر لہجے میں بولا۔

"جن ماؤں کے تم جیسے بیٹے ہوں، وہ ساری زندگی روتی ہیں۔" وہ زور سے اس کا ہاتھ جھٹک کر تیز لہجے میں بولی۔

"پلیز مما... میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ صرف ایک سال ڈراپ کرکے اگر میں الیکٹریشن کا کام سیکھ جاتا ہوں تو پھر آمدنی کا مستقل ذریعہ...!" وہ رک رک کر کہہ رہا تھا۔ عاصمہ دوسری بار ہاتھ اٹھاتے اٹھاتے رہ گئی۔

"تو یوں کہو نا۔ تمہارے باپ کے ساتھ تمہاری ماں بھی مر گئی ہے۔"

وہ تڑپ ہی تو اٹھا۔ "پلیز مما! ایسا نہیں کہیں... میں مر کر بھی ایسا نہیں سوچ سکتا اور آپ تو میرا سب کچھ ہیں... میں...!" وہ لاچار سا ہو کر رو ہی دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سوچ تو تم بہت کچھ سکتے ہو۔ اپنے قد اور عمر سے بہت آگے کی بڑی بڑی باتیں۔ تم خود کو کیا سمجھنے لگے ہو واثق! ابھی تم ہو کیا واثق! اور تم خود سے اتنے بڑے بڑے فیصلے کرو گے اور مجھے بتانے کی بھی زحمت نہیں کرو گے تو کیا میں تم سے بہت خوش ہوں گی۔" وہ اب اپنے آنسوؤں پہ قابو پا چکی تھی کہ یہ مسئلہ بلکہ کوئی بھی مسئلہ رونے دھونے یا آنسو بہانے سے حل نہیں ہوتا' وہ جان چکی تھی۔

"میں آپ کو بتانے ہی والا تھا مما!"

"جب تمہارا اسکول سے نام کٹ گیا اس کے بعد۔" وہ طنز سے بولی۔

واثق سر جھکا کر کھڑا رہ گیا۔ عاصمہ دکھ اور تاسف سے اسے دیکھتا رہ گئی۔ کچھ دیر یوں ہی خاموشی رہی۔

"بیٹھو ادھر آ کر میرے پاس۔" بہت دیر بعد وہ خود پر' اپنے جذبات پر قابو پا کر گہرا سانس لے کر اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھاتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں بولی۔

واثق خاموشی سے ماں کے پاس بیٹھ گیا۔

"تم جانتے ہو نا' تعلیم کی کیا اہمیت ہے۔ اگر مجھے تمہارے ذریعے ذریعہ آمدنی پیدا کرنا تھا واثق! تو پھر میں خود اتنے جتن کیوں کرتی؟"

واثق اسی طرح سر جھکا کر بیٹھا رہا۔

"میری نہیں تمہارے باپ کی اور سب سے بڑھ کر تمہارے دادا مرحوم کی شدید خواہش تھی کہ ان کے پوتے' پوتیاں خوب بہت سا پڑھیں۔۔۔ علم حاصل کریں۔ زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل کریں۔ مگر صرف علم کے ذریعے۔"

"ہنر سیکھنا بری بات نہیں اور یہ بہت سے حالات میں علم سے زیادہ کار آمد ثابت ہوتا ہے۔ تمہارے دل میں اگر ایسی کوئی بات تھی تو تمہیں پہلے مجھ سے بات کرنا چاہیے تھی۔ اسکول کو' اپنی تعلیم کو یوں نظر انداز کر کے تم کچھ بھی نہیں سیکھ سکتے۔"

"مما۔۔۔ میں جا تا رہا تھا اسکول مگر الیکٹریشن کا کام سیکھنے کے لیے زیادہ ٹائم کی ضرورت تھی۔ پھر شام میں مجھے آپ کے ٹیوشن سینٹر میں بھی آپ کے ساتھ۔۔۔"

"بس کرو واثق! کیوں اپنی ماں کو اور ذلیل کر رہے ہو۔" وہ دکھ سے بولی۔ واثق اور بھی پریشان ہو گیا۔

وہ تو دل میں خوش تھا کہ جب وہ ماں کو بتائے گا کہ وہ ایک اچھا الیکٹریشن بن چکا ہے اور سکس کلاس تو وہ اگلے سال بھی پاس کر سکتا ہے۔ مگر اس کے ذریعے وہ ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ پیدا کر چکا ہے تو اس کی ماں کتنی خوش ہو گی۔ مگر مما تو اور بھی خفا اور بھی ناراض ہوئے جا رہی تھیں۔

"میں تم سے یہ۔۔۔ کچھ نہیں چاہتی واثق! اور آج سے تم ٹیوشن سینٹر بھی نہیں آؤ گے ہماری ہیلپ کرنے۔" وہ ذرا سخت لہجے میں بولی۔

"مما۔۔۔ پلیز۔۔۔"

"اب تم کچھ نہیں بولو گے صرف اس پر عمل کرو گے جو میں کہوں گی۔" وہ اسی سختی سے بولی۔

"مما صرف تین ماہ بعد میں ایک الیکٹریشن۔۔۔" وہ منمنایا۔

"بھاڑ میں گیا تمہارا کورس۔ میں خود جا کر بات کروں گی جہاں تم کورس کر رہے ہو کہ ایگزام کے بعد تم سیکھو گے ایسی کوئی بھی skill اور کل تم میرے ساتھ اسکول چلو گے۔ پرنسپل صاحب کو میں سب کچھ بتا کر ان سے تمہارے دوبارہ داخلے کی درخواست کروں گی۔"

"مما۔۔۔ پلیز۔۔۔ کچھ دن تو رہ گئے ہیں۔۔۔ ایگزام میں۔۔۔ اور میری تیاری تھرڈ ٹرم کی تو بالکل بھی نہیں ہے۔

میں۔۔۔ رہ جاؤں گا اس کلاس میں۔ کلیئر نہیں کر پاؤں گا۔" عاصمہ نے بہت غور سے اسے دیکھا۔ اسے اپنی عقل اور اندھے اعتماد پر رونا آیا۔ اس نے کیسے کبھی بھی واثق سے اس کی پڑھائی کے بارے میں نہیں پوچھا۔ شاید چھ یا آٹھ ماہ پہلے آخری ٹیسٹ اس کا دیکھا تھا۔ وہ شام میں ٹیوشن کے دوران رسمی طور پر اپنا بیگ پاس رکھتا تھا۔ کتاب بھی کوئی نہ کوئی گود میں ہوتی تھی اور اکثر سرسری نظر سے پڑھتا بھی نظر آیا تھا عاصمہ کو۔ مگر وہ پڑھائی میں اتنا پیچھے رہ چکا ہے اور ایک طرح سے پڑھائی سے بھاگ چکا ہے۔ عاصمہ کو اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔

"اب اس پر کوئی بحث نہیں ہو گی کہ تم کامیاب ہوتے ہو یا نہیں' تمہیں ری ایڈمٹ ہونا ہے اور جی جان سے محنت بھی کرنا ہے۔ واثق میں اب تمہارے معاملے میں کوئی غفلت افورڈ نہیں کر سکتی۔ تمہیں آگے چل کر مجھ سے زیادہ اپنی بہنوں کا ہی سہارا بننا ہے اور مجھے تمہارا الیکٹریشن کورس کا ڈپلوما نہیں ایک لائق انجینئر کی ڈگری چاہیے۔ تم صرف یہ ذہن میں رکھو گے آج کے بعد۔" وہ فیصلہ کن انداز میں کہتی چلی گئی۔

واثق کچھ شرمندہ اور پشیمان سا ماں کو دیکھتا رہ گیا۔ پھر لجاجت سے ماں کے ہاتھ پکڑ کر اس سے لپٹ گیا۔

"سوری مما! آپ کو میری وجہ سے اتنا دکھ ہوا' مگر ریئلی۔ میرا یقین کریں میں اگلے سال ضرور امتحان دوں گا۔ مگر اس سال میرے لیے یہ بہت مشکل ہے۔۔۔ میں۔۔۔"

"کل صبح ہم تمہارے اسکول چل رہے ہیں۔ تم جلدی اٹھ جانا' جو بھی مشکل ہو گی میں تمہاری ٹیچرز سے بات کروں گی۔ سعدیہ تمہاری ہیلپ کروے گی' مگر تمہیں جس طرح بھی سہی اسی سال ایگزام دینا ہو گا۔ یاد رکھنا! میں روٹیاں ڈالنے جا رہی ہوں۔ آجاؤ جلدی سے۔" کہہ کر باہر نکل گئی۔ واثق پریشان سا بیٹھا رہ گیا۔

اتنے مہینوں کی پڑھائی سے دوری کے بعد اس کا جی بالکل اچاٹ ہو چکا تھا پڑھائی سے۔

وہ اب یہ سلسلہ پھر سے کیسے شروع کرے گا۔ اسے بالکل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ گم صم سا اٹھ کر باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

"لیکن یہ مجھے قبول نہیں۔" بشریٰ بے لچک لہجے میں بولی۔ عدیل تیز نظروں سے اسے محض دیکھ کر رہ گیا۔

"آپ کے گھر میں یوں بھی اب مثال کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ کی والدہ بمشکل گھر کے کام کر لیں تو بڑی بات ہے اور مثال کو ابھی بہرحال مکمل دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ اسے صبح اسکول جانے کے لیے تیار کرنا' لنچ تیار کرنا' اس کا یونیفارم' ہوم ورک کی تیاری اور دوسرے بہت سے کام جو آپ نہیں کر سکتے۔" وہ جتانے والے انداز میں بولی۔ عدیل کے خون میں غصے کی لہر اٹھی' مگر وہ پی گیا۔

"یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہونا چاہیے۔ میں اگر مثال کو اپنے پاس رکھنے کی بات کر رہا ہوں تو اس کی دیکھ بھال کا بندوبست بھی کر سکتا ہوں۔ مثال صرف تمہاری نہیں میری بھی کچھ لگتی ہے۔" وہ پھر سے ہزار بار کا دہرایا جملہ کہہ گیا۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ اس کی بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ وہ چند سال میرے پاس رہے کہ صرف میں ہی اس کی ٹھیک کیئر کر سکتی ہوں۔ جبکہ۔۔۔"

"لیکن میرے خیال میں اس وقت تمہاری توجہ کا مرکز مثال سے زیادہ تمہارا دوسرا شوہر اور اس کا بچہ ہو گا اور ان دونوں کو نظر انداز کرنے کا مطلب۔۔۔ ہو سکتا ہے مستقبل قریب میں کہیں دوسری بار بھی تمہیں اپنے گھر کی تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑ جائے۔" وہ زہر خند لہجے میں کہتا چلا گیا۔ بشریٰ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"شٹ اپ مسٹر عدیل! آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ آپ مجھے اس طرح بددعائیں دیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"صرف حقیقت بیان کررہا ہوں' بلکہ سادہ لفظوں میں کہوں گا کہ تم کو خبردار کررہا ہوں۔ اگر دوسری بار اس طرح کی ذلت سے بچنا چاہتی ہو تو اپنی توجہ ساری کی ساری اس نئی زندگی کے تقاضوں کی طرف کرلو۔ زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ مثال میرے پاس رہے' لیکن میں جانتا ہوں' تم صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس پہ اپنا حق جتاتے ہوئے پیچھے نہیں ہٹنا چاہتیں' ورنہ یہ ضروری تھا۔"

"اگر آپ اپنی بات مکمل کرچکے تو آپ جاسکتے ہیں کہ مجھے آپ سے مزید کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ سخت' روکھے لہجے میں بولی۔

"اوکے۔۔۔ میں چلتا ہوں' ٹھیک پندرہ دن بعد میں مثال کو لینے کے لیے آؤں گا۔ امید ہے تمہیں میری بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔ خدا حافظ۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کر تیز قدموں سے چلتا ہوا پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔

اور باہر دروازے سے لگی کھڑی مثال کو دیکھ کر بے اختیار ٹھٹک کر رک گیا۔ مثال کے چہرے پر خوف اور سخت پریشانی تھی۔

وہ جھک کر اس کے پاس دوزانو بیٹھ گیا۔ نرمی سے اس کے رخساروں کو چھو کر اسے پیار کرنے لگا۔

"اداس ہو میری جان!" وہ اس کی طرف یک ٹک دیکھتے ہوئے بولا' وہ نہیں بولی۔

"مثال! اب وہ پہلے والے دن جب تمہارے پاپا اور مما اکٹھے رہتے تھے۔ کبھی بھی لوٹ کر نہیں آسکتے۔ تم سمجھ رہی ہو نا۔" وہ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ باپ کو دیکھتی رہی۔

"اب تم ففٹی ففٹی ڈیز اپنی ماما کے پاس رہا کرو گی اور نیکسٹ ففٹی ڈیز میرے پاس۔ یہ اچھی بات ہوگی نا۔ آپ کسی سے بھی دور نہیں ہوگی۔ ہم دونوں ہی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور آپ کے بغیر رہ بھی نہیں سکتے۔ آپ بھی ہم دونوں کے بغیر نہیں رہ سکتیں تو میرے خیال میں یہ ایک بہترین حل ہے۔ اس مسئلے کا کہ بجائے آپ کو بہت سارے سال ہم دونوں میں سے کسی ایک کے بغیر رہنا پڑتا ہے نا۔" مثال پھر کچھ نہیں بول پائی۔

"مثال! آپ کو یہ بات اچھی لگی یا بری۔ مجھے بتائیں کچھ؟" وہ اس کے ننھے ننھے ہاتھ اپنے مضبوط بڑے ہاتھوں میں لے کر نرمی سے بولا۔

"مما۔۔۔ اب کس گھر میں رہیں گی پاپا؟" اس نے بہت دیر بعد عدیل کی توقع سے بالکل مختلف سوال کیا۔ فوری طور پر عدیل اس کا جواب نہیں دے سکا۔

"وہ ادھر نانو کے ساتھ رہیں گی نا؟" وہ پھر سے بولی۔

"ہاں۔۔۔ شاید۔۔۔" عدیل متبسم سے انداز میں بولا۔

مثال باپ کو دیکھتی رہی۔ پھر فوری نفی میں سر ہلا کر جیسے سرگوشی میں بولی تھی۔

"وہ یہاں نہیں رہیں گی۔۔۔ میں جانتی ہوں۔"

عدیل کو پہلی بار اپنی چھوٹی سی بیٹی کی بے بسی پر رونا سا آگیا۔ اس معصوم کو اب ایک تیسری جگہ جاکر ایڈجسٹ ہونے کا خوف تھا۔

"احسن انکل آپ کو پیار تو کرتے ہیں نا؟"

"آپ جتنا تو نہیں کرسکتے نا!" وہ بہت مدبرانہ انداز میں بولی۔ عدیل اسے دیکھ کر رہ گیا۔ بے اختیار اس کو گلے لگا کر پیار کرنے لگا۔

"میری جان! میں ہمیشہ آپ کے پاس ہوں' آپ کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ ہمیشہ اپنی بیٹی کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھوں گا۔ جب آپ تھوڑی بڑی ہوجاؤ گی تو پھر آپ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رہنا چاہو گی' وہیں رہ لینا۔۔۔ اور پریشان نہیں ہونا۔ احسن انکل اچھے ہیں' پھر آپ کی ماما بھی تو ہیں۔ وہ آپ کا بہت خیال رکھیں گی۔"

وہ اسے ساتھ لگائے تھپکتے ہوئے تسلی دے رہا تھا۔

"میرا سیل نمبر ہے نا آپ کے پاس۔ آپ کو جب بھی جس چیز کی ضرورت ہو' کوئی پریشانی ہو' کچھ چاہیے ہو' آپ مجھے فوراً فون کیجیے گا۔ آپ کے پاپا دوڑے چلے آئیں گے آپ کے پاس' پرامس۔" اسے سامنے کرتے ہوئے وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا کر بولا۔

"پاپا۔۔۔" وہ باپ کو نظریں جمائے دیکھے جارہی تھی۔

"جی پاپا کی جان!" وہ فریفتہ ہونے والے انداز میں بولا۔

"پاپا! میری ٹیچر کہتی ہیں' وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا' یہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے' ایسا ہی ہے نا پاپا؟"

"ہاں میری جان۔" وہ سر ہلا کر بولا۔

"اور یہ وقت ہمیں بھی بدل جاتا ہے نا پاپا۔" وہ پھر سے بڑے پن سے بولی۔

"آپ کیا کہنا چاہتی ہو میری گڑیا؟" وہ اس کی بات کچھ تو سمجھ گیا تھا اور کچھ سمجھتے ہوئے بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

"پاپا! ایک وعدہ کیجیے۔" وہ عدیل کو ایک دم سے اپنی عمر سے بہت بڑی لگنے لگی تھی۔ وہ کچھ ڈر سا گیا۔

"آپ ہمیشہ اپنا یہ والا فون نمبر۔۔۔ یہی رکھیے گا۔ کبھی اسے بدلیے گا نہیں پاپا۔"

"مثال۔۔۔ میری گڑیا!"

"معلوم نہیں پاپا! مجھے کب آپ کی ضرورت پڑجائے اور آپ نے اپنا نمبر چینج کرلیا ہو۔۔۔ اور آپ مجھے انفارم کرنا بھی بھول چکے ہوں تو۔۔۔ پھر میں کیسے آپ کو بلاؤں گی؟" اس کے لہجے میں' اس کے لفظوں میں کون سا دکھ نہیں رو رہا تھا۔ عدیل کا دل جیسے پھٹ سا گیا۔

"نہیں میری پیاری بیٹی! میں کبھی اپنا نمبر چینج نہیں کروں گا۔ تمہیں بتائے بغیر تو بالکل بھی نہیں۔" وہ اسے اپنے ساتھ لپٹا کر رو ہی پڑا۔

"اور پاپا! ہماری مس کہتی ہیں لوگ جیسے جیسے اولڈ ہوتے جاتے ہیں۔ وہ باتوں کو' چیزوں کو' لوگوں کو اور اپنے وعدوں کو جلدی جلدی بھولنے لگتے ہیں۔

Is it True Papa? (کیا یہ سچ ہے پاپا؟) وہ بالکل بھی نہیں رو رہی تھی۔

باپ کے گلے سے الگ ہو کر بڑی خوف ناک سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اور عدیل کو لگا۔ وہ اب اس کے کسی سوال کا کبھی جواب نہیں دے پائے گا۔ وہ لاجواب ہوگیا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کے سامنے لاجواب ہوگیا تھا۔ اپنی چھوٹی سی کم سن بیٹی کے سامنے۔

وہ تیزی سے اسے چھوڑ کر بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ مثال خشک آنکھوں سے دور جاتے اور ایک ہیولہ بنتے باپ کو پلکیں جھپکائے بغیر دور تک دیکھتی چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

صبح سے شام ہوگئی' واثق گھر نہیں آیا تھا۔

عاصمہ تین بار باہر جاکر اسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ چکی تھی' مگر اس کا کہیں پتا نہیں چل سکا تھا۔

وہ صبح فجر کی نماز کے بعد یوں ہی ذرا ستانے کو لیٹی تھی اور جب بچوں کو اسکول بھیجنے کے خیال سے عجلت میں اٹھی تو دھک سے رہ گئی کہ واثق اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔ دونوں بچیوں کو اسکول بھیجنے کے بعد بھی وہ بہت دیر تک اس کے آنے کا انتظار کرتی رہی۔ پہلے اسے شدید غصہ تھا۔ دوپہر تک یہ غصہ تشویش اور پریشانی میں بدل چکا

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اور اب تو شام ہونے کو آئی تھی۔

اس نے ٹیوشن والے بچوں کو بھی آج چھٹی دے دی تھی۔ سعدیہ اپنی نانی کے گھر گئی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ واثق کا کہاں جا کر پتا کرے۔ اس سے کیسی بھول ہوئی کہ کل اس سے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ وہ کہاں الیکٹریشن کا کام سیکھنے جاتا ہے' وہاں جا کر پتا ہی کر آتی۔

حمیدہ خالہ دوپہر میں اس کے بلانے پر آئی تھیں۔ وہ بھی پریشان ہوئیں۔ مگر پھر ان کے گھر سے کسی فوتگی کا بلاوا آگیا تو وہ وہاں چلی گئیں اور کسی سے عاصمہ کی اتنی جان پہچان نہیں تھی۔

"مما! بھائی کب آئے گا گھر؟" اریبہ اس کے پریشان چہرے کو دیکھ کر اس کے پاس آکر بولی۔ عاصمہ کی آنکھوں میں آنسو ہی تو آگئے۔

"مما! بھائی کہاں چلا گیا ہے؟" وہ ماں کی خاموشی پر پھر سے اس کا کندھا ہلا کر پوچھنے لگی۔

"میرے خیال میں مجھے الیاس بھائی کی دکان پر جا کر ان سے کہنا چاہیے کہ وہ کہیں اسے تلاش کریں یا کسی کو بھیج دیں میرے ساتھ۔" وہ خود ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے بولی۔

"میری چادر لے آؤ اریبہ! اندر کمرے سے جا کر۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ شام کے سائے گہرے ہوتے جارہے تھے۔

"ایسے تو کبھی نہیں ہوا کہ وہ اتنی دیر تک باہر رہے۔ اگر وہ ناراض بھی تھا تو بھی اسے یوں بغیر بتائے تو نہیں جانا چاہیے تھا۔" وہ سوچتی جارہی تھی اور پریشان ہوتی جارہی تھی۔

"پہلے اس نے اتنا بڑا قدم اٹھاتے ہوئے کون سا مجھ سے پوچھا تھا جو اب ایسا کرے گا۔" وہ مایوس سی ہوتی جارہی تھی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے عاصمہ بہن! کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہو' میرا مطلب ہے جو اسے راہ سے بھٹکا رہا ہو۔" الیاس بھائی کی بات نے ایک دم سے اسے چونکا دیا۔

اس نے تو یہ بات کل سے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچی تھی اور واثق تو ایسا کبھی بھی نہیں رہا تھا کہ ایسے خود سے فیصلے کرتا پھرے۔ دوسرے وہ تو خود پڑھائی کا بہت دیوانہ تھا۔

"کتابیں' اسکول ان سب سے تو اسے عشق تھا' پھر ایک دم سے اندر ہی اندر ایسا کیا ہو گیا کہ اس نے اسکول ہی جانا چھوڑ دیا۔ ایسا کون ہو سکتا ہے۔" وہ بھی سوچنے پر مجبور ہو گئی۔

"اس عمر کے لڑکے ضرور کسی نہ کسی بری کمپنی میں پڑ کر اس طرح پڑھائی سے بھاگتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی ہو سکتا۔۔۔" وہ کچھ مزید بولتے ہوئے جھجک کر رک سا گیا۔

"کیا۔۔۔ ہو سکتا ہے اور الیاس بھائی؟" وہ اور بھی ڈر سی گئی تھی۔

"کبھی۔۔۔ آپ کو کچھ ایسا لگا ہو۔ مطلب۔۔۔ کچھ ایسا محسوس کیا ہو آپ نے۔۔۔ کہ وہ کسی نشے وغیرہ میں یا کسی اور غلط کام میں۔۔۔ مبتلا ہوا ہو۔" وہ رک رک کر بولا۔ تو عاصمہ کی سانس جیسے وہیں تھم سی گئی۔ ایسا تو اس نے ذرا بھی نہیں سوچا تھا۔ اسے اس پر کبھی شک بھی نہیں ہوا تھا۔

ہاں اب سوچنے پر اسے یاد آیا کہ وہ کچھ دنوں سے اسے پہلے سے کمزور ضرور لگا تھا۔ مگر اس نے خود ہی کہہ کر سر جھٹک دیا تھا کہ وہ آج کل پڑھائی میں شاید محنت زیادہ کر رہا ہے تو اس لیے کمزور لگ رہا ہے۔ مگر اس کمزوری کی وجہ۔۔۔ نشہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔ اس کا دل کانپ سا گیا۔

"یہ تو بہن جی! آج کل ایک عام سی بات ہو چکی ہے' پھر آپ کے بچے پہ تو نہ باپ کا سایہ ہے' نہ کسی بڑے کا ڈر' باہر نکلنے والا' اس کے پیچھے جانے والا کوئی مرد بھی نہیں تو ایسے لڑکوں کے ہاتھوں سے نکلنے کا زیادہ ڈر ہوتا ہے۔" وہ

مزید کہتا چلا گیا۔

"آپ تو الیاس بھائی! مجھے بہت ڈرا رہے ہیں۔ سچی بات ہے۔ مجھ میں تو اب مزید کوئی دکھ جھیلنے کی سکت نہیں اور اس کی رکھوالی کرنے کی تو ہمت بھی نہیں۔ میں تو بہت کمزور اور بے بس ہوں۔" اس نے بڑی مشکل سے اپنے آنسوؤں پر قابو پایا تھا۔

"خدانخواستہ میرا مقصد آپ کو کوئی تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے یہ سب میرا' آپ کا وہم ہو' واثق ایسی کسی کمپنی میں نہ انوالو ہوا ہو۔ بہرحال آپ گھر جائیں' میں خود جاتا ہوں اس کا پتا کرنے اور اسے ساتھ لے کر آتا ہوں۔ ان شاء اللہ وہ ٹھیک ہو گا۔ آپ زیادہ پریشان نہیں ہوں۔" وہ اس کی حالت دیکھ کر تسلی دینے والے انداز میں بولا۔

"الیاس بھائی! شام بہت ہو گئی ہے' میرا دل بیٹھا جارہا ہے' ایسا کبھی بھی نہیں ہوا اور میں نے کل شاید اس کے ساتھ کچھ زیادہ ہی سختی کر دی تھی تو شاید اس سے خائف ہو کر وہ کہیں گھر سے بھاگ تو نہیں گیا۔" وہ ڈر ڈر کر خود ہی بولی۔

الیاس لمحہ بھر کو خاموش سا ہو گیا۔

"یہ بات بھی ہو سکتی ہے اور بہن ایسے بچوں پر سختی اکثر الٹا کام ہی کرتی ہے' آپ کو گھر جا کر ایک بار تسلی سے ہر چیز کی تلاشی لینا ہو گی کہ کہیں وہ جاتے ہوئے اپنے کچھ کپڑے اور کچھ پیسے یا کوئی قیمتی شے تو ساتھ نہیں لے گیا' اگر گھر سے ایسا کچھ غائب ہے تو پھر واقعی۔۔۔ وہ کہیں چلا نہ گیا ہو۔"

"میرے خدا!" عاصمہ تو سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"اور اب تو شام ہو چکی' اگر ایسا کچھ اس کا ارادہ تھا تو اب تک وہ شہر سے باہر کہیں دور نکل گیا ہو گا۔"

اور عاصمہ کی آنکھوں کے آگے گہرا اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے چکراتے سر کو تھامنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"یہ کیا ہے؟" عدیل حیران سامان کی طرف دیکھنے لگا۔ نسیم نے کچھ ناراض نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ تینوں تصویریں اچھے گھر کی لڑکیوں کی ہیں' ان میں سے یہ نیلے سوٹ والی کی مرف چار ماہ ہی شادی۔ اس کے بعد ساس' نندوں نے ظلم ستم کر کے طلاق دلوادی اور یہ گلابی کپڑوں والی ذرا سی عمر کی زیادہ ہے' مگر ابھی شادی نہیں ہوئی اس کی۔ خوب لمبا چوڑا جہیز اور پیسہ بھی دے رہے ہیں اماں باوا شادی میں۔۔۔ اور یہ تیسری سفید کپڑوں والی' سچ میرے دل کو تو یہ بھائی ہے' عفت نام ہے اس کا۔ شکل کی بھی معصوم بھولی بھالی اور پڑھی لکھی بھی ہے۔ ماں' باپ بچپن میں مر گئے تھے۔ ان کی محرومی دیکھ رکھی ہے اس نے۔ چچا' چچی نے پالا ہے۔ بھلے جیسا بھی پالا ہو گا۔ ماں' باپ جیسا پیار تو نہیں دے سکتے نا۔"

نسیم سب کا بائیو ڈیٹا بتاتے ہوئے سانس لینے کو رکیں۔

عدیل نے اکتا کر اس دوران تصویریں میز پر الٹا دیں۔ اس کے چہرے پر سوائے کوفت اور بے زاری کے اور کچھ نہیں تھا۔

نسیم باتوں کے دوران اس کا چہرہ بھی دیکھتی جارہی تھیں۔

"پڑھی لکھی بی اے پاس ہے' سلائی کڑھائی میں ماہر' کھانا پکانا سب کچھ جانتی ہے۔ بہت فرماں بردار' ادب آداب والی بچی ہے۔ اپنی مثال کو ماں کا پیار بھی ملے گا اور اس کا خیال بھی رکھے گی۔" نسیم نے آخری لالچ دیا' جس کے دھوکے میں عدیل آسکتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عدیل نے کچھ سوچتی نظر سے ماں کو دیکھا اور پھر ان تینوں تصویروں کے سب سے اوپر پڑی سفید کپڑوں والی عفت کو دیکھا۔

بے حد عام سی شکل' بے تاثر آنکھیں' عدیل کی نظروں کے سامنے بے اختیار بشریٰ کا خوب صورت چہرہ' اس کا سڈول فگر اور شان دار پہناوا آ گیا۔

وہ اس سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔

"بے شک عام شکل کی ہے' چہرے سے ہی مسکینی ٹپکتی ہے۔ پر میرے بچے! اچھا پہنے اوڑھے گی' خوش رہے گی' محبت پیار ملے گا تو دیکھنا دنوں میں کیسے اس کا کملایا ہوا چہرہ کھلتا ہے۔"

"فار گاڈ سیک امی! میں نے کہا نا میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا بالکل بھی۔" اسے بشریٰ کے چہرے کے یاد آتے ہی اپنی اس ہتک کا احساس ستانے لگا جو اس نے احسن کمال سے شادی کر کے عدیل کے چہرے پر سجائی تھی۔

اسے مسٹر عدیل..... مسٹر عدیل کہہ کر جتانے والا انداز بہت کچھ کہہ رہا تھا کہ دیکھو مجھے تم سے بہت بہتر اور شان دار مرد مل گیا ہے۔ وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بچے! میرے دم کا بھروسا نہیں۔ اب کچھ ہی اور چند سال ہوں' پھر تیری فکر کون کرے گا۔ بہن تو بیاہ کر چلی گئی باہر' بچی کے پیچھے ساری دنیا کو بھلائے بیٹھا ہے۔ اسی بچی کی بہتری کے لیے کہہ رہی ہوں۔" وہ اس کو جاتے دیکھ کر پیچھے سے بولیں۔

"اس کی بہتری کا پہلے تو آپ کو کبھی خیال نہیں آیا۔ ایک غیر عورت اس کا بھلا کیا خیال رکھے گی۔ چھوڑ دیں امی! یہ خواب دکھانا مجھے' میری زندگی اب جیسے گزر رہی ہے گزر جانے دیں۔ میرے دل میں اب کچھ بھی نہیں۔ میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ اندر سے خالی ہو گیا ہوں بالکل۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ماں صدقے..... خدا نہ کرے ایسا کچھ ہو میرے بیٹے! اللہ تمہاری زندگی دراز کرے' عمر لمبی ہو اپنی بچی کو خود اپنے ہاتھوں سے ڈولی میں بٹھاؤ' اس کی خوشیاں دیکھو اور عدیل! بشریٰ سے تمہاری جدائی لکھی ہوئی تھی تقدیر میں اگر مجھے اس کی وجہ سمجھتے ہو تو میں اس پر تم سے معافی مانگ سکتی ہوں پر اللہ نے اس چیز کو یونہی لکھ رکھا تھا' وہ عورت تیرے ساتھ رہنے والی نہیں تھی۔ وجہ میں یا فوزیہ نہ بنتے کوئی اور بن جاتا مگر تقدیر کے لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ یہ بات مانتا ہے نا تو؟" وہ آج سب کچھ مانتے ہوئے بہت سے اعتراف کر گئیں مگر یہ سب اب لاحاصل تھا۔

عدیل پلٹ کر کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

"بابا! یہ روم میرا ہے۔ پلیز' اس مثال کو کوئی اور کمرہ دیں یہاں مجھے رہنا ہے۔" سیفی' احسن کمال گھر میں داخل ہوتے ہی حکمیہ انداز میں باپ کے سامنے کھڑا ہو کر بولا۔ مثال جو بشریٰ کے ساتھ کھڑی تھی۔ کچھ سہم سی گئی۔

"کیا ہوا بھئی۔ سائی سن' کوئی مسئلہ ہے ڈیئر؟" احسن ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"بابا! آپ لوگوں کے بیڈ روم کے ساتھ والا کمرہ مجھے پسند ہے سوات از مائن۔"

"تو تم لے لو۔ اس میں ناراضی کی کیا بات ہے' بھئی بشریٰ! میرا بیٹا جو کہتا ہے وہ ہونا چاہیے' میں اپنے بیٹے کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتا۔ او کے۔" احسن بظاہر نرم لہجے میں بہت کچھ جتاتے ہوئے بشریٰ سے بولا۔

ایکچوئلی احسن! مثال ابھی چھوٹی ہے' اسے رات میں اکیلے میں سونے کی عادت نہیں۔ ہمارے ساتھ والے روم میں ہو گی تو اسے اتنا خوف نہیں ہو گا جبکہ سیفی تو تھوڑا بڑا ہے اور میں نے اسے جو کمرہ دیا ہے وہ اس کی

اسکوئنگ کے لحاظ سے..... مطلب کافی بڑا ہے' اس کی سب چیزیں اس میں باآسانی۔" بشریٰ پہلے وضاحت دینے والے انداز میں پھر سیفی کو دیکھ کر پیار سے کہنے لگی۔

"تھینکس بشریٰ! مام' مگر مجھے جو چیز پسند آتی ہے میں اس کو کسی کے بھی کہنے پر نہیں چھوڑ سکتا۔ میں اس کمرے میں اپنا سامان سیٹ کروا رہا ہوں آپ اپنی ڈرپوک بیٹی کو اپنے کمرے میں اپنے بیڈ پر سلا لیں۔ وہاں یہ بالکل بے خوف ہو کر سوئے گی۔" وہ مذاق اڑانے والے انداز میں کہہ کر چلا گیا۔ بشریٰ کچھ شرمندہ سی کھڑی رہ گئی۔

"بہت Determinate ہے میرا بیٹا۔ جس چیز پہ اڑ جاتا ہے پھر اسے کوئی پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ مجھے اس کی یہی بات پسند ہے۔ تم پلیز مثال کے لیے کوئی اور کمرہ دیکھ لو۔ یوں بھی اس کو یہاں اونلی ففٹین ڈیز تو رہنا ہے' یہ ایڈجسٹ کر لے گی۔ آفٹر دیٹ اسے اپنے فادر کے گھر جانا ہو گا۔ یوں بھی میں سمجھتا ہوں بچوں کو اتنا پمپرڈ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ رات کو اپنے بیڈ روم میں سو نہیں سکیں' مثال اب اتنی بڑی ہو چکی ہے کہ اسے اکیلے سونے کی عادت ہونی چاہیے۔ کیوں مثال؟" وہ مثال کو بہت سرسری انداز میں پچکار کر بولا۔

مثال صرف اسے دیکھتی رہ گئی۔ بول کچھ بھی نہیں سکی۔ اس کے دماغ میں صرف احسن کی یہی بات گونج رہی تھی کہ اسے یہاں صرف پندرہ دن تو رہنا ہے۔ پندرہ دن بعد پاپا کے پاس..... اس اتنے بڑے گھر میں امید کا ٹمٹماتا جگنو۔

بے اختیار وہ یونہی مسکرا کر سہلا گئی۔

"دیکھا۔ مثال بھی میری بات سے ایگری کر رہی ہے تو اسے کوئی اور روم دے دو۔" وہ مثال کے سر پہ ہلکا سا ہاتھ رکھ کر جانے لگا۔

"لیکن احسن! نیچے والے پورشن میں بیڈ رومز تو صرف دو ہیں' مطلب ماسٹر بیڈ روم اور ساتھ میں بچوں کے لیے ایک کمرہ' باقی بیڈ روم اوپر ہیں۔" بشریٰ کی پریشانی جیسے اس کی بات سے بڑھ سی گئی۔

"کم آن۔ تم کیا بچوں کو پریشان کر رہی ہو یار! اوپر والا بیڈ روم کون سا دوسرے ملک میں ہے' چند سیڑھیاں تو ہیں یہ وہاں رہ لے گی۔ اپنی بیٹی کو بہادر بناؤ یار! اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کرنا چھوڑ دو اور یوں بھی صرف رات میں ہی تو سونے کے لیے اوپر جانا ہو گا۔ دن میں تو یہ یہیں نیچے تمہارے پاس ہوا کرے گی۔ او کے۔" وہ کہہ کر رکا نہیں۔ اپنے بیڈ روم میں چلا گیا۔

بشریٰ مثال کے پریشان چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

"مما! میں نانو کے پاس بھی تو رہ سکتی ہوں نا!" وہ آہستگی سے بولی۔

"دیکھو بھئی۔ میری بوڑھی ہڈیوں میں تو اتنا دم نہیں کہ میں اس عمر میں ایک بچے کی ذمہ داری اٹھا سکوں ورنہ سو بار اسے اپنے پاس رکھ لیتی یوں بھی بچے تو اپنے ماں باپ کی نظروں کے سامنے ہی اچھے رہتے ہیں۔ مثال کو کب عادت ہے تمہارے بغیر رہنے کی۔" ذکیہ نے تو بشریٰ کے کہنے سے پہلے ہی یہ بات منہ پر کہہ دی تھی۔

"لیکن جان! آپ میرے پاس رہو گی' اپنی ماما کے پاس۔ نانو کے پاس کیوں؟" وہ اسے ساتھ لگا کر پیار سے بولی۔

"مگر ماما..... میں اوپر اکیلی نہیں رہوں گی۔ یہ نیا گھر ہے میں ڈر جاؤں گی۔" وہ سہم کر بولی۔

"جانو! میں اپنی گڑیا کے ساتھ سویا کروں گی نا۔" وہ اس کے خوف زدہ چہرے کو پیار سے تھپتھپا کر بولی۔

مثال اس کی بات پہ اور بھی پریشان ہو گئی۔

"ماما..... میں پاپا' دادو کے پاس بھی تو جا سکتی ہوں نا۔ آپ سے ملنے آ جایا کروں گی۔" وہ کچھ دیر بعد ڈرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مثال! تم اتنا ناپسند کرنے لگی ہو مجھے تو جاؤ ابھی چلی جاؤ۔ گیٹ کھلا ہے گھر کا۔ جاؤ اپنے باپ کو فون کرو' آکر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لے جائے تمہیں۔امی ٹھیک کہتی ہیں میں تم پر ناحق اپنی محبت ضائع کررہی ہوں۔ تم پھر بھی میری نہیں ہونے والی۔" بشریٰ کو ایک دم سے غصہ آگیا۔

"نن۔۔۔ نہیں مما! بالکل بھی نہیں۔میں تو آپ کے پاس ہی رہنا چاہتی ہوں۔" وہ بری طرح سے ڈر گئی تھی۔ مما نے ابھی اسے گھر سے نکال دیا تو۔۔۔ اسے تو اس نئے علاقے کے کسی بھی راستے کا پتا نہیں اور پاپا اگر اسے لینے نہیں آئے تو۔۔۔ وہ ڈر گئی تھی۔

بشریٰ اسے خود سے الگ کرتی اندر احسن کمال کے پاس جاچکی تھی اور مثال سہمی ہوئی اس شان دار لاؤنج میں اکیلی کھڑی رہ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"سوری مما! وعدہ پرامس۔ آپ کو آئندہ کبھی یوں تنگ نہیں کروں گا وعدہ کرتا ہوں۔ میں آج صرف جاوید انکل کو بتانے گیا تھا کہ میں کل سے نہیں آسکوں گا مگر انہوں نے اپنے آدمی کے ساتھ مجھے شہر سے باہر کسی کو بھی میں بجلی کا کام کرنے بھیج دیا۔ میں نے ان سے بہت کہا بھی۔۔۔ مگر۔ پلیز مما! نہیں روئیں۔ میں اب کبھی آپ کی اجازت کے بغیر۔ آپ سے پوچھے بغیر گھر سے باہر نہیں نکلوں گا۔"

وہ ماں کی حالت دیکھ کر خود بھی رونے لگا تھا مگر اس کو اپنے آنسوؤں پہ بہت کنٹرول تھا۔

الیاس کے آنے سے پہلے وہ گھر واپس آگیا تھا مگر عاصمہ کی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہوگیا تھا۔

بار بار ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہا تھا مگر عاصمہ تو روئے جارہی تھی۔

"میں کل سے اسکول بھی جاؤں گا اور پوری لگن سے محنت کروں گا۔ آپ کی ہر بات مانوں گا۔ ان شاءاللہ پاس بھی ہوجاؤں گا۔ پلیز اب تو نہ روئیں۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے منت سے بولا تو عاصمہ نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگالیا۔

اس کی شرمندگی' اس کی معذرت میں بہت سچائی تھی۔ عاصمہ کو اپنے بیٹے پر دل سے یقین آگیا۔ واثق نہ جھوٹا تھا اور نہ کسی ایسی ویسی کمپنی میں مبتلا ہوا تھا۔ اسے یقین تھا۔

اگلے ہی دن وہ اس کے اسکول جاکر پرنسپل کی منت کرکے اسے ری ایڈمٹ کروا آئی تھی۔

ٹیچرز نے بھی واثق کے پچھلے ریکارڈ کو دیکھتے ہوئے ہر طرح کی مدد تعاون کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

عاصمہ نے شکرانے کے نفل پڑھے۔ اسے لگا واثق بہت دور جاتے جاتے پلٹ آیا تھا۔

اللہ نے اس پہ بہت رحم کیا تھا۔ اس کے اثاثے کو بچالیا تھا ورنہ الیاس بھائی نے جس طرح کا نقشہ کھینچا تھا۔ وہ تو اندر تک ہل کر رہ گئی تھی۔

واثق اگلے دن باقاعدگی سے اسکول جانے لگا۔ عاصمہ کو پھر سے اس کے ساتھ کچھ بھی کرنا نہیں پڑا تھا اللہ نے اس آزمائش کے بعد اس کے راستے سیدھے کردیے تھے۔

☆ ☆ ☆

اندھیرے میں وہ بہت خوفناک چہرہ تھا۔ بہت لمبی سرخ زبان تھی اس کی اور سفید ابلی ہوئی آنکھیں۔ کالا سیاہ داغ دار چہرہ اور سیاہ جسم اس کے ہاتھوں کے نوکیلے لمبے ناخن اس کے چہرے کی طرف بڑھتے جارہے تھے۔

مثال کی نیند سے جاگی آنکھیں خوف سے بند ہونے لگیں۔ دوسرے لمحے وہ آنکھیں بند کیے زور زور سے چیختی چلی گئی۔

یکایک گھپ اندھیرے میں بے تحاشا روشنی ہوگئی تھی۔ بشریٰ اسے ساتھ لگائے چمٹائے اسے سنبھالنے کی

کوشش کررہی تھی مگر وہ آنکھیں بند کیے چیخے جارہی تھی۔

"چپ کرجاؤ لڑکی! بس کرو۔" احسن کمال کی دھاڑ نے اس کی چیخیں تو کیا اس کی سانسیں بھی جیسے بند کردیں وہ شاکڈ سی دیکھتی رہ گئی۔

احسن کمال نائٹ ڈریس میں اس گھوسٹ سے مشابہ لگ رہا تھا جو کچھ دیر پہلے اس کا خون پینے لگا تھا۔

"حسن۔۔۔ وہ ڈری ہوئی ہے' اس طرح تو نہ چیخیں۔" بشریٰ کو بہت برا لگا۔

"یار! حد ہے۔ کیا ہے ادھر ایسا جس سے یہ ڈری ہے اور اب ہم ہیں اس کے پاس اور یہ چیخے جارہی ہے۔ سوری بشریٰ مگر میں تمہیں صاف بتارہا ہوں۔ تمہاری بیٹی ازاین ایکٹریس۔" وہ سخت ناگواری سے کچھ بھی نہ چھپاتے ہوئے بولا۔

"واٹ!" بشریٰ جیسے غصے میں اچھل ہی پڑی ——— "تم اس کی حالت دیکھ رہے ہو' وہ ابھی بھی خوف سے کانپ رہی ہے اور تم کہہ رہے ہو۔ یہ ایکٹنگ کررہی ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔

"اچھا اب تم اس کا خوف دور کرو۔ میں سونے جارہا ہوں۔ آدھی رات کو سارا گھر سر پر اٹھالیا۔ یہی تربیت ہے تمہاری۔" ہونہہ! اس نے چند دنوں میں نہیں چند گھنٹوں میں روپ بدلا تھا۔ "جلدی آجانا میں انتظار کررہا ہوں تمہارا۔"

بشریٰ کو یک بیک اپنی خود کردہ غلطی کا احساس ہوا تھا۔

اسے شوہر مل گیا تھا مگر اس کی بیٹی کا باپ چھن گیا تھا۔ اور اب شاید ماں بھی چھن جائے۔

اور وہ جاتے ہوئے اس سے جو کہہ کر گیا تھا اگر وہ اس کے پیچھے نہیں جاتی تو۔ دوسری بار اس کا گھر۔ عدیل کی بات ٹھیک تھی۔ مثال کی وجہ سے اس کا گھر۔۔۔

"نہیں۔۔۔ نہیں میں اپنی بیٹی کو کبھی خود سے دور نہیں کرسکتی۔" وہ سر جھٹک کر خود سے بولی۔

☆ ☆ ☆

سیفی کا رویہ بھی اس سے بہت بدل چکا تھا۔ وہ اس سے یوں بات کرتا جیسے وہ کوئی ملازمہ ہو۔ اور تو اور بشریٰ بھی مثال سے سیفی کی بات ماننے کو کہتی تو اسے اور بھی دکھ ہوتا۔

اسے تو یوں لگ رہا تھا' اس کی ماں اس نئے گھر میں آکر بالکل کوئی اور عورت بن گئی ہے' اس بشریٰ سے بہت مختلف۔ جو عدیل کے گھر میں تھی یا جو نانو کے گھر میں تھی۔

وہ اس کا یونیفارم دھلوانا بھول جاتی۔ یونیفارم دھلا ہوتا تو استری نہیں ہوتا تھا' وہ کتابیں پیچھے لے کر پھرتی رہتی۔ بشریٰ کو اور بہت سے کام اس کو پڑھانے سے زیادہ اہم لگتے۔

آہستہ آہستہ مثال اپنی ماں کی زندگی سے جیسے خارج ہوتی جارہی تھی۔ صرف خارج ہی ہوتی تو اسے اتنا دکھ نہیں ہوتا۔ وہ اب اس سے بالکل اجنبیوں جیسا سلوک کرنے لگی تھی۔ مثال رونا چاہتی اور کھل کر رو بھی نہیں سکتی تھی۔

وہ کس سے گلہ کرتی۔ نانو کی طرف جاتی تو وہ بھی اس سے غیروں کی طرح ملتیں۔ زیادہ پذیرائی دونوں گھروں میں سیفی کی ہوتی تھی۔ اور پھر اس کے کانوں میں یہ بھی پڑا کہ سیفی کی بہن یا بھائی آنے والا ہے اور اس کا معصوم دماغ بہت سارے دن اس گتھی کو بھی نہیں سلجھا سکا۔

پاپا کے گھر صورت حال اور بھی عجیب تھی۔ دادو اس کو دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھانے لگتیں۔ ان کے حساب سے مثال کے آتے ہی گھر کے کام بہت بڑھ جاتے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہلے تو وہ باسی کھانے یا ہوٹل سے منگوا کر گزارہ کرلیتی تھیں مگر مثال کے آتے ہی ۔ عدیل مختلف فرمائشی پروگرام جاری کردیتا جنہیں پورا کرنے میں نسیم کی حالت خراب ہوجاتی۔

عدیل ہاتھوں سے نہ نکل جائے' وہ ہر بات بلا چوں چرا مان لیتیں مگر عدیل کی غیر حاضری میں وہ مثال کو اس کی ماں کو خوب سناتیں۔ اور پاپا کے گھر تو اسے اکثر ہی گندے یونیفارم کے ساتھ اسکول جانا پڑتا۔ وہ پڑھائی میں بھی بہت عجیب ہوتی جارہی تھی۔

ٹیچرز کے بلانے پر بھی بشریٰ اس کے اسکول جانے کا ٹائم نہیں نکال پاتی تھی۔ عدیل دو ایک بار گیا مگر پھر اس کے بھی آفس کے کچھ ایسے ٹرپ نکل آئے جو شہر سے باہر تھے۔

مثال کے لیے ماں باپ ہی نہیں ہر چیز بدل گئی تھی۔

نسیم تو اب باقاعدہ مثال سے جھاڑو اور برتن دھلوانے کا کام عدیل کی غیر موجودگی میں لینے لگی تھیں۔ مسلسل بازار کے کھانے کھانے سے مثال کو ڈائریا ہوگیا اور اس کے بعد بخار جو بگڑ کر ملیریا بن گیا۔ بشریٰ اسے اپنے گھر بلوانا بھول گئی۔ مثال کی حالت دیکھ کر پہلی بار عدیل کو احساس ہوا کہ بچی کو سنبھالنے کے لیے گھر میں کسی عورت کا وجود کتنا ضروری ہے۔

"میں تیار ہوں امی! شادی کے لیے' آپ جہاں کہیں گی جس سے کہیں گی میں کرلوں گا۔ میری شرط صرف یہی ہے کہ وہ مثال کا بہت خیال رکھے گی' اسے اپنی بیٹی کی طرح سمجھے گی۔"

اور نسیم کو تو جیسے شادی مرگ ہوگیا تھا۔

اگلے ہی ہفتے وہ عام سی شکل والی مرنجان مرنج عفت' مثال کی نئی ماما بن کر آگئی۔ نسیم اور عدیل کی ہدایت کے عین مطابق اس نے گھونگھٹ اٹھاتے ہی مثال کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔

اس دوران بشریٰ کے گھر ایک اور گڑیا آچکی تھی جو سیفی کی لاڈلی بہن اور احسن کمال کی آنکھ کا تارا تھی۔

اور بشریٰ کے لیے احسن کمال کی زندگی میں قدم جمانے کی باقاعدہ سند۔ مثال تو ان بہت سارے دنوں میں کہیں گم ہو کر رہ گئی تھی۔

عفت نے اسے اتنی محبت' اتنی توجہ دی کہ وہ بشریٰ کو واقعی جیسے بھول چلی تھی۔

"ہاں میں بھجوا رہا ہوں مثال کو تھوڑی دیر میں۔" عدیل فون پر کسی سے کہہ رہا تھا۔

"عفت! مثال کا بیگ تیار کردو' اسے اس کی ماما کے پاس جانا ہے۔" مثال صدمہ سے باپ کی طرف دیکھتی چلی گئی۔

"پاپا۔ میں نے... مجھے ابھی نہیں جانا۔ کہیں بھی۔ میں آپ کے پاس۔ عفت ماما کے پاس رکوں گی۔ یہیں۔" وہ بہت مشکل سے آس بھرے لہجے میں بولی تھی۔

ماں کی طرف سے تو وہ بہت مایوس ہوچکی تھی۔ اب وہ بشریٰ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کرتی تھی مگر عدیل کی طرف ابھی اس کے دل میں بہت سی امیدیں تھیں۔

"میری بیٹی!" عدیل نے اسے خود سے لپٹا لیا۔ اور پیچھے کھڑی بنی سنوری عفت پہ نظر ڈالی جو چند دن کے لیے اپنے چچا کے گھر جانے والی تھی۔

اور نسیم کا کہا سچ ہوا تھا۔ عام سی شکل والی سادہ سی عفت پہ شادی کے چند دنوں میں ایسا غضب ناک رنگ و روپ آیا تھا اور اس کا سوکھا سڑا جسم ایسا بھرا بھرا ہوگیا تھا کہ بہت سارے دنوں سے عدیل نے ایک بار بھی بشریٰ کو یاد نہیں کیا تھا۔ اور ابھی بھی عفت کی شرگیں نگاہیں اور دمکتا روپ اس سے بہت کچھ کہہ رہا تھا جسے وہ نظر انداز نہیں کرپا رہا تھا۔

"نہیں میری جان! آپ کی ماما کو آپ کا انتظار ہے۔ ان کے پاس آپ کے لیے ایک سرپرائز بھی ہے۔ آپ جاؤ گی تو خوش ہوجاؤ گی۔ پندرہ دن بعد تمہیں لینے آجاؤں گا۔ تم وہاں بہت خوش رہو گی اوکے میری جان۔ کچھ چاہیے تو نہیں۔"

اور مثال تو دم بخود سی رہ گئی۔ عدیل نے کس طریقے سے اسے خود سے ہٹا کر عفت کی طرف اپنی توجہ کی۔

"یار! سامان پیک کرو مثال کا۔ اس کی ماں کا ڈرائیور لینے آرہا ہے اسے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہت سے محبت بھرے پیغام چھوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اور میری پیکنگ... مجھے بھی تو جانا ہے چچا جان کی طرف... وہ بھی تو کرلوں نا!" عفت ادا سے پلکیں جھکا کر بولی۔

"مجھے بھی وہاں رہنے جانا ہے۔"

"نہیں تو میں اچھی طرح جانے دوں گا۔ کہیں نہیں جارہی ہو تم۔ ملنے جانا ہے تو آدھے گھنٹے کے لیے ملوا لاؤں گا۔ رات رہنے کا تو سوچنا بھی نہیں۔" عدیل پیار بھری سرگوشی میں چھیڑ چھاڑ کرتے اس سے کہہ رہا تھا۔ وہ زور سے ہنس پڑی۔ باہر بشریٰ کا ڈرائیور مثال کو لینے آچکا تھا۔

مگر یہ تو بہت شروع کی باتیں تھیں جب دونوں طرف سے اسے لینے ڈرائیور آیا کرتے تھے' اور کوئی اس کا منتظر ہوا کرتا تھا۔

زوردار چھناکے سے جیسے بہت سے کانچ کے برتن ایک ساتھ ٹوٹے تھے' اور اندر باتیں کرتے سب ہی لوگ بے اختیار ٹھٹک کر ادھر دیکھنے لگے جدھر سے آواز آئی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز
قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں
قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM